بیماری سے غسل کفن نماز جنازہ کے مسائل

احادیث و آثار کی روشنی میں

کتاب الجنائز
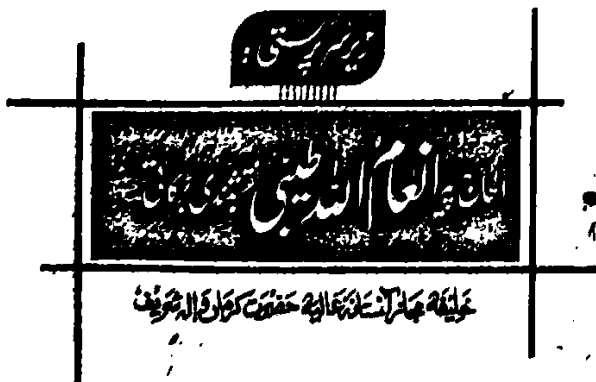
جلد اول

زیرِ سرپرستی

الحاج پیر انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف

مصنف

علامہ حضرت ابو حنیفہ پیر محمد کاشف اقبال مدنی رضوی

بیماری سے غسل کفن نماز جنازہ کے مسائل

احادیث و آثار کی روشنی میں

مصنف

حضرت علامہ ابو حذیفہ پیر محمد کاشف اقبال مدنی رضوی مدظلہ العالی

حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید غلام جیلانی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
صمصام علی شاہ بخاری
میر طیب علی شاہ بخاری
الحاج صوفی
برکت علی
زیر سرپرستی
الحاج پیر انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی
سمیع اللہ برکت
جملہ حقوق محفوظ ہیں
قیمت 500 روپے
اشاعت 21-06-2012

انتساب

سراج الآئمہ کاشف الغمہ امام المحدثین والفقہاء سراج السالکین امام اعظم

سیّدنا نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین کشتۂ عشق رسالت، عظیم البرکت

الشاہ محمد احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز

آفتابِ علم وحکمت منبع رشد وہدایت قطب عالم محدث اعظم پاکستان

مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نائب محدث اعظم پاکستان فنا فی الرضا پاسبانِ مسلک رضا زینت الاولیاء

مولانا ابو محمد محمد عبدالرشید قادری رضوی علیہ الرحمۃ

پیر طریقت رہبر شریعت جانشین نائب محدث اعظم حضرت مولانا

صاحبزادہ ابوالحسن محمد غوث رضوی صاحب

اور

ان تمام بزرگ علماء کے نام

جن کی زندگی کا ہر لمحہ تحفظ ناموس رسالت اور عظمت سرکارِ غوثِ اعظم ومسلک رضا کی خدمت میں گزارا

دعاؤں کا طالب

ابوحذیفہ محمد کاشف اقبال مدنی رضوی

مدرس وخادم دارالافتاء جامعہ غوثیہ رضویہ مظہرالاسلام

سمندری ضلع فیصل آباد

۸، رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسانی زندگی میں پیدائش اور موت دونوں ہی بڑی اہمیت کے حامل واقعات ہیں۔ پیدائش کے مقابلے میں موت کے اثرات کہیں زیادہ گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں۔ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں ہے اور جو کسی بھی وقت انسان کو دامن گیر ہو سکتی ہے اس لیے اہل فہم اعمال صالحہ کو سرانجام دے کر حدود اللہ کی پاسداری کر کے ممنوعات شرعیہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے موت کی تیاری میں مشغول ہوتے ہیں ہم نے اپنی سابقہ زندگی میں کتنے ہی ایسے انسانوں کو چلتے پھرتے ہنستے کھیلتے اور خواہشاتِ نفسانی کی تسکین کے لیے لہو ولعب میں مبتلا خوش وخرم ہوتے ہوئے دیکھا پھر ان لوگوں پر وہ وقت بھی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہی لوگ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا کرب ناک صورت سے دوچار آخری سانس بے بسی کی صورت میں لے رہے ہیں۔ ان کا رعب ودبدبہ ظاہری اور دنیاوی شان وشوکت ان گنت روپیہ پیسہ بے شمار اہل محبت وقرابت زندگی کی ایک سانس بھی زیادہ فراہم نہ کر سکے اور اپنے کندھوں پر اس کی چارپائی اُٹھا کر اس کو لٹھے کے کفن میں ملبوس جس میں ایک لاوارث کو بھی کفن دیتے ہیں۔ زمین کے گڑھے میں دفن کر کے ہم اپنے گھروں کو واپس آ جاتے ہیں ہم نے کتنے ہی ایسے لوگوں کو حادثات کا شکار ہو کر زلزلوں میں زمین بوس ہو کر بم دھماکوں کی نذر ہو کر طوفانوں کے گرداب میں پھنس کر سیلابوں میں غرق ہو کر اپنی اپنی جاگیروں، اکڑی گردنوں، روپے پیسے کے غرور کے ساتھ موت کی آغوش میں جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن یہ کس قدر بدقسمتی و بدبختی ہے کہ یہ تمام چشم کشا دیدۂ پُرسوز حالات بھی ہمیں چند لمحات کی افسردگی و پریشانی کے سوا کوئی نصیحت وعبرت نہ دلا سکے اور نہ ہی چیختی خواتین بلکتے بچوں اور نوجوانوں کی آہ وبکا بھی ہم پر اثر انداز ہو سکی جو موت کی تیاری کی طرف ہمیں

مشغول کر دیتی۔

موت کی شدت نے اگر ہم پر اثر اندازی کی بھی تو چند دن مگر پھر بدلتے گزرتے شب و روز کے ساتھ ہی ہمارا زاویہ بھی تبدیل ہو گیا اور ان کربناک احوال و واقعات کو ہم نے ایک مبنی بر کذب خواب سمجھ کر بھلا دیا اور پہلے کی طرح دُنیاوی لذتوں میں مبتلا و محو ہو گئے۔

اگر اس صورت حال کے موافق ہی موت ہمارے سرہانے کھڑی ہو گئی اور ہم خدا تعالیٰ جل مجدہٗ اور اس کے پیارے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بغاوت و نافرمانی کی حالت میں ملوث موت کی آغوش میں چلے گئے تو اس وقت ہمارے پاس سوائے حسرت و شرمندگی و پشیمانی کے کچھ نہ ہوگا' وہاں قبر و حشر میں ہمیں نہ ہمارا ظاہری رعب و دبدبہ بچا سکے گا اور نہ ہمارا روپیہ پیسہ' اس لیے ہمیں آج ہی اپنی عاقبت کی فکر کرتے ہوئے اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ و رجوع کرتے ہوئے صحت عقیدہ کے ساتھ اعمالِ صالحہ سرانجام دینے میں مشغول ہو جانا چاہیے۔ اس لیے کہ دُنیا کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ یہ محض ایک جلوۂ سراب ہے۔ ایک مسافر خانہ ہے۔ اس میں ہمیشہ نہیں رہنا ہے صرف اسی کے لیے محنت و مشقت کرنا بے وقوفی ہے۔ ہمیں اپنی آخرت کی فکر کرتے ہوئے صحت عقیدہ کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی طرف رجوع کرنا اور اس میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

کسی بھی فوتگی کے موقع پر اجتماعیت ایک فطری عمل ہے اور یہ موقع میت کے متعلقین کے لیے نہایت پریشانی کا موقع ہوتا ہے مگر وہابیہ دیوبندیہ خذلھم اللہ اس موقع پر بھی فتویٰ بازی سے باز نہیں آتے کہ تمہارا فلاں کام بدعت و ناجائز ہے فلاں کام یوں ہے وغیرہ۔ یہ لوگ اپنی سرکارِ منحوس انگریز کو خوش کرنے کے لیے اس طرح کے ہر موقع پر اہل اسلام میں انتشار و افتراق کی فضا پیدا کرتے رہتے ہیں اور عامۃ الناس ان کی اس فتویٰ بازی سے پریشان ہو جاتے ہیں اس لیے کہ یہ لوگ بظاہر تو قرآن و حدیث کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں حالانکہ واللہ العظیم قرآن و سنت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ اور پھر اصولی و بنیادی چیزوں کو چھوڑ کر فروعی مسائل کو زیادہ اچھالتے ہیں اور ان فروعی مسائل کو کفر و اسلام کی حد تک کا بنا کر عامۃ الناس کے سامنے پیش کرتے ہیں اس سے زیادہ ان کی دھوکہ دہی اور فراڈ کا عالم کیا ہوگا' وہابیہ دیوبندیہ سے اصولی و بنیادی اختلافات ان امور میں بنیادی و اصولی نہیں ہے۔ بلکہ اصل اختلاف تو یہ ہے کہ وہابیہ دیوبندیہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم اور نبی مکرم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت انبیائے کرام' صحابہ کرام' اہل بیت عظام' اولیائے کرام کے گستاخ و بے ادب ہونے کی

وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ ان لوگوں کو چاہیے کہ پہلے تو اپنا ایمان و اسلام سے تعلق ثابت کریں اس کے بعد ان امور میں بحث و مباحثہ کریں۔ اس لیے کہ ان امور فروعات کا تعلق تو اہل ایمان و اسلام کے ساتھ ہے نہ کہ اہل کفر و ارتداد کے ساتھ۔

اہل فہم تو بخوبی جانتے ہیں' کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر دُنیا میں مبعوث فرمایا۔ اب نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لیے کسی جدید نبی کا آنا ممنوع ہو گیا۔ تبلیغ دین کا کام سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے علماء و فقہاء کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلام' محدثین کرام' فقہائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کام کو بہ احسن سرانجام دیا۔ وہ یقیناً اُمت مسلمہ پر ان کا عظیم احسان ہے اور پوری اُمت ان کے اس کام کی مرہونِ منت ہے۔ ہم ان ائمہ کے توسط سے شریعت میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں اس کو تقلید کہتے ہیں۔ پوری اُمت مسلمہ اس پر عامل ہے اور رہی ہے مگر انگریز منحوس کے قدم بد برصغیر میں لگتے ہی اس کے تنخواہ دار گروہ وہابی' دیوبندی نے ان ائمہ محدثین کرام اور فقہائے عظام کے خلاف طوفانِ بدتمیزی کھڑا کر دیا اور ان کی عظیم خدمات کو مشکوک بنانے کی پوری سعی مذموم کی۔ ان وہابیوں نے ان ائمہ کے خلاف ایک مہم و تحریک یہ شروع کی ہے کہ ان ائمہ کے اخذ کردہ مسائل قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

قارئین کرام! کتنے ظلم کی بات ہے کہ جن مقدس ہستیوں کے وسیلۂ جلیلہ سے ہم تک دین اسلام پہنچا' اللہ تعالیٰ نے ہمیں نعمتِ ایمان سے سرفراز فرمایا۔ ان جلیل القدر اور مبارک ہستیوں کو ہی مخالفین قرآن و سنت قرار دے دیا۔ اور ان کی تقلید کو شرک قرار دے کر پوری اُمت مسلمہ جمیع محدثین و فقہاء سمیت سب کو مشرک قرار دے دیا۔ نعوذ باللہ۔

حالانکہ تقلید کو شرک قرار دینے والے یہ بدبخت شقی القلب لوگ اگر اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو انہیں بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ وہ خود بھی اس خودساختہ شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ قرآن و سنت کو ماننا بھی اس تقلید کے قبیل سے ہے۔ اس لیے کہ خدا و رسول جل مجدہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈائریکٹ (Direct) ہمارے سامنے تو ان کو اپنا کلام قرار نہیں دیا۔ صرف اُمت نے کہا' کہ یہ اللہ کا قرآن ہے تو ان لوگوں نے مان لیا۔ یہ حدیث ہے۔ بخاری نے کہا' فلاں نے کہا' تو یہ مان لیا کہ یہ حدیث ہے۔ حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈائریکٹ اپنے ہمارے سامنے ان روایات کو اپنی احادیث قرار نہیں دیا تو یقیناً یہ لوگ اپنے خودساختہ شرک تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اُمت مسلمہ میں انتشار وافتراق کے لیے شاید ہی کوئی شرعی مسئلہ ایسا نہ ہو جس کے خلاف وہابیہ نے اپنا مذہب خودساختہ نہ بنایا ہو۔ نماز سے لے کر حج الغرض تمام زندگی کے معمولات میں ہر چیز میں وہابی اہل اسلام سے جدا اپنا تشخص رکھتے ہیں اس پر ان کی کتب ورسائل شاہد ہیں۔

خود نمازِ جنازہ میں موت سے غسل، کفن، نمازِ جنازہ، تدفین وغیرہ میں بھی بے شمار مسائل میں وہابی اہل اسلام سے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔ راقم الحروف کے احباب نے فقیر کی توجہ اس طرف دلائی کہ نمازِ جنازہ کے موضوع پر ایک ایسی مبسوط کتاب تیار کی جائے، جس میں ہر مسئلہ پر قرآن وسنت سے دلائل کے انبار کے ساتھ بیان کیا جائے، تاکہ عامۃ الناس وہابیہ کے مکروہ پراپیگنڈا ''حنفی حضرات کے پاس احادیث نہیں'' کی حقیقت جان لیں۔ راقم الحروف فقیر مدنی نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اپنے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم کے سہارے کتاب الجنائز پر مستقل کام شروع کر دیا۔ اس کی جلد اوّل اب پیش خدمت ہے۔ جس میں بیماری سے لے کر موت، غسل، کفن، نمازِ جنازہ پڑھنے تک کے مسائل بالدلائل کثیرہ بیان کر دیئے ہیں۔ ہر مسئلہ پر احادیث سے استدلال اور پھر اختلافی مسئلہ میں اپنے دلائل اور مخالفین کے دلائل خودساختہ کا پوسٹ مارٹم اس کتاب کا طرۂ امتیاز ہے اور پھر اپنے موقف کی تائید میں مخالفین کے اکابر کے حوالہ جات بھی نقل کر دیئے ہیں تاکہ ہر خاص وعوام پر اہل سنت احناف کی حقانیت واضح ہو جائے۔ اس کتاب کا ایک باب غائبانہ نمازِ جنازہ کے متعلق پہلے شائع ہو کر خاص وعوام سے داد تحسین وصول کر چکا ہے۔ اب جلد اوّل پیش خدمت ہے۔ اُمید واثق ہے کہ یہ احباب اہل سنت کے لیے ایک تحفہ گوہر نایاب سے کم نہیں۔ اگر اس موضوع پر کوئی مسئلہ رہ جائے تو مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس پر بھی تحقیق پیش کر دی جائے۔ میں اپنے تمام احباب کا ممنون ہوں جنھوں نے میری معاونت فرمائی۔ بالخصوص پیر طریقت رہبر شریعت حضرت صاحبزادہ محمد غوث رضوی صاحب مدظلہ جنھوں نے پروف ریڈنگ میں معاونت فرمائی۔ اور محمد سیف اللہ برکت اور سمیع اللہ برکت ناظمین کرمانوالہ بک شاپ لاہور بھی مبارکباد کے مستحق ہیں جو اس کتاب کو شائع کر کے خدمتِ دین متین کی اعلیٰ روشن مثال قائم کر رہے ہیں اور انہوں نے مخالفین اہل سنت کی یلغار کے ردّ میں راقم الحروف کی دیگر کتب بھی شائع فرما کر عظیم خدمتِ دین متین سرانجام دی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

قارئین کرام! شبانہ روز محنت کر کے اس قدر علمی مواد یکجا کرنے کی سعی محمود اس لیے کی گئی ہے تاکہ

ہر خاص وعوام بالخصوص تحقیقی ذوق والے احباب تک اہل سنت احناف کے دلائل پہنچ جائیں۔ اور کوئی تذبذب میں نہ رہے اور صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کو ہی ہر ایک اپنی خوش نصیبی تصور کرے۔ اور بدعقیدگی کے طوفانِ بدتمیزی سے اپنے ایمان کو بچا سکے۔ اور دشمنانِ دین کے مقابلہ کے لیے ایک شمشیر بے نیام کی طرح یہ کتاب ہر خاص وعوام کو کام دے سکے' اُمید واثق ہے یہ کتاب وہابی یاجوج ماجوج کی فوج کے لیے سد سکندری ثابت ہوگی۔ انشاء المولیٰ' دعا ہے

یاالٰہی اس کتاب کو بنا کلک رضاؔ   دشمنانِ دین یہ نہ سمجھیں کہ رضا جاتا رہا

اس کتاب میں جو بھی خوبی ہے وہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کے فضل وکرم اور میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ شفقت کا نتیجہ ہے۔ بزرگوں کی دعا کا صلہ ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے' اور ہر خاص وعام کے لیے اسے نافع بنائے۔ اور میرے لیے اور میرے والدین کریمین' اہل وعیال کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین

مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے اس فقیر کو مزید خدمتِ دین متین و مسلک مہذب اہل سنت اور دشمنانِ دین کی تردید احقاق حق اور ابطال باطل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

دشمنانِ دین کا سر رگڑنے پر رہیں قائم   سدا تیرے در کے گدا شاہ احمد رضا
خدا ایسی قوت دے میرے قلم میں   کہ بد مذہبوں کو سدھارا کروں میں

دعاؤں کا طالب

ابوحذیفہ محمد کاشف اقبال مدنی رضوی

مدرس وخادم دارالافتاء جامعہ غوثیہ رضویہ مظہر الاسلام

سمندری شریف ضلع فیصل آباد

۸' رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

۰۳۰۰-۴۱۲۸۹۹۳

دنیا کی قدر و قیمت

انسان حصولِ دنیا کے لئے بڑے جتن کرتا ہے مگر دنیا پھر بھی اس کیلئے حسرت ہی رہ جاتی ہے حالانکہ انسان کو اپنی آخرت سنوارنا چاہئے (اس لئے کہ خود اس کے لئے اور اس دنیا کے متاع کے لئے جینا ہے) اس لئے اس میں مگن ہو کر اپنی آخرت کو تباہ کر لینا کوئی عقل مندی نہیں ہے شیطان اپنے مختلف داؤ سے انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے نعمت ایمان سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے دنیا سے صرف اسے اتنا تعلق رہے کہ زندگی اعتدال سے گزر جائے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں دنیا کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما الحیوۃ الدنیا الالعب ولھو وللدار الاخرۃ خیرٌ اللذین اتقوا افلا تعقلون ۝

(الانعام ۳۲)

اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور بے شک پچھلا گھر بھلا ان کے لئے جو ڈرتے ہیں۔ (کنزالایمان)

من کان یریدالحیٰوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون ۝ اولئك الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار وحبط ماصنعوا فیھا وباطل ماکانوایعملون ۝ (ھود:۱۶،۱۵)

جو دُنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دے دیں گے اور اس میں کمی نہ دیں گے۔ یہ ہیں وہ جن کے لئے آخرت میں کچھ نہیں مگر آگ، اور اکارت گیا جو کچھ وہاں کرتے تھے اور نابود ہوئے، جو ان کے عمل تھے۔ (کنزالایمان)

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول للہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ کے نزدیک دُنیا کی قدر و قیمت مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو اس میں سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیا

جاتا۔(جامع ترمذی ج۲ص۵۸)

رسول اللہ ﷺ کا ایک بکری کے مردہ بچہ پر گزرا ہوا جس کا ایک کان چھوٹا تھا۔ حضوراقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا کان پکڑ کرارشادفرمایا کہ اس کوایک درہم کے بدلے کون لیناپسند کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لینے سے انکار کیا اورعرض کیا ہم اس کو کیوں کرلیں، یہ زندہ بھی ہوتا تو بھی عیب دار ہونے کی وجہ سے ہم صرف نظر کرتے۔اب مردہ تو لینے کا کوئی مطلب ہی نہیں، توحضوراقدس ﷺ نے ارشادفرمایا اللہ کی قسم جتنا یہ تمہارے نزدیک حقیر ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُینا اس سے کہیں زیادہ حقیر ہے۔(صحیح مسلم ص۴۰۷ج۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے متعلقہ چیزیں اور عالم اور دین کا طلب گار اس سے مستثنٰی ہیں۔(جامع ترمذی:ص۵۸ج۲)

رسول پاک ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اللہ کی قسم دُنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلے میں بس اتنی ہے جتنی کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے تو دیکھ لے کہ اس انگلی کے ساتھ اس نے کیا کچھ حاصل کیا۔(جامع ترمذی:ص۵۸ج۲)

جب مسلمان کا مقصود ہی آخرت ہے تو دُنیا کے پیچھے لگ کر اپنی آخرت کو برباد کرلینا کون سی دانشمندی ہے مگر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ انسان ٹی وی ڈراموں اور فحش ناولوں وغیرہم کی طرف متوجہ ہو گیا۔شراب نوشی اور گناہ میں اطمینان تلاش کرنے لگا حالانکہ دل کا سکون تو اللہ تعالیٰ کے پاک ذکر میں، اطاعت الٰہی اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی اتباع میں ہے۔

حشر تک قائم رہے گی حکمرانی آپ ﷺ کی
دوزخی ٹھہرے گا وہ جس نے نہ مانی آپ ﷺ کی

موت کی یاد

موت ایک اٹل حقیقت ہے نہ ہی اس کا انکار ممکن ہے نہ ہی اس سے فرار ممکن ہے اور ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔موت سے کسی کو بھی چھٹکارا حاصل نہیں ہے۔جب اس سے فرار ممکن نہیں ہے تو موت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے، کیا معلوم کب یہ موت آجائے۔اس لئے موت کو یاد رکھنا چاہئے تاکہ دل و دماغ پر اللہ تعالیٰ کا خوف طاری رہے۔اس کی بناء پر اعمال صالحہ سرانجام دینے کیلئے کوشاں

رہے۔ اس سے اپنے خالق و مالک رب العلمین جل جلالہٗ کی رضا کا حصول ہو اور بوقت موت آدمی اپنے رب کے حضور اس حالت میں حاضر ہو کہ نیک اعمال سے اس کا دامن مالا مال ہو اور دُنیاوی آلائشوں سے اس کا دامن پاک ہو۔ اس لئے موت کو یاد رکھنا ضروری ہے۔ ہمارے آقا رسول اکرم حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی تعلیم ارشاد فرمائی ہے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لذتوں (دُنیاوی) کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کرو۔

(جامع ترمذی ص ۵۷ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۰۲ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۴، مسند امام احمد ص ۲۹۴ ج ۲، صحیح ابن حبان ص ۲۸۱ ج ۵، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۲۶ ج ۳، شرح الصدور ص ۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لذتوں کو توڑنے والی حقیقت یعنی موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرو۔ اس لئے کہ جو تنگدستی میں اسے یاد کرتا ہے تو اس پر فراخی ہوتی ہے اور جو فراخ دست اور خوش عیش ہوتا ہے اس پر تنگی ہوتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں تھا۔ ایک انصاری شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سلام عرض کیا۔ پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مومنین میں سے کون افضل ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا اخلاق سب سے بہتر ہے۔ اس انصاری شخص نے پھر عرض کیا کہ کون سا مومن سب سے زیادہ عقل مند ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرنے والا، اور موت کے بعد آنے والے وقت کی اچھی تیاری کرنے والا سب سے زیادہ عقل مند ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۲۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دُنیا میں بہتر زہد موت کی یاد ہے اور بہتر عبادت تفکر ہے جس کو موت کی یاد خوفزدہ کرتی ہو۔ اس کی قبر جنت کا باغ بن جائے گی۔ (شرح الصدور ص ۹)

حضرت عطا خراسانی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ایسی مجلس سے گزرے جس میں خوب ہنسی مذاق ہو رہا تھا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی مجلس میں لذتوں کو توڑ دینے والی چیز بھی ملاؤ۔ عرض کیا گیا وہ کیا چیز ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موت کی یاد۔

(شرح الصدور ص ۸)

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ایک شخص کو یہ وصیت فرمائی کہ موت کو کثرت سے یاد کرو تو دوسری چیزوں کو بھول جاؤ گے۔ (شرح الصدور ص ۸)

حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا گیا کہ شہداء کے ساتھ کسی اور کا بھی حشر ہوگا؟ تو رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اس کا جو شب و روز بیس بیس مرتبہ موت کو یاد کرے گا۔ (شرح الصدور ص ۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں موت کو پسند نہیں کرتا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کیا تیرے پاس مال ہے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا پہلے اس کو مار ڈالو، اس لئے کہ مومن کا دل اُس کے مال کے ساتھ نہیں اور اگر وہ اس کو پہلے مار دے تو اس کا دل بھی اس کے پیچھے ہو جائے گا ورنہ وہ اس کے ہمراہ رہے گا۔ (شرح الصدور ص ۹-۸)

حضرت ابن سابط سے روایت ہے کہ ایک آدمی کی رسول اللہ ﷺ کے سامنے تعریف کی گی تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ موت کو یاد کرتا ہے یا نہیں؟ عرض کی گئی کہ نہیں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر وہ ایسا نہیں جس طرح تم بیان کرتے ہو۔ (شرح الصدور ص ۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی مرتا ہے پشیمان ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس کی پشیمانی کیا ہے تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ صالح ہے تو اس کی پشیمانی یہ ہے کہ اس نے نیکیاں زیادہ کیوں نہ کیں اور اگر بدکار ہے تو پشیمانی ہوگی کہ برائیوں کو کیوں نہ چھوڑا۔ (شرح الصدور ص ۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ایک آدمی نے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بہتر شخص کون ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے بہتر وہ ہے جو طویل عمر والا ہو اور اعمال صالحہ کرے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور ﷺ سب سے بُرا شخص کون ہے؟ فرمایا طویل عمر پانے والا اعمال بد کرے۔ (مستدرک للحاکم ص ۳۵۱ ج ۱)

عمر کی طوالت اور اعمال صالحہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں بہترین لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں تو حضور

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کی عمر زیادہ لمبی ہے اور اعمال صالحہ ہیں وہ تم میں سے زیادہ اچھے ہوں۔ (تعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان ۲۹۷۰)

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

كل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجوركم يوم القيامة (پ۴ سورۃ آل عمران ۱۸۵)

ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت کو ہی پورے ملیں گے۔ (کنز الایمان)

قل ان الموت الذى تفرون منه فانه ملقيكم ثم تردون الى عالم الغيب والشهادة فينبئكم بما كنتم تعملون ○ (پ۵ النساء ۷۸)

تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو۔ وہ تو ضرور تمہیں ملتی ہے۔ پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کو جانتا ہے، پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم نے کیا تھا۔ (کنز الایمان)

اين ما تكونوا يدرككم الموت ولو كنتم في بروج مشيدة (پ۵ النساء ۷۸)

تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آ لے گی۔ اگر چہ مضبوط قلعوں میں ہو۔ (کنز الایمان)

موت کی تمنا کرنا جائز نہیں

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ

تم میں سے کوئی بھی مصیبت اور تکلیف کے درپیش ہونے کی صورت میں موت کی تمنا نہ کرے اور اگر ضروری (اس کے بغیر چھٹکارا نہ ہو) تمنا کرنا ہو۔ تو یوں ہی کرے اے اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہے اور مجھے اس وقت موت دینا جب کہ موت میرے لئے بہتر ہو۔

(صحیح بخاری ص ۹۴۰ ج ۲، صحیح مسلم ص ۳۴۲ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۵، سنن ابوداؤد ص ۸۷ ج ۲، جامع ترمذی ص ۹۱ ج ۱، مسند امام احمد ص ۱۷۱ ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۷۷ ج ۳، سنن نسائی ص ۲۰۲ ج ۱)

قیس بن ابی حازم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت خباب بن ارت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی عیادت کرنے کے لئے ان کے گھر گئے تو انہوں نے اپنے پیٹ پر داغ لگوائے ہوئے تھے پھر انہوں نے فرمایا کہ ہمارے ساتھی جو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ مبارک (ظاہری) میں وصال فرما چکے تھے وہ یہاں سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ دُنیا ان کا اجر و ثواب کچھ کم نہ کر سکی اور ان کے عمل میں کوئی کمی نہیں آئی اور ہم نے

اتنا (مال) پایا جس کے خرچ کرنے کے لئے مٹی کے علاوہ کوئی عمل نہ پایا۔ اگر نبی کریم ﷺ نے ہمیں موت کی تمنا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اس کی دعا کرتا۔

(صحیح بخاری ص ۸۴۷ ج ۲، صحیح مسلم ص ۳۴۲ ج ۲، مسند ابی یعلی ۱۵۳۵، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۶۱ ج ۴، مسند امام احمد ص ۴۶۳ ج ۴، حلیۃ الاولیاء ص ۱۴۶ ج ۱، مسند حمیدی ۴-۸۳ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۷۷ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۲۸۵ ج ۵، سنن کبریٰ للنسائی ص ۶۰۰ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی نہ تو موت کی تمنا کرے اور نہ موت سے پہلے اس کے لئے دُعا کرے۔ اس لئے کہ موت کے بعد اس کے عمل وامید منقطع ہو جاتے ہیں اور بندہ مومن اپنی عمر میں سوائے بھلائیوں کے اور کچھ جمع نہیں کرسکتا۔

(صحیح بخاری ص ۸۴۷ ج ۲، صحیح مسلم ص ۳۴۲ ج ۲، صحیح ابن حبان ص ۸ ج ۶، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۷۷ ج ۳)

ابن آدم کی طویل عمر سے اس کی اُمید لمبی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے قریب سے گزرے۔ اس وقت میں اور میری والدہ گھر کی کسی دیوار کو درست کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، اے عبداللہ! کیا ہو رہا ہے، میں نے عرض کیا گھر کی درستگی کر رہے ہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موت اس سے پہلے وار کرنے والی ہے۔

(جامع ترمذی ص ۵۱ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۲۵۴ ج ۲، سنن ابن ماجہ ۷-۳۱۶، مسند امام احمد ص ۱۶۱ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۲۸۳ ج ۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ابنِ آدم کے پاس مال و دولت کی دو وادیاں بھی آ جائیں تو وہ تیسری کا بھی طلبگار رہوگا۔

(صحیح بخاری ۹۵۴ ج ۲، صحیح مسلم ۳۳۵ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۵، ج ۲، سنن دارمی ص ۴۱۰ ج ۲، مسند ابوداؤد طیالسی ۲۱۹۶، مسند ابی یعلی ۲۸۴۹، صحیح ابن حبان ص ۹۱۷۸ ج ۲، مسند امام احمد ص ۱۲۲۳ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ بوڑھے آدمی کا دل دو باتوں میں جوان ہوتا ہے۔ ایک دُنیا کی محبت میں اور لمبی اُمید میں۔

(صحیح بخاری ص ۹۵۰ ج ۲، صحیح مسلم ص ۳۳۵ ج ۱، جامع ترمذی ص ۵۹ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۲، صحیح ابن حبان ص ۹۰ ج ۶، مسند امام احمد ص ۸۰۸۷، ج ۲، شرح السنۃ ۴۰۸۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چوکور خط کھینچا پھر اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا جو چوکور خط سے نکلا ہوا تھا پھر اس کے بعد درمیان والے خط کے اس حصے میں جو چوکور خط کے درمیان تھا چھوٹے چھوٹے کئی خطوط کھینچے۔ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے احاطہ کئے ہوئے ہے اور یہ درمیان کا خط جو باہر نکلا ہوا ہے وہ اس کی امید ہے اور جو چھوٹے چھوٹے خط

ہیں یہ اس کی مشکلات ہیں۔ بس انسان جب تک ایک مشکل سے بچ نکلتا ہے تو دوسری میں گرفتار ہو جاتا ہے تو دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں پھنس جاتا ہے۔

(صحیح بخاری ص ۹۵۰ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۷ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۲، مسند امام احمد ص ۳۸۵ ج ۱، تحفۃ الاشراف ص ۲۰ ج ۷)

مومن کو موت سے راحت کا حصول اور کافر سے دُنیا کو راحت کا حصول

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے لئے موت تحفہ ہے۔ (شرح الصدور ص ۵ مجمع الزوائد ص ۳۲ ج ۲، الترغیب والترہیب ص ۳۲۹ ج ۴)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آرام پانے والا ہے یا اس کا آرام حاصل کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمایا یا رسول اللہ ﷺ اس سے کیا مراد ہے تو حضور اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ مومن دنیاوی تھکاوٹوں اور تکلیف سے نجات حاصل کر کے اللہ کی رحمت میں آ کر راحت پاتا ہے اور گناہ گار بندے سے بندے، آبادیاں اور درخت اور چار پائے آرام پاتے ہیں۔

(صحیح بخاری ص ۹۶۴ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۸ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۷۱ ج ۳، سنن کبریٰ للنسائی ص ۶۲۸ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۷ ج ۲، مؤطا امام مالک ص ۱۴۴ شرح السنۃ ۱۴۵۳)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا دُنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

(مسلم ص ۴۰۷ ج ۲، ابن ماجہ ص ۳۱۷)

خودکشی کرنا حرام ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خود پہاڑ سے گر کر خودکشی کرلی، وہ جہنم کی آگ میں ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں پڑا رہے گا۔ جس نے زہر پی کر خودکشی کی تو وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ پیتا ہی رہے گا۔ جس نے لوہے کے کسی ہتھیار سے خودکشی کی تو وہ ہتھیار اُس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا۔

(صحیح بخاری ص ۸۶۰ ج ۲، صحیح مسلم ص ۷۲ ج ۱، جامع ترمذی ص ۲۴ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۵ ج ۲، سنن النسائی ص ۲۱۵ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۵۵ سنن کبریٰ للبیہقی ص ۲۳ ج ۸، صحیح ابن حبان ص ۵۹۰ ج ۸، مسند امام احمد ص ۲۵۴ ج ۲، سنن دارمی ص ۲۵۲ ج ۲، ابن مندہ ۶۲۷، مسند ابی داؤد طیالسی ۲۴۱۶)

حضرت ثابت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دُنیا میں

خودکو کسی چیز کے ساتھ قتل کیا اسے قیامت کے دن اس چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم ص ۲۷ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۱۰۸ ج ۲، مسند ابی یعلی ص ۱۵۳۵، سنن دارمی ص ۲۵۲ ج ۲، صحیح بخاری ص ۸۹۳ ج ۲، مسند امام احمد ص ۴۲۲ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۲۸۰ ج ۷، مصنف عبدالرزاق ص ۴۸۲ ج ۸، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۷ ج ۲، مسند حمیدی ص ۳۷۵ ج ۲ مسند ابی داؤد طیالسی ۱۱۹۷)

شہادت کی تمنا کا جواز اور بُری موت سے پناہ مانگنے کا مسنون ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ میرا یہ جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر میں قتل کر دیا جاؤں پھر مجھے زندہ کر دیا جائے۔ پھر میں قتل کر دیا جاؤں۔

(صحیح بخاری ص ۳۹۳ ج ۱، صحیح مسلم ص ۱۳۳ ج ۱، سنن نسائی ص ۵۰ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۰۲، سنن کبریٰ للبیہقی، ص ۱۱ ج ۴، سنن سعید بن منصور ۲۳۱۱)

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دُعا فرمایا کرتے تھے

اللھم انی اعوذبك من الھرم والتردی و الھدم والغم والطریق والغرق واعوذ بك ان یتخبطنی الشیطان عندالموت وان اقتل فی سبیلك مدبرا واعوذ بك من ان اموت لدیغا

اے اللہ بے شک میں بڑھاپے کی موت سے، بلندی سے گر کر مرنے سے، کسی ملبے کے نیچے دب کر مرنے سے، غم سے آنے والی موت سے، جل کر مرنے سے اور ڈوب کے مرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور موت کے وقت شیطان کے حملے سے، پناہ مانگتا ہوں۔ تیری راہ میں پیٹھ کر بھاگتے ہوئے (جہاد سے فرار)، مرنے سے پناہ مانگتا ہوں اور جانور زہریلے کے ڈسنے کی وجہ سے آنے والی موت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (سنن نسائی ص ۲۷۳ ج ۲)

شہید کو بوقت شہادت چیونٹی کے کاٹنے کے برابر تکلیف ہوتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہید کو قتل کے وقت اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف ہوتی ہے۔

(جامع ترمذی ص ۲۹۶ ج ۱، سنن نسائی ص ۵۱ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۰۶ موارد الظمآن ص ۱۶۱۴)

اچانک موت مومن کیلئے رحمت اور کافر کیلئے اللہ کی پکڑ سزا ہے

حضرت عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچانک (اللہ تعالیٰ) کی ناراضگی کی پکڑ کافر کیلئے ہے اور مومن کیلئے رحمت ہے۔

(سنن ابوداؤد ص ۸۷ ج ۲، مسند امام احمد ۴۲۴ ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۷۸ ج ۳)

عذابِ قبر سے پناہ مانگنا چاہیئے

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عذاب قبر حق ہے پھر میں نے ایسا نہیں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی ہو اور اس میں عذاب قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔ (صحیح بخاری ص ۱۸۳ ج ۱)

حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو سنا کہ حضور اقدس ﷺ عذاب قبر سے پناہ مانگ رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دُعا فرمایا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر

''اے اللہ میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (بخاری ص ۱۸۴ ج ۱)

عذاب قبر کے متعلق تفصیلی بحث جلد دوم میں کروں گا، انشاء اللہ۔

موت کا وقت مقرر ہے

موت ایک اٹل حقیقت ہے اس کا وقت مقرر ہے؟ اس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے تو جب ان کا وعدہ آئے گا، ایک گھڑی نہ پیچھے ہوگی نہ آگے۔

موت کی جگہ بھی مقرر ہے

میدان بدر میں حضور سرور کائنات ﷺ نے کفار کی موت کی جگہ کا بیان فرما دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میدانِ بدر میں ہمیں بدر میں مرنے والوں (کفار) کی موت کی جگہیں دکھائیں۔ ایک ایک کا نام لے کر ارشاد فرمایا کہ یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے۔ وہ کل یہاں مرے گا۔ اور یہ فلاں کی جگہ ہے، اس نے کل یہاں مقتول ہونا ہے۔

ان شاء اللہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ معبوث فرمایا۔ جس جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حد بندی فرمائی تھی اس سے ذرّہ بھر بھی کوئی آگے پیچھے نہیں ہوا بلکہ ہر شخص ابوجہل، عتبہ، شیبہ، وغیرہ وہیں مرے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نشان لگائے تھے۔

(صحیح مسلم ص ۱۰۲ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۸ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۲۶ ج ۱، مشکوۃ المصابیح ص ۵۴۳، مسند ابوداؤد طیالسی ص ۹ خصائص کبری ص ۳۲۸ ج ۱، مصابیح السنۃ ص ۸۶ ج ۴ صحیح ابن حبان ص ۱۴۶ ج ۹)

قارئین کرام اس حدیث مبارک سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف کا واضح ثبوت ہو رہا ہے۔ مذہب اہل سنت کی حقیقت واضح ہے۔ دوسری طرف وہابیہ دیوبندیہ کا عقیدہ دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے۔ نعوذ باللہ'' دیکھئے (براہین قاطعہ (ص ۵۵)

﴿۲﴾

ابوجہل کو موت میدانِ بدر میں بلا رہی تھی۔ اس وجہ سے وہ کسی کی بات کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا حالانکہ کہا جا رہا تھا کہ ابوسفیان کا قافلہ واپس پہنچ چکا ہے۔ اس لئے جنگ کرنا عبث ہے۔ اس کے باوجود وہ خانہ کعبہ کے اوپر کھڑے ہو کر باآواز بلند پکار رہا تھا کہ لوگو! جلدی کرو جلدی نکلو۔ مکہ معظمہ سے روانگی سے قبل عاتکہ بنت عبدالمطلب نے اپنا خواب بیان کیا کہ کچھ شتر سوار آئے، مقام بطحہ میں کھڑے ہو کر باآواز بلند کہہ رہے ہیں اے قریش کے لوگو! جلدی کرو اور اپنی قتل گاہ میں آؤ۔ ابوجہل نے اس کا مذاق اُڑایا اور حضرت عباس سے کہنے لگا کہ اے ابوالفضل یہ تم کب سے نبی ہو گئے ہو۔ اس طرح میدان بدر میں جاتے ہوئے قریش کا لشکر جب میدان جحفہ میں اُترا تو جہم ابن صلت بن مخرومہ نے اپنا خواب بتایا۔ ایک شخص گھوڑے پر سوار آ رہا ہے اور اس کے ساتھ اُونٹ ہے وہ کہہ رہا ہے عتبہ، شیبہ، ابوجہل اور امیہ اور فلاں فلاں مارے گئے ہیں۔ اس کے بعد اس نے ایک چھری اپنے اُونٹ کی گردن میں ماری اور لشکر کے خیموں میں ایک خیمہ ایسا نہ تھا جس میں اس کا خون نہ ٹپکا ہو۔ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اس خواب کا بھی ابوجہل نے مذاق اُڑایا اور کہنے لگا، کہ اب یہ بھی نبی ہو گیا۔ کل معلوم ہو جائے گا کہ مقتول کون ہے؟ ادھر یہ اپنے لشکر اور ساز و سامان کے گھمنڈ میں تھا۔ دوسری طرف حبیب خدا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس کی قتل گاہ کی نشاندہی فرما رہے تھے۔ میدان بدر میں دو بچوں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اپنے انجام کو ابوجہل پہنچ گیا۔ (مدارج النبوت ص ۳-۱۴۲ ج ۲)

حضرت خیثمہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار اقدس میں حضرت ملک الموت حاضر ہوئے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک کو بڑے گھور کر دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت ملک الموت واپس چلے گئے تو اس شخص نے عرض کیا کہ حضور یہ شخص کون تھا؟ آپ نے فرمایا یہ ملک الموت تھا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ میری روح قبض کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا پھر تمہارا کیا ارادہ ہے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور آپ ہوا کو حکم دیجئے کہ وہ مجھے ہندوستان پہنچا دے۔ آپ نے حکم دیا تو ہوا نے تعمیلِ حکم کی، پھر ملک الموت حاضر بارگاہ ہوئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم اس شخص کو گھور کیوں رہے تھے؟ انہوں نے عرض کی کہ حضور میں اس بات پر متعجب تھا کہ مجھے اس کی روح کے قبض کرنے کا ہند کی زمین کا حکم ہے۔ یہ آپ کے پاس بیٹھا ہے وہاں کیسے پہنچے گا۔ (شرح الصدور ص ۹)

ایک زاہد کی موت کا عجیب واقعہ

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دیجئے۔ میں اس کو جادو کی تعلیم دے دوں۔ بادشاہ نے اس کے پاس جادو کے سیکھنے کے لئے ایک لڑکا بھیج دیا۔ جب وہ جاتا تو اس کے راستے میں ایک راہب پڑتا تھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنتا تھا اور اسے اس کی باتیں اچھی لگتی تھیں۔ جب وہ جادوگر کے پاس پہنچتا، جادوگر اُس کو (تاخیر کی وجہ سے) مارتا۔ لڑکے نے راہب کے پاس اس کی شکایت کی۔ راہب نے اس سے کہا جب ساحر سے تم کو خوف ہو تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا۔ اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہہ دینا کہ ساحر نے مجھے روک لیا تھا۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ اس اثناء میں ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا۔ لڑکے نے سوچا کہ آج میں آزماؤں گا کہ ساحر افضل ہے یا راہب۔ اس نے ایک پتھر اُٹھایا اور عرض کی اے اللہ! اگر تجھے راہب کے امور جادوگر سے زیادہ محبوب ہیں تو اس جانور کو قتل کر دے تا کہ لوگ گزرنے لگیں۔ اس نے پتھر مار کر اُس جانور کو قتل کر دیا اور لوگ گزرنے لگے پھر اس نے راہب کے پاس جا کر اس واقعہ کی خبر دی۔ راہب نے کہا اے بیٹے تم مجھ سے افضل ہو گئے ہو۔ تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا جس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گے اور اگر تم مصیبت میں ہو تو کسی کو میرا پتہ نہ دینا۔ یہ لڑکا مادر زاد اندھے اور

برص والے کو ٹھیک کر دیتا تھا اور لوگوں کی تمام بیماریوں کے علاج کرتا تھا۔ بادشاہ کا ایک مصاحب اندھا تھا۔ اس نے یہ خبر سنی بہت سے تحائف لے کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر تم نے مجھے شفا دے دی تو یہ تمہارے حضور یہ تحائف پیش کر دوں گا۔ لڑکے نے کہا کہ میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفاء دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ تو میں اِس کے حضور تمہارے لئے دُعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ تم کو شفاء دے دے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی۔ وہ بادشاہ کے پاس آیا پہلے کی طرح اِس کے پاس بیٹھا بادشاہ نے اس کو پوچھا کہ تمہاری بنیائی کس نے واپس کی ہے۔ اِس نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔ بادشاہ نے کہا میرے سوا تیرا کوئی رب نہیں۔ اِس نے کہا کہ اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس وقت تک اس کو اذیت دیتا رہا جب تک اس نے لڑکے کا پتہ نہ دیا پھر اس لڑکے کو لایا گیا۔ بادشاہ نے اس لڑکے سے کہا اے بیٹے تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم اندھوں کو ٹھیک کرتے ہو اور بیمار لوگوں کو تندرست کرتے ہو اور بہت کچھ کرتے ہو۔ لڑکے نے کہا میں کسی کو شفاء نہیں دیتا۔ شفاء دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اسے اس وقت تک اذیت دیتا رہا جب تک اس نے راہب کا پتہ نہ بتا دیا۔ پھر راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا اپنے دین سے پھر جاؤ۔ راہب نے انکار کر دیا اور اس نے آرا منگوایا اور اس کے سر کے درمیان میں آرا رکھا اور اس کو چیر کر اِس کے دو ٹکرے کر دیئے پھر اس مصاحب کو بلایا اور کہا اپنے دین سے پھر جاؤ۔ اس نے بھی انکار کیا تو اس کے سر پر بھی آرا رکھا اور چیر کر دو ٹکرے کر دے۔ پھر اس لڑکے کو بلایا اور کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ، لڑکے نے انکار کیا، بادشاہ نے لڑکے کو اپنے چند مصاحبوں کے حوالے کیا اور کہا کہ اس لڑکے کو فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ، اور اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو۔ اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو بہتر ہے ورنہ اس کو اِس چوٹی سے پھینک دینا۔ وہ اس لڑکے کو پہاڑ کی چوٹی پر لے کر چڑھ گئے۔ اس لڑکے نے دُعا کی اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا اُس وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ سب پہاڑ پر سے گر گئے وہ لڑکا بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے پوچھا جو تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ بادشاہ نے پھر اس کو اپنے چند مصاحبوں کے حوالے کیا اور کہا کہ اس کو کشتی میں سوار کرو جب کشتی سمندر کے وسط میں پہنچ جائے تو اگر اپنے دین سے پھر بھی نہ پھرے تو اس کو سمندر میں پھینک دینا۔ وہ لوگ اس کو لے کر گئے تو اس نے دُعا کی اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لے۔ وہ کشتی فوراً اُلٹ گئی وہ سب غرق ہو گئے اور لڑکا بادشاہ کے

پاس واپس چلا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ جو لوگ تیرے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ پھر اس نے بادشاہ سے کہا کہ تم اس وقت تک مجھے قتل نہ کر سکو گے۔ جب تک میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کرو۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا عمل ہے؟ لڑکے نے کہا تم سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو اور مجھے ایک درخت پر سولی کے لئے لٹکاؤ، پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو۔ ایک تیر کو کمان کے چلہ میں رکھ کر کہو بسم اللہ رب الفلاں' اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب تعالیٰ ہے پھر مجھے تیر مارو جب تم نے ایسا کر لیا تو وہ تیر مجھے ہلاک کر دے گا۔ اس لئے بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس لڑکے کو ایک درخت کے تنے پہ لٹکایا پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لیا۔ پھر اس تیر کو کمان کے چلہ میں رکھا۔ بسم اللہ رب الفلاں' اللہ تعالیٰ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے تب وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں پیوست ہو گیا اور اس کا انتقال ہو گیا جبکہ لڑکے نے کنپٹی پر تیر کی جگہ ہاتھ رکھا تمام لوگوں نے کہا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ بس وہ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں آگ لگوائی گئی اور کہا گیا جو اپنے دین سے نہ پھرے اس کو اس خندق میں ڈال دو یا اس سے کہا گیا کہ اس آگ میں داخل ہو جاؤ بس لوگ آگ کی خندقوں میں داخل ہو گئے۔ آخر میں ایک عورت آئی اس کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ اس میں گرنے سے ہچکچائی۔ اس کے بچہ نے کہا اے ماں ثابت قدم رہو تم حق پر ہو۔ (صحیح مسلم ص ۴۱۵ ج ۲)

قارئین کرام یہ حدیث شریف بھی حقانیت اہل سنت پر واضح طور پر استدلال کر رہی ہے اس میں

۱- کرامات اولیاء کا اثبات ہے۔

۲- توسل کا جواز ہے۔

۳- کسی سے بطور توسل دعا کروانے کا جواز ہے۔

بیماری کا ثواب

بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ اس کے فوائد اُخروی بے شمار ہیں۔ اگرچہ بظاہر آدمی کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ مگر درحقیقت یہ اُخروی راحت وسکون کا باعث ہے۔ آدمی ظاہری بیماری کو بیماری تصور کرتا ہے۔ وہ حقیقی طور پر روحانی بیماریوں کا علاج ہوتی ہے۔ حقیقی بیماری تو روحانی امراض ہیں۔ اصل میں مہلک بیماری یہی ہوتی ہے۔ اولیائے کرام تو بیماری کا استقبال کرتے ہیں جس طرح سکون کا استقبال کیا جاتا ہے۔ ہمیں کم ازکم اس موقع پر صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ بے صبری سے مصیبت رفع تو نہ ہوگی بلکہ ثواب بھی ہاتھ سے چلا جائے گا۔ ہمارے اس ماحول میں بیماری کے مواقع پر بعض لوگ اپنے منہ سے بڑے غلط بول بول جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس موقع پر زبان سے کئی مرتبہ کفریہ کلمات ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ سے گلے شکوے یہاں تک کہ ظلم کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف کردیتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

ہم افادہ تمام کے لئے بیماری کی فضیلت اور اس کا ثواب احادیث سے درج کررہے ہیں تاکہ مسلمان اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کے مبارک ارشادات بغور پڑھیں اور ثواب سے ہرگز محروم نہ ہوں۔

بیماری کی وجہ سے گناہوں کی معافی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولاھم ولا حزن ولا اذی ولا غم حتی الشوکۃ یشاکھا الا کفر اللہ بھا من خطایاہ۔

مسلمان کو جو تکلیف وہم وحزن واذیت وغم پہنچے یہاں تک کہ کانٹا جو اس کے چبھے اللہ تعالیٰ ان کے

سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔

(صحیح بخاری ص ۸۴۳ ج ۲، صحیح مسلم ۳۱۹ ج ۲، جامع ترمذی ص ۱۹۱ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۴، مسند امام احمد ص ۳۰۳ ج ۲، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۷۳ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۲۴۷ ج ۵، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱۸ ج ۳، الادب المفرد ص ۷۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخار تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مس کیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو تو بہت شدید بخار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔ انہوں (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں نے عرض کیا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوگنا اجر ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **ما من مسلم یصیبہ اذی من مرض فماسواہ الا حط اللہ بہ سیأتہ کما تحط الشجرۃ ورقھا**۔ مسلمان کو جو اذیت پہنچتی ہے بیماری ہو یا اس کے سوا کچھ اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے گناہوں کو گرا دیتا ہے جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

(صحیح مسلم ص ۳۱۸ ج ۲، صحیح بخاری ص ۸۴۳ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۴، صحیح ابن حبان ص ۲۵۹ ج ۵، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۷۲ ج ۳، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱۷ ج ۳، حلیۃ الاولیاء ص ۱۲۸ ج ۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائب کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا تجھے کیا ہوا ہے۔ جو کانپ رہی ہے۔ عرض کی بخار ہے۔ خدا اس میں برکت نہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بخار کو بُرا نہ کہہ کہ وہ آدمی کی خطاؤں گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو۔

(صحیح مسلم ص ۳۱۹ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۵، صحیح ابن حبان ص ۲۵۹ ج ۵)

اس کے مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۵۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کو اس کے دو محبوب اعضاء (آنکھوں) کے متعلق آزماتا ہوں وہ صبر کرے تو میں اس کے بدلے اس کو جنت دونگا۔

(صحیح بخاری ص ۸۴۴ ج ۲)

اُمیۂ نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اُن دو آیات کا مطلب دریافت کیا۔

ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ (۲،۲۸۴)

جو تمہارے نفس میں ہے اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔

اور من یعمل سوء یجز بہ (۴-۱۲۳)

جو کسی قسم کی برائی کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا (کہ جب ہر برائی کی جزا ہے اور جو خطرہ دل میں گزرے، اس کا بھی حساب ہے تو بڑی مشکل ہے کہ اس سے کون بچے گا) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب سے میں نے اس کا سوال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا کسی نے مجھ سے نہ پوچھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد عتاب ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر کرتا ہے کہ اسے بخار اور تکلیف پہنچاتا ہے یہاں تک کہ مال جو کرتے کی آستین میں ہو اور گم جائے اور اس کی وجہ سے گھبرا جائے، ان امور کی وجہ سے گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے بھٹی سے سرخ سونا نکلتا ہے (یعنی گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا بھٹی سے سونا میل سے پاک ہو کر نکلتا ہے)۔ (جامع ترمذی ص۱۴۸ ج ۲)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندہ کو کوئی تکلیف کم و بیش نہیں پہنچتی مگر گناہ کے سبب جو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ وہ بہت زیادہ ہے اور یہ آیت کریمہ پڑھی

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر (۴۲،۳۰)

جو تمہیں مصیبت پہنچی وہ اس کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیا اور بہت معاف فرما دیتا ہے۔ (جامع ترمذی ص۱۶۱ ج ۲)

عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ عبادت کے اچھے طریقے پر ہو پھر بیمار ہو جائے تو فرشتہ اس پر مؤکل ہے۔ اس سے فرمایا جاتا ہے اس لئے ویسے ہی اعمال لکھ جب مرض میں مبتلا نہ تھا۔ یہاں تک کہ میں اسے مرض سے رہا کروں یا اپنی طرف بلالوں یعنی موت دوں۔ (مسند امام احمد ص۲۰۴ ج ۳ الادب المفرد (ص ۷۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن مرد اور عورت کے جسم اس کے مال اور اس کی اولاد پر مسلسل مصائب نازل ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب اس کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔
(الادب المفرد ص۷۲، جامع ترمذی ص ۶۵ ج ۲، صحیح ابن حبان ص۲۵۴ ج ۵)

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ قریش نو جوان اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ مقام منیٰ میں تشریف فرما تھیں وہ سب ہنس رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نے فرمایا تم کیوں ہنس رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں شخص خیمے کی رسی پر گر گیا قریب تھا کہ اس کی گردن یا اس کی آنکھ ضائع ہو جاتی تو آپ نے فرمایا مت ہنسو بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جس مسلمان کو کوئی کانٹا چبھا یا اس سے بھی کم تکلیف پہنچی تو اس کے لئے اس کے عوض میں ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

(صحیح بخاری ص ۸۴۳ ج ۲، صحیح مسلم ۳۱۸ ج ۲، جامع ترمذی ص ۱۹۱ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی (ص ۳۷۳ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۲۴۸ ج ۵، مؤطا امام مالک ۵۸۵، مسند امام احمد ص ۱۱۵ ج ۶، سنن کبریٰ للنسائی ص ۱۷۵ ج ۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب مصیبت زدہ لوگوں کو ثواب دیا جائے گا تو عافیت والے تمنا کریں گے کاش دنیا میں قینچیوں سے ان کی کھالیں کاٹی جاتیں۔ (جامع ترمذی ص ۶۶ ج ۲، مجمع الزوائد ص ۳۰۴ ج ۲، الترغیب والترہیب ص ۲۷ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بیمار کی عیادت کی (وہ بخار میں مبتلا تھا) آپ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا خوش رہو اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے بخار میری آگ ہے میں دنیا میں اپنے مومن بندے کو اس میں مبتلا کر دیتا ہوں تا کہ قیامت کے دن اس کے لئے جہنم کا عوض بن جائے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۵۶، مستدرک ص ۳۴۵ ج ۱، مسند امام احمد ص ۴۴۰ ج ۲)

حضرت عطاء بن ابی رباح سے مروی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے فرمایا کہ میں تمہیں ایک جنت میں جانے والی عورت کی زیارت نہ کراؤں۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور کرائیے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سیاہ عورت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر مرگی کا حملہ ہوتا ہے اور میرے کپڑے جسم سے اتر جاتے ہیں۔ آپ ﷺ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تو چاہے تو اس (بیماری) پر صبر کر اور تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے تیری عافیت کی دُعا کر دیتا ہو۔ اس عورت نے عرض کیا میں صبر کرتی ہوں۔ اس نے عرض کیا کہ اس حملے میں میرے کپڑے جسم سے دور ہو جاتے ہیں دُعا فرمایئے کہ کپڑے جسم سے نہ اُتریں آپ ﷺ نے اس کے لئے دُعا فرمائی۔

(صحیح بخاری ص ۸۴۴ ج ۲، صحیح مسلم ص ۳۱۹ ج ۲، سنن کبریٰ للنسائی ص ۱۴۹ ج ۴، دلائل النبوت للبیہقی ص ۱۵۶ ج ۶، مسند امام احمد ص ۲۴۴ ج ۱، الادب المفرد ص ۷۴)

مشداد بن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے۔ جب میں اپنے مومن بندے کو بلا میں مبتلا کروں اور وہ اس ابتلاء پر میری حمد کرے تو وہ

اپنی خواب گاہ سے گناہوں سے ایسا پاک ہو کر اُٹھے گا جیسے کہ اس دن اپنی ماں سے پیدا ہوا اور رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے میں نے اپنے بندے کو مقید اور مبتلا کیا اس کے لئے عمل ویسا ہی جاری رکھو۔ جیسا موت میں تھا۔ (مسند امام احمد ص ۱۳۸ ج ۴)

طاعون اور پیٹ کی بیماری پر صبر کا اجر وثواب

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طاعون ایک عذاب تھا۔ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے اور اس اُمت کے لئے اسے رحمت کر دیتا ہے تو جو شخص زمانہ طاعون میں صبر کے طلب ثواب کے لئے اس اعتقاد کے ساتھ ٹھہرے کہ اسے وہی پہنچے گا جو خدا نے لکھ دیا ہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔ (صحیح بخاری ص ۸۵۳ ج ۲، مسند امام احمد ص ۲۵۱ ج ۶۔)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

(صحیح بخاری ص ۸۵۳ ج ۲، صحیح مسلم ۱۴۳ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۵، مسند امام احمد ص ۳۱۰ ج ۳، الترغیب والترہیب ص ۳۳۵ ج ۲، فتح الباری ص ۱۸۰ ج ۱۰، کنز العمال ص ۷۷ ج ۱۰، شرح السنہ ص ۲۵۲ ج ۵ التاریخ الکبیر ص ۳۹۲ ج ۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہید پانچ (قسم کے ہوتے ہیں) طاعون زدہ، جو پیٹ کی بیماری میں مرا، جو ڈوب کر مرا، جس پر دیوار وغیرہ گری اور وہ مر گیا، جو جہاد میں شہید مرا اور اللہ کے راستے میں۔

(صحیح بخاری ص ۳۹۷ ج ۱، صحیح مسلم ص ۱۴۲ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۰۴ ج ۱، مسند امام احمد ص ۳۳۵، ج ۲، تلخیص الحبیر ص ۲۴۴ ج ۲، الترغیب والترہیب ترمذی ص ۳۳۲ ج ۲، تجرید التمہید ص ۱۶۶، موطاء امام مالک ص ۱۳۱، کنز العمال ص ۴۱۷ ج ۴، فتح الباری ۱۳۹ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ۱۳۵)

بعض روایات میں پہلو کے درد سے مرنے والے، جل کر مرنے والے اور وہ عورت جو حالت زچگی میں مر جائے کو بھی شہید قرار دیا گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ص ۸۷ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۰۶)

طاعون کی بیماری کے سلسلے میں ایک مسئلہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ طاعون زدہ علاقے میں جانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور طاعون زدہ علاقے میں آدمی موجود ہو تو اس سے بھاگنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کسی مقام کے بارے میں سنو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب تم طاعون زدہ بستی میں ہو تو اس سے

راہ فرار اختیار نہ کرو۔ (صحیح بخاری ص ۸۵۳ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲۹ ج ۲، کنز العمال ص ۷۸ ج ۱۰، جامع صغیر ص ۴۹ ج ۱)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بھی یہی حدیث اختلاف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ص ۳۹۱ ج ۶، صحیح بخاری ص ۳۵۳ ج ۲، مسند امام احمد ۱۹۶ ج ۴، شرح السنۃ ص ۲۵۴ ج ۵، جامع صغیر ۳۲۹ ج ۲، مسلم ص ۲۲۸ ج ۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا اور جو اس میں صبر کئے بیٹھا ہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

(جامع ترمذی ص ۲۰۴ ج ۱، کنز العمال ص ۷۹ ج ۱۰، الترغیب والترہیب ص ۳۹۳ ج ۲، تفسیر قرطبی ص ۳۳۵ ج ۴، تفسیر درمنثور ص ۳۱۲ ج ۱، کامل ابن عدی ص ۱۱۳ ج ۵)

اور پھر یہاں اس حوالہ سے یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ طاعون مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں داخل نہ ہوگی۔ (صحیح بخاری ص ۸۵۳ ج ۲)

بیماری کا علاج

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل فرمائی ہے اس کی شفا بھی نازل فرمائی ہے۔ مصابیح السنۃ ص ۲۳۶ ج ۳، مشکوٰۃ المصابیح ۳۸۷، صحیح بخاری ص ۸۴۸ ج ۲، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۱ ج ۵)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دیہاتیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم دوا کو (علاج کے لئے) استعمال کریں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کے بندو دوا استعمال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہ رکھی جس کی شفاء دوا نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھاپا۔

(جامع ترمذی ص ۲۴ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۳ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۳، الادب المفرد ص ۴۴، مسند حمیدی ص ۳۶۳ ج ۲، مسند امام احمد ص ۲۷۰ ج ۴، جامع صغیر ص ۱۹۶ ج ۱، کنز العمال ص ۴ ج ۱۰، المعجم الطبرانی ص ۱۷۹ ج ۱، مستدرک ص ۱۲۴ ج ۵، مشکوٰۃ المصابیح ۳۸۸؛ مصابیح السنۃ ص ۲۴۰ ج ۳)

حرام اور ناپاک چیز سے علاج کی ممانعت

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ان اللہ تعالیٰ لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حرام چیزوں میں شفا نہیں رکھی۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ص ۵ ج ۱۰، مجمع الزوائد ص ۸۶ ج ۵، کشف الخفاء للعجلونی ص ۲۷۶ ج ۱، جمع الجوامع ۹۶۱۴، کنز العمال ص ۲۲ ج ۱۰، تلخیص الحبیر ص ۴۷ ج ۴، فتح الباری ص ۱۸۱ ج ۱۲ جد الممتار ص ۳۴۹ ج ۱)

حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا (شراب کو دوا میں استعمال کرنے کے متعلق) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا یا اس کے بنانے میں ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اس سے دوا بناتا ہوں (یعنی چاہتا

ہوں) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دوا نہیں ہے بیماری ہے۔

(صحیح مسلم ص ۱۶۳ ج ۲، جامع ترمذی ص ۵-۲۴ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۵ ج ۲، سنن دارمی ص ۱۵۴ ج ۲، مصنف عبدالرزاق ص ۲۵۱ ج ۹، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۱ ج ۵، صحیح ابن حبان ص ۶۲۲ ج ۸، مسند امام احمد ص ۳۳۳ ج ۴، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴ ج ۱۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک طبیب نے بن کریم ﷺ سے مینڈک کے بارے میں سوال کیا۔ کیا اسے دوا میں ڈالا جاسکتا ہے تو حضور اقدس ﷺ نے اسے قتل کرنے سے منع فرمایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۶۴، سنن ابوداؤد ص ۱۸۵ ج ۲، سنن نسائی ص ۱۷۸ ج ۲، متدرک للحاکم ص ۳۲۶ ج ۵، مسند احمد ص ۵۰ ج ۴، مشکل الآثار ص ۳۱۲ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۹، مصابیح السنۃ ص ۲۴۴ ج ۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (علاج کے لئے) خبیث دوا (حرام اشیاء) کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

(جامع ترمذی ص ۲۴ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۵ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۳ ج ۵، متدرک ص ۳۲۶ ج ۵، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۸، مسند امام احمد ص ۳۰۵ ج ۲، مصابیح السنۃ ص ۲۴۲ ج ۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فریا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفاء ان اشیاء میں نہیں بنائی جن کو تم پر حرام کیا ہے۔ (صحیح بخاری ص ۸۴۰ ج ۲، متدرک للحاکم ص ۱۴۲ ج ۵)

حضرت ابوالاحوص فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بعد عرض کیا کہ میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے۔ انہوں نے اس کو خم شراب پینے کا مشورہ دیا پھر فرمایا سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے نجس چیز میں شفا نہیں رکھی۔ شفا دو چیزوں قرآن اور شہد میں ہے۔ اس میں دل کی بیماریوں کیلئے شفاء اور لوگوں کیلئے بھی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۸۹۱۰)

کلونجی میں ہر بیماری کی شفا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "سیاہ دانوں میں موت کے سوا ہر بیماری کی شفاء ہے" ابن شہاب زہری نے کہا سام سے مراد موت ہے اور سیاہ دانہ سے مراد کلونجی ہے۔

(صحیح مسلم ص ۲۲۷ ج ۲، صحیح بخاری ص ۸۴۹ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۴ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۴، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۷، مسند حمیدی ص ۴۷۱ ج ۲ سنن کبریٰ للنسائی ص ۳۷۳ ج ۴، تحفۃ الاشراف ۱۳۴۱۰، مسند امام احمد ۹۰۶۶ ج ۲، مصابیح السنۃ ص ۲۲۷ ج ۳)

امام نووی نے بھی کہا سیاہ دانوں سے مراد کلونجی ہے اور جمہور کا یہی موافق ہے۔

(شرح مسلم ص ۲۲۷ ج ۲)

سناکی اور زیرے میں ہر بیماری کی شفاء ہے

حضرت ابو بن ام حرام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ سناکی اور زیرہ تم پر لازم ہے (استعمال کیا کرو) اس لیئے ان دونوں میں موت کے سوا ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۵۵)

کھمبی میں آنکھوں کی شفاء

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھمبی من سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔

(صحیح بخاری ص ۸۵۰ ج ۱، صحیح مسلم ص ۱۸۱ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۷ ج ۲، سنن ابن ماجہ ۲۵۵، مسند امام احمد ص ۱۹۱ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۶۲ ج ۵)

مہندی کے ذریعے زخم کا علاج

حضرت سلمٰی اُم رافع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی زخم آتا یا کانٹا چبھ جاتا تو اس پر مہندی لگا لیتے۔ (جامع ترمذی ص ۲۵ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۴ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۸)

پسلی کے درد اور حلق کے درد کا عود ہندی سے علاج

حضرت اُم قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ تم پر عود ہندی لازم ہے (اس کا استعمال کیا کرو) اس لئے کہ اس میں سات بیماریوں کا علاج ہے۔ حلق کے درد میں اسے ناک میں ڈالا جاتا ہے اور پسلی کے درد میں چبائی جاتی ہے۔

(صحیح بخاری ص ۸۴۹ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲۷ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۵ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۶، مسند حمیدی ۶-۱۶۵ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۸۷، صحیح ابن حبان ۴-۶۳۳ ج ۸، مصابیح السنۃ ص ۲۳۸ ج ۳، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۴ ج ۵، سنن کبریٰ للنسائی ص ۳۷۴ ج ۴، مصنف عبدالرزاق ۲-۱۵۱ ج ۱۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۴۶ ج ۹، شرح السنۃ ۳۲۲۸)

امام ابن اثیر عود ہندی کے بارے رقمطراز ہیں کہ یہ قسط بحری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک ایسی لکڑی ہے جس کے ذریعے دھونی دے کر خوشبو حاصل کی جاتی ہے۔ النہایہ لابن اثیر ص ۲۸۶ ج ۳)

شہد سے علاج

شہد کے متعلق اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم ارشاد فرماتا ہے کہ

فیہ شفاء للناس (النحل ۶۹) ''اس میں شفاء ہے لوگوں کے لئے۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ پس اس نے عرض کیا کہ میرا بھائی پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہا اسے شہد پلاؤ، پھر وہ دوسری مرتبہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسے ارشاد فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ۔ پھر تیسری مرتبہ حاضر بارگاہ اقدس ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے ایسا ہی کیا (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک پر اسے شہد پلایا مگر............) تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اسے شہد ہی پلاؤ۔ چنانچہ اس نے اسے شہد ہی پلایا تو وہ (اس کا بھائی) صحت یاب ہو گیا۔

(صحیح بخاری ص ۸۴۸ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲۷ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۷، سنن کبریٰ للنسائی ص ۳۷۰ ج ۴، مسند امام احمد ص ۹۲ ج ۳، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۵)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں میں شفاء ہے۔ پچھنا لگوانے میں، شہد پینے میں، اور آگ سے داغنے میں مگر میں اپنی اُمت کو آگ سے داغنے سے منع کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری ص ۸۴۸ ج ۲)

اس روایت میں داغنے کی ممانعت کراہت تنزیہی ہے دیگر دلائل سے اس کا جواز موجود ہے۔

خون کی روک کے لئے داغ لگانا

غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زخموں سے خون مبارک روکنے کیلئے چٹائی کا ٹکڑا جلا کر زخم پر لگایا گیا، تو خون رُک گیا۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے بخوبی معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زخموں کو کس نے دھویا تھا اور کون اس پر پانی ڈال رہا تھا۔ اور کس دوا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علاج مبارک کیا گیا۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا خون مبارک کو دھو رہی تھیں اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی کے ڈالنے سے خون زیادہ بہہ رہا ہے تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر جلایا اور پھر اسے زخم پہ لگا دیا جس سے خون آنا بند ہو گیا۔

(صحیح بخاری ص ۵۸۴ ج ۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احزاب کے روز حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بازو کی

ایک رگ میں تیر آ لگا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے داغنے کا حکم ارشاد فرمایا۔
(صحیح مسلم ص ۲۲۵ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۴ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۸، مستدرک ص ۱۳۸ ج ۵ اور مسند امام احمد ص ۳۷۱ ج ۳)

ایک اور روایت میں ہے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی رگ میں تیر لگا تو نبی کریم ﷺ نے اسے تیر کے پھل کے ساتھ داغا پھر اس پر ورم آ گیا۔ تو آپ ﷺ نے اسے دوبارہ داغا۔
(صحیح مسلم ص ۲۲۵ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۴ ج ۸، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۸، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۷، صحیح ابن حبان ص ۶۲۷ ج ۸، سنن دارمی ص ۳۱۱ ج ۲، مستدرک ۱۳۸ ج ۵، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۴۲ ج ۹، مسند ابی یعلی ۲۱۵۸، سنن کبریٰ للنسائی ص ۲۰۶ ج ۵، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۵۰ ج ۵، مسند ابی داؤد طیالسی ۱۷۴۵، مسند امام احمد ۳۶۳ ج ۳)

اثمد سرمہ سے نظر میں تیزی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ بوقت نیند تم پر اثمد سرمہ لازم ہے (استعمال کیا کرو) اس لئے کہ یہ نظر تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔
(سنن ابن ماجہ ص ۲۵۸)

ایک اور دوسری روایت اس اثمد سرمہ کو بہترین سرمہ فرمایا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ۲۵۸)

پاؤں کی موچ کا پچھنے لگوانے سے علاج

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (پاؤں میں) موچ کی وجہ سے اپنے کولہے پر پچھنے لگوائے۔ (سنن ابوداؤد ص ۱۸۴ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۹) احرام کے دوران رسول اللہ ﷺ نے موچ کی وجہ سے پاؤں کے اوپر والے حصے پر پچھنے لگوائے۔ (سنن نسائی ص ۲۱ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۳)

دردِ شقیقہ (آدھے سر کی درد) کے علاج کیلئے پچھنے لگوانا

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج کے متعلق ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرے وہ یوں عرض گزار ہوتے کہ آپ ﷺ اپنی اُمت کو پچھنے لگوانے کا حکم دیجئے۔
(جامع ترمذی ص ۲۵ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۷، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۹، مسند امام احمد ص ۳۵۴ ج ۱، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۳۹ ج ۳، مستدرک للحاکم ص ۳۲۵ ج ۵، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۶۰ ج ۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں اپنے سرانور میں آدھے سر کی درد کی بناء پر پچھنا لگوایا۔

(صحیح بخاری ص ۸۵۰ ج ۲)

جوڑوں کے درد کا علاج

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ عرق النساء (جوڑوں کی درد) کی شفاء جنگلی بکری کے چوتڑ میں ہے۔ اسے گلایا جائے پھر اس کے تین حصے کئے جائیں پھر روزانہ ایک حصہ نہار منہ پیا جائے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۵۶)

عرق النساء سے مراد وہ درد ہے جو ران سے شروع ہوتی ہے اور گھٹنے یا قدم تک پہنچتی ہے۔
(المنجد ص ۶۴۳، مصباح اللغات ص ۵۴۶)

بخار میں ٹھنڈے پانی کا استعمال

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بخار کی شدت جہنم کی گرمی سے ہے۔ اس لئے اسے پانی کے ساتھ ٹھنڈا کرو۔
(صحیح بخاری ص ۲۶۲، ۴ ج ۱، صحیح مسلم ص ۲۲۶ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۶، صحیح ابن حبان ص ۶۲۳ ج ۸، سنن کبریٰ للنسائی ص ۳۷۹ ج ۴، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۵۹ ج ۵، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۲۲۵ ج ۱، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ص ۱۶۱ ج ۷، مسند امام احمد ص ۱۳۵ ج ۳، المعجم الاوسط للطبرانی ۱۸۹۷، موطا امام مالک ص ۵۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بخار جہنم کی بھٹی میں سے ایک بھٹی ہے پس تم اسے ٹھنڈے پانی سے ختم کرو۔ سنن ابن ماجہ ص ۲۵۶)

دل کے مریض کیلئے حریرہ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مریض کے لئے اور میت کے پسماندگان کے لئے تلبینہ (حریرہ) پکانے کا حکم ارشاد فرماتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ تلبینہ مریض کے دل کو سکون مہیا کرتا ہے اور غم کو لے جاتا ہے (دور کرتا ہے) (صحیح بخاری ص ۸۴۹ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲۷ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۴ ج ۲، سنن کبریٰ للنسائی ص ۳۷۲ ج ۴، مسند امام احمد ص ۳۲ ج ۶، تحفۃ الاشراف ۱۶۵۴۹) تلبینہ سے مراد ایسا حلوہ ہے جسے سوجی دودھ اور شہد ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔

مریض کو کھانے پینے پر مجبور نہ کریں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور مت کرو۔ اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا ہے۔
(جامع ترمذی ص ۲۴ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۴، مشکوۃ المصابیح ص ۳۸۸)

آب زم زم میں شفاء ہے

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۶۶ ج ۵، مسند امام احمد ص ۳۷۲ ج ۳)

بچھو کے ڈسنے کا علاج

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ رات کو نماز ادا فرما رہے تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنا دست اقدس زمین پر رکھا تو بچھو نے ڈس لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد ارشاد فرمایا بچھو پر اللہ کی لعنت ہو۔ نمازی وغیرہ نمازی نبی اور غیر نبی کو بھی نہیں چھوڑتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نمک اور پانی منگوایا اسے برتن میں ڈالا۔ حضور اقدس ﷺ نے وہ پانی اپنی مبارک انگلی پر گرایا جس جگہ بچھو نے ڈس لیا تھا اور ساتھ میں اس جگہ اپنا دست مبارک پھیرا اور معوذتین سورتوں کے ساتھ دم فرما رہے تھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۰، شعب الایمان للبیہقی ۲۵۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۴۰ ج ۵)

جادو سے جادو کے علاج کی ممانعت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے نشرہ (جادو سے جادو کا علاج) کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شیطانی عمل ہے۔

(سنن ابوداؤد ص ۱۸۴ ج ۲، مستدرک للحاکم ص ۳۴۴ ج ۵)

نشرہ کی ایک قسم جو دور جاہلیت میں مروج تھی (اس حدیث میں اس قسم کی ممانعت ہے۔) کہ جادو کے ذریعے جادو کا علاج کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ کلام اسماء الٰہی سے علاج کا جواز ہے۔ کلام مبارکہ سے علاج کا جواز حضرت سعید بن مسیّب سے بھی مروی ہے۔ (صحیح بخاری ص ۸۵۸ ج ۲)

جادو سے بچنے کے لئے عجوہ کھجور کا استعمال

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سُنا کہ جس نے بوقت صبح سات عجوہ کھجوریں کھالیں اس روز نہ زہر ضرر رساں ہوسکتا ہے نہ جادو۔

(صحیح بخاری ص ۸۵ ج ۲، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۹ ج ۵)

وضو کے بچے ہوئے پانی میں شفاء

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف

لائے۔اس وقت میں بیمار تھا۔آپ ﷺ نے وضوفرمایا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈالا یا یہ فرمایا کہ یہ پانی اس پر ڈال دو۔اس سے مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے عرض کیا میں تو کارالہ (جس کے والدین اور اولاد نہ ہو) یوں میری وراثت کیسے تقسیم ہو گی تو اس پر آیت میراث نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری ص ۸۴۷ ج ۲)

مکھی کے ایک پر میں بیماری دوسرے میں شفاء ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی ایک کے برتن میں جب مکھی گر جائے تو وہ مکھی کو پوری طرح برتن میں ڈبو دے پھر اسے نکال کر پھینک دے۔ اس لئے کہ اس کے ایک پر میں شفا ہے اور دوسرے میں بیماری ہے۔سنن ابوداؤد میں اضافہ ہے کہ مکھی مشروب میں وہ پر ڈبوتی ہے جس میں بیماری ہے۔

(صحیح بخاری ص ۸۶۰ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۱ ج ۲، سنن نسائی ص ۱۷۱ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۸، سنن دارمی ص ۱۳۵ ج ۲، صحیح ابن خزیمہ ص ۵۶ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۲۱۷ ج ۳، مسند امام احمد ص ۲۲۹ ج ۲، تلخیص الحبیر ص ۲۶ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۲۵۳ ج ۱)

نظر بد حق ہے، اور اس کا علاج

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نظر بد کا لگنا حق ہے۔ (صحیح مسلم کی روایت میں ہے) نظر بد کا لگ جانا حق ہے۔تقدیر پر اگر کوئی چیز غالب آتی تو وہ نظر ہوتی۔

(صحیح بخاری ص ۸۵۴ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲۰ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۶ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۹ ج، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۸ ج، صحیح ابن حبان ص ۶۳۶ ج ۸، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۴۷ ج ۵، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۵۱ ج ۹، مصنف عبدالرزاق ص ۱۷ ج ۱۱، شرح السنۃ ۳۲۴۶، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۷ ج ۱۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری اُمت میں اللہ تعالیٰ کی قضا اور اس کی تقدیر کے بعد سب سے زیادہ اموات نظر بد کی وجہ سے ہوں گی۔ (جامع صغیر)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک نظر بد حکم الٰہی سے مؤثر ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر وہ کسی اُونچی جگہ پر ہو تو وہ نیچے اس نظر بد سے گر جاتا ہے۔ (الجامع صغیر ص ج)

اس کے علاج کے لئے آئندہ اوراق میں دم کے جواز کی ہدایات میں ملاحظہ فرمائیں۔نظر بد کا ایک علاج حدیث شریف میں موجود ہے کہ جس شخص کی نظر بد لگی ہے اس کا علم ہو۔اس کو غسل کروایا جائے اور جس پانی سے اس نے غسل کیا ہے وہ اس نظر زدہ شخص پر انڈیلا جائے خود رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے غسل طلب کیا جائے تو غسل کرو۔

(جامع ترمذی ص ۲۶ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲۰ ج ۲، صحیح ابن حبان ص ۲۳۶ ج ۸، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۵۱ ج ۹، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۴۷

ج ۵، مصنف عبدالرزاق ۷ اج ۱۱، المعجم للطبرانی ص ۷ اج ۱۱، شرح السنۃ ۳۲۴۶)

ایک طویل روایت میں ہے کہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سفید رنگ اور خوبصورت جسم والے تھے۔ ایک دفعہ غسل فرمارہے تھے کہ حضرت عامر بن ربیعہ ان کے قریب سے گزرے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آج کے دن جیسا نہیں دیکھا اور نہ ہی ایسا خوبصورت جسم۔ ان کا یہ قول سنتے ہی حضرت سہل زمین پر گر پڑے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر کیا گیا تو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم اس (نظر بد لگنے) کا الزام کس کو دیتے ہو۔ لوگوں نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا نام عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کس وجہ سے تم میں کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے۔ اگر تمہیں کوئی چیز بھلی معلوم ہوئی تو تم نے اس میں برکت کی دعا کیوں نہ کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس کے لئے غسل کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھ اپنی کہنیاں اپنے گھٹنے اپنے قدموں کے دونوں طرف اور اپنے ازار کے اندرونی حصے کو ایک برتن میں دھویا پھر ایک شخص نے اس پانی کو پچھلی طرف سے حضرت سہل کے سر اور کمر پر ڈالا، پھر اس برتن (کے پانی کو) بہا دیا گیا۔ اس طرح حضرت سہل لوگوں کے ساتھ واپس گئے کہ ان کو کوئی تکلیف نہ تھی۔

ابن ماجہ و موطیٰ میں غسل کی جگہ وضو کا حکم ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۲۶۹، سنن کبریٰ للنسائی ص ۳۸۱ ج ۴، شرح السنۃ ۷-۲۶ ۳ ج ۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۱۶۳ ج ۶، التمہید ص ۲۴۲ ج ۶، موطا امام مالک ص ۵۸۳، مصنف عبدالرزاق ص ۱۵ اج ۱۱، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۷۹ ج ۶، مسند امام احمد ص ۳۷ ۳ ج ۴، شرح مشکل الآثار ۲۸۹۵)

دم اور تعویذ کا مسئلہ

آیات قرآنیہ اور اسماء الٰہیہ اور درود شریف وغیرہم سے دم کرنا اور ایسے کلمات مبارک کے تعویذ جائز ہیں۔

اولاً ہم قرآن مجید سے حصول شفاء جسمانی کے دلائل اور دم کے جواز پر احادیث پیش کریں گے پھر تعویذ کے جواز پر دلائل بیان کریں گے۔

قرآن مجید سے جسمانی شفاء کا حصول اور دم کرنے کا جواز

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیماری حاضر ہوئی تو اپنے اوپر قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم فرماتے تھے اور اپنا دست اقدس اپنے جسم اطہر پر پھیرتے تھے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مرض کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باکمال ہوا۔ تو میں قل اعوذبرب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دم کرتی تھی۔ جن کو پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دم فرماتے تھے۔) (صحیح بخاری ص ۸۵۶ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲۲ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۹، ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۶۰ ج، موطا امام مالک ص ۶-۵۸۵، سنن کبریٰ للنسائی ص ۳۶۷ ج ۴، جامع ترمذی ص ۱۷۷ ج ۲) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اوپر قل اعوذ برب الفلق و اعوذ برب الناس پڑھ کر دم فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم ص ۲۲۲ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۰)

حضرت جابر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (شرکیہ) دم کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ کے گھر والے حاضر بارگاہ ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس ایک دم ہے۔ جس کو ہم بچھو کے ڈسے کو دم کرتے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے حضور

اقدس ﷺ پر وہ دم پیش کیا، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس دم میں کچھ حرج نہیں پاتا۔تم میں سے جو کوئی شخص اپنے بھائی کو نفع و فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ اسے ضرور پہنچائے۔(صحیح مسلم ص ۲۲۳ ج ۲، سنن ابن ماجہ ۲۵۹، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۸، مسند امام احمد ص ۳۹۴ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۶۳۱ ج ۸، سنن کبریٰ للنسائی ص ۳۶۶ ج ۴، مسند ابی یعلی ۲۲۹۹، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۴۹ ج ۹، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۷ ج ۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالت سفر میں تھے۔ان کے قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ پر گزر ہوا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے مہمانی طلب کی۔انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مہمان نہیں بنایا۔اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈنگ مارا ہوا تھا۔انہوں نے اس کے لئے تمام جتن کئے لیکن کسی چیز سے اس کو فائدہ نہیں ہوا۔انہوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا، کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم میں دم کرتا ہوں لیکن اللہ کی قسم ہم نے تم سے مہمانی طلب کی تھی۔تم نے ہماری مہمانی نہیں کی۔اب میں تم پر بالکل دم نہیں کروں گا، حتیٰ کہ تم مجھے کوئی انعام نہ دو۔انہوں نے بکریوں کی ایک معین تعداد (سنن ابن ماجہ و احمد میں ہے کہ تیس بکریوں) پر صلح کر لی۔پھر وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گئے اور الحمدللہ رب العالمین (صحیح مسلم میں ہے کہ سورۃ فاتحہ) پڑھ کر اس پر دم کیا۔وہ بالکل تندرست ہو گیا اور اس طرح چلنے لگا جس طرح اس کو کوئی بیماری نہ تھی۔سردار نے کہا ان سے جس انعام کا وعدہ کیا ہے وہ ان کو پورا پورا دو، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اس انعام کو پورا پورا تقسیم کر لو، بعض نے کہا کہ نہیں یہ دم کی اجرت ہے۔اس کو اس وقت تک تقسیم نہ کرو، حتیٰ کہ ہم اپنے آقا مولیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو جائیں اور ہم حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تمام واقعہ عرض کریں پھر آپ ﷺ کے مبارک حکم کو دیکھیں (اس پر عمل کریں) جب وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پہنچے، تو حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تمام واقعہ عرض کیا گیا۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہیں کس نے بتایا کہ یہ دم ہے پھر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے درست کیا اس کو تقسیم کر لو اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو پھر رسول اللہ ﷺ ہنسے۔

(صحیح بخاری ص ۸۵۶ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲۴ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۶ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۲۹ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۵۷، سنن کبریٰ للنسائی ص ۲۵۵ ج ۶، مسند امام احمد ص ۱۰ ج ۳، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۴۶ ج ۵، صحیح ابن حبان ص ۶۳۷ ج ۸، سنن دار قطنی ۴-۶۳ ج ۳)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم دور جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے۔ہم نے

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا اس کے متعلق کیا ارشاد مبارک ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھ پر اپنے دم پیش کرو، جو دم شرکیہ نہ ہو۔ اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
(صحیح مسلم ص ۲۲۴ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۶ ج ۲، صحیح ابن حبان ص ۶۳۲ ج ۸، مشکوٰۃ المصابیح ۳۸۸، سنن کبری للبیہقی ۳۴۹ ج ۹، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۴۹ ج ۱۸، شرح السنۃ ۶۰-۱۵۹ ج ۱۲)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ رسول ﷺ رات میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنا دست مبارک زمین پر رکھا، تو اس پر بچھو نے ڈنگ مارا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی نعل مبارک سے اس بچھو کو مار دیا۔ پھر واپس ہوتے ہوئے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت فرمائے۔ یہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو، نبی کو نہ غیر نبی کو۔ مگر اس کو ڈنگ مار دیتا ہے پھر آپ ﷺ نے پانی اور نمک منگوا کر اس کو ایک برتن میں ڈالا پھر جس انگلی مبارک پر بچھو نے ڈنگ مارا تھا اس کو پانی میں ڈبویا اور اس پر پانی لگایا قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم فرمایا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۴۰ ج ۵، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۰، شعب الایمان للبیہقی رقم الحدیث ۲۵۷۵)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب کوئی انسان مریض ہوتا یا اسے زخم وغیرہ ہوتا۔ تو نبی کریم ﷺ اپنی مبارک انگلی کے ساتھ اس طرح کرتے۔ پھر حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہ نے اپنی انگشت شہادت کو زمین پر رکھا (گویا رسول کائنات ﷺ نے اس طرح فرمایا) پھر اسے اُٹھایا اور فرمایا کہ بسم اللہ تربة ارضنا بریقة بعضنا یشفی به سقیمنا باذن اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کی اعانت کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے کسی کے تھوک کے ساتھ تاکہ ہمارا مریض شفا حاصل کرلے۔ ہمارے رب تعالیٰ کے حکم سے۔
(صحیح مسلم ص ۲۲۴ ج ۲، صحیح بخاری ص ۸۵۵ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۸ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۹، سنن کبریٰ للنسائی ص ۲۵۳ ج ۶، صحیح ابن حبان ص ۲۷۳ ج ۵، مستدرک للحاکم ص ۳۲۸ ج ۵، شرح السنۃ ۱۴۱۴)

شفاء بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ میں اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس وقت نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ تم اس کو پھوڑے کا دم کیوں نہیں سکھا تیں۔ جس طرح تم نے اسے لکھنا سکھایا ہے۔
(مستدرک ۴۲۴ ج ۴، سنن ابوداؤد ص ۱۸۶ ج ۲، مسند امام احمد ص ۳۵۰ ج ۶، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۰)

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایات ہے بے شک انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی

بارگاہ اقدس میں اپنے جسم میں تکلیف کی شکایت کی جسے وہ مسلمان ہونے سے محسوس کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنا ہاتھ جسم کے اس حصے پر رکھو جس میں تم تکلیف محسوس کرتے ہو اور تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ کلمات پڑھو اعوذ بعزۃ اللہ و قدرتہ من شر ما اجدو احاذر!
(صحیح مسلم ص ۲۲۴ ج ۲)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دم صرف بیمار شخص یا سانپ یا بچھو کے ڈسے ہوئے میں ہے۔
(شرح السنۃ ۳۲۴۰، مسند احمد ۷-۳۶ ج ۴، سنن ابوداؤد ص ۷-۱۸۶، ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۹، متدرک للحاکم ص ۳۲۹ ج ۵، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۵۰ ج ۹)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نظر بد لگ جانے پر (معوذتین جیسے کلمات مبارکہ سے) دم کر لیا کرو۔
(صحیح بخاری ص ۸۵۴ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲۳ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۹، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۴۷ ج ۸، متدرک للحاکم ص ۳۲۸ ج ۵، سنن کبریٰ للنسائی ۳۶۵ ج ۴، شرح السنۃ ۳۲۴۲ صحیح ابن حبان ۶۳۶ ج ۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنات اور انسانوں کی نظر (بد) سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سورتیں معوذتین نازل ہوئیں تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ دم فرمانا شروع فرما دیا۔ (جامع ترمذی ص ۲۶ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۰)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دم صرف نظر بد یا سانپ یا بچھو کے ڈسنے میں زیادہ مؤثر ہے۔ (سنن ابوداؤد ص ۱۸۶ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۶ ج ۲)

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر (نظر بد) لگ جانے کی وجہ سے سیاہ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس پر دم کرو۔ اس لئے کہ اس کو نظر بد لگ گئی ہے۔
(صحیح بخاری ص ۸۵۴ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲۳ ج ۲، متدرک للحاکم ص ۳۳۰ ج ۵، تحفۃ الاشراف ۱۸۲۶۶، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ان کلمات کے ساتھ تعویذ دیا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے۔ تمہارے دادا حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو ان کلمات کے ساتھ تعویذ دیا کرتے تھے۔

اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ من کل عین لامۃ اللہ تعالیٰ کے کلمات کے ذریعے ہر شیطان اور زہریلے ہلاک کرنے والے جانور اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے پناہ مانگتا ہوں
(صحیح بخاری ص ۴۷۷ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۶-۲۸۵ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۶ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۶۰)

ایک روایت یہ کلمات مرقوم ہیں پناہ مانگنے کے لئے

اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات من غضبہ وعقابہ ومن شر عبادہ ومن ھمزات الشیاطین وان یحضرون

میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب سے، اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسے سے اور ان کے پاس میرے حاضر ہونے سے۔ (سنن ابوداؤد ص ۱۸۷ ج ۲، جامع ترمذی ص ۱۸۲ ج ۲)

حدیث پاک میں مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعائیں پڑھنا بھی مرقوم ہے۔ اذھب الناس رب الناس واشف انت الشافی لاشفاء الاشفاء لایغادر سقما (صحیح بخاری ص ۸۵۶ ج ۲)

بسم اللّٰہ ارقیك من کل شیء یوذیك من کل شر کل نفس وعین حاسد اللہ یشفیك بسم اللّٰہ ارقیك۔

یا یہ پڑھے

بسم اللّٰہ ارقیك من کل داء یشفیك ومن شر حاسد اذاحسد ومن شر کل ذی عین (صحیح مسلم ص ۲۱۹ ج ۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں سے ایک شخص کو بچھو نے ڈس لیا تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دم کرتا ہوں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی آدمی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ اسے ضرور فائدہ پہنچائے۔
(صحیح مسلم ص ۲۲۳ ج ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کرنے کے لئے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میں تجھے وہ دم نہ کروں جو میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام زمین پر لائے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں، کیوں نہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دم فرمایا

ابن ماجہ میں وہ دم یوں مرقوم ہے بسم اللہ ارقیک واللہ یشفیک من کل داء فیک من شر النفاثات من شر حاسد اذا حسد تین مرتبہ (سنن ابن ماجہ ص ۲۶۰)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بخار اور دیگر تکالیف کے لئے (تدراک کے لئے یہ دم) سکھایا کرتے تھے۔

بسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ العظیم من شر عرق النساء و من شر حر النار

(سنن ابن ماجہ ص ۲۶۰)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حضرت جبرائیل امین حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت بخار تھا۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے ان کلمات کے ساتھ دم کیا۔

بسم اللہ ارقیک من کل شیٔ یوذیک من حسد حاسد و من کل عین اللہ یشفیک (سنن ابن ماجہ ص ۲۶۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر بد اور زہریلے حیوان کے کاٹنے اور پہلو میں زخم کے دم کی اجازت دی ہے۔

(صحیح مسلم ص ۲۲۳ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۶ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۹ مشکوٰۃ المصابیح ۳۸۸)

عبد العزیز فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت ثابت بنان حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے ابو حمزہ مجھے بیماری کا اثر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں وہ دم نہ کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے دم کیا۔ ان کلمات کے ساتھ

اللھم رب الناس مذھب الباسْ اشف انت الشافی لا شافی الا انت شفاء لا یغادر سقما (صحیح بخاری ص ۸۵۵ ج ۲، سنن ابوداؤد ۱۸۷ ج ۲)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ الفاظ پڑھ کے دم فرمایا کرتے تھے۔ امسح الباس رب الناس بیدك الشفاء لا کاشف لہ الا انت

(صحیح بخاری ص ۸۵۵ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲۲ ج ۲)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچھو اور سانپ کے ڈسے

کے دم کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری ص ۸۵۴ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۹)

بعض احادیث آگے باب عیادت مریض میں عنوان ''مریض کے لئے دعا'' میں نقل کر دی ہیں وہاں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید سے جسمانی شفاء کے جواز کا مخالفین اہلسنّت سے ثبوت

قارئین کرام قرآن مجید سے جسمانی شفاء کے حصول پر قدرے تفصیل سے مزید لکھا جا سکتا ہے مگر خوف طوالت کی وجہ سے چند ایک دلائل جو اوپر مذکور ہوئے پر اکتفا کرتے ہیں۔اب ہم اہل سنت و جماعت کے مخالفین کے اکابر سے اس کا ثبوت پیش کریں گے۔

امام الوھابیہ ابن قیم

وہابیہ کے امام ابن قیم رقمطراز ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ بعض کلام کے خواص ہوتے ہیں اور ان کی تاثیرات ہوتی ہیں۔تو تمہارا رب العالمین کے کلام کے متعلق کیا گمان ہے جس کی ہر کلام پر فضیلت اس طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت تمام مخلوق پر ہے۔اس کا کلام مکمل شفاء ہے۔عصمت نافعہ نور ہادی اور رحمت عامہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد مبارک ہے: ونزل من القران ماھو شفاء ورحمة للمؤمنین اور تمام آیات قرآن مجید میں شفا ہے اور سورۃ فاتحہ کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جس کی مثل قرآن مجید میں ہے نہ تورات وزبور وانجیل میں۔ایک مرتبہ میں مکہ معظّمہ میں بیمار ہو گیا۔مجھے دوا اور طبیب میسر نہ آ سکے۔تو میں سورۃ فاتحہ سے اپنا علاج کرتا تھا۔میں ایک گھونٹ آب زم زم کا پیتا اور اس پر کئی بار سورۃ فاتحہ پڑھتا۔اس طرح کئی بار کیا تو میری تکالیف دور ہو گئیں اور مجھے مکمل طور پر فائدہ ہوا اور میں صحت یاب ہو گیا۔(زاد المعاد ص ۵۹۳ طبع بیروت)

وہابیہ کے محدث عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے ساتھ شفا خدا کی طرف سے ہے اور غیر قرآن کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے.................جو شخص کسی موقع پر فائدہ کی نفی سے قرآن مجید کے شفاء ہونے سے انکار سمجھ لیتا ہے یہ اس کی بے سمجھی ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث ص ۱۸۸ ج ۱، طبع سرگودھا)

وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ آیات قرآن کو لکھ کر پلانا (مریض کو) بعض صحابہ نے جائز لکھا ہے۔(فتاویٰ ثنائیہ ص ۶۸ ج ۲)

دراصل قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے نازل کیا ہے کہ اس کو پڑھیں، پڑھائیں اور اس پر عمل کریں

اور عمل کرائیں۔ یہ دراصل نزول کا اصل نصب العین ہے اور اگر اصل نصب العین کو کام میں لانے کے بعد کسی کو یہ تجربہ ہوا ہو کہ اس کے پڑھ کے پھونکنے سے بیماری کو شفا ملتی ہے اور وہ عالم یا عمل اس طرح توحید والا تعویذ پڑھ کر پھونکتا ہے۔ تو اس میں شرک کیسا؟ قرآن نے اس کی حقیقت اس طرح بیان کی ہے وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ اللمؤمنین یعنی قرآن لوگوں کے لئے شفاء ہے۔ شفاء کی دو قسمیں ہیں۔ روحانی شفاء اور جسمانی شفاء۔ اب ایک عالم یا عمل جسمانی بیماری کے لئے پڑھ کے پھونکتا ہے۔ تو یہ قرآن کے منشاء کے عین مطابق ہے۔ اس نے قرآن کے خلاف نہیں کیا۔

(فتاویٰ برکاتیہ ص ۲۷۶ طبع گوجرانوالہ)

دیوبندیوں کے مفتی اعظم مفتی محمد شفیع آف کراچی لکھتے ہیں کہ درحقیقت قرآن پر بیماری کی شفاء ہے خواہ قلبی و روحانی ہو، بدنی و جسمانی ہو۔ علماء اُمت نے کچھ روایات و آثار سے اور کچھ اپنے تجربوں سے آیات قرآنی کے خواص و فوائد مستقل کتابوں میں جمع بھی کر دیئے ہیں۔

(معارف القرآن ص ۵۴۳ ج ۴ طبع کراچی)

تعویذ کے جواز کے دلائل

گزشتہ اوراق میں دم کو جواز پر متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد کسی بھی ذی شعور کو معمولی بھی شک نہیں رہتا۔ قرآن مجید سے جسمانی و روحانی شفاء کے حصول کے جواز ہیں۔ بلکہ ہر منصف مزاج اس کے جواز کو ہی حق قرار دے گا اور تعویذ بھی اس کی ایک صورت ہے۔ ان احادیث میں اس کے لئے رقیت کا لفظ استعمال ہوا۔ مخالفین اہلسنّت اس کے معنی میں دم کو خاص کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کا تعصب ہے یا پھر جہالت۔ اس لئے کہ آئمہ محدثین و آئمہ لغت نے لفظ رقیت کو تعویذ کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے۔ اس پر چند ایک حوالہ جات ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

(امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

ھو بمعنی التعویذ برقیت (دم) تعویذ کے معنی میں ہے۔ (فتح الباری ص ۳۰۴ ج ۱۲، حاشیہ بخاری ۵۵۴ ج ۲)

امام ترمذی نے باب قائم کیا ہے۔ باب اخذ الاجر علی التعویذ، یعنی تعویذ پر اجرت لینے کے جواز کا بیان حالانکہ اس عنوان کے تحت جو حدیث نقل کی ہے اس میں تعویذ کا لفظ نہیں بلکہ رقیہ کا ذکر ہے۔

(جامع ترمذی ص ۲۶ ج ۲)

گویا امام ترمذی کے نزدیک رقیہ تعویذ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ امام ابن اثیر نے النہایہ

میں، امام طاہر پٹنی نے مجمع البحار میں، ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے رقیہ کو تعویذ کے معنی میں بھی مستعمل بتلایا ہے۔ (النہایہ ص ۲۵۴ ج ۲ مجمع البحار ص ۳۶۹ ج ۲)

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رقیہ تعویذ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے تو رقیہ کے جواز والی احادیث مبارکہ سے دم اور تعویذ دونوں کا جواز ثابت ہوا۔

تعویذ کے جواز پر احادیث و آثار

اولاً تو ہم تعویذ کے مطلقاً جواز پر احادیث نقل کریں گے۔ اس کے بعد تعویذ کے لٹکانے پر دلائل پیش کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعوذالحسن والحسین اعیذکما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ و یقول ان اباک ابراھیم کان یعوذ بھا اسماعیل واسحاق

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو ان کلمات کے ساتھ تعویذ دیا کرتے تھے کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو یہی تعویذ دیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری ص ۴۷۷ ج ۱، جامع ترمذی ص ۲۶ ج ۱، سنن ابوداؤد ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۶۰، مسند امام احمد ص ۲۷۰ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح، عمل الیوم واللیلۃ ص ۲۱۱)

شتیر بن شکل بن حمید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ

قلت یانبی اللہ علمنی تعویذ التعوذ بہ قال قل الخ

یا نبی اللہ مجھے کوئی تعویذ سکھائیں جو میں کیا کروں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑھ

اللھم انی اعوذبک من شر سمعی و شر بصری و شر لسانی و شر قلبی و شر عینی

(جامع ترمذی ص ۱۸۷ ج ۸، مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۱۷، مصابیح السنہ ص ۳۱۴ ج ۲، سنن النسائی ص ۲۶۷ ج ۲، مستدرک للحاکم ص ۹۰ ج ۲)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یعوذ بعض اھلہ بمسح الیدہ الیمنیٰ ویقول اللہ رب الناس اذھب الباس واشفہ وانت الشافی لاشفاء الا شفاء ک شفاء لایقادر (صحیح بخاری ص ۸۵۵ ج ۲، مسند امام احمد ص ۴۴ ج ۶، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۷)

اس کا ترجمہ ہم وہابیہ کے مجتہد وحیدالزماں کے قلم سے ہی نقل کر دیتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض لوگوں پر یوں تعویذ کرتے ان پر داہنا ہاتھ پھیرتے اور فرماتے الخ۔ (تیسیر الباری ص ۴۶۸ ج ۵ طبع لاہور)

حضرت ابویعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر موجود تھا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ایک اعرابی حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میرے بھائی کو درد کی شکایت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیرے بھائی کو کس قسم کا درد ہے۔ اس نے عرض کیا اسے جن کا اثر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جاؤ اسے یہاں لے آؤ فرماتے ہیں وہ گیا اور اسے ساتھ لے کر حاضر بارگاہ ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سامنے بٹھایا تو میں نے سُنا

اعوذو بفاتحة الكتاب واربع آيات من اول البقرة و آيتين من وسطها والهكم الٰه واحد و آيت الكرسي و ثلاث آيات من خاتمتها و آية من آل عمران احسبه قال شهدالله انه لااله الاهو و آية من الا عراف ان ربكم و آية من المومنين ومن يدع مع الله الها آخر لابرهان له و آية من الجن وانه تعالٰى جدربنا وعشر آيات من اول الصافآت وثلث آيا ت من آخرالحشر و قل هوالله احد والمعوذ تين فقام الا عرابى قديرا ليس به باس

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سورۃ فاتحہ سورۃ البقرہ کی ابتدائی چار آیتیں اور دو آیتیں درمیان سے **والھم الٰہ واحد** اور آیت الکرسی اور تین آیتیں آخری ایک آیت آل عمران کی میرے خیال میں وہ **شھدالله انه لااله الاھو** اور سورۃ اعراف کی ایک آیت **ان ربکم** اور سورۃ مومنون کی ایک آیت **ومن یدع مع الله لابرھان له** سورۃ جن کی ایک آیت **وانه تعالٰی جد ربنا الخ** سورۃ صافات کی ابتدائی دس آیات، سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں، **قل ھو الله** اور سورۃ فلق اور سورۃ الناس کا تعویذ دیا پس اعرابی اُٹھا تو وہ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا اس کو کوئی اثر نہ تھا۔

(سنن ابن ماجہ ص ۲۶۲، مسند امام احمد ص ۱۲۸ ج ۵)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ **کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعوذ بهذا الكلمات الخ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلمات سے تعویذ دیا کرتے تھے۔

(مسند امام احمد ص ۴۵ ج ٦)

تعویذ لکھ کر لٹکانا

درج بالا روایات سے تعویذ کا ثبوت واضح ہے مگر معاندین کہتے ہیں کہ ان روایات سے تعویذ کا ثبوت تو ہو گیا مگر ان روایات سے تعویذ کا لکھ کر لٹکانا ثابت نہیں ہوتا حالانکہ درج بالا روایات مطلق ہیں ہر صورت ہم اب تعویذ لکھ کر اور اس کے لٹکانے کے ثبوت میں دلائل درج کر رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ولادت کی تنگی کے وقت یہ آیات لکھ کر عورت کو پلائی جائیں۔

كانهم يوم يرون مايوعدون الى آخر آية كا نهم يوم يرونها لم يلبثوا الاعشية اوضحاها ولقد كان في قصصهم عبرة لاولي الالباب الى آخر الاية

(عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی ۷-۲۰۶ طبع کراچی)

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو جنات نے تنگ کیا تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اس کی شکایت کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرکار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے یہ تعویذ لکھوایا

بسم الله الرحمٰن الرحيم هذا كتاب من محمد رسول رب العالمين صلى الله عليه وسلم الى من طرق الدارمن العمار' والز وار' والصالحين 'الا طارقا يطرق بخير يا رحمٰن امابعد فان لنا ولكم في الحق سعة فان تك عاشقا مولعا 'او فاجرا مقتحما اور اغبا حقا او مبطلا' هذا كتاب الله تبارك و تعالٰى ينطق علينا وعليكم با لحق ' انا كنا نستنسخ ما كنتم تعملون ' ورسلنا يكتبون ما تمكرون ' اتركوا صاحب كتا بي هذا ' وانطلقوا الى عبدة الاصنام ' والى من يز عم ان مع الله الها آخر لا اله الا هو كل شئٍ هالك الا وجهه له الحكم واليه تر جعون يغلبون "حم" لا ينصرون (حمٓ عسق) تفرق اعداء الله' وبلغت حجة الله ولا حول ولاقوة الابا الله (فسيكفيكهم وهو السميع العليم)

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اُس تعویذ کو پکڑا اور پھر یہ کہا اور اس کو اٹھا کر گھر لے گیا اور میں نے اس کو اپنے سر کے نیچے رکھ لیا اور میں رات کو سویا رہا میری آنکھ نہیں

کھلی۔ مگر ایک چیخنے والے شخص کی چیخ سے) وہ کہہ رہا تھا۔ اے ابودجانہ تو نے ہمیں لات اور عزّیٰ کو جلا دیا ہے۔ تیرے صاحب کے کلمات حق ہیں۔ تو ہم سے یہ تعویذ دور کردے۔ پس ہم تیرے گھر میں کبھی نہیں لوٹیں گے۔ اس متکلم کے علاوہ کسی اور نے کہا ہم تجھے تکلیف دینے میں محور نہیں کریں گے اور نہ تیرے پڑوس میں لوٹیں گے اور نہ اس جگہ میں جس میں یہ (تعویذ) مکتوب ہوگا، حضرت ابودجانہ نے فرمایا میں نے کہا کہ نہیں میرے آقا رسول اللہ ﷺ کے حق کی قسم میں اس کو ہرگز دور نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے مشورہ نہ کرلوں اور ابودجانہ فرماتے ہیں کہ جنوں کے چلانے، چیخنے اور رونے کے سبب مجھ پر رات لمبی ہوگئی۔ یہاں تک میں نے صبح کی اور چلا پھر صبح کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادا کی اور آپ ﷺ کو جو رات میں نے جنوں سے سنا تھا اور جو میں نے ان سے کہا تھا سب عرض کردیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے ابودجانہ اس جنوں کی قوم سے اس تعویذ کو دور کردے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کیساتھ نبی بنا کر بھیجا۔ وہ اس کے عذاب سے درد قیامت تک محسوس کرتے رہیں گے۔ (دلائل النبوت للبیہقی ص ۱۱۹ ج ۷ طبع بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جائے تو وہ یہ دعا کرے۔ اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ و عقابہ و شر عبادہ و من ھمزات الشیٰطین وان یحضرون ۔ تو پھر شیطان اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے بالغ بچوں کو یہ دعا تلقین فرماتے تھے اور جو نابالغ بچے تھے۔ ان کے گلے میں ایک کاغذ پر یہ دعا لکھ کے لٹکا دیتے تھے۔

(جامع ترمذی ص ۱۹۲ ص ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۸۷ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۱۷، مسند امام احمد ۱۸۲ ج ۲، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۹ ج ۵، مستدرک للحاکم ص ۱۰۵ ج ۲، الاسماء و الصفات ص ۳۰۴ الطب النبوی للذھبی ص ۲۸۱، کتاب الاداب للبیہقی ۹۹۳، الترغیب والترھیب ۴۵۵-۶ ج ۲، عمل الیوم واللیلہ للنسائی رقم الحدیث ۷۶۵، مصابیح السنۃ ص ۲۱۶ ج ۲، کتاب الدعا للطبرانی رقم ۱۰۸۶، عمل الیوم واللیلہ للنسائی کا حوالہ ہم نے امام منذری سے لیا ہے مختصر ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۷۴۴)

مخالفین اہل سنت اس روایت کو ڈھٹائی اور سینہ زوری سے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ اولاً تو ہم آئمہ محدثین سے اس کے تصحیح و تحسین نقل کریں گے۔ اب ان کے اسماء مبارکہ محدثین کرام کے ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے اس روایت کی تصحیح و تحسین کی ہے۔ امام ترمذی نے اس روایت کے متعلق لکھا ھذا حدیث حسن صحیح (جامع ترمذی ص ۲۶ ج ۲)

امام حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد قرار دیا اور امام ذہبی نے بھی اس روایت پر کوئی جرح نہیں کی۔ المستدرک مع تلخیص المستدرک ص ۱۰۵ ج ۲ ملا علی قاری نے اسماء الٰہی والے تعویذات کی اصل اس حدیث کو قرار دیا۔ (مرقاۃ المفاتیح ص ۲۳۶ ج ۵)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی تعویذات کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۲۹۰ ج ۲)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (تفسیر کبیر ص ۵۷ ج ۱)

امام ابن کثیر نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۲ ج ۳)

امام بخاری نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ (خلق افعال العباد ص ۸۹)

امام ذہبی نے بھی تعویذ لٹکانے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اکابرین وہابیہ کا اس حدیث کی تصحیح اور اس سے استدلال کرنا

وہابیہ کے امام ابن قیم نے اس حدیث سے تعویذ لٹکانے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ (زاد المعاد ص ۶۰۶ طبع بیروت)

وہابی محدث احمد شاکر نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حاشیہ تحقیق مسند احمد رقم الحدیث ۶۶۹۶)

وہابی محدث البانی ناصر الدین نے اسے اپنی صحیح ترمذی میں نقل کیا۔ (صحیح ترمذی رقم الحدیث ۲۷۹۳)

وہابیہ کے قاضی شوکانی نے فتح القدیر اور وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی نے فتح البیان میں شیطان سے پناہ مانگنے کے متعلق اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (تفسیر فتح البیان ص ۱۴۸ ج ۹، فتح القدیر ۷۔۶۷۶ ج ۲)

وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے لمعات میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں بچوں کے گلوں میں تعویذ سے لٹکانے کی دلیل ہے۔ لیکن رسوم جاہلیت کے مطابق حرز اور کوڑیوں کا لٹکانا بالاتفاق حرام ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۲۶۷ ج ۴، طبع ملتان)

اور پھر اگر بالفرض غلط ضعیف بھی ہو تو ہمیں ضعیف ہونا مضر نہیں۔ اس لئے کہ خود وہاں آکابر کے نزدیک ضعیف سے استحباب ثابت ہو جاتا ہے۔

خود وہابی محدث نذیر حسین دہلوی نے لکھا ہے کہ حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو استحباب و جواز ثابت ہوتا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۵۰۷ ج ۱، طبع لاہور۔ فتاویٰ نذیریہ ص ۵۶۴ ج ۱، طبع گوجرانوالہ)

جب ضعیف حدیث سے جواز واستحباب ثابت ہو جاتا ہے تو ہم کب تعویذ کا وجوب یا اس کی فرضیت ثابت کر رہے ہیں۔

نوٹ ضعیف حدیث سے استدلال کے حوالہ سے ہم نے محدثین کرام اور آئمہ وہابیہ کے حوالہ سے اپنی کتاب ''فضیلت شب برات'' میں تفصیلی بحث کی ہے۔

تفصیل کے شائقین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

تعویذ کے لکھنے اور لٹکانے کے جواز میں جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کے آثار مبارکہ

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ تعویذ کے کلمات پڑھ کے پانی پر دم کیا جائے پھر اس کے ساتھ مریض کا علاج کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۳ ج ۵، شرح السنہ ص ۱۶۶ ج ۱۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت کو وضع حمل میں مشکل پیش آ رہی تھی۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قرآن مجید کی کچھ آیات لکھ کر انہیں دھو کر اس کا غسالہ اس عورت کو پلایا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۴۳۳ ج ۵، شرح السنہ ص ۱۶۶ ج ۱۲، الطب النبوی للذھبی ص ۲۷۹)

حضرت امام مجاہد نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو لکھ کر ان کو دھولیا جائے اور اس کا غسالہ مریض کو پلایا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۴ ج ۵، شرح السنہ ص ۱۶۶ ج ۱۲)

اس طرح ابو قلابہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۴ ج ۵، شرح السنہ ص ۱۶۶ ج ۱۲)

حضرت ایوب نے کہا کہ میں نے ابو قلابہ کو دیکھا کہ انہوں نے قرآن مجید کی کچھ آیات لکھیں پھر ان کو پانی سے دھویا اور اس شخص کو پلا دیا جس کو جنون تھا۔ (شرح السنہ ص ۱۶۶ ج ۱۲)

ابو عصمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن مسیب (تابعی رضی اللہ عنہ) سے تعویذ کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا۔ جب اس کو گردن میں لٹکا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۹ ج ۵)

حضرت عطاء بن ابی رباح سے حائضہ عورت کے متعلق پوچھا گیا جس پر تعویذ ہو تو آپ نے فرمایا اگر وہ چمڑے میں ہو تو وہ اس کو اتار لے اور اگر وہ چاندی کی نلکی یا ڈبیا میں ہو تو اگر چاہے تو وہ اس کو رکھ دے اور اگر چاہے تو نہ رکھے۔ (سنن دارمی ص ۲۸۱ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۹ ج ۵)

حضرت یونس بن حباب فرماتے ہیں کہ بچوں کے گلوں میں جو تعویذ لٹکائے جاتے ہیں ان کے بارے میں، میں نے حضرت ابو جعفر سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے اس کی رخصت (اجازت) دی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۴۰ ج ۵)

جو پیر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کتاب اللہ سے لکھ کر تعویذ لٹکائے اور غسل کے وقت اور بیت الخلا کے وقت اس کو اُتار دے تو تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۴۰ ج ۵)

حضرت لیث سے روایت ہے کہ حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کو لکھ کر لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۴۰ ج ۵)

حضرت جعفر نے اپنے باپ سے یہ روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید لکھ کر چمڑے میں گلے میں لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۴۳۹ ج ۵)

حضرت ثوید فرماتے ہیں کو حضرت مجاہد لوگوں کے لئے تعویذ لکھتے اور ان کے گلے میں لٹکا دیتے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ۴۳۹ ج ۵)

حضرت سعید بن جبیر بھی تعویذ لکھتے اس کے لئے جو ان کی بارگاہ میں (اس مقصد کے لئے) حاضر ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۴۳۴ ج ۵، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۵۱ ج ۹)

مخالفین اہل سنت کے دلائل کا جواب

قارئین کرام ہم نے دم اور تعویذ کے جواز پر احادیث و آثار سے کثیر حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں۔ دوسری طرف مخالفین اہل سنت جو دلائل احادیث سے پیش کرتے ہیں۔ خوف طوالت کی وجہ سے ہم اس کا اجمالی جواب نقل کر کے اس پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ مخالفین کی پیش کردہ روایات قرآنی آیات اور احادیث و آثار کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل حجت ہیں اور ان میں اکثر ضعیف ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو دم یا تعویذ کو شرکیہ کہا گیا اس سے مراد شرکیہ دم اور تعویذ ہیں وگرنہ احادیث صحیحہ میں ہی دم کی اجازت تواتر کے درجہ کو پہنچتی ہے۔ اس دم و تعویذ کو ان روایات سے مطلقاً شرک ثابت کرنا ان کی جہالت ہے۔ دوسرا یہ کہ شرکیہ تمائم تو اہل جاہلیت میں مروج تھے وہ پیسوں کوڑیوں کو ہی حقیقی مؤثر قرار دیتے ہیں جبکہ مسلمان شفاء کا حصول اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہے اور اسماء الٰہی وکلمات صحیحہ سے توسل ہوتا ہے۔ ان تو جیہات کو ہی خود وہابی آکابر نے نقل کیا ہے۔ دیکھئے وہابی مفتی ابوالبرکات کا فتاویٰ برکاتیہ وغیرہ

تعویذ کے جواز کا اکابرین وہابیہ سے ثبوت

وہابیہ کے اکابرین نے بھی تعویذ کے جواز کو بیان کیا ہے۔ چند ایک حوالہ جات ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

امام الوھابیہ ابن قیم

امام الوھابیہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابوعبداللہ کو یہ خبر پہنچی کہ مجھے بخار ہو گیا ہے تو انہوں نے مجھے بخار کے لئے ایک کاغذ لکھ کر بھیجا

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم بسم اللّٰه و باللّٰه محمد رسول اللّٰه قلنا یٰنار کونی بردا وسلاما علیٰ ابراهیم وارادوا به کیدا فجعلنا هم الاخسرین ○ الانبیاء ۷۰-۶۹ اللّٰهم رب جبرائیل و میکائیل و اسرافیل اشف صاحب هذاالکتاب بحولك وقوتك و جبروتك له الحق وامین

مروزی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ یونس بن حبان نے ابوجعفر محمد بن علی سے سوال کیا کہ کیا میں تعویذ لٹکاؤں؟ آپ نے فرمایا اگر وہ تعویذ اللہ کی کتاب سے ہو۔ یا اللہ کے نبی ﷺ کے کلام سے ہو تو اس کو لٹکالو اور حسب استطاعت اس سے شفاء طلب کرو۔ میں نے عرض کیا کہ میں بخار کا تعویذ اس طرح لکھتا ہوں باسم اللہ و باللہ و محمد رسول اللہ الخ۔ آپ نے فرمایا کہ درست ہے۔ امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس معاملہ میں نرمی کی ہے۔ حرب نے کہا کہ امام احمد بن حنبل نے اس معاملہ میں سختی نہیں کی۔ امام احمد نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں سختی فرماتے تھے اور ان سے ان تعویذات کے متعلق سوال کیا گیا جو مصیبتیں نازل ہونے کے بعد لٹکائے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ فلاں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن احمد نے بیان فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی امام احمد بن حنبل کو مصیبتیں نازل ہونے کے بعد ان لوگوں کے لئے تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا ہے جو ڈر جاتے تھے اور جن کو بخار ہو جاتا تھا۔ (زادالمعاد ٦-٦٥٥ طبع بیروت)

مزید لکھتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن امام احمد نے بیان فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی (امام احمد) کو اس عورت جس کو وضع حمل میں مشکل ہو رہی تھی کے لئے تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا۔ وہ حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث لکھتے ہیں۔

لاالٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ رب العرش العظیم الحمدللّٰہ رب العالمین کانھم یوم یرون مایوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار بلاغ (الاحقاف ۳۵) کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ اوضحٰھا (النازعات ۴۶)

خلال نے کہا کہ ہم سے ابوبکر المروزی نے بیان فرمایا کہ ابوعبداللہ (امام احمد) کی بارگاہ اقدس میں ایک آدمی حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا اے ابوعبداللہ کیا آپ اس عورت جس کو دودن سے واضع حمل میں مشکل پیش آرہی ہے کے لئے تعویذ لکھ دیں گے۔ فرمایا اسے کہو کہ وہ ایک بڑا پیالہ اور زعفران لے کر آئے اور میں نے دیکھا کہ وہ متعدد اشخاص کے لئے تعویذ لکھتے تھے۔

حضرت عکرمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گائے کے قریب سے گزرے اس کے پیٹ میں اس کا بچہ پھنسا ہوا تھا۔ وضع حمل میں اسے دقت ہو رہی تھی۔ اس گائے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا اے کلمۃ اللہ، اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ وہ مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا عطا فرمائیں جس میں پڑی ہوئی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی

یا خالق النفس من النفس و یا مخلص النفس من النفس و یا مخرج النفس من النفس خلصھا

تو اس دعا کے فرمانے کی دیر تھی کہ اس گائے نے بچے کو جنم دے دیا اور وہ کھڑی اس بچے کو سونگھ رہی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کو بھی وضع حمل میں دقت ہو رہی ہو تو اس کو یہ کلمات لکھ دو۔ خلال نے کہا کہ اس طرح اس سے قبل گزرے کلمات کو لکھنا بھی فائدے کا موجب ہے۔ متقدمین کی ایک جماعت نے قرآن مجید کی آیات کو لکھنے اور ان کے غسالہ کو پینے کی اجازت بھی دی ہے اور اس کو عطاء الٰہی سے شفا میں رکھا ہے۔ (زادالمعاد ص ۶۵۶)

ثناء اللہ امرتسری: شرف الدین دہلوی وہابی

وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ رائج یہ ہے کہ آیات یا کلمات صحیح دعائیہ جو ثابت ہوں ان کا تعویذ بنانا جائز ہے۔ (گلے یا بازو میں لٹکانا جائز ہے) (فتاویٰ ثنائیہ ص ۳۴۹ ج ۱، طبع لاہور)

تعویذ کا مضمون اگر قرآن وحدیث کے موافق ہو یعنی شرکیہ نہ ہو تو بعض صلحاء بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۶۸ ج ۲)

وہابی مولوی ابوسعید شرف الدین نے بھی تعویذ لٹکانے کا جواز بیان کیا ہے۔
(شرفیہ ملحقہ فتاویٰ ثنائیہ ص ۳۳۹ ج ۱)

نواب صدیق حسن بھوپالی: عبدالرحمٰن مبارک پوری وہابی

نواب صدیق حسن بھوپالی وہابیہ کے مجدد نے بھی تعویذ لٹکانے کا جواز بیان کیا ہے۔
(الدین الخالص ص ۵-۳۴۴ ج ۱)

نواب صدیق حسن کی عبارت جواز تعویذ کو وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بھی نقل کیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۱۷۱ ج ۳)

نواب صدیق حسن کی اس عبارت کو وہابیہ کے محدث عبداللہ روپڑی نے بھی نقل کیا ہے۔
(فتاویٰ اہل حدیث ص ۱۹۴ ج ۱)

عبداللہ روپڑی وہابی

وہابیہ کے محدث عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت کا تعویذ ادب کرنے والے نمازی کو لکھ کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔ مڑھا لیا جائے تا کہ پردہ میں رہے۔ پیشاب ہمبستری کے وقت اتار لیا جائے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ص ۶۶۰ ج ۲)

مفتی ابوالبرکات وہابی

وہابیہ کے مفتی ابوالبرکات سے سوال ہوا۔ سوال اور ان کی طرف سے جواب دونوں ہدیہ قارئین ہیں:

سوال ...... کیا خیال ہے علمائے اسلام کا اس مسئلہ کے بارے کہ جو آدمی تعویذ کرتے ہیں اور اس پر اجرت لیتے ہیں اور لوگ ان کو مشرک کہتے ہیں۔ ابولہب اور ابوجہل اور ان مشرکوں میں کیا فرق ہے؟ اور لوگ کہتے ہیں کہ تعویذ کرنے والوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی؟ اس کے بارہ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟ سائل محمد عثمان قاضی کوٹ

الجواب...... اس طرح (مشرک) کہنے والے لوگ بیوقوف ہیں۔ جن کو نہ قرآن کا علم ہے نہ حدیث کا۔ قرآن کی آیت لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ایک پڑھتا ہے بیمار کے اوپر پھونکتا ہے یا ان پڑھ

مریض پر لکھ کر باندھتا ہے، یہ شرک کیسا؟ یہ تو عین توحید ہے۔ اس میں قطعاً شرک نہیں...... کتب حدیث میں چند احادیث ہیں۔ ان سے بے وقوفوں کو شبہ پڑتا ہے۔ سنن میں ایک حدیث ہے اس پر محدثین کی طرف سے تنقید بھی ہے کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے...... اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم پڑھ کے پھونکنا یا لکھ کر باندھنا کوئی شخص یا مسٹر یا مولوی اسے شرک ثابت نہیں کر سکتے۔ اگر ایسی کوئی حدیث ہو تو پیش کرو۔ لیکن قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔

تمائم شرکیہ کو شرک کہنے سے توحیدی تعویذات کو شرک ثابت نہیں کر سکتے...... ہمارا چیلنج ہے کوئی ملاں یا مولوی ثابت کر دے اور لفظ واضح ہو کہ لا الٰہ الا ھو لکھ کر دینا یا پڑھ کر پھونکنا یا اس قسم کی توحید والے الفاظ سے علاج اور اس کی معاوضہ لینا حرام ہے۔ ہمارا دعویٰ اور چیلنج ہے کہ قامیت تک کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ (فتاوٰی برکاتیہ ص ۲۷۰ تا ص ۲۷۲)

وہابی پروفیسر طالب الرحمٰن کا وہابی مولوی شاہ محمد ربانی سے تعویذ کے جواز پر مناظرہ

شاہ محمد ربانی وہابی نے تعویذ کو شرک قرار دیا ہے۔ اس پر متعدد کتب بھی لکھی ہیں۔ اس سے وہابیہ کے مشہور مناظر پروفیسر طالب الرحمٰن آف راولپنڈی نے مناظرہ کیا ہے۔ اس کی روئیداد کو وہابیوں نے روئیداد مناظرہ تعویذ اور شاہ محمد ربانی کی عبرتناک شکست کے نام سے شائع بھی کیا ہے۔ اس میں پروفیسر طالب الرحمٰن کا مؤقف تعویذ کے جواز پر ہے۔

حافظ محمد لکھوی

وہابی نے ایک دعا جس میں نبی پاک ﷺ اور آل پاک اور اصحاب کہف کے کتے کے وسیلہ والی عربی لکھی اور کہا کہ جو اسے اپنے پاس رکھے تو اللہ فتح و برکت اور دشمن پر غلبہ دے گا اور اگر مال اسباب میں لکھ کر رکھے تو آگ سے مال محفوظ رہے گا نہ وہ غرق ہوگا نہ چور ڈاکو اسے لوٹ سکیں گے (گویا یہ اس تعویذ کی برکت ہے) (زینت الاسلام ص ۸۹ ج ۲)

ثناء اللہ مدنی

وہابیہ کے شیخ الحدیث و مفتی ثناء اللہ مدنی آف لاہور لکھتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کا کہنا ہے کہ میں اپنے والد کو مریضوں کے لئے تعویذ لکھتے دیکھا۔ اپنے اہل خانہ اور اہل قرابت کو تعویذ لکھ دینے ...... جائز ہے۔ (فتاوٰی ثنائیہ مدنیہ ص ۵۸۰ ج ۱، طبع لاہور) تعویذ کے جواز کے بارے میں میرا ایک تفصیلی فتویٰ

الاعتصام میں شائع ہو چکا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ ص۵۸۴ ج۱)

عیادت مریض

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ میں شرکت کرنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔

(صحیح بخاری ص۱۶۶ ج۱، صحیح مسلم ۲۱۳ ج۲، سنن ابوداؤد ص۳۳۰ ج۲، سنن ابن ماجہ ص۱۰۵، مسند امام احمد ص۳۳۲ ج۲، مشکوٰۃ المصابیح ۱۳۳، صحیح ابن حبان ص۴۰۴ ج۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص۳۸۶ ج۳، جامع صغیر للسیوطی ص۲۲۷ ج۱، نصب الرایہ ص۲۵۷، کنز العمال ص۱۴ ج۹، شرح السنۃ ۱۳۹۸، الترغیب والترہیب ص۱۴۵ ج۳، الادب المفرد للبخاری ص۱۳۵، اتحاف اسادۃ المتقین ۲۵۲ ج۶، کتاب الاذکار ص۲۴۰، الاحکام النبویہ للکحال ص۱۳۶ ج۱، المغنی ۱۹۱ ج۲)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز چھوڑے تو اپنے بھائی کا حق ترک کرے گا، جو اس کے لئے اس پر واجب تھا۔ ملاقات کے وقت اسے سلام کرے، جب وہ دعوت کرے تو وہ قبول کرے یا جب وہ پکارے تو جواب دے، جب اسے چھینک آئے (وہ اور حمد الٰہی بجالائے) تو یہ اسے یرحمک اللہ کہے، بیمار پڑے تو عیادت کرے، اس کی موت ہو تو حاضر ہو، اگر نصیحت چاہے تو نصیحت کرے۔

(صحیح مسلم ص۲۱۳ ج۲، جامع ترمذی ص۱۰۲ ج۲، سنن نسائی ص۲۱۳ ج۱، مشکوٰۃ المصابیح ص۱۳۳، صحیح ابن حبان ص۴۰۴ ج۱، الادب المفرد ص۱۳۵، مسند امام احمد ص۳۷۲ ج۲، شرح السنۃ ص۱۷۱ ج۳، سنن کبریٰ للبیہقی ۳۴۷ ج۵ (اختلاف راوی کے ساتھ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں سات امور کا حکم ارشاد فرمایا اور سات امور منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا بیمار کی عیادت کرنے کا، جنازے کے ساتھ جانے کا، چھینک مارنے والے کی چھینک کا جواب دینے کا، سلام کا جواب دینے کا، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا، قسم اُٹھانے والے کی تصدیق کرنے کا اور مظلوم کی مدد کرنے کا اور آپ ﷺ نے ہمیں سونے کی انگوٹھی (مردوں کے لئے) ریشم ابرق (موٹا ریشم) دیباج (باریک ریشم) سرخ گدوں اور قس بستی کے بنے ہوئے کپڑے پہننے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری ص۱۶۶ ج۱، صحیح مسلم ص۱۸۸ ج۲، جامع ترمذی ص۱۰۸ ج۲، سنن نسائی ص۲۱۳ ج۱، مشکوٰۃ المصابیح ص۱۳۳، الادب المفرد ص۱۳۵)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ،

مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو آزاد کراؤ۔

(صحیح بخاری ص ۸۴۳ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۸۶ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۳، سنن کبریٰ للنسائی ص ۲۰۲ ج ۵، مسند امام احمد ص ۲۴۴ ج ۴، المنتخب عبد بن حمید ۵۵۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مریض کی عیادت کرو، جنازوں کے ساتھ جاؤ، وہ تمہیں آخرت کی یاد دلائیں گے۔ (الادب المفرد ص ۷۶، مسند امام احمد ص ۲۳ ج ۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں میں سے ایک ہر مسلمان پر واجب ہے۔ مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، چھینک والا جب الحمدللہ کہے تو اس کو رحمت کی دعا دینا۔ (الادب المفرد ص ۷۶، مسند امام احمد ص ۳۸۸ ج ۲)

عیادت مریض کا اجر وثواب

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک جب مسلمان اپنے مسلمان کی عیادت کرتا ہے تو واپسی تک جنت کے باغیچے میں رہتا ہے۔

(صحیح مسلم ص ۳۱۷ ج ۲، جامع ترمذی ص ۱۹۱ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۳، الادب المفرد ص ۷۷، مسند امام احمد ص ۱۷۱ ج ۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے تو آسمان سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ تو خوش ہو جا، کہ تیرا (عبادت کی نیت سے) چلنا اچھا ہے اور تو نے جنت میں ایک گھر بنا لیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۱ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۵، مشکوٰۃ المصابیح ۱۳۷)

ہارون بن ابی داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ کا گھر دور ہے اور ہمیں آپ کی عیادت کرنا پسند ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنا سر مبارک اُٹھا کر ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے فرمایا کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھا ہے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اس تندرست کا اجر ہے تو بیمار کا کیا اجر ہو گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کے گناہ جھڑ جائیں گے۔ (مسند امام احمد ص ۲۵۵ ج ۳، مجمع الزوائد ص ۲۹۷ ج ۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان عیادت کے ارادہ سے اپنے مسلمان بھائی کے پاس بیٹھتا ہے اگر وہ صبح کو عیادت کرے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کیلئے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرے تو صبح تک ستر

ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کر مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں باغ لگ جاتا ہے۔
(جامع ترمذی ص ۱۹۱ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۸۶ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۵ و مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی وہ اللہ کی رحمت میں رہتا ہے حتیٰ کہ وہ بیٹھ جائے اور جب بیٹھ جاتا ہے تو اس کی رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۲۹۷ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام کے لئے گیا اللہ تعالیٰ اس کو پچھتر ہزار فرشتوں کے سایہ میں رکھتا ہے۔ وہ اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور جب تک وہ اس کام سے فارغ نہ ہو وہ رحمت میں داخل رہتا ہے اور جب وہ فارغ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے حج اور عمرہ کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو پچھتر ہزار فرشتوں کے سایہ میں رکھتا ہے اور جب وہ قدم اٹھاتا ہے تو اس کے لئے حج وعمرہ کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور جب وہ قدم اٹھاتا ہے تو اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو گھر واپس آنے تک اس کو رحمت ڈھانپے رکھتی ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۲۹۹ ج ۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مریض کے پاس جاؤ تو عمر کے بارے میں دل خوش کن بات کرو کہ یہ کسی چیز کو دور نہ کر دے گا اس کے جی کو اچھا محسوس ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۰۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں جو ایک دن میں کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جنتیوں میں لکھ دے گا۔ مریض کی عیادت کرے، جنازہ میں حاضر ہو، روزہ رکھے، جمعہ کو جائے، غلام آزاد کرے۔ (الترغیب والترہیب ص ۴۸۵ ج ۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد لیا فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں جو ان میں سے ایک بھی کرے، اللہ تعالیٰ عزوجل کے ضمان میں آ جائے گا۔ مریض کی عیادت کرے، جنازہ کے ساتھ جائے، راہ خدا میں جنگ میں نکلے، امام کے پاس اس کی تعظیم و توقیر کے ارادہ سے جائے یا اپنے گھر میں بیٹھا رہے تاکہ لوگ اس سے سلامت رہیں اور وہ لوگوں سے۔
(الترغیب والترہیب ص ۱۷۱ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج تم میں کون روزہ دار ہے؟ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟۔ عرض کی میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کون آج جنازہ کے ساتھ گیا؟ سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج کس نے مریض کی عیادت کی؟ عرض کی میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ خصلتیں کس میں جمع نہ ہوں گی مگر جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم ص ۳۳۰ ج ۱)

عیادت مریض کرنا سنت ہے

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوۂ احزاب کے دن زخمی ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خیمہ مسجد میں لگوا دیا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں۔ (سنن ابوداؤد ص ۸۶ ج ۲)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں میں تکلیف تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی۔ (سنن ابوداؤد ص ۸۶ ج ۳، مشکوٰۃ ص ۱۳۵، الادب المفرد ص ۷۸ مستدرک للحاکم ص ۳۴۲ ج ۱)

باوضو عیادت مریض

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے گیا اسے ستر سال کی مسافت کے برابر جہنم سے دور کیا جاتا ہے۔ (سنن ابوداؤد ص ۸۵ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۵)

مریض کو تسلی دینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ راوی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو اسے فرماتے یعنی کوئی حرج نہیں۔ یہ بیماری انشاء اللہ تجھے گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔ (صحیح بخاری ص ۸۴۴ ج ۲، الادب المفرد للبخاری ص ۷۵، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۴)

بوقت عیادت مریض کو دعا دینا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری

عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر میرے سینے اور میرے پیٹ پر اپنا دست رحمت پھیرا پھر دعا فرمائی اللھم اشف سعدا واتمم له ھجرته

اے اللہ سعد کو شفا عطا فرما اور اس کے لئے اس کی ہجرت کو پورا کر دے۔ (سنن ابوداؤد ص ۸۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص مریض کی عیادت کے لئے آئے تو کہے (دعا کرے)

اللھم اشف عبدك یقاتلك عدوا اوعیشی لك جنازۃ

اے اللہ اپنے بندے کو شفاء عطا فرما۔ تیرے لئے دشمن کو قتل کرے گا یا تیری خاطر کسی جنازہ کے پیچھے چلے گا۔ (سنن ابوداؤد ص ۸۷ ج ۲، مسند امام احمد ص ۱۷۲ ج ۲، المنتخب ۳۴۴)

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مریض یا میت کے پاس حاضر ہو تو اچھی بات کہو۔ اس لئے کہ فرشتے تمہاری کہی ہوئی بات پر آمین کہتے ہیں۔

(صحیح مسلم ص ۳۰۰ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۲ ج ۱، سنن للنسائی ص ۲۰۲ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۸۸ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۵، سنن کبریٰ للنسائی ص ۲۶۴ ج ۶، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۱، صحیح ابن حبان ص ۴ ج ۲، المستدرک للحاکم ص ۳۸۴ ج ۴، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۳۱۸ ج ۲۳، مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۳ ج ۳، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲۳ ج ۳، مسند امام احمد ص ۲۴۰ ج ۶، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۸۳ ج ۳، شرح السنۃ ۱۷۶۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک جبرائیل امین نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں آئے (حاضر ہوئے) انہوں نے عرض کیا یا محمد ﷺ کیا آپ ﷺ بیمار ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں تو جبرائیل امین نے ان کلمات کے ساتھ آپ ﷺ پر دم کیا۔

بسم اللہ ارقیك من کل شیء یوذیك من شر کل نفس اوعین حاسد اللہ یشفیك بسم اللہ ارقیك

اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دیتی ہے اور ہر نفس اور ہر حاسد کی نظر کی برائی سے دم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔ اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم ص ۲۱۹ ج ۲، جامع ترمذی ص ۱۹۱ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۲۶۰، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۴، سنن کبریٰ للنسائی ص ۲۴۳ ج ۶)

قارئین کرام اس حدیث میں دم کا جواز موجود ہے۔ سورہ فاتحہ کے ساتھ دم کا ذکر بھی حدیث میں موجود ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ دم کرنے والے صحابی سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کیسے

پتہ چلا کہ اس سورۃ سے دم کیا جا سکتا ہے۔ الخ

(صحیح بخاری ص ۸۵۶ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۲ ج ۴، جامع ترمذی ص ۲۶ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۲۹ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۵۷، سنن کبریٰ للنسائی ص ۳۶۵ ج ۴، سنن دارقطنی ص ۶۴ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۶۳۷ ج ۸، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۴۶ ج ۵، مسند امام احمد ص ۲ ج ۳، عمل الیوم واللیلۃ ۱۰۳۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی کسی آدمی کی عیادت کے دوران اس کے پاس سات مرتبہ کہے

اسئال اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك

اگر اس کی موت کا وقت نہ آیا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے عافیت عطا فرما دے گا۔

(سنن ابوداؤد ص ۸۶ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۸ ج ۲، مشکوۃ المصابیح ص ۱۳۵، الادب المفرد ص ۷۹)

مریض سے اپنے لئے دعا کروانا

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا جب تو مریض کے پاس جائے تو اس سے کہہ کہ تیرے لئے دعا کرے کہ اس کی دعا ملائکہ کی مانند ہے۔

(سنن ابن ماجہ ۱۰۵)

مریض کے اہل خانہ سے اس کا حال پوچھنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بن ابوطالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بیماری میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باکمال ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے نکلے، لوگوں نے کہا اے ابوالحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس حال میں صبح کی ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تندرستی کی حالت میں صبح فرمائی۔ (صحیح بخاری ص ۹۲۷ ج ۲)

خواتین کا محرم مردوں کی عیادت کا کرنا

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بخار کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ پس میں ان دونوں کے پاس گئی اور عرض کیا اے میرے والد آپ کی طبیعت کیسی ہے (حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا) اے بلال آپ کی کیسی طبیعت ہے۔

(صحیح بخاری ص ۸۴۴ ج ۲)

مریض کی عیادت نہ کرنے پر ضروری تنبیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل روز قیامت فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی۔ بندہ عرض کرے گا تیری عیادت کیسے کرتا۔ تو رب العالمین ہے (یعنی خدا تعالیٰ کیسے بیمار ہوسکتا ہے کہ اس کی عیادت کی جائے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اگر اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا اور فرمائے گا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو نے نہ دیا۔ بندہ عرض کرے گا تجھے کس طرح کھانا دیتا تو تو رب العالمین ہے فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے نہ دیا۔ اگر تو نے اس کو دیا ہوتا تو اس کو (ثواب کو) میرے پاس پاتا۔ فرمائے گا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے نہ دیا۔ عرض کرے گا تجھے کیسے پانی دیتا۔ تو رب العالمین فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اسے نہ پلایا۔ اگر پلایا ہوتا تو میرے یہاں پاتا۔ (صحیح مسلم ص ۳۱۸ ج ۲، مشکوۃ المصابیح ص ۱۳۳، الادب المفرد ص ۷۶)

بدعقیدہ اور فاسقوں کی عیادت کرنا جائز نہیں ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر امت میں کچھ مجوسی ہوتے ہیں اور میری امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں۔ اگر بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔ (سنن ابوداؤد ص ۲۸۸ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، مسند امام احمد ص ۸۷ ج ۲، مستدرک ص ۸۴ ج ۱، کنز العمال ص ۴۷ ج ۱، الشریعۃ للاجری ص ۱۹۰، کامل ابن عدی ص ۷-۳۶ ج ۵، عقیلی ص ۱۶۰ ج ۱) یہی روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (سنن ابوداؤد ص ۲۸۸ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں۔ ان کا ایک بدلقب ہوگا کہ ان کو رافضی کہا جائے گا۔ سلف صالحین ان پر لعنت کریں گے اور جمعہ و جماعت میں حاضر نہ ہوں گے ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا۔ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرنا مر جائیں تو ان کے جنازے میں نہ جانا نہ ان پر نماز پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔ کنز العمال ص ۳۲۴ ج ۱۱)

قارئین کرام جو بدبخت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وسنت صالحین پر لعنت کریں تو ان سے قطع تعلق ہونے کا

تاکید سے حکم ہے اور جو لوگ خود سرور کائنات ﷺ کے گستاخ بے ادب ہیں وہابی دیوبندی قادیانی ان سے قطع تعلق کا تو اس سے بھی شدید حکم ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر عاصی فرماتے ہیں کہ شرابی جب بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت مت کرو۔ (الادب المفرد ص ۷۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس اُمت کے مجوس اللہ کی تقدیروں کو جھٹلانے والے ہیں اگر یہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر یہ مر جائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھو۔ (الشریعہ للاجری ص ۱۹۰-۱ ج)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر اُمت کے مجوس ہیں۔ میری اُمت کے مجوس قدری ہیں جب بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو جب مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔

(الشریعہ للاجری ص ۱۹۱، السنۃ ابن ابی عاصم ص ۸-۷۷، المجالسہ للدینوری ص ۲۲۵ ص ۲۱۸، کامل ابن عدی ص ۳۱۶ ج ۲، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۹۷ ج ۳۷، ص ۲۷۴ ج ۳۷، ص ۲۴۵ ج ۴۵)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قدریہ اس اُمت کے مجوس ہیں یہ لوگ اگر بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو جنازہ کے لئے حاضر نہ ہو۔ (ذیل تاریخ بغداد لابن النجار ص ۳-۶۲ ج ۳)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا کہے گی۔ تم میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بُرا نہ کہنا۔ ایسے بُرا کہنے والے لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ ہی کھڑے ہو کر ان کے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ ہی ان کے ساتھ نکاح کرنا اور نہ ان کے ساتھ بیٹھنا اور اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرنا۔ (الشفاء للقاضی عیاض ص ۲۶۶ ج ۲)

امام الانبیاء محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وصال باکمال

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کسی شخص کا انتقال اس کے متعلق کے لئے صدمہ عظیم ہے مگر امام الانبیاء محبوب خدا ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کا وصال باکمال مومنین کے لئے جدائی کا سب سے بڑا صدمہ ہے۔ سرور کائنات ﷺ کے وصال باکمال کے واقعات مبارکہ کو اختصار کے ساتھ ہم نقل کرتے ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال با کمال کی علامات مبارکہ

حضرت یزید بن ابی زیاد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اپنے وصال با کمال کے سال ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام ہر سال میں مجھے ایک مرتبہ قرآن مجید سُنایا کرتے تھے مگر اس سال انہوں نے دومرتبہ سنایا ہے کوئی نبی ایسا نہیں جو اپنے اس بھائی جو اس سے پہلے (نبی) تھا کی عمر سے نصف کے برابر زندہ رہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک سو پچیس سال دُنیا میں رونق افروز رہے۔ یہ باسٹھ سال ہوئے۔ اس کے نصف سال بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال با کمال ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۹۵ ج ۲)

حضرت ابوصالح بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک میں بیس دن اعتکاف فرمایا۔ (طبقات ابن سعد ۱۹۴ ج ۲)

ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے وصال با کمال کا مبارک علم یقینی طور پر حاصل تھا۔ اس پر متعدد روایات موجود ہیں۔ چند ایک روایات اس باب میں نقل کی جارہی ہیں۔

وصال با کمال کی خبر ارشاد فرمانا

رسول اقدس نور مجسم حضور سیدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری حج فرمایا اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا شاید آئندہ سال میں تم لوگوں میں نہ ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اسے دُنیا کی تروتازگی اتنی عطا کرے، جتنی وہ چاہے اور وہ نعمتیں جو اس کے پاس ہیں تو اس بندے نے اللہ کے پاس کی نعمتیں اختیار کر لیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں۔ ہم نے ان پر تعجب کیا، لوگ بولے کہ ان بزرگ کو تو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس کے بارے خبر دے رہے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ اسے دُنیا کی سرسبزی دے اور وہ جو اس کے پاس ہے وہ دے اور آپ کہتے ہیں ...... کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں پھر پتہ لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اختیار دیئے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم میں زیادہ علم

والے تھے۔

(صحیح بخاری ص ۵۱۶ ج ۱، صحیح مسلم ص ۲۷۶ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۶، مصابیح السنۃ ص ۱۳۰ ج ۴، سنن دارمی ص ۵۰ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۶۸ ج ۸)

حجۃ الوداع میں منیٰ کی دنوں میں سورۃ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے حضرت جبرائیل امین سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم مجھے خبر دے رہے ہو کہ مجھے اس جہان سے جانا چاہئے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کیا آپ ﷺ غم نہ کیجئے وللآخرۃ خیرلك من الاولیٰ۔

حضور اقدس ﷺ اس سورۃ کے نزول کے بعد عموماً یہ پڑھا کرتے تھے۔

سبحنك اللھم و بحمدك اللھم اغفرلی انك انت التواب الرحیم۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی زبان اطہر پر ان کلمات کے عموماً جاری رہنے کی کیا وجہ ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جان لو کہ مجھے عالم کی طرف بلایا گیا ہے اور تسبیح و تحمید اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ نہیں بیمار ہوتے کوئی نبی مگر انہیں دنیا و آخرت کے درمیان اختیار کیا جاتا ہے اور حضور اقدس ﷺ اپنے اس مرض میں تھے جن میں سرکار ﷺ کا وصال باکمال دیئے گئے۔ آپ ﷺ کو سخت خراٹے نے پکڑ لیا۔ میں نے حضور اقدس ﷺ کو ارشاد فرماتے ہو سنا کہ ان لوگوں کے ساتھ جن پر تو نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ تو میں نے جان لیا کہ آپ ﷺ کو اختیار دیدیا گیا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۷، صحیح بخاری ص ۶۶۰ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۸۶ ج ۲، مصابیح السنۃ ص ۱۳۴ ج ۴)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم اور ہمارے حبیب کریم ﷺ نے اپنے وصال باکمال کی خبر ایک ماہ قبل ارشاد فرما دی تھی۔ جب جدائی کا زمانہ قریب آیا تو حضور اقدس ﷺ نے ہماری امی جان اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ اقدس میں جمع فرمایا اور وصیت فرمائی۔ اپنی مبارک دعاؤں سے ہمیں سرفراز فرمایا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ کے وصال باکمال کا وقت قریب آ گیا ہے۔ فرمایا ہاں، میرے وصال باکمال کا وقت قریب آ چکا ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۲۳۲ ج ۷، طبقات ابن سعد ص ۲۵۶ ج ۲، سیرۃ النبویہ ص ۵۰۳ ج ۴)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ معاذ قریب ہے کہ تو مجھ سے اس سال کے بعد دنیا میں نہ ملے گا اور امید ہے کہ تیرا گزر میری مسجد اور قبر انور سے ہو۔

(مسند احمد ص ۲۳۵ ج ۵، مجمع الزوائد ص ۳۶ ج ۲، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۸۶ ج ۹، دلائل النبوت للبیہقی ص ۴۰۴ ج ۵، مشکوۃ المصابیح ۴۴۶، صحیح ابن حبان ج، البدایہ والنہایہ ص ۱۰۰ ج ۵)

مرض کی ابتداء

۱۱ ہجری سن کے ماہ صفر المظفر کی اُنتیس تاریخ بروز پیروار کو صحابی کا انتقال ہوا۔ ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے۔ ان کی تجہیز و تکفین سے واپسی پر راستے میں ہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس میں درد ہونا شروع ہو گیا۔ اس درد کی شدت کے باعث بخار ہو گیا اور بخار کی شدت اس قدر تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر انور ایک کپڑے سے باندھا ہوا تھا۔ اس کپڑے پر بھی ہاتھ رکھا جاتا تو بخار کی شدت کا بخوبی پتہ چلتا تھا۔ یہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال با کمال کی علالت کی ابتدا تھی۔ یہ ایام علالت تیرہ چودہ یا پندرہ روز تھے۔ ان ایام علالت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیارہ دن مسجد نبوی شریف میں ہر نماز کے موقع پر جلوہ گری فرما کر امامت فرمائی۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع سے واپس تشریف لائے۔ اس وقت میرے سر میں شدت سے درد تھا اور میں یہ جملے کہہ رہی تھی ہائے میرا سر ہائے میرا سر، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری بات سن کے ارشاد فرمایا، اے عائشہ میرے سر (انور) میں بھی شدید درد ہے۔

مرض کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ اطہر میں جلوہ گری فرمائے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ آج ان کی باری تھی۔ مرض کی شدت کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کو ملحوظ خاطر رکھا جب زیادہ تکلیف محسوس فرمائی تو ان سے (اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا) اُم لمومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ اطہر میں منتقلی کا مشورہ طلب فرمایا تو بخوشی اس امر کے لئے عرض کر دیا۔ نقاہت کی وجہ سے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کندھوں کے سہارے سے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۃ الحجر میں جلوہ گری فرمائی۔ نقاہت کی وجہ سے قدم مبارک زمین کے ساتھ لگ رہے تھے۔ (مستدرک ص ۲۷۳ ج ۳)

پھر رسول اللہ ﷺ کے درد میں شدت ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر سات کنوؤں کا پانی ڈالو تا کہ میں لوگوں کے پاس جا کر ان سے عہد لوں۔ چنانچہ ہم نے حضور اقدس ﷺ کو ایک بڑے ٹب میں بیٹھایا جو کہ اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا اور اوپر سے پانی ڈالنا شروع کیا۔ جب حضور اقدس ﷺ غسل فرما چکے تو ارشاد فرمایا کہ اب ٹھہر جاؤ۔

(مسند احمد ص ۱۵۱ ج ۶، سیرت ابن ہشام ۷-۲۵۶ ج ۴، بخاری ص ۸۵۱ ج ۲، دارمی ص ۵۱ ج ۱)

اُم لمومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا اے عائشہ میں طعام کی درد آج محسوس کر رہا ہوں جو خیبر کے روز میں نے کھایا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اس زہر کی بناء پر میری رگ قلب کٹ رہی ہے۔ (سیرۃ النبویہ لابن کثیر ص ۴۴۹ ج ۴، مستدرک ص ۴۷ ج ۲)

حضرت ابوالحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کبھی مرض کی شکایت ہوتی۔ تو حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا فرمایا کرتے تھے مگر جب وصال با کمال والی علالت میں حضور اقدس ﷺ نے شفاء کی دعا نہ فرمائی۔

(دلائل النبوت للبیہقی، طبقات الکبریٰ لابن سعد ص ۲۵۷ ج ۲، سیرۃ النبویہ ص ۱۲۴ ج ۴)

ان ہی ایام میں ایک دن حضور اقدس ﷺ نے اپنے غلاموں کو اپنے پاس جمع فرمایا اور خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنے غلاموں کو دعاؤں سے سرفراز فرمایا اور ان کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے اہل اسلام مرحبا! اللہ تعالیٰ تم کو اپنے جوار رحمت میں رکھے اور تمہاری شکستہ دلی کو دور فرمائے اور تمہیں فراخی رزق عطا فرمائے اور تمہاری امداد فرمائے اور اعلیٰ درجات سے تمہیں سرفراز فرمائے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے امن و عافیت میں رکھے۔

اللہ کے بندو میں تمہیں خوف خدا کی وصیت کرتا ہوں اور تمہارا اللہ تعالیٰ کو ہی خلیفہ بناتا ہوں اور تمہیں خشیت الٰہی یاد دلاتا ہوں اس لئے کہ میں نذیر مبین ہوں تم اللہ تعالیٰ کی بستیوں اور اس کے بندوں کے ساتھ غرور و تکبر کے ساتھ پیش نہ آنا۔

رب تعالیٰ نے مجھے اور تم سب کو ہی حکم دیا ہے کہ

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض و لا فسادا والعاقبۃ للمتقین O (القصص ۸۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی تو عرض

کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو کس چیز میں کفن دیا جائے تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو مجھے ان کپڑوں میں ہی دفن کر دینا یا یمنی چادروں میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر نماز کون پڑھائے گا۔ ہم بھی رونے لگے اور آپ ﷺ بھی روئے۔ پھر ارشاد فرمایا ٹھہر جاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمہارے نبی کی طرف سے تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے جب تم مجھے غسل دے چکو تو میرے اس تخت کو میرے اس گھر میں قبر انور کے کنارے رکھ دینا تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس سے باہر ہو جانا اس لئے کہ سب سے پہلے مجھ پر نماز پڑھنے والے میرے حبیب و خلیل ہونگے پھر حضرت میکائیل و اسرافیل پھر ملک الموت جن کی معیت میں تمام فرشتے ہونگے پھر تم ایک ایک گروہ کی صورت میں اندر داخل ہونا اور مجھ پر صلوٰۃ پڑھنا (صلوٰۃ وسلام کی صورت میں نماز پڑھنا) مجھے اوصاف (مبالغہ سے) بیان کرنے اور بلند آواز سے رونے سے تکلیف نہ دینا مجھ پر پہلے میرے عزیز مرد پھر ان کی عورتیں نماز پڑھیں گے پھر اس کے بعد تم لوگ نماز پڑھنا اور جو میرے ساتھی موجود نہیں ان کو میری طرف سے سلام کہہ دینا اور ان لوگوں کو جو میری قوم میں سے دین کے پیروکار ہوں ان کو بھی سلام کہہ دینا عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ حضور اقدس ﷺ کو قبر میں کون اتارے گا ارشاد فرمایا میرے قبر میں میرے قریبی احباب فرشتوں کی معیت میں جو (فرشتے) تمہیں دیکھتے ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ (مستدرک ص ٦٧٦ ج ٣ طبقات الکبریٰ لابن سعد ص ٧-٢٥٦ ج ٢) ایک دن حضور اقدس ﷺ مسجد نبوی شریف میں منبر پر تشریف فرما ہوئے تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ حضرت شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ صاحب قبر کو عبادت کی نیت سے سجدہ کیا جائے تو یہ شرک ہے اور اگر قبر کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا جائے تو یہ حرام ہے۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

امام الانبیاء ﷺ کا عدل وانصاف

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایام علالت میں رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر انور باندھا ہوا تھا بخار کی شدت تھی مجھے حکم فرمایا کہ اے فضل میرا ہاتھ پکڑ لو، میں نے دست اقدس کو تھام لیا۔ نبی کریم ﷺ منبر اقدس پر جلوہ فرما ہوئے۔ میں نے با آواز بلند کہا الصلوٰۃ جامعۃ یہ پکار سنتے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد میں حاضر ہونا شروع ہو گئے۔ جب سب جمع ہو گئے تو سرور کائنات ﷺ نے شدید

علالت کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اگر میں نے کسی کو پیٹھ پر کوئی درہ مارا ہے تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے، وہ مجھ سے بدلہ لینا چاہے تو لے لے۔ اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہے تو میری ذات حاضر ہے، وہ اس سے انتقام لینا چاہے تو لے لے۔ اگر میں نے کسی کا مال لیا ہے تو میرا مال حاضر ہے، پس وہ اس میں سے لے لے۔ تم میں سے کوئی خوف نہ کرے کہ اگر میں نے انتقام لیا تو ناراضگی ہوگی یہ میری شان سے بعید ہے۔ (تاریخ الخمیس ص ۱۶۱ ج ۲)

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں اگر میرے ذمہ کسی کا حق ہے تو مجھ سے حاصل کر لے یا درگزر کرے تاکہ میں اپنے رب کے حضور اس حالت میں حاضر ہو کر شرف ملاقات حاصل کروں کہ مجھ پر کسی کا کوئی حق نہ ہو۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے تین درہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کس مدعی کی نہ تکذیب کروں گا نہ اس سے حلف لوں گا۔ صرف یہ کہو کہ میرے ان تین درہموں کے لینے کا کیا مقصود و مطلوب تھا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب سے ایک سائل گزرا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس سائل کو تین درہم عطا فرمانے کا حکم ہوا تھا۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم ہوا کہ اس کو تین درہم ادا کر دیئے جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بار یہی جملہ ارشاد فرمایا۔

انصار کے متعلق ارشاد فرمایا وصیت مبارکہ

ایام علالت میں ایک دن رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ افاقہ ہوا۔ باہر تشریف لائے باجماعت نماز ادا فرمائی اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ بے شک انصار رضی اللہ عنہم ہیں بقچہ صدوق ہیں جس میں قیمتی سامان رکھا جاتا ہے۔ میں نے ان کی طرف ہجرت کی۔ انہوں نے مجھے جگہ دی اور میرے ساتھ محبت و اخلاص کا مظاہرہ کیا۔ تمہارے (مہاجرین کے) ساتھ بھی اس محبت و خلوص کا ثبوت دیا۔ قسم ہے اس رب تعالیٰ کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں ان انصار سے محبت کرتا ہوں۔

میں تمہیں انصار کے متعلق وصیت کرتا ہوں کہ وہ میرے قلب و جگر ہیں۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری طرح نبھائی ہے مگر ان کے حقوق ابھی باقی ہیں۔ لہٰذا ان کے نیکی کرنے والوں سے نیکیاں قبول کرو اور ان کے خاطین کی خطاؤں سے درگزر کرنا۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے راز و نیاز کی باتیں

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواجِ

مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھیں۔ اس اثناء میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں ان کی چال بعینہٖ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کی طرح تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ مرحبا! اے میری بیٹی، پھر ان کو اپنی بائیں جانب بٹھا لیا اور ان سے راز کی باتیں فرمائیں جس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں دوبارہ اس انداز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات ارشاد فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے گمان کیا کہ آج کی طرح کا منظر کبھی نہیں دیکھا کہ غم کے بعد کوئی اتنی جلدی مسکرا پڑے تو میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی راز کی بات کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا۔ مگر آپ رونے لگیں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کون سی بات ارشاد فرمائی کہ جس کی وجہ سے آپ رو پڑیں۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل امین مجھے ہر سال قرآن مجید ایک بار سنایا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو مرتبہ سنایا ہے۔ میں اس سے یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھے ملو گی۔ میں تمہارے لئے آگے جا کر اچھا انتظام کرنے والا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام مومن عورتوں کی سردار ہو یا فرمایا کہ اس اُمت کی عورتوں کی سردار یہ سنکر میں ہنسنے لگی۔

(صحیح بخاری ص ۶۳۸ ج ۲، صحیح مسلم ص ۲۹۰ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۷، مسند امام احمد ص ۲۸۲ ج ۶، سنن کبریٰ للنسائی ص ۲-۲۵۱ ج ۴، فضائل الصحابہ للنسائی ص ۷۷، کتاب الوفاۃ للنسائی ص ۲۰، سیر لاعلام النبلاء ص ۱۳۰ ج ۲، مسند اسحاق ابن راہویہ ص ۷-۶، اسد الغابہ ص ۲۱۸ ج ۷، فضائل الصحابہ للامام احمد ص ۷۶۲ ج ۵، المعجم الکبیر للطبرانی ۷-۴۱۶ ج ۲۲، آلاحاد والمثانی ص ۳۶۸ ج ۵، صفۃ الصفوہ ص ۶۰۷ ج ۲، مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۹۶، الطبقات الکبریٰ ابن سعد ص ۲۴۷ ج ۲، حلیۃ الاولیاء ص ۴۰-۳۹ ج ۲، الذریۃ الطاہرہ ص ۲-۱۰۱، مسند ابی یعلی ص ۱۲۲ ج ۱۲، تہذیب الکمال ص ۲۵۲ ج ۳۵، دلائل النبوۃ الاصبہانی ص ۹۸، المعجم المحدثین للذھبی ص ۴-۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۲۷ ج ۷، صحیح ابن حبان ص ۳-۵۲ ج ۱۰، مصابیح السنۃ ص ۱۸۴ ج ۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ **اذا جاء نصر اللہ و الفتح** نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے وصال باکمال کی خبر آ گئی ہے۔ وہ رہ پڑیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (بیٹی) نہ رو۔ بے شک تو میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے آ ملے گی۔ تو وہ ہنس پڑیں اس بات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی دیکھا۔ تو انہوں نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا ہم نے تجھے پہلے روتے پھر ہنستے ہوئے دیکھا (کیا ماجرا ہے) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ

میرے وصال باکمال کا وقت آ پہنچا ہے (یہ سن کر) میں رو پڑی پھر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا مت رو، میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تو مجھے ملنے والی ہے تو میں ہنس پڑی۔

(سنن دارمی ص ۵۱ ج ۱، تفسیر ابن کثیر ص ۵۶۱ ج ۴)

حضور اقدس ﷺ کو اپنے وصال باکمال کا مقام بھی معلوم تھا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے انصار مدینہ ہماری زندگی وہاں ہے جہاں تمہاری زندگی ہے۔ ہمارا انتقال وہاں ہے جہاں تمہاری موت۔

(مسند امام احمد ص ۵۳۸ ج ۲، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۱۱۷ ج ۹، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۱۴۶ ج ۷، نصب الرایہ ص ۴۴۰ ج ۲)

واقعہ قرطاس

حضرت سید عالم ﷺ کے ایام وصال میں سے بروز پنجشنبہ جمعرات کو یہ واقعہ پیش آیا اس کے آگے آنے والے دوشنبہ کو سرکار دو عالم ﷺ کا وصال باکمال ہوا۔

اس واقعہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاندین شیعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مطعون کیا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اولاً واقعہ مذکورہ اختصار کے ساتھ نقل کریں گے پھر اس پر گفتگو کریں گے۔

واقعہ قرطاس کے متعلق روایت میں سے ایک احوط روایت نقل کی جاتی ہے تاکہ اصل واقعہ پیش نظر ہو۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یوم الخمیس (جمعرات) کیا ہے۔ یوم الخمیس وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا درد شدت اختیار کر گیا تو حضور اقدس ﷺ نے حاضرین مجلس سے ارشاد فرمایا کہ قرطاس لاؤ تاکہ میں تمہیں ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔ اس پر اختلاف اور تنازع (حاضرین مجلس میں) ہوا حالانکہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے چھوڑ دیجئے۔ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کے متعلق تم مجھ سے سوال کرتے ہو پھر حضور اقدس ﷺ نے تین چیزوں کے متعلق حکم فرمایا جزیرۃ العرب سے مشرکین کو نکال دو اور وفود کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (مسند ابی یعلی ص ۳۲ ج ۳ طبع بیروت)

اس سے سرکار دو عالم ﷺ نے تحریر کے معاملے کو ملتوی فرما دیا۔ یہ اس واقعہ کی ابتدائی صورت حال تھی۔ اس روز حضور اقدس ﷺ نے اپنی طبیعت مبارکہ میں کچھ سکون و راحت محسوس فرمائی۔

تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں بعض ضروری امور اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف نصیحتیں ارشاد فرمائیں اور ساتھ ہی سرکار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان

فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صحبت اور مال کے اعتبار سے سب لوگوں میں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ وفی روایۃ اگر لوگوں میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کروا دیئے جائیں۔ (صحیح ابن حبان ص ۲۰۰ ج ۹، البدایہ والنہایہ ص ۲۹۹ ج ۵، دارمی ۵۲ ج ۱)

آخر الذکر والے ارشاد عالی سے امام ابن کثیر نے یوں استدلال فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چھوٹے دروازے کے علاوہ مسجد میں کھلنے والے تمام چھوٹے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نماز پڑھانے کے لئے اس دریچہ سے تشریف لائیں گے۔ (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۰ ج ۵ طبع لاہور)

دوسری طرف شیعہ کا یہ کہنا کہ حضور اقدس ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے باطل ہے اس لئے کہ اس کی صراحت موجود نہ ہے۔ امام ابن کثیر شیعہ کے اس استدلال کا رد فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ بعض اہل بدعت شیعہ کو اس روایت سے یہ وہم ہوا ہے کہ حضور اقدس ﷺ اس تحریر میں فلاں چیز تحریر کروانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہا کی خلافت بلافصل یہ ایک متشابہ امر سے تمسک کرنے اور محکم امر کو ترک کرنے کا رویہ ہے، اور اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ محکم چیز سے تمسک کرتے ہیں اور متشابہ چیز کو محکم کی طرف لوٹاتے ہیں۔ راسخین فی العلم کا یہی طریقہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں گمراہ کن نظریات کے حاملین نے ٹھوکر کھائی ہے۔ ہمارا مذہب اہل سنت حق کی اتباع ہے اور اہل سنت حق کے ساتھ ہیں۔ اس مقام پر حضور اقدس ﷺ کا وہی ارادہ مبارک تحریر کا تھا جو ان احادیث صحیحہ سے حرفاً ثابت ہے اور اس کی مراد کو مکشوف اور واضع فرما دیا (یعنی خلافت صدیقی) (البدایہ والنھایہ ص ۲۲۸ ج ۵)

اور اس امر کی صراحت تو حدیث پاک میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وصال میں مجھے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے یا کہنے والا کہے کہ میں۔ لیکن نہیں اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے سوا کو منع کر دیں گے۔

(صحیح مسلم ۲۷۳ ج ۲، صحیح بخاری ص ۸۴۶ ج ۲، البدایہ والنھایہ ص ۲۲۸ ج ۵، مشکوۃ المصابیح ص ۵۴۹ ص ۵۵۵، مسند، امام احمد ص ۱۴۴ ج ۶، صحیح ابن حبان ص ۲۰۲ ج ۲، البدایہ والنھایہ ص ۲۲۸ ج ۵، علل الحدیث ۳۸۳ ج ۲، جزء الحسن عن عرفۃ العبدی ص ۴۲)

اس مفہوم کی ایک روایت حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔
(المستدرک للحاکم ص ۱۹۲ ج ۴)

ان روایات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ابتدائی فرمان عالی میرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرطاس کا طلب فرمانا اجمالی فرمان اقدس تھا اور مقصود ہی متشابہ تھا۔ اس کے بعد کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح ارشادات مبارکہ سے مراد مکشوف ہوگئی کہ امانت نماز کے اہل اور نیابت نبوت کے اہل سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اس مراد کا حضرت امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ وہ کتاب (جس کے لکھوانے کا حکم ارشاد فرمایا تھا) اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا استخلاف تحریر کرانا مقصود تھا۔
(دلائل النبوت للبیہقی ص ۱۸۲ ج ۷)

امام بیہقی نے سرکار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام علالت میں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز میں اپنا نائب بنا کر امت کو اپنی خلافت پر متنبہ کر دیا۔ یہ میرے نائب خلیفہ ہیں اور ابتدا کے مرض وصال میں جو فرمان عالی قرطاس جاری فرمانے کا قصد فرمایا تھا اس کی عملی طور پر اس شکل میں تکمیل فرمادی۔
(دلائل النبوت للبیہقی ص ۱۸۴ ج ۷)

اور پھر قابل غور امر یہ ہے کہ اس واقعہ قرطاس کے تقریباً چار روز بعد تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بظاہر دنیا میں جلوہ گر رہے مگر دوبارہ اس حکم کو نافذ نہ فرمایا گویا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رائے کی تقویت فرمادی۔ امام محدث جلیل، امام بدرالدین عینی اور امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلحت اس بات میں خیال فرمائی کہ تحریر لکھوانے کے معاملہ کو ترک کر دیا جائے یا پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس طرح وحی نازل ہوگئی۔ (عمدۃ القاری ص ۱۷۱ ج ۱۲، فتح الباری ص ۱۹۸ ج ۹)
اس بات کو شیعہ علماء نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ہاں تنازع کے بعد خاموشی اختیار فرمانا اپنی طرف سے نہیں تھا بلکہ وحی کی بناء پر تھا جیسا کہ اپنے مقام پر بیان کیا گیا ہے پس کتابت کا معاملہ وحی کی وجہ سے منسوخ ہوا۔ (فلک النجاۃ ۳۳۹ ج اطبع لاہور)

اور پھر شیعہ کا دعویٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ مبارک خلافت علی کا بلافصل ہونا لکھوانا اس اعتبار سے بھی باطل ومردود ہے کہ اس کی تردید خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وصال مبارک میں ایک روز ارشاد فرمایا کہ طبق لا کہ میں تحریر کروں جس سے امت گمراہی میں نہ پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی طبیعت مبارکہ کی پریشانی دیکھ کر مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں حضور اقدس ﷺ کا میری عدم موجودگی میں وصال باکمال نہ ہو جائے تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ارشاد فرمائیں تا کہ میں اسے محفوظ کرلوں اور اپنی نگاہ میں رکھوں تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی، غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

(مسند امام احمد ص ۹۰ ج ۱، طبقات ابن سعد ص ۱۳۷ ج ۲، الادب المفرد ص ۲۶ البدایہ والنھایہ ص ۲۳۸ ج ۵)

رسول اللہ ﷺ کے ایام علالت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ میں حضور اقدس ﷺ کے چہرہ اطہر سے وصال باکمال کے آثار دیکھتا ہوں۔ لہٰذا ہمیں حضور اقدس ﷺ سے خلافت و نیابت کے متعلق سوال کر لینا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر ہمارے حق میں ہے تو ہم کو بخوبی علم ہو اور غیر کے حق میں ہے تو حضور اقدس ﷺ ہمارے حق میں وصیت فرما دیں تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس سے ارشاد فرمایا کہ میں اس مسئلہ میں حضور اقدس ﷺ سے بالکل سوال نہیں کروں گا۔ اللہ کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس معاملہ میں منع فرمایا تو لوگ ہمیں کبھی موقع نہ دیں گے۔ (البدایہ النھایہ ص ۲۵۱ ج ۵ مسند امام احمد ص ۲۶۳ ج ۱)

ان روایات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ واقعہ قرطاس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل یقیناً نہیں ہے اور پھر بفرض غلط خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی لکھوانا بنائے وحی ہوتا تو اس کے واقعہ کے چار روز بعد تک تشریف فرما ہونا بظاہر دنیا میں اور اس کا ذکر تک نہ کرنا شیعہ کے دعویٰ کے بطلان کے لئے کافی وشافی ہے۔ اس لئے کہ محدثین کرام نے لکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کسی بھی واجب الاخر جس سے استفادہ نہ ہو سکے لکھوانے کا ارادہ فرماتے تو کس صورت میں بھی اس کو ترک نہ فرماتے۔ اتنے مصائب آلام کے باوجود تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیا اس لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے **یایھا الرسول بلغ ما انزل الیك** اس کو امام بیہقی نے دلائل نبوت میں اور امام ذھبی نے المنتقیٰ میں لکھا ہے۔

(دلائل النبوت للبیھقی ص ۱۸۴ ج ۷، المنتقیٰ ص ۳۴۹، ص ۱-۵۶۲)

اس لئے کہ یہ بات حضور اقدس ﷺ کی شان مبارک سے بعید ہے اور پھر اس دوران حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ نے اپنی نیابت عطا فرمائی۔ بصورت امامت نماز اور ارشاد فرمایا کہ ابوبکر سے کہو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

(صحیح بخاری ص ۹۳ ج ۱، صحیح مسلم ص ۱۷۸ ج ۱، شمائل ترمذی ص ۷-۲۶، سنن نسائی ص ۹۰ ج ۱، سنن ابن ماجہ ۸-۸۷، سنن ابوداؤد ص ۱۳۵ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰۴، دلائل نبوت للبیھقی ۱۸۲ ج ۷)

اس روایت کو شیعہ علما نے بھی نقل کیا ہے۔ شرح نہج البلاغہ لابن حدید ص ۵۴ ج ۱، درہ نجفیہ ص ۲۲۵ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سترہ اور بقول بعض نمازیں حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں پڑھائیں۔ (البدایہ والنھایہ ص ۲۳۵ ج ۵)

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امامت میں اپنی نیابت عطا فرمانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو واقعہ قرطاس کے اجمال کا حل ہے۔

اس پر امام ابن کثیر نے حضرت ابوالحسن اشعری کے مبارک قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امر دین (امامت) کے لئے مقدم کیا جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں زیادہ عالم اور قاری ہیں اور وہ علماء کی متفق روایت کی بنا پر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قوم کی امامت وہ کروائیں جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری (عالم) ہو۔ اگر اس میں حاضرین سب برابر ہوں تو ان میں سے سنت نبوی سے جو زیادہ واقف ہو وہ امامت کرائے، اگر اس میں بھی برابر ہوں تو عمر میں جو بڑا ہو اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جو قدیم الاسلام ہو امامت کرائے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ امام اشعری کا یہ مبارک کام آب زر کے لکھنے کے قابل ہے۔ اس لئے یہ تمام صفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں جمع ہیں۔ (البدایہ والنھایہ ص ۲۳۶ ج ۵)

امامت نماز کا حکم فرمانا دراصل خلافت کی طرف اشارہ ہے جو خود حدیث سے ہی ثابت ہے۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ حضور اقدس رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کرتے ہیں کوئی کسی کی سلطنت میں (بغیر اجازت کے) امامت نہ کرے۔ یہ فرمان عالی سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (مسند ابی عوانہ ص ۱۳۱ ج ۲)

اس طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اس امامت نماز کے حکم سے اشارہ خلافت مراد لیا ہے۔ (قرۃ العینین، ص ۵۰۶ طبع دہلی)

شیعہ واقعہ قرطاس کے حوالہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدت تکلیف کو دیکھ کر "حسبنا کتاب اللہ" کہنے سے ان کو مطعون کیا کرتے ہیں حالانکہ اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبع مبارک کی رعایت مقصود تھی۔ اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالی کو رد کرنا مقصود نہ تھا۔ امام بیہقی نے یہی تحریر کیا ہے۔ (دلائل نبوت للبیہقی ص ۱۸۴ ج ۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مقصود تو صرف اتنا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ میں

راحت وسکون آ جائے۔ تعب وشدت زائل ہو جانے کے بعد تحریر لکھوا لی جائے۔ پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ اگر اس موقع غلط تھا تو سرکار دوعالم ﷺ نے اس پر سکوت کیوں اختیار فرمایا۔ اس پر انکار کیوں نہ فرمایا۔ اس لئے کہ اللہ کے نبی امام الانبیاء ﷺ کسی منکر اور معصیت پر ہرگز سکوت نہ فرمایا کرتے تھے بلکہ اس پر انکار فرمایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جملہ اس موقع یقیناً غلط نہ تھا اور پھر حسبنا کتاب اللہ سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ سنت نبوی وارشادات کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا یہ مطلب ومفہوم ہرگز کوئی عقل مند نہ لے گا کہ اللہ کافی ہے اور رسول پاک ﷺ کی نبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور پھر قرطاس لانے کا حکم حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ہی نہ دیا تھا بلکہ سب حاضرین کو دیا تھا بغرض غلط حضرت عمر نے تعمیل حکم نہ کی تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے کب قرطاس وقلم پیش فرمادیا تھا۔ حالانکہ ان کو حکم دینے کی ایک صریح روایت موجود ہے جو نقل ہو چکی ہے اس اعتبار سے زیادہ ذمہ داری حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ پر ہی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ان کو خصوصی حکم تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی الگ خصوصی حکم مبارک موجود نہ ہے۔ اب یہ تو شیعہ ہی بتائیں کہ اس نافرمانی کی نعوذ باللہ ارتکاب کس نے کیا۔ پھر حضور اقدس ﷺ نے چار دنوں میں پھر یہ حکم نہ لکھوایا اور قرطاس طلب فرمایا ہر وقت تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مانع بن کے موجود نہ تھے۔ (تحفہ اثناء عشریہ ص ۵۹۰ طبع ترکی، ص ۶۰۵ مترجم طبع کراچی)

اگر شیعہ اس قدر حقائق وشواہد کے پیش کرنے کے باوجود اس جملہ ''حسبنا کتاب اللہ'' کو فرمان اقدس کا انکار قرار دیں تو ہم اس پر وہ روایات حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی نقل کرتے ہیں اس میں کہیں کیا کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ رات کو حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو خواب گاہ سے اُٹھایا اور ان کو نماز تہجد کی تاکید فرمائی اور ارشاد فرمایا اُٹھو دونوں اور نماز پڑھو۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں جب وہ ہمیں اُٹھانا چاہتا ہے تو اُٹھا دیتا ہے جب میں نے یہ عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے گئے درآں حالانکہ کہ آپ ﷺ اپنے زانو مبارک پر ہاتھ مار رہے تھے اور میں نے سنا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ انسان بہت جھگڑالو ہے۔
(صحیح بخاری ص ۱۵۲ ج ۱، صحیح مسلم ص ۲۶۵ ج ۱)

صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح لکھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ صلح نامہ میں جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے الفاظ لکھے تو کفار نے کہا کہ تمہارا رسول اللہ ہونا ہی تو باعث نزاع ہے۔ اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھو تو حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ محمد رسول اللہ کو مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھو تو حضرت علی مرتضیٰ نے سے اس سے انکار کر دیا اور عرض کیا کہ میں محمد رسول اللہ لکھ کر رسول اللہ کا لفظ مٹا نہیں سکتا۔ اس واقعہ کو خورشید نے بھی نقل کیا ہے۔ حیات القلوب ص ۳ ۵۷ الارشاد مفید ص ٦٢)

اب اگر واقعہ قرطاس میں ''حسبنا کتاب اللہ'' کہنا حضور اقدس ﷺ کے فرمان عالی کی توہین ہے تو ان دو روایات پر شیعہ فیصلہ دیں اور پھر اگر واقعی حضور اقدس ﷺ نے خلافت علی ہی لکھوانا ہوتی تو واقعہ قرطاس کے بعد چار روز میں کسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی لکھوا دیتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تو ایام وصال میں ہمہ وقت حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر رہے۔ اس کو شیعہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ (حیات القلوب ص ۹۸۳ ج ۲، اعلام الوریٰ ص ۱۴۲، ارشاد مفید ص ۹۹) معلوم ہوا شیعہ کا دعویٰ باطل ہے۔

پھر شیعہ اس واقعہ کے سلسلے میں کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی طرف ہذیان کی نسبت کی ہے نعوذ باللہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں ہجرا استفھمو کے الفاظ سے ہذیان مراد لینا ان کی خیانت ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں ہجر بجر کے معنی فراق اور جدائی کے ہیں۔ یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور اقدس ﷺ کی جدائی ہے اور اگر بالفرض غلط وہی مانا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دیگر روایات ہجر کے الفاظ ہیں تو انہوں نے بطور استفہام انکاری کے استعمال کیا ہے، استفہام تقریری کے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ جملہ بولا ہے انہوں نے ہذیان کے انکار کے طور پر ذکر کیا ہے کہ اثبات کے طور پر وہ اس لئے اس جملے کے کہنے والے وہ حضرات تھے جو تحریر کے حق میں تھے اور جو تحریر کے حق میں نہ تھے کے قول کا رد کہتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کو ہذیان ہرگز نہیں ہوا۔ اس لئے ہمیں حضور اقدس ﷺ کے ارشاد عالی کے موافق قرطاس حاضر بارگاہ کرنا چاہئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قول کے قائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ تھے بلکہ دیگر اور حضرات تھے۔ اس لئے روایت میں قالو و مذکور بے قال نہیں اور اگر اس کو استفہام تقریری کے طور پر تسلیم کیا جائے تو ھجر اور استفھموہ عبارت بے ربط اور بے جوڑ ثابت ہوگی۔ ثابت ہو گیا یہاں استفہام انکاری مراد ہے۔ اس کو امام کرمانی نے امام نووی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ (کرمانی شرح بخاری ص ۲۳۵ ج ۱٦) ایا یہ

ھجر فراق جدائی ہجرت کے معنی میں ہے جیسا کہ اوپر بھی مذکور ہوا جو وصل کی ضد ہے یعنی کیا حضور اقدس ﷺ اس دنیا فانی سے ہجرت فرما رہے ہیں؟ یعنی ھجر کا فعل ماضی سے اطلاق و استعمال کیا ہے۔ اس کا یہ معنی قرآن مجید سے بھی ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے و ھجرھم ھجرا جمیلا O

امام ابن حجر عسقلانی بھی یہی لکھتے ہیں کہ ھجر کا معنی چھوڑ دو یہ لفظ وصل کی ضد ہے۔ ھجر کا یہ معنی زیادہ صحیح ہے۔ (فتح الباری ص ۱۹۸ ج ۹)

اس معنی کے درست ہونے کی دو دلیلیں ہیں اولاً تو حضور سید عالم ﷺ نے ایام وصال میں ارشاد فرمایا کاغذ قلم لاؤ تاکہ میں تمہیں تحریر لکھ دوں جس کی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس میں کون سی بات خلاف عقل ہے جس کو ہذیان کے لفظ سے تعبیر کیا جا سکے ثانیاً لفظ کے بعد استفھموہ ہے اگر ھجر کے معنی ہذیان کے ہوں تو استفھموہ کے ساتھ ربط بالکل غلط ہو جاتا ہے اور اگر بر سبیل تنزل اگر ھجر کے معنی ہذیان بکنا کے تسلیم کر لیا جائے تو بخاری شریف میں سات مرتبہ یہ حدیث آئی ہے اور ہمزہ استفہام کے ساتھ اور دیگر کتب حدیث میں بھی ہمزہ استفہام کے ساتھ مذکور ہے تو اس اعتبار سے معنی وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کے حکم مبارک میں توقف کیوں کرتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کو ہذیان تو نہیں ہوا۔ اس معنی سے بھی اعتراض کی بنیاد ختم ہو گئی۔ اہل تشیع کو چاہئے کو وہ ثابت کریں۔

۱- یہ مقولہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے؟

۲- ھجر کا معنی ہذیان کے علاوہ نہیں ہو سکتا اور اس معنی کے سوا یہاں دوسرا چسپاں نہیں ہو سکتا۔

۳- اس روایت و واقعہ کے حوالہ سے تیسرا اعتراض اہل تشیع کا یہ ہے کہ حاضرین مجلس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اقدس ﷺ کا احترام ملحوظ خاطر نہ رکھا۔ انہوں نے تنازع وہاں کرتے ہوئے آوازیں بلند کیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اظہار رائے میں اختلاف ایک فطری امر ہے اور اظہار رائے کو آواز بلند ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ نہ کہ قابل طعن، یہی اس موقع پر ہوا ورنہ سرکار ابد قرار ﷺ کے ادب کے لاتعداد واقعات موجود ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ایک واقعہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ دو اشخاص کی آوازیں مسجد نبوی میں بلند ہوئیں۔ تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو تنبیہ فرماتے ہوئے ان کی زجر و توبیخ کی۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۸-۴۳۷ ج ۱، صحیح بخاری ص ۶۷ ج ۱)، لہٰذا شیعہ کا آیت کریمہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی سے استدلال کرنا باطل مذکور ہے۔ اس کا جواب خود شیعہ عالم نے دیا ہے اس مذکور آیت کے تحت لکھا ہے کہ مذکورہ آیت میں مطلق بلند آوازی سے منع نہیں

کیا گیا۔ جو کہ ہر بولنے والے کو اگرچہ آہستہ آواز سے ہی ہو لازم ہے بلند آوازی وہ منع ہے۔ جو اپنے دوستوں کے ساتھ بطور محاورہ وعادت کے کی جاتی ہے اور وہ نبی پاک ﷺ کے ساتھ بڑیری کا سبب ہے جو کہ مستلزم ہے۔ اس بات کو کہ نبی ﷺ کی حرمت وجلالت اور مرتبہ کا پاس نہ رکھا گیا۔
(تفسیر منہج الصادقین ص ۳۹۵ ج ۸)

پھر اس پر اہل تشیع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے **قوموا عنی** ارشاد فرمایا تو اس جملے کا مخاطب کوئی ایک فرد تو نہیں بلکہ جمع حاضرین سب کے لئے ہے اور یہ وقتی اختلاف کو ختم کرنے کے لئے فرمایا۔ اس کا مقصود یہ تھا کہ اب اس بات کو ترک کردو چھوڑ دو۔ اس کا ایک قرینہ حدیث شریف میں بھی ہے ''تم قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو جب تک دلجمعی تم پر رہے جب تم اکتاہٹ محسوس کرو تو قوموا عنیہ اس کو ترک کردو چھوڑ دو۔ (بخاری ص ۷۵۷ ج ۲)

اور پھر اس پر ایک قرینہ یہ ہے کہ کسی روایات میں قوموا عنی کی بجائے دعونی اور ذرونی کے الفاظ مذکور ہیں جس سے مذکورہ بالا مفہوم کی تائید ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اس سے مراد اُٹھ کر چلے جاؤ مراد نہیں بلکہ اس بات کو چھوڑ دو یا پھر ان روایات میں اضطراب بھی پایا جاتا ہے۔ کسی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا گریہ کرنا مذکور ہے اور کئی روایات میں مذکور نہیں ہے اور بعض روایات میں اختلاف کرنے والوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک مذکور ہے اور بعض میں نہیں ہے۔ بعض روایات میں ھجر یا ہجر کے کلمات مروی اور بعض میں مفقود ہیں بعض روایات میں قوموا عنی کے کلمات مذکور دیگر روایات میں دیگر کلمات دعویٰ یا ذرونی کے کلمات مذکور ہیں جن سے اعتراض بالکل رفع ہو جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ اس روایت سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مطمون کرنا اہل تشیع کی خیانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ایام علالت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کرانے کا حکم

ایام علالت میں بھی سرور کائنات ﷺ مسجد میں باجماعت نماز ادا فرماتے رہے وصال باکمال سے چار روز قبل واقعہ قرطاس کے روز مغرب کی نماز تو سرورِ کائنات ﷺ نے پڑھائی اور اس میں سورۃ والمرسلت عرفا تلاوت فرمائی، نماز عشاء کے وقت تکلیف شدت اختیار کر گئی اور حضور اقدس ﷺ مسجد میں تشریف فرما نہ ہوئے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا لوگوں نے عشاء پڑھ لی ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لوگ تو حضور

اقدس ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے لئے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے تعمیل حکم کی تو آپ ﷺ نے غسل فرمایا۔ اس سے فراغت کے بعد مسجد میں تشریف لے جا کر نماز کی ادائیگی کا ارادہ فرمایا۔ پھر آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب اس سے افاقہ ہوا تو حضور سرور کائنات ﷺ نے دریافت فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ عرض کی نہیں یا رسول اللہ ﷺ وہ سب آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا بالآخر حبیب خدا امام الانبیاء ﷺ نے حکم فرمایا

مروا ابا بکر فلیصل بالناس ''ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا گیا کہ حضور سیدی ﷺ کا حکم مبارک ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چونکہ زیادہ رقیق القلب تھے اس لئے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ امامت کروائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ امامت کے زیادہ حق دار ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر ان ایام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کرواتے رہے۔ (صحیح مسلم ص ۱۷۸ ج ۱)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو نماز کے لئے بلانے کے لئے حاضر بارگاہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں۔ جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے۔ آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے عرض کرو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں۔ جب وہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے۔ اس لئے آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہی عرض کیا تو رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ حضرت ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب نماز شروع کی تو رسول اللہ ﷺ نے مرض میں تخفیف محسوس فرمائی۔ حضور اقدس ﷺ دو آدمیوں کے سہارے سے آئے درآنحالیکہ آپ ﷺ کے قدمین مبارکین سے لکیریں پڑ رہی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب آپ ﷺ مسجد میں آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کے مبارک قدموں کی آہٹ محسوس کی تو مصلیٰ سے پیچھے ہٹنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ارشاد کیا کہ اپنی جگہ کھڑے رہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔ (صحیح مسلم ۹-۱۷۸ ج۱)

خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کرتے تھے اے ابوبکر! اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے دین کے معاملہ میں آپ کو آگے کیا ہے۔ ہم اپنی دُنیا کے معاملات میں آپ کو آگے کیوں نہ کریں۔ (تاریخ الخمیس ص ۱۶۴ ج ۲)

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کھڑا کیا اور سب اصحاب نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اس موقع پر میں حاضر تھا غائب نہیں تھا۔ میں تندرست تھا بیمار نہیں تھا۔ اگر آپ ﷺ مجھے آگے کھڑا کرنا چاہتے تو حضور اقدس ﷺ مجھے آگے کھڑا کر دیتے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا اس لئے جس شخصیت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمارے دین کے معاملہ کے لئے پسند فرمایا ہم اس کو اپنی دُنیا کے معاملات کے لئے بھی پسند کرتے ہیں۔ (تاریخ الخمیس ص ۱۶۴ ج ۲)

رفیق اعلیٰ کی طلب

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تندرستی کی حالت میں ارشاد فرماتے تھے اللہ تعالیٰ ہرگز کسی نبی کی روح کو قبض نہیں فرماتا۔ یہاں تک کہ جنت میں اس کا مقام دکھا دیتا ہے اور پھر اسے اختیار فرماتا ہے جب حضور اقدس ﷺ بیمار ہوئے اور آپ ﷺ کا سرانور میری ران پر تھا تو لمحہ بھر حضور اقدس ﷺ پر غشی طاری ہوئی پھر جب افاقہ ہوا تو نظر مبارک چھت کی طرف اُٹھائی اور دعا فرمائی اللھم الرفیق الاعلیٰ اے اللہ رفیق اعلیٰ، میں نے یہ کلمات مبارکہ سنتے ہی کہا تو گویا اب حضور اقدس ﷺ ہم کو اختیار نہ فرمائیں گے اور مجھے بخوبی علم ہو گیا کہ اُس بات کا جس کا حضور اقدس ﷺ فرمایا کرتے تھے کا اختیار آپ ﷺ کو دے دیا گیا ہے اور وہ اختیار اللہ

تعالیٰ اپنے ہر نبی کو وصال باکمال سے قبل عطا فرماتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری کلام فرمایا وہ یہی کلمات مبارکہ تھے۔ **اللھم الرفیق الاعلیٰ**
(صحیح بخاری ص۹۶۴ ج۲)

سخاوت مبارکہ

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہی ایام علالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا وہ دینار کہاں ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں فوراً اُٹھی اور وہ دینار لا کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کر دیئے۔ تھوڑی دیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دیناروں کو اپنے دست اقدس میں اُلٹ پلٹ کرتے رہے پھر ارشاد فرمایا اے عائشہ! اگر میں یہ دینار اپنے گھر میں چھوڑ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوں تو رب تعالیٰ کیا فرمائے گا۔ اے عائشہ! ان کو جلدی سے مسکینوں میں تقسیم کر دو گویا جو آخری دینار بھی تھے خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مساکین میں تقسیم فرما دیئے اور وصل مبارک کی رات کو اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کسی انصاری عورت کے گھر کسی کو چراغ دے کر بھیجا کہ اگر تمہارے گھر تیل ہو تو اس میں چند قطرے ڈال دو۔ اس لئے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزع کے عالم میں ہیں۔ گویا اس حالت میں گھر میں چراغ بھی موجود نہ تھا۔ (تاریخ الخمیس ص۱۶۴ ج۲)

قارئین کرام وہ ذات اقدس جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطا فرما دی تھیں اس کے کاشانہ اقدس کی یہ کیفیت تھی کہ حیات طیبہ ظاہری کی آخری رات میں چراغ میں تیل بھی نہ تھا۔ سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام الشاہ محمد احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

ایام علالت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور قرض ایک یہودی سے پچھتر سیر جو لئے تھے۔ اس کی قیمت کے عوض اپنی زرہ مبارک بطور رہن رکھی ہوئی تھی۔ انہی ایام علالت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس غلام آزاد فرما دیئے۔

سکرات الموت کی شدت

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بوقت نزع کی شدت

دیکھنے کے بعد رب کسی اور کی نزع کی شدت کو میں برا خیال نہیں کرتی۔ (سنن نسائی ص۲۰۲ ج۱)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال با کمال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جس میں پانی تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پیالے میں اپنا دست اقدس ڈالتے پھر اپنے چہرہ اطہر پر پانی پھیرتے اور فرماتے اے اللہ موت کی سختی میں میری مدد فرما۔

(ترمذی ص۱۹۲ ج۱، طبقات ابن سعد ص۲۵۸ ج۲)

دوسری روایت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیالے میں اپنے دونوں دست اقدس داخل فرماتے پھر اپنے چہرہ اطہر پر ملتے اور فرماتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ بے شک موت میں سختی ہوتی ہے پھر دست اقدس کو کھڑا فرما کر فرماتے اللھم الرفیق الاعلیٰ "اے اللہ رفیق الاعلیٰ میں"

(صحیح بخاری ص۹۶۴ ج۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وصال مبارک کے لمحات طاری ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چادر اپنے چہرہ اطہر پر ڈالے ہوئے تھے۔ جب طبیعت پسند فرماتی تو اس کو چہرہ اطہر سے بار بار ہٹا دیتے تھے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد ص۲۵۸ ج۲)

یوم وصال نماز فجر میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ملاحظہ فرمایا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام علالت میں (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک پر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو امامت کرواتے رہے اور جب پیر کا دن ہوا (یوم وصال ہے) تو لوگ نماز میں صف باندھے (کھڑے) تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرہ اقدس کا پردہ اُٹھایا کھڑے کھڑے ہم کو دیکھنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اطہر قرآن پاک کا ایک ورق تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا کر ہنسنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار مبارک سے ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ ہم خوشی کے مارے نماز توڑنے ہی کو تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پیچھے کو ہٹے۔ اس لئے کہ صف میں مل جائیں اور سمجھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اشارے سے ارشاد فرمایا کہ اپنی نماز پوری کر لو پھر پردہ اقدس ڈال دیا۔ اس دن رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال با کمال ہو گیا۔ (صحیح بخاری ۴-۹۳ ج۱، صحیح ابن حبان ص۲۱۲ ج۹)

قارئین کرام جب تمام صحابہ علیہم الرضوان حالت نماز میں اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کا دیدار باکمال کررہے تھے اور اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کے دیدار باکمال کی خوشی میں ہاتھوں کو ہاتھوں پر مار رہے تھے توان کا رخ تو قبلہ سے پھر گیا تھا۔اس لئے کہ مدینہ منورہ میں قبلہ جنوب کی طرف ہے اور حضور اقدس ﷺ کا حجرہ اقدس مشرقی جانب ہے اس کے باوجود کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے منہ قبلہ سے پھیر کر اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کی طرف کر لئے تھے۔لیکن کسی کی نماز نہیں ٹوٹی بلکہ نماز کو وہیں سے جاری رکھا گیا تھا حالانکہ قبلہ کی طرف سے منہ پھیر لینے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور جب سینہ بھی پھر جائے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو یہ کیفیت حاصل ہوچکی تھی۔ہاتھوں پر ہاتھ مارنے کا عمل کثیر بھی ہورہا تھا۔لیکن کوئی عارضہ بھی نماز کو فاسد نہ کرسکا۔اس لئے کہ اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کی عظمت کا پاس کرنا روح نماز ہے۔سرکار اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدددین وملت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو　　کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

مگر دوسری طرف وہابیہ دیوبندیہ کے عقیدہ کو دیکھئے کہ ان کے امام اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ نماز میں حضور ﷺ کا خیال بیوی کی مجامعت اور بیل گدھے کے خیال سے زیادہ بدتر ہے اور یہ شرک کی طرف لے جاتی ہے (ملخصًا) (صراط مستقیم ص۸۶،مترجم ص۱۶۹-۱۷۰)نعوذ باللہ'' قارئین کرام غور کیجئے کہ جن لوگوں کا اس قدر غلیظ عقیدہ ہو یا ایسے عقیدہ والے کو جو اپنا امام وپیشوا مانے۔کیا یہ مسلمان کہلوانے کے حق دار ہیں؟

ان دیوبندیہ وہابیہ سے اہل سنت کا یہی اصولی اختلاف ہے ان جیسی سینکڑوں کفریہ عبارات ان کے اکابر نے اپنی کتب میں تحریر کی ہیں پھر غور کیجئے ایک طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا عقیدہ ہے اور دوسری طرف ان وہابیوں دیوبندیوں کا عقیدہ ہے تو یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اہل سنت کا عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین والا ہے۔برادر اعلیٰ حضرت مولانا محمد حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا

یاد خر سے ہو نمازوں میں خیال ان کا برا　　اُف جہنم کے گدھے اُف یہ خرافت تیری

ان کی تعظیم کرے گا نہ اگر وقت نماز　　ماری جائے گی تیرے منہ پر عبادت تیری

معوذتین سے دم فرمانا

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول ﷺ بیمار ہوئے تو اپنے اوپر قل

اعوذ برب الفلق اورقل اعوذ برب الناس پڑھ کے دم فرماتے تھے اوراپنا دست اقدس اپنے جسم اطہر پر پھیرتے تھے۔پھر جب آپ ﷺ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ ﷺ کا وصال باکمال ہواتو میں آپ ﷺ پر قل اعوذ برب الفلق اورقل اعوذبرب الناس پڑھ کردم کرتی تھی۔جن کو پڑھ کرآپ ﷺ دم فرماتے تھے۔

(صحیح بخاری ص ۸۵۶ ج ۲،صحیح مسلم ص ۲۲۴ ج ۲،جامع ترمذی ص ۱۷۷ ج ۲،سنن ابوداؤد ص ۱۸۹ ج ۲،سنن ابن ماجہ ص ۲۶۰،موطاامام مالک ص ۶-۵۸۵،سنن کبریٰ للنسائی ص ۳۶۷ ج ۴)

حیات طیبہ ظاہری کا آخری دن

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

آخری روز رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو یکے بعد دیگرے الوداع فرمایا اوران کوسپرد خدا فرمایا اورساتھ ہی ان کو وعظ ونصیحت فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی علی المرتضیٰ کو بلاؤ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور وہ سرہانے بیٹھ گئے۔حضور اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اے علی! فلاں یہودی کے چند درہم میرے ذمہ ہیں جواس سے لشکر اُسامہ کی تیاری کے لئے قرض لئے تھے۔خبر دار اس کے حق کو میری طرف سے تم اتارنا اور فرمایا اے علی! تم ان اشخاص میں پہلے ہوگے جوحوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے اور میرے بعد بہت سی ناگوار باتیں تمہیں پیش آئیں گی (جیسے فتنہ خوارج وغیرہ) تمہیں لازم ہے کہ دل تنگ نہ ہونا اورصبر کرنا اور جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا کو پسند کرتے ہیں توتم آخرت کواختیار کرنا۔ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کاغذ دوات لاؤ تک کہ تمہارے لئے ایک وصیت لکھ دوں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خوف کیا کہ جب تک لکھنے کا سامان مہیا کر کے لاؤں حضور اکرم ﷺ دُنیا سے کوچ کر جائیں گے اور وصیت کی دولت سے محروم رہ جاؤں گا۔پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو مرضی مبارک ہو وصیت فرمایئے میں یاد رکھوں گا۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی پابندی کرنا اور خبردار ہوشیار اپنے غلاموں اور باندیوں کے حق میں ان کولباس پہننے کو دینا۔ان کو کھانا پیٹ بھر کر دینا اوران کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات کرنا۔(مدارج النبوت ص ۶-۶۲۵ ج ۲)

چہرۂ اطہر پر وصال کے اثرات

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جس دن حضور اقدس ﷺ کا وصال باکمال ہوا

اس دن بوقت صبح حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے حاضرین کے بعد باہر تشریف لائے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ کیسی ہے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا اے علی اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اطہر پر وصال باکمال کے اثرات دیکھے ہیں جیسا کہ میں ابن عبدالمطلب کے چہروں پر موت کے وقت دیکھا کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری ص ۹۲۷ ج ۲، سیرت ابن ہشام ص ۲۵۹ ج ۴)

مسواک فرمانا

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ پر اللہ کی نعمتوں میں سے (ایک نعمت) یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں اور میری باری میں میری آغوش میں وصال باکمال فرمایا اور اللہ نے میرے تھوک اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال باکمال کے وقت جمع فرما دیا کہ میرے پاس حضرت عبدالرحمٰن بن ابی رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نظر مبارک مسواک کی طرف دراز فرمائی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکیہ دیئے بیٹھے تھے اور میں نے جان لیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی مسواک کو پسند فرما رہے ہیں پھر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کے لئے مسواک لے لوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرانور کے ارشارہ سے فرمایا کہ ہاں لے لو۔ میں نے اسے لے کر نرم کیا پھر مسواک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس میں دے دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوب مسواک فرمائی اور اس سے زیادہ فرمائی، جتنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ کرنے کی تھی۔ اس کے بعد مجھے واپس کی تو حق تعالیٰ نے اس دنیا کے آخری دن میں میرے لعاب دہن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن میں ملا دیا۔ مشکوٰۃ کی روایت میں مزید یہ اضافہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک برتن تھا جس میں پانی تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالتے پھر انہیں چہرے اطہر پر پھرتے، الخ۔

(مدارج النبوت ص ۱-۶۲۰ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۷، صحیح ابن حبان ص ۲۱۱ ج ۹)

مواہب اللدینہ میں ایک حدیث ہے جیسے عقیلی نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے تر مسواک لاؤ اور اسے نرم کرو کہ میں اسے چباؤں۔ تیرا لعاب ہمارے لعاب کے ساتھ مل جائے، اور یہ مجھ پر موت آسان کر دے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث

دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چبائی ہوئی مسواک کو استعمال کرنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ایک فعل کا بدلہ ہے۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ موت کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک فرما رہے تھے اس کے بعد مسواک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دی کہ اسے پانی سے دھو دیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک کو لے کر چوما اور اس کے بعد دھو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کر دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس دن کا بدلہ اب آخر وقت میں عطا فرمایا، لیکن اس روایت میں غربت وندرت یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسواک کو چبا کر مجھے دو کہ میں چباؤں تا کہ مجھ پر موت آسان ہو جائے۔ اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے انتہائی اعزاز و اکرام اور ان کے ساتھ محبت کا اظہار ہے...... مسند میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر موت کو آسان کر دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہتھیلی کی سفیدی کو جنت میں دیکھا ہے۔ اور ایک اور حدیث میں ابن سعد وغیرہ سے مرسلاً مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ میں نے ان کو جنت میں دیکھا ہے حتیٰ کہ مجھ پر موت ان کے سبب سے آسان کر دی گئی، گویا کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دونوں ہتھیلیوں کو جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کمال درجہ کی انتہائی محبت تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جنت میں متمثل کی گئیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس طرح موت آسان ہو جائے۔ اس لئے کہ خوشی کی زندگانی دونوں محبوبوں کے اجتماع میں ہے اور بوستان کا ذوق محبوبوں کے دیدار میں ہے۔ (مدارج النبوت ص ۲-۶۲۱ ج ۲)

حضرت ملک الموت اور حضرت جبریل امین علیہما السلام کی بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری اور لمحات وصال مبارک

حضرت جعفر بن محمد نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص قریش میں سے ان کے والد حضرت علی بن حسن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ کو حضرت ابوالقاسم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نہ سناؤں آپ نے فرمایا ضرور سناؤ وہ کہنے لگا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل امین حاضر ہوئے عرض کیا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس بھیجا ہے خصوصیت سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عزت افزائی فرمانے احترام

فرمانے کے لئے۔ رب تعالیٰ آپ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھتا ہے جو آپ ﷺ سے زیادہ اعلم ہے کہ آپ ﷺ اپنے کو کیسا پاتے ہیں۔ فرمایا اے جبرائیل میں اپنے آپ کو مغمگین پاتا ہوں اور اپنے کو ملول پاتا ہوں پھر حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں دوسرے دن حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ سے یہی عرض کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ویسا جواب ہی ارشاد فرمایا جو پہلے دن ہی دیا تھا۔ پھر آپ ﷺ کے پاس تیسرے روز حاضر ہوئے تو وہی عرض کیا جو پہلے دن عرض کیا تھا اور حضور اقدس ﷺ نے وہی جواب ارشاد فرمایا جو پہلے ارشاد فرمایا تھا اور ان کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جس کو اسماعیل کہا جاتا ہے۔ وہ ایک لاکھ ایسے فرشتوں کے سردار ہیں جو ہر ایک ایک لاکھ پر سردار ہیں۔ اس نے حضور اقدس ﷺ سے اجازت مانگی پھر آپ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا پھر جبرائیل امین نے عرض کیا کہ یہ ملک الموت حضرت اقدس ﷺ سے اجازت طلب کر رہے ہیں اس نے آپ ﷺ سے قبل کسی سے اجازت نہ مانگی اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی سے اجازت مانگے گا فرمایا اسے اجازت دے دو۔ انہوں نے اس کو اجازت دے دی پھر ملک الموت نے عرض کیا یا محمد ﷺ اللہ نے مجھے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا ہے تو اگر آپ ﷺ مجھے اجازت دیں تو میں آپ ﷺ کی روح اطہر قبض کرلوں۔ اگر آپ ﷺ مجھے ترک کرنے کا حکم فرمائیں تو میں ترک کردوں۔ تو ارشاد فرمایا اے ملک الموت کیا تم ایسا ہی کرو گے عرض کی جی ہاں، مجھے اس کا حکم ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ ﷺ کی اطاعت کروں۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل امین کی طرف دیکھا تو جبرائیل امین نے عرض کیا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے تو نبی کریم ﷺ نے ملک الموت سے ارشاد فرمایا کہ جس کا تم کو حکم دیا گیا ہے وہ کر گزرو۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کی روح اطہر قبض کرلی۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد ص ۲۶۰ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۹، دلائل النبوت للبیہقی ص ۱-۲۱۰ ج ۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت مروی ہے۔ (تاریخ الخمیس ۶-۱۲۵ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال باکمال کے دن حق تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم فرمایا کہ زمین پر میرے حبیب محمد مصطفےٰ ﷺ کے حضور حاضر ہو اور خبردار بغیر اجازت کے روح اطہر قبض نہ کرنا۔ تو قابض ارواح نے دروازہ اطہر کے باہر اعرابی کی صورت میں کھڑے ہو کر عرض کیا

السلام علیکم اهل بیت النبوۃ معدن الرسالۃ و مختلف الملائکۃ مجھے اجازت دیجئے کہ میں داخل ہوں تم پر خدا کی رحمت ہو۔ اس وقت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے حال میں مشغول ہیں۔ اس وقت ملاقات نہیں فرما سکتے۔ چنانچہ جتنے صاحبان اس وقت گھر میں موجود تھے۔ اس آواز کی ہیئت سے ان پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ ہوش میں آئے اور چشمان مبارک کو کھول کر ارشاد فرمایا کیا بات ہے۔ صورت حال عرض خدمت کی گئی۔ فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون ہے۔ یہ لذتوں کو توڑنے والا، خواہشوں اور تمناؤں کو کچلنے والا، اجتماعی بندھنوں کو کھولنے والا، بیویوں کو بیوہ کرنے والا اور بچوں اور بچیوں کو یتیم بنانے والا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا۔ تو رونے لگیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے میری بیٹی روؤ نہیں، کیوں کہ تمہارے رونے سے حاملین عرش روتے ہیں اور اپنے دست مبارک سے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے چہرہ انور سے اشکوں کو پونچھا اور دلداری و بشارت فرمائی...... اور فرمایا اے خدا انہیں میری جدائی پر صبر نصیب فرما۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پکارا واہ کرباہ ہائے مصیبت۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے والد پر آج کے بعد کوئی کرب واندوہ نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کرب واندوہ شدت الم اور درد کی صعوبت کی وجہ سے ہے اور بالواسطہ علاقہ جسمانی و بشری لوازمات کے تعلقات کی بناء پر ہوتی ہے۔ اس کے بعد سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا اپنے بچوں کو لاؤ۔ وہ حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما الرضوان کو حضور اکرم ﷺ کے سامنے لائیں۔ جب ان صاحبزادگان نے سب کو اس حال میں دیکھا تو رونے لگے اور اتنی گریہ وزاری کی کہ ان کے گریہ سے گھر کا ہر فرد رونے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو بوسہ دیا اور ان کی تعظیم وتوقیر اور ان سے محبت کے بارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام اُمت کو وصیت فرمائی۔ ایک روایت میں آیا ہے وہ دونوں حضور اکرم ﷺ کی آغوش مبارک میں رو رہے تھے جب ان کے رونے کی آواز حضور اکرم ﷺ کی گوش مبارک میں پہنچی تو حضور اکرم ﷺ بھی رونے لگے۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ تو گزشتہ آئندہ ہر حالت میں مغفور ہیں گریہ فرمانے کی کیا وجہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرا رونا اُمت کے لیے رحمت وشفقت کے طور پر ہے کہ میرے وصال کے بعد ان کا حال کیا ہو گا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ آگے بڑھیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ چشم مبارک کھولئے۔ میری طرف نگاہ کرم اُٹھائیے اور مجھے وصیت فرمائیے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ

میرے قریب ہو۔ فرمایا کل جو وصیت کی ہے وہی ہے اس پر تم عمل کرنا......(پھر) ملک الموت اعرابی کی صورت میں آئے اور اذن طلب کیا تو فرمایا کہو کہ آ جائیں۔ تو انہوں نے آ کر کہا السلام علیکم ایھا النبی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی روح مبارک قبض کروں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے ملک الموت اس وقت تک میری روح مبارک قبض نہ کرنا جب تک میرے بھائی حضرت جبرائیل نہ آ جائیں۔ اس کے بعد جبرائیل امین علیہ السلام روتے ہوئے آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے میرے بھائی دوست اس حال میں تم مجھے تنہا چھوڑ دیتے ہو۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بشارت ہو کہ میں حق تعالیٰ کی جانب سے ایک خبر لایا ہوں وہ یہ کہ داروغہ دوزخ کو حکم دے دیا گیا ہے کہ میرے حبیب ﷺ کی روح مطہر آسمان پر آ رہی ہے آتش دوزخ کو سرد کر دو اور حورعین کو وحی فرمائی ہے کہ خود کو آراستہ و پیراستہ کریں اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اُٹھو صف در صف کھڑے ہو کر روح محمدی ﷺ کا استقبال کرو اور مجھے حکم ہوا ہے کہ زمین پر جاؤ اور میرے حبیب ﷺ کو بتاؤ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی اُمتوں پر جنت اس وقت حرام ہے جب تک آپ ﷺ، اور آپ ﷺ کی اُمت اس میں داخل نہ ہو جائے اور کل قیامت کے دن آپ ﷺ کی اُمت آپ ﷺ کو اتنی دی جائے گی کہ آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے ملک الموت آؤ اور جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو پھر ملک الموت حضور اکرم ﷺ کی روح اطہر قبض کر کے اعلیٰ علیین میں لے گئے اور کہا یا محمد یا رسول رب العالمین۔ (مدارج النبوت ص ۶۲۴ ج ۲ تا ص ۶۲۷)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی روح مطہر و مطیب جدا ہوئی تو میں نے آپ سے ایسی خوشبو سونگھی کہ اس سے پہلے ایسی خوشبو میں نے کہیں اور نہ سونگھی تھی۔ اس کے بعد میں نے آپ ﷺ کے جسم اقدس کو چادر سے ڈھانپ دیا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ فرشتوں نے چادر اُوڑھائی تھی۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس دن رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی میں نے اپنا ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے سینہ اقدس پر رکھ دیا تھا اس کے بعد جمعے گزر گئے میں کھانا کھاتی وضو کرتی مگر میرے ہاتھ سے اس دن کی خوشبو نہ گئی۔

(مدارج النبوت ص ۶۲۷ ج ۲، سیرۃ النبویہ لابن کثیر ص ۲۷۲ ج ۴)

• حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ آسمان کی جانب سے (حضور

اقدس ﷺ کے وصال باکمال کے وقت) فرشتوں کی واہ محمداہ کی آواز سنتا تھا۔

(مدارج النبوت ص ۶۲۷ ج ۲)

پھر رسول اللہ ﷺ کا وصال باکمال ہو گیا اور اس طرح تعزیت کی آواز آئی **یا اھل بیت السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت انما توفون اجورکم یوم القیامۃ** " اے اہل بیت تم پر سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں، ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے قیامت کے دن ہمارے ثواب ضرور پورے پورے کیے جائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ کے نام میں ہر مصیبت کی تسلی ہے پس اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھو اور اس سے اُمید لگاؤ، مصیبت زدہ تو بس وہی شخص ہے جو ثواب سے محروم کر دیا گیا۔ السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہ۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تعزیت کرنے والے حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد ص ۲۶۰ ج ۲)

دوسری روایت میں دیگر کلمات سے حضرت خضر علیہ السلام کی تعزیت منقول ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۹ دلائل النبوت للبیہقی ص ۲۱۱ ج ۷)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گریہ وزاری

جب رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے از حد گریہ وزاری فرمائی، وہ کہتیں یا ابتا یا ابتا آپ ﷺ نے حق تعالیٰ کے بلاوے کو قبول فرمایا۔ واہ ابتا آپ نے جنت الفردوس میں اقامت فرمائی۔ وا ابتاہ آپ ﷺ کی رحلت کی خبر جبرائیل کو کون پہنچائے، وا ابتاہ آپ ﷺ کے بعد وہ وحی کس پر لائیں گے۔ اے خدا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح مبارک کو حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک سے ملا۔ اے خدا مجھے اپنے رسول کا دیدار نصیب فرما۔ اے خدا اپنے حبیب ﷺ کے ثواب سے دور نہ فرما اور روز قیامت حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ کرنا۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی رحلت فرمانے کے بعد سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو کبھی کسی نے ہنستے نہ دیکھا۔

(مدارج النبوت ص ۶۲۷ ج ۲، مستدرک ص ۷۶ ج ۳ والفظ الاول داری ص ۵۴ ج ۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گریہ وزاری

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی گریہ وزاری کرتی اور کہتیں تھیں ہائے افسوس اس نبی محترم ﷺ نے فقر کو تونگری پر، درویشی کو مالداری پر اختیار فرمایا۔ ہائے دین پرور کی یہ حالت تھی کہ ایک

رات بھی اُمت کے معاصی پر غم و فکر سے بے نیاز ہو کر بستر استراحت پر آرام سے نہ سوئے اور ہمیشہ قدم ثبات وقرار کے ساتھ محاربہ نفس کے مقام صبر و استقامت پر گامزن رہے اور اسے ترک نہ فرمایا بعد کبھی بھی کافروں کے ایذا وستم سے آپ ﷺ کے ضمیر منیر کے دامن پر ناگواری و ملامت کا غبار نہ آیا اور ارباب فقر و احتیاج کے اوپر احسان اور فضل و امتنان کے دروازوں کو بند نہ فرمایا۔ دشمنوں کی سنگ باری سے دندان مبارک اور رخسار مبارک مجروح ہوئے حوادث زمانہ نے آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پٹی باندھی اور آپ ﷺ کا شکم اطہر کئی کئی دن تک جو کی روٹی سے سیر نہ ہوا۔ (مدارج النبوت ص ۶۲۷ ج ۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت

ارباب سیر بیان کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کی وفات شریفہ کے بعد سراسیمہ اور پریشان ہو گئے جیسے ان کی عقلیں سلب کر لی گئیں ہوں اور ان کے حواس معطل ہو گئے۔ بعض حضرات کی زبان بند ہو گئی۔ ان کے ہوش وحواس اور قوت گویائی جاتی رہی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ان کے پاس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کو سنا بھی مگر سلام کا جواب نہ دے سکے۔ بعض حضرات اپنی جگہ جمے بیٹھے رہے جنبش کی طاقت تک نہ رہی۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہی حال تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آنسو بہا رہے تھے اور آہ و نالہ کر رہے تھے...... بعض بیمار اور لاغر ہو کر گھل گھل کر اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ بعض دعا کرتے اے خدا ہمیں اندھا کر دے کہ کسی اور کو دیکھنے کی ہم میں طاقت نہیں (جب ہمارے سرکار نے پردہ فرما لیا اب ہم کسی اور کو دیکھ کر کیا کریں گے) یہ اس طرح گڑگڑا کر فریاد کرتے تھے اور قسم کھاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات نہیں پائی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو حضرت موسیٰ کے صعقہ کی مانند صعقہ ہوا ہے...... بعض منافقین کہتے تھے محمد (ﷺ) نبی ہوتے تو وفات نہ پاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو تلوار کھینچ کر مسجد شریف کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جو یہ کہے گا کہ نبی ﷺ نے وفات پائی ہے میں اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔

(مدارج النبوت ص ۹-۶۲۸ ج ۲، اس کو شیعہ نے بھی نقل کیا ہے۔ روضۃ الصفاء ص ۴۲۴ تاریخ یعقوبی ص ۱۱۴ ج ۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری

منقول ہے کہ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر مقام سخ حوالی مدینہ طیبہ میں موجود تھے

جب انہیں اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ فوراً سوار ہو کر تیزی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ راستہ بھر روتے رہے۔ وا محمداہ والقطاع طمراء پکارتے رہے یہاں تک مسجد شریف میں آئے۔ دیکھا کہ لوگ پریشان حال ہیں کس کی طرف توجہ نہ دی نہ کسی سے بات کی اور سیدھے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں داخل ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور سے چادر مبارک اُٹھائی اور نورانی پیشانی کو بوسہ دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنے منہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن اقدس پر رکھا بوسہ دیا اور بولے مرگ کو سونگھا فریا کی وا نبیاء اس کے بعد سر اُٹھایا اور رونے لگے۔ دوسری مرتبہ بوسہ دیا اور کہا واصفیاء اور رونے لگے اور تیسری مرتبہ پھر بوسہ دیا اور کہا واخلیا اور عرض کیا یا بی انت وامی طبت حیاو میتا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر حال میں خوش و پاکیزہ رہے۔ حیات میں بھی اور وفات میں بھی اور عرض کیا لایجمع اللہ علیک موتتین اماالموتۃ التی کتبت علیک فقدو جدتھا ۔ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دو موتیں جمع نہ کرے گا وہ موت جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لازم کی گئی تھی۔ بلا شبہ اسے آپ نے پالیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کہیں بزرگ تر ہیں جتنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات بیان کی جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بالاتر ہیں جتنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رویا جائے اور اگر اختیار کی لگام ہمارے ہاتھ میں ہوتی تو ہم اپنی جانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر دیتے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ نے ہمیں میت پر بین کرنے سے منع فرمایا ہے تو ہم اتنا روتے (بین کی صورت میں) کہ آنکھوں سے چشمے جاری ہو جاتے۔ اے خدا ہماری طرف سے سلام پہنچا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنے رب کے پاس یاد رکھنا۔

(مدارج النبوت ص ۶۲۹ ج ۲، صحیح ابن حبان ص ۲۱۳ ج ۹ الفظ الاول کنز العمال ص ۹۲ ج ۷)

اس کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تسلی دینے کے لئے یقیناً سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باکمال ہو چکا ہے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ (مدارج النبوت ص ۶۳۰ ج ۲)

جس میں یہ بھی صراحت فرمائی کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باکمال ہو گیا جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا تو اس کا محبوب جو ہے اس کے لئے ہمیشہ کے لئے بقاء ہے۔ موت کا ذائقہ گویا اس کو نہ چکھنا ہے۔ (مدارج النبوت ص ۶۳۰-۱ ج ۲)

تو اس خطبہ شریفہ کو وہابیہ اور دیوبندیہ بڑے طمطراق سے پیش کر کے حیات النبی کے عقیدہ کے خلاف استدلال کیا کرتے ہیں تو یہ ان کی جہالت و خیانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس لئے کہ ہم اہل

سنت اللہ کے محبوب ﷺ کو خدا کا شریک نہیں سمجھتے۔ حبیب سمجھتے ہیں ان کی عبادت نہیں کرتے، تعظیم کرتے ہیں۔ یہ امور خود ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود سرکار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہیں۔ اصل میں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی دینا مقصود تھا۔

قارئین کرام و برادرانِ اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں مگر وہابی دیوبندی اس موقع پر خلط مبحث کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اس بات کے انکاری نہیں ہیں بلکہ ہمارا نظرہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر قانون موت طاری ہوا۔ آپ ﷺ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا درود وسلام کی شکل میں جنازہ مبارک پڑھا گیا، قبر انور میں دفن کیا گیا۔ یہ امور مابہ نزاع نہیں ہیں۔ البتہ قبر انور میں زندہ ہونے کا عقیدہ تمام اہل اسلام کا ہے کی تفصیل بحث ہم انشا اللہ اس کتاب کی جلد دوم میں کریں گے۔ الحمدللہ اس عقیدہ کے قرآن وحدیث سے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

بانی دیوبندی مذہب کا حضور اقدس ﷺ کی وفات شریفہ سے ہی انکار

قارئین کرام، برادرِ اسلام جس طرح ہم نے عرض کیا کہ ہم رسولِ اقدس ﷺ کو قبر انور میں زندہ تو ضرور مانتے ہیں مگر اس قانون کل نفس ذائقۃ الموت حضور اقدس ﷺ کا انکار نہیں کرتے۔ خود سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرالعزیز نے ان دونوں باتوں کو بیان فرمایا ہے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے

روح تو ہے سب کی زندہ ان کا
جسم پر نور بھی روحانی ہے

اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف
ان کے اجسام کی کب ثانی ہے

پاؤں جس خاک پر رکھ دیں وہ بھی
روح ہے پاک ہے نورانی ہے

اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح
اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

یہ ہیں حق ابدی ان کو رضا
صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

مگر دوسری طرف دیوبندی مذہب کے بانی منکر ختم نبوت مولوی قاسم نانوتوی تو رسول اقدس

ﷺ کی وفات شریفہ کے ہی منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر ایک دن کے لئے بھی موت واقع نہیں ہوئی اور روح اطہر کا جسم اطہر سے اخراج ہوا ہی نہیں۔ نعوذ باللہ وہ لکھتے ہیں کہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا، فقط مثل نور چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لئے سماع انبیاء علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے اور اس لئے ان کی زیارت بعد وفات بھی ویسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۱۶) دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے۔ اس میں انقطاع یا تفسیر و تبدل جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جاتا واقع نہیں ہوا۔ (آب حیات ص ۳۲ طبع ملتان) مزید لکھتے ہیں کہ بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہاں استتار حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے ...... بالجملہ جیسے حیات نبوی ﷺ اور حیات مومنین میں فرق ہے...... ایسے ہی موت نبوی ﷺ اور موت مومنین میں بھی فرق ہے۔ (آب حیات ص ۵-۱۹۴)

قارئین کرام! سرکار کی وفات شریفہ اور دیگر کی موت میں فرق تو یقیناً ہے مگر فرق مذکورہ بانی دیوبند کا خودساختہ ہے۔ یہ مولوی محمد حسین نیلوی آف سرگودھا نے بھی تسلیم کیا ہے لکھتے ہیں کہ مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن و حدیث کی مخصوص ارشادات کے خلاف ''جمال قاسمی ص ۱۵'' میں فرماتے ہیں ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج اجسامِ مبارکہ سے) نہیں ہوتا۔ (ندائے حق ص ۲۱۷ ج ۱)

اس حوالہ سے ہی دیوبندی سجاد بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت نانوتوی اس قول میں متفرد ہیں اور یہ ان کا مخصوص ذوق ہے۔ موت کا یہ مفہوم کتاب و سنت میں کہیں مذکور نہیں نہ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین آئمہ مجتہدین اور بعد کے علی راسخین سے اس کا کہیں نام و نشان (نہیں) ملتا ہے۔ گویا حضرت نانوتوی کا اختیار کردہ رائے جمہور سلف و خلف اور جمہور علماء اُمت کے خلاف ہے۔ (اقامۃ البرہان ص ۲۱)

حضرت عائشہ صدیقہ کا ماتم کرنے کی روایت کا تحقیقی جائزہ

شیعہ کے مشہور مناظر اسماعیل گوجروی نے براہین ماتم میں حضور اقدس ﷺ کے وسال باکمال کے موقع پر اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ماتم پیٹنا اور منہ پر ہاتھ مارنا نقل کیا ہے۔ حوالہ میں تاریخ طبری سیرت حلبیہ اور ابن ہشام کا حوالہ دیا ہے۔

الجواب

یہ روایت ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔ تاریخ طبری میں اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن حمید ہے۔ اس کے متعلق آئمہ محدثین کرام کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ محمد بن حمید منکر حدیثیں زیادہ روایت کرتا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی کسی روایت میں نظر ہے۔ امام نسائی نے فرمایا کہ یہ ثقہ نہیں جوز جانی کہتے ہیں کہ یہ ردی المذہب اور غیر ثقہ ہے۔ فضلک رازی نے کہا میرے پاس محمد بن حمید کی روایت کردہ پچاس ہزار احادیث ہیں لیکن میں ان میں سے ایک حرف بھی روایت نہیں کرتا۔ صالح بن محمد رسدی کہتے ہیں کہ ابن حمید جو حدیث ہمیں سُنا تا تو ہم اس کو تسیلم کرتے کہ یہ کثیر الحدیث ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے من ملہ میں اس سے بڑا بے باک کوئی دوسرا میں نے نہیں دیکھا، لوگوں میں سے روایت تین اور ایک کو دوسری میں غلط ملط کر دیتا۔ ابوالعباس بن سعید نے کہا کہ ابن خراش سے میں نے سنا کہ ابن حمید ہمیں حدثیں سنا تا اور اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۳۰-۱۲۹ ج ۹، طبع حیدر آباد دکن)

اس روایت کے دوسرے راوی محمد بن حمید کے اُستاد سلمہ بن فضل ہیں۔ ان کے متعلق محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری نے فرمایا سلمہ بن فضل کے پاس زیادہ منکر احادیث تھیں جن کو علی نے کمزور کیا۔ علی نے کہا کہ ہم نے رے نامی شہر سے باہر نکلتے وقت اس کی حدیثیں وہیں چھوڑ دی تھیں۔ برزعی کہتے ہیں کہ ابوزرعہ نے کہا کہ اہل رے سلمہ بن فضل کی طرف کیوں! کہ یہ شخص بری رائے اور ظلم سے موصوف تھا۔ ابراہیم بن موسیٰ نے کہا کہ میں نے اس سلمہ کے بارے ابوزرعہ کو بارہا اپنی زبان پکڑتے دیکھا جس سے وہ اس کا جھوٹا ہونا اشارۃً بیان کرتے تھے۔ امام نسائی نے اسے ضعیف کہا۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۵۳ ج ۴)

پھر اس کے تیسرے راوی محمد بن اسحاق ہیں ان پر جرح کے لئے اس کتاب کا باب قرأت علی الجنازہ کی ممانعت میں دیکھئے اور ابن ہشام وغیرہ کتب میں بھی محمد بن اسحاق کے مواد سے ہی مذکور ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ نا قابل حجت ہے۔ شیعہ کا اس سے استدلال باطل مردود ہے۔ اس طرح ایک روایت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ماتم کرنا مدارج النبوت سے شیعہ پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ مدارج میں معارج النبوت کے حوالہ سے مرقوم ہے معارج النبوت کے بارے میں سیدی اعلیٰ

حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (معارج النبوت کے مصنف) سُنی واعظ تھے۔ کتاب (معارج النبوت) رطب ویابس سب کچھ ہے۔ (احکام شریعت ص ۱۶۵ طبع لاہور)

اس لئے یہ روایت بھی ناقابل استدلال ہے اور شیعہ کا اس سے استدلال باطل ومردود ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے وصال مبارک کے متعلق ارشاد عالی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری حیات اقدس اور وصال مبارک دونوں تمہارے لئے خیر ہیں۔ حیات (مبارکہ) اس لئے کہ میں تمہیں اچھی باتیں بتاتا ہوں اور وصال اس لئے کہ مجھ پر تمہارے اعمال پیر اور جمعرات کی شب میں پیش ہوتے رہیں گے۔ اگر اچھے اعمال ہوں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کروں گا اور اعمال بد ہوں گے تو مغفرت کی دعا کروں گا۔

(کامل ابن عدی ص ۷۶ ج ۲ کنز العمال ص ۱۸۳ ج ۱۱ الفردوس ج ۲ ص ۱۳۷، کشف الخفاء ج ۱ ص ۴۴۲، الوفاء ص ۸۲۶)

حضرت بکر بن عبداللہ مزنی تابعی سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری حیات اقدس تمہارے لئے خیر ہے کہ تم دین کی باتیں پوچھتے ہو اور تمہیں اس کا جواب ملتا ہے۔ جب میرا وصال ہوگا تو وہ بھی تمہارے لئے خیر ہوگا کہ مجھ پر تمہارے اعمال پیش ہوں گے۔ میں اچھے اعمال دیکھوں گا تو اللہ کی حمد بیان کروں گا اور برے اعمال ہوں گے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کروں گا۔

(البدایہ والنہایہ ص ۲۷۵ ج ۵ کشف الخفاء للعجلونی ص ۴۳۲ ج ۱، المطالب العالیہ ۳۸۵۳، کنز العمال ص ۸۳ ج ۱۱ طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴، فضل الصلوٰۃ علی النبی لابن اسحاق ص ۳۸، شفاء السقام ص ۳۴، الخصائص الکبریٰ ج ۲، ۴۹۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی روایت مروی ہے اور دیگر حوالہ جات اس روایت کے مندرجہ ذیل ہیں۔

(البحر الزخار مسند البزار ج ۵ ص ۹-۳۰۸، مسند الحارث ج ۲ ص ۸۸۴، نوادر الاصول ج ۴ ص ۱۷۶، الفردوس ج ۱ ص ۱۸۳، الشفاء ج ۱ ص ۱۹، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷، زرقانی شرح مؤطا ج ۱ ص ۹۷، فیض القدیر ج ۳ ص ۴۰۰، کامل ابن عدی ج ۳ ص ۷۶، سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۱-۴۵۸، تفسیر روح المعانی ج ۱۴ ص ۲۱۳، طرح التثریب ج ۳ ص ۲۹۷)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال باکمال پر مدینہ منورہ کی ہر شے پر تاریکی چھا گئی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے باعث مدینہ منورہ کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح

مبارک قبض ہوئی تو مدینہ منورہ کی ہر چیز تاریکی میں ڈوب گئی۔

(جامع ترمذی ص ۲۰۳ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۹، اسد الغابہ ص ۱۴۵ ج ۱، مسند امام احمد ص ۱۳۲ ج ۳، شمائل محمدیہ ص ۳۳۴، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۷، البدایہ والنہایہ ج ۴۔ ۲۷۳ ج ۵، مسند ابی یعلیٰ ص ۳۴۴ ج ۳، طبقات الکبریٰ لابن سعد ص ۲۶۱ ج ۲، مواہب اللدنیہ ص ۶۸ ج ۲، انوار محمدیہ ص ۵۴، متدرک ص ۴۷ ج ۳، سنن دارمی ص ۵۴ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۲۱۸ ج ۹)

حضور اقدس کے وصال باکمال کا دن اور تاریخ

حضرت عمر بن علی اوسط زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باکمال ۱۲ ربیع الاول شریف کو ہوا۔ (طبقات الکبریٰ لابن سعد ص، ج ۲) اس کو ہی دیگر جلیل القدر محدثین کرام نے اختیار کیا۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے اس پر مستقل رسالہ تاریخ ولادت و وصال پر نطق الہلال تحریر فرمایا۔ وہ ملاحظہ کیا جائے۔ البتہ اس میں اختلاف تو ضرور ہے جب مسلمان اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن ولادت مناتے ہیں تو وہابی دیوبندی یہی بہانہ کرتے ہیں کہ یہ یوم وصال بھی ہے لوگ کیوں نہیں مناتے۔ تو ہم کہتے ہیں سوگ صرف تین دن ہے اس کے بعد جائز نہیں ہے۔ اختصار مانع ہونے کی وجہ سے صرف دیوبندی مفتی عبدالرحمٰن اشرفی مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کا ایک فتویٰ پیش خدمت ہے۔

سوال:۔ ۱۲ ربیع الاول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش اور وفات کا دن ہے۔ ایک طرف تو خوشی ہے اور دوسری طرف غمی ہے۔ کیا اس دن جشن منانا جائز ہے یا غمی و افسوس کرنا بہتر ہے۔

جواب:۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال کے بعد زندہ ہیں بلکہ پہلی حیات سے انتقال کے بعد کی حیات زیادہ قوی ہے۔ اس لئے غمی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ بھی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور ۲۷ فروری ۱۹۸۷ ص ۲۲)

وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں کہ جس کو حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور وہ شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔

(الشمامۃ العنبریہ ص ۱۲)

مزید جشن میلاد شریف پر دلائل اور معترضین کے دلائل کے پوسٹ مارٹم کے لئے برادر گرامی مناظر اسلام مولانا غلام مرتضیٰ ساقی آف گوجرانوالہ کی تصنیف لطیف کیا جشن عید میلاد النبی غلوض الدین ہے؟ کا مطالعہ فرمائیں۔ اور فقیر کی کتاب تاریخ میلاد النبی بھی ملاحظہ کیجئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باکمال پیر شریف کے دن ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُم

المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال پُر ملال کس دن ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا پیر شریف کے دن تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بھی اُمید ہے کہ میں بھی اس دن انتقال کر جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(صحیح بخاری ص ۱۸۶ ج ۱، صحیح مسلم ص ۱۷۹ ج ۲، شمائل ترمذی ص ۲۷، شرح السنہ ص ۱۴۵۱، مصنف عبدالرزاق ص ج ۱۲، مسند امام احمد ص ۲۷ ج ۶، صحیح ابن حبان ص ۲۱۰، ج ۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اے اہل اسلام تمہارے آقا و مولیٰ ﷺ کی ولادت با سعادت بھی پیر شریف کو ہوئی۔ آپ ﷺ کی بعثت بھی پیر شریف کو ہوئی، مکہ معظمہ سے ہجرت بھی پیر شریف کو ہوئی، فتح مکہ بھی پیر شریف کو ہوا، سورۃ مائدہ کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم بھی پیر کو نازل ہوئی اور حضور اقدس ﷺ اسی دن رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ (دلائل النبوت للبیہقی ص ۲۳۳ ج ۷، سیرۃ النبویہ لابن کثیر ص ۵۰۵ ج ۴) وصال با کمال کے وقت عمر مبارک تریسٹھ سال ہے۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے مگر یہی صحیح ہے۔

بارہ ربیع الاول حضور ﷺ کی تاریخ وصال نہیں

(ایک الزامی جواب)

بارہ ربیع الاول حضور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کی تاریخ ہے جبکہ مخالفین بارہ ربیع الاول کوتاریخ وصال بتاتے ہیں۔ دلیل کیلئے البدایہ والنھایہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول پیش کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں محمد بن واقدی سے ایک روایت ہے جس کے بارے میں امام اسحاق بن ماویہ امام علی بن مدینی امام ابوحاتم الرازی اورنسائی نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ واقدی اپنی طرف سے حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا۔ امام یحییٰ بن معین نے کہا کہ واقدی ثقہ یعنی قابل اعتبار نہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ واقدی کذاب ہے اور احادیث میں تبدیلی کر دیتا ہے۔ بخاری اور ابوحاتم بن عدی نے کہا کہ واقدی کی روایت کردہ احادیث تحریف سے محفوظ نہیں۔ امام ذہبی نے کہا کہ واقدی کے سخت ضعیف ہونے پر آئمہ جرح وتعدیل کا اجماع ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۴۲۴ اور ص ۴۲۵ ج ۲ طبع ہند ص ۱۱۰ ج ۳ طبع مصر) امام بخاری نے فرمایا کہ واقدی متروک الحدیث ہے۔ امام احمد بن مبارک بن نمیر اور اسماعیل زکریا نے اسے ترک کر دیا۔ امام بخاری نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبل نے واقدی کو کذاب کہا۔ معاویہ بن صالح کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے واقدی کو کذاب قرار دیا۔ یحییٰ بن معین نے کہا واقدی ضعیف ہے وہ ثقہ نہیں۔ تہذیب التہذیب ص ۲۴ ج ۱، لہٰذا یہ روایت پایہ اعتبار سے بالکل ساقط ہے اور اس قابل ہی نہیں کہ اس سے استدلال کیا جا سکے۔

تحقیق مزید

امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن السہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حساب پر کسی طرح بھی حال دائر ہو مگر بارہ ربیع الاول کو یوم وفات پیروار کسی صورت نہیں آ سکتا۔ الروض الانف ص ۲۷۲ ج ۲، یہی مضمون امام ذہبی

کی کتاب تاریخ اسلام جزء السیرۃ ص ۳۹۹، امام نورالدین علی بن احمد السمہودی کی وفاء الوفا ص ۳۱۸ ج ۱، ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ص ۲۵۶، ج ۵، امام علی بن برہان الدین حلبی کی سیرت حلبیہ ص ۴۷۳ ج ۳ پر موجود ہے۔ ان شواہد کی روشنی میں معلوم ہوا کہ بارہ ربیع الاول کا یوم وفات ہونا کسی طرح بھی ثابت نہیں، نہ عقلاً نہ نقلاً نہ روایۃً نہ درایۃً وللہ الحمد مزید دیکھئے امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب فتح الباری ص ۱۳۰ ج ۸، وہابیہ کے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے لڑکے عبداللہ نے تاریخ وفات ۸ ربیع الاول لکھی ہے۔ مختصر سیرت رسول ص ۹، دیوبندی شبلی نعمانی نے تاریخ وفات یکم ربیع الاول لکھی ہے۔ سیرت النبی ص ۱۶۰ ج ۲ ۔ اب ہم دیوبندی حضرات کے اکابرین سے اپنے مؤقف کو ثابت کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے کہ

دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ کی تاریخ وفات ربیع الاول کی بارہ غلط مشہور ہے نویں تاریخ کو حضور نے حج کیا اور وہ جمعہ کا دن تھا اور اسی سال وفات ہوئی اور دوشنبہ کو ہوئی۔ یہ مقدمات سب متواتر اور قطعی ہیں۔ اب اس کے بعد کوئی حساب ایسا نہیں ہوسکتا جس سے دوشنبہ کو بارہ ربیع الاول ہو۔ خدا معلوم یہ کہاں سے مشہور ہو گیا۔ (افاضات الیومیہ ص ۲۲۱ ج ۸، مطبوعہ ملتان) اور تاریخ (وفات) کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیوں کہ اسی سال ذی الحجہ کی نویں جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ ثابت ہے بس جمعہ کو نویں ذی الحجہ ہو کر بارہ ربیع الاول دوشنبہ کو کسی طرح نہیں ہوسکتی۔ (نشر الطیب ص ۲۴۱ ج از تھانوی مطبوعہ تاج کمپنی)

دیوبندی مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع آف کراچی لکھتے ہیں: کہ تاریخ وفات میں مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور یہی مؤرخین لکھتے چلے آئے ہیں۔ لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہوسکتی کیوں کہ یہ بھی متفق علیہ اور یقینی امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی، اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا حج ۹ ذی الحجہ روز جمعہ کو ہوا۔ ان دونوں باتوں کے ملانے سے ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ نہیں پڑتی۔

(سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۴۴ مطبوعہ کراچی)

جو دیوبندی بارہ ربیع الاول کے یوم وفات ہونے پر بضد ہو کر میلاد شریف کی خوشی سے روکتے ہیں وہ اپنے مفتی عبدالرحمٰن آف جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ پڑھیں۔ ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ یہ سوال و جواب پیش ہیں۔

سوال بارہ ربیع الاول حضرت محمد ﷺ کی ولادت اور وفات کا دن ہے۔ ایک طرف تو خوشی ہے اور دوسری طرف غمی ہے۔ کیا اس دن جشن منانا جائز ہے یا کہ غمی اور افسوس کرنا بہتر ہے؟ مفتی عبدالرحمٰن

دیوبندی کا جواب ملاحظہ ہو کہ جواب، حضور ﷺ انتقال کے بعد بھی زندہ ہیں بلکہ پہلی حیات سے انتقال ہے بعد کی حیات زیادہ قوی ہے اس لئے غمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ بھی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ روز نامہ جنگ لاہور ۸۷-۲-۲۷ دیوبندی حضرات غور کریں کاش یہ لوگ جتنا میلاد کی خوشی سے روکتے ہیں اتنا ہی بے حیائی زنا شراب خوری اور دوسری برائیوں سے روکتے لیکن ان سے یہ کب توقع کی جاسکتی ہے۔۔

نوٹ: یہ گفتگو تاریخ وصال کے حوالہ سے جو ہم نے الزامی طور پر کی ہے۔

غسل مبارک

اُم لمومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو غسل مبارک دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اللہ کی قسم ہمیں علم نہیں کہ ہم اپنے مردوں کو طرح نبی کریم ﷺ کے بھی کپڑے اتار دیں یا آپ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیں۔ جب لوگوں میں یہ اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی حتیٰ کہ ان میں سے ایک کی ٹھوڑی اس کے سینے میں لگی ہوئی تھی۔ پھر گھر کے ایک کونے سے کسی کلام کرنے والے نے کلام کیا جسے (متکلم وہ لوگ نہیں جانتے تھے) (کلام سے تھا) نبی کریم ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دو۔ لہٰذا وہ لوگ نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھے اور حضور اقدس ﷺ کو آپ ﷺ کی قمیص مبارک سمیت غسل دیا۔ وہ قمیص مبارک پر پانی ڈال رہے تھے وہ اپنے ہاتھوں سے نہیں بلکہ (حضور اقدس ﷺ) قمیص مبارک کے ساتھ ہے۔ حضور اقدس ﷺ کو مل رہے تھے۔

(سنن ابوداؤد ص ۹۲ ج ۲، مسند امام احمد ص ۲۶۷ ج ۶ مستدرک ابی یعلی ۴۴۹۴، مستدرک للحاکم ۲۷۶ ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ۳۹۸، ج ۳، موارد الظمان ۲۱۵۶ صحیح ابن حبان ص ۲۱۶ ج ۹)

چنانچہ حضور اقدس وانور ﷺ کو غسل دینے کی سعادت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات کو نصیب ہوئی۔ حضور اقدس ﷺ کے غسل مبارک کے لئے غرس نامی کنویں سے پانی لایا گیا جو قبا کے نزدیک تھا۔ یہ سعد بن خثیمہ کی ملکیت تھا۔ حضور اقدس ﷺ اکثر اس کنویں کا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ اس کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غرس کنواں بہترین کنواں ہے۔ یہ جنت کے چشموں میں سے بہترین چشمہ ہے۔ اس کا پانی نہایت پاکیزہ ہے۔ (سیرۃ النبویہ ص ۵۲۱ ج ۴، البدایہ والنھایہ ص ۵-۲۴۴ ج ۷) حضور اقدس ﷺ کو غسل مبارک کے لئے اس پانی میں

بیری کے پتے مصد کے گئے۔ حضور اقدس ﷺ کو غسل مبارک دینے والے سب حضرات جو شریک ہوئے ان کے اسماء مبارک یہ تھے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دو صاحبزادے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور قثم بن عباس، ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب، حضرت اسامہ بن زید اور حضور اقدس ﷺ کے غلام حبشی حضرت صالح رضی اللہ عنہ۔ (مدارج النبوت ص ۶۳۵ ج ۲)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو اپنے سینہ پر لیا اور ہاتھوں میں دستانے پہن کر ہاتھوں کو پیرین مبارک میں داخل کیا۔ حضرت اُسامہ قمیص مبارک کے اوپر پانی ڈالتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت قثیم ایک پہلو مبارک دوسرے پہلو مبارک تک پانی پہنچانے میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی امداد کررہے تھے اور غیب سے بھی غسل مبارک میں اعانت واقع ہوئی۔ چنانچہ ان کو اب معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اور ہاتھ ان کے ہاتھ سے مس ہو رہا ہے۔ ان سب کی آنکھوں پر پٹیاں باندھی ہوئی تھیں۔ (مدارج النبوت ص ۶۳۶ ج ۲) حضور اقدس ﷺ کے جسم اطہر سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی جس طرح دیگر لوگوں کے پیٹ سے خارج ہوتی ہے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ قربان ہوں۔ آپ ﷺ جیسے حیات طیبہ (ظاہری) میں پاک تھے ویسے ہی وصال باکمال کے بعد بھی پاک تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۶۷ ج ۸، مدارج النبوت ص ۶۳۶ ج ۲، مستدرک امام حاکم ص ۶۰ ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۵۳ ج ۴)

غسل مبارک کے وقت حضور اقدس ﷺ کی مبارک پلکوں کے نیچے اور گوشہ ناف مبارک میں پانی جمع ہو گیا تھا۔ سرکار حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اس مبارک پانی کو اپنی زبان مبارک سے چوس لیا۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے مجھ میں علم کی کثرت اور حافظہ کی قوت زیادہ ہے۔

(مدارج النبوت ص ۶۳۷ ج ۲)

غسلِ مبارک کی تکمیل پر حضور اقدس ﷺ کے مفاصل شریف (عضا مبارک کے جوڑ) اور مقام سجدہ کو خوشبو سے معطر کیا گیا اور تین مرتبہ عود کی دھونی دی گئی پھر حضور اقدس ﷺ کو لٹا دیا گیا۔

(مدارج النبوت ص ۶۳۷ ج ۲)

حضور اقدس ﷺ کے جسم اطہر کو لگائی جانے والی خوشبو جو بچ گئی تھی سرکار حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق اپنے صاحبزدوں کو وصیت فرمائی کہ میرے کفن میں یہی خوشبو لگانا (اس لئے کہ یہ حضور اقدس ﷺ کا تبرک ہے) (مدارج النبوت ص ۶۳۷ ج ۲)

تکفین مبارک

حضور اقدس ﷺ کو تین سمولی کپڑوں میں کفن دیا گیا ہے۔ سمولی منوب بہ سمول بمعنی قصار ہے اور یہ روایت کپڑے کے سفید اور دھلے ہونے میں زیادہ مشہور المعروف ہے۔ سمل سفید دھلے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں۔ وہ مشہور روایت یہ ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سمولیہ کے ساختہ سوتی سفید رنگ کے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔
(صحیح بخاری ۱۶۹ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۵ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۵ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۰۹)

اس روایت کے مزید حوالہ جات اس کتاب کے باب کفن میت میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضور اقدس ﷺ کی تکفین مبارک کی روایات مختلف مروی ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے کفن مبارک میں قمیص داخل تھی یا نہیں تو متعدد علماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت موجود ہے جن میں یہ صراحت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے کفن مبارک میں قمیص شامل تھی تو جن حضرات نے اس سے انکار کیا ہے ان کا انکار درست نہیں ہے جن روایات میں انکار ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کفن مبارک میں قمیص مبارک وہی شامل تھی جو حضور اقدس ﷺ نے پہنی ہوئی تھی۔ اس سے الگ دوسری قمیص نہ پہنائی گئی۔ ہم طوالت کو ترک کرتے ہوئے روایات کے حوالہ جات درج کر رہے ہیں۔ ان روایات کو اس کتاب باب الکفن میت میں ملاحظہ کیا جائے جن میں یہ صراحت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے کفن مبارک میں قمیص شامل تھی۔ راوی کے اسماء مبارک مع حوالہ جات یہ ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مجمع الزوائد ص ۲۳ ج ۳، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ابوداؤد ص ۹۳ ج ۲، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۰۰ ج ۳، نصب الرایہ ص ۲۶۹ ج ۲، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بدائع الصنائع ص ۳۷ ج ۲، مصنف عبدالرزاق ص ۴۲۳ ج ۳، حضرت جابر بن سمراء رضی اللہ عنہ کامل بن عدی ص ۴۶ ج ۷، نصب الرایہ ص ۲۶۹ ج ۲، حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کتاب الآثار الامام محمد ص ۴۶، مصنف عبدالرزق ص ۴۲۳ ج ۳)

قبر مبارک

حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کو کھودنے کے لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو اس لئے بلایا کہ ان میں سے ایک حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بلا لائے اور دوسرا حضرت ابوطلحہ کو بلا لائے۔ حضرت ابوعبیدہ بغیر لحد کے قبر کھودا کرتے تھے۔ حضرت ابوطلحہ لحد والی قبر کھودنے میں مہارت رکھتے تھے۔

جب وہ دونوں آدمی ان حضرات کو بلانے کے لئے چلے گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی کہ
اللھم خر لرسولك اے اللہ تو اپنے رسول کے لئے جس (طریقہ) کو پسند فرماتا ہے اس (طریقہ
والے) کو بھیج دے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فوراً آ گئے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لحد والی قبر
مبارک تیار کی گئی۔ (سیرۃ النبویہ ص ۵۱۹ ج ۴) اس لئے کہ حضور اقدس کو یہی محبوب تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ مبارک

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میرے
غسل (مبارک) اور کفن (مبارک) سے فارغ ہو جاؤ تو میری نعش مبارک کو رکھ کر باہر چلے جانا سب
سے پہلے جبریل مجھ پر صلاۃ (درود شریف) پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے
سارے لشکروں کے ساتھ پھر گروہ، گروہ آ کر مجھ پہ درود وسلام عرض کرتے جانا۔
(مستدرک للحاکم ص ۲۷۶ ج ۳، اتحاف اسادۃ المتقین ص ۲۹۰ ج ۱۰)

امیر المومنین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ جب حضور پر نور سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے کر سریر منیر پر لٹایا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کر کھڑا نہ ہو کہ وہ تمہارے امام ہیں۔ دنیوی زندگی میں بھی اور وصال
کے بعد بھی، پس لوگ گروہ در گروہ آتے اور پرے کے پرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ درودو (سلام)
کرتے کوئی ان کا امام نہ تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
سامنے کھڑے عرض کرتے

السلام علیك ایها النبی ورحمة الله و برکاتهٗ اللهم انا نشهد ان قد بلغ ما
انزل الیه و نصح لامته و جاهد فی سبیل الله من اعز الله دینه و تمت کلمته
اللهم فاجعلنا ممن تبع ما انزل الیه و ثبتنا بعده واجمع بیننا وبینه فیقول
الناس، آمین۔

سلام حضور پر اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں الٰہی ہم گواہی دیتے ہیں کہ
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنچا دیا وہ کچھ جو ان کی طرف اتارا گیا اور ہر بات میں اپنی اُمت
کی بھلائی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب کیا اور
اللہ کا فرمان پورا ہوا الٰہی تو ہم کو ان پر اتاری ہوئی کتاب کے پیرووں میں سے کر اور ان کے

بعد بھی ان کے دین پہ قائم رکھ اور روزِ قیامت ہمیں ان سے ملا'' مولا علی یہ دعا کرتے اور حاضرین امین کہتے۔ یہاں تک کہ ان پر مردوں پھر عورتوں پھر لڑکوں نے صلاۃ (درود وسلام) کی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ص ۲۶۴ ج ۲)

حضرت محمد ابراہیم تیمی مدنی سے روایت ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کو کفن دے کر سریر مبارک پر آرام دیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا

السلام علیك ایھا النبی ورحمة الله و برکاته

سلام ہو حضور پر اے نبی اور اللہ کی مہر اور اس کی افزونیاں۔

دونوں حضرات کے ساتھ ایک گروہ مہاجرین وانصار کا تھا جس قدر اس حجرہ پاک میں سما جاتا۔ ان سب نے یونہی سلام عرض کیا اور صدیق و فاروق پہلی صف میں حضور سید عالم ﷺ کے سامنے کھڑے یہ دعا کرتے تھے:

اللھم انا نشھدان قدبلغ ما انزل الیه و نصح لا مته و جاھدنی سبیل الله حتی اعزالله دینه و تحت کلمة فاومن به وحده لا شریك فاجعلنا یا الھنا ممن یتبع القول الذی انزل معه واجمع بیننا وبینه حتی نعرفه و تعرفه بنا فانه کان باعونین رئو فارحیما لا یبنغی با لا یمان بد لا و لانشتری بد تمنا ابدا

الٰہی ہم گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ تو نے اپنے نبی پر اتارا حضور اقدس ﷺ نے اُمت کو پہنچا دیا اور اُمت کی خیر خواہی میں رہے اور راہ خدا میں جہاد فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی باتیں پوری ہوئیں۔ میں ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہوں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اے معبود ہمارے ہمیں ان کی کتاب کے پیروؤں میں کر جو ان کے ساتھ اتری اور ہمیں ان سے ملا کہ ہم انہیں پہچانیں اور ہماری پہچان تو ان کو کروا دے کہ وہ مسلمانوں پر مہربان رحم دل تھے۔ ہم نہ ایمان کسی چیز سے بدلنا چاہیں نہ اس کے عوض کچھ قیمت لینا۔ لوگ اس دعا پر آمین کہتے تھے پھر باہر جاتے اور آتے یہاں تک کہ مردوں پھر عورتوں پھر بچوں نے حضور اقدس ﷺ پر صلاۃ (درود شریف) پڑھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ص ۲۶۲ ج ۲، البدایہ والنھایہ ص ۲۶۵ ج ۵)

اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی ہے اس میں امام کوئی نہ تھا۔ اس کی کئی حکمتیں ہیں مثلاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود اولین و آخرین سب کے امام تھے۔ ہر غلام اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کرے اور اس کو اس سعادت سے سرفراز کیا جا سکے۔

ان مذکورہ بالا روایات کے علاوہ بھی متعدد روایات اس مفہوم کی موجود ہیں۔ صرف خوف طوالت کی وجہ سے ترک کیا گیا ہے۔

ایک اور روایت میں سب سے پہلے رب تعالیٰ کے صلوٰۃ کا ذکر ہے۔ (مدارج النبوت ص ۶۳۹ ج ۲)

جس وقت اہل بیت نے نماز پڑھ لی تو لوگوں کو معلوم نہ ہوا کیا پڑھیں اور کیا دعا کریں پھر لوگوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا تم حضرت علی المرتضیٰ کرم رضی اللہ عنہ سے پوچھو پھر انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ:

ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا اللھم ربنا لبیك وسعدیك صلوٰت اللّٰہ بر الرحیم و الملئکۃ المقربین والنبین والصدیقین والشھداء والصالحین وما سبح لك من شیء یارب العالمین الشاھد البشیر الداعی باذنك السراج المنیر وعلیہ السلام

(مدارج النبوت ص ۶۴۰ ج ۲ طبع لاہور)

تدفین مبارک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال با کمال دوشنبہ پیر کو ہوا اور سہ شنبہ پورا گزر گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تخت شریف مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چہارشنبہ (بدھ) کی رات دفن کیا گیا۔

(مدارج النبوت ۶۴۰-۶۳۹ ج ۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر غور و فکر کر رہے تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کہاں بنائی جائے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ کوئی نبی دفن نہیں کیا گیا مگر جہاں اس کی روح قبض کی گئی۔ ایک روایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا روئے زمین پر کوئی خطہ خدا کے نزدیک اس خطہ سے گرامی تر نہیں ہے جس میں نبی کی روح کو قبض کیا گیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک کو

اٹھایا گیا اور اس خاص جگہ قبر مبارک کھودنا طے پایا (گویا یہ ارشاد عالی سنتے ہی سب کی تشویش ختم ہوگئی)
(مدارج النبوت ص ۴۴۰ ج ۲)

جب قبر انور تیار ہوگئی چہار شنبہ (بدھ) سحر کا وقت تھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی تدفین عمل میں آئی۔ (سیرۃ النبویہ ص ۵۳۹ ج ۴)

پہلے زمین پر ایک سرخ رنگ کا کمبل بچھایا گیا پھر قبر انور میں حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عباس کے صاحبزادے حضرت فضل اور حضرت قثم اور حضور اقدس ﷺ کے آزاد کردہ غلام شقران اُترے۔ اوس بن خولی نے عرض کیا کہ خدا کے لئے ہمیں رحمت عالم اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی تدفین میں حصہ لینے کی سعادت عنایت فرمایئے۔ آپ نے ان کو بھی اجازت عطا فرمادی۔ (سیرۃ النبویہ لابن کثیر ص ۵۴۱ ج ۴)

حضور اکرم ﷺ کو قدم اقدس کی جانب سے قبر انور میں داخل کیا۔ (مدارج النبوت ص ۶۴۱ ج ۲)

حضرت سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ ایک روز اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنا خواب بیان کیا کہ تین چاند میری گود میں آ کر گرے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا یہ خواب سچا ہوا تو تیرے گھر میں تین افضل الناس اشخاص کی تدفین ہوگی۔ جب رسول اقدس ﷺ کا وصال با کمال ہوا اور حضور اقدس ﷺ کی تدفین اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ اقدس میں ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اے عائشہ یہ تین چاندوں میں سے افضل ترین چاند ہے۔ (سیرۃ النبویہ ص ۵۳۸ ج ۴، کنز العمال ص ۹۲ ج ۷)

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم سب جمع ہو کر اللہ کے محبوب ﷺ کی جدائی میں رو رہے تھے۔ ہم میں سے کسی نے اس رات کو آنکھ تک نہ جھپکی۔ ہم اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی زیارت با کمال میں تھے کہ سحری کے وقت ہم نے کدالوں کی آوازیں سنی تو ہماری چیخیں نکل گئیں۔ مسجد میں جمع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آہ و فغاں کی آوازیں بھی بلند ہونے لگیں۔ تمام مدینہ طیبہ اس گریہ وزاری سے لرز گیا۔ حضرت بلال نے اذان فجر دی۔ جب انہوں نے اشھد ان محمد الرسول اللہ پڑھا تو ان پر گریہ طاری ہوگیا۔ سسکیاں لے کر رونے لگے۔ اس رونے نے ہمارے غم کو اور بڑھا دیا۔ لوگوں نے حجرہ اقدس میں داخلے کی کوشش کی لیکن دروازہ بند کر دیا گیا۔ حضور اقدس ﷺ کی جدائی تمام مصیبتوں میں بڑی مصیبت الم انگیز اور روح فرسا تھی۔ ہم پر جب بھی کوئی مصیبت آتی تو ہم اس جدائی کو یاد کر کے اپنے دلوں کو تسلی دے لیا کرتے تھے۔ (سیرۃ النبویہ ص ۵۳۸ ج ۴)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے بعد حضرت بلال بن رباح نے اپنے پانی کے مشکیزہ سے قبر انور پر چھڑکاؤ کیا۔ سر اقدس سے قدمین شریفین تک چھڑکاؤ کیا گیا۔ (سیرت النبویہ ص ۵۴۰ ج ۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور خشت خام سے بنائی گئی۔ (مدارج النبوت ص ۶۴۴ ج ۲)

حضرت قثم آخری شخص تھے جو قبر انور سے باہر آئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آخری شخص جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اطہر دیکھا وہ میں تھا۔ میں نے قبر انور میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب ہائے مبارک جنبش فرما رہے ہیں۔ میں نے کانوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک کے قریب کیا۔ میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ رب اُمتی اُمتی۔ (مدارج النبوت ص ۶۴۱ ج ۲)

جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شرکت

شیعہ لوگ سادہ لوح اہل اسلام عوام کو ورغلانے کے لئے من گھڑت کہانیاں سناتے ہیں۔ ان میں سے ان کی ایک خود ساختہ کہانی یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ تک ادا نہ کی بلکہ اس موقع پر اپنی خلافت کی دوڑ دھوپ میں لگے رہے حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفن کر دیا وہ بعد میں آئے۔ نعوذ باللہ۔

قارئین کرام یہ ساری کی ساری کہانی شیعہ کی خود ساختہ ہے۔ یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے جس پر کتب اہل اسلام اور اہل تشیع متفق ہیں کہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ نہ پڑھا ہو۔ اس پر پہلے کتب اہل تشیع سے حوالہ جات درج کریں گے جس میں صراحتاً مذکور ہے کہ انصار و مہاجرین تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ پڑھا ہے۔ اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔ (کتب اہل سنت سے روایات مذکور ہو چکی ہیں) پھر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا فارق اعظم رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اس بات پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔

جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شرکت کا کتب شیعہ سے ثبوت

۱- ابی مریم انصاری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام باقر سے سوال کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ کیسے پڑھی گئی۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے چکے اور کفن پہنا چکے تو دس افراد کو اندر آنے کی اجازت دی۔ انہوں نے

آپ کے اردگرد دائرہ بنالیا اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر اس آیت کی تلاوت کی ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا یھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا تو حاضرین نے بھی اسے پڑھا۔ یہاں تک کہ تمام مدینہ منورہ اور اس کے گردو نواح کے لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی۔ (گویا اس صورت میں کہ دس دس افراد آتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھتے تھے) (اصول کافی ص ۲-۴۶۱، ج ۲ طبع ایران)

۲- امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور کہا اے علی! لوگوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بقیع المعلی میں دفنائیں اور اپنے میں سے کسی ایک مرد کو امام بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھیں۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح ظاہری حیات طیبہ میں لوگوں کے امام تھے اسی طرح وصال باکمال کے بعد بھی امام ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ مجھے اس مقام پر دفن کیا جائے جہاں میرا انتقال ہوا ہو۔ پھر حضرت علی المرتضٰی دروازے پر کھڑے ہو گئے اور آپ کی نماز جنازہ پڑھی پھر دس دس کے گروہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کرنے کی اجازت دی۔ اس طرح وہ پڑھتے اور نکلتے رہے اور نئے آتے اور جاتے رہے۔

(اصول کافی ص ۳-۴۶۲ ج ۲، مناقب آل ابی طالب ص ۴۰-۲۳۹ ج ۱، امالی للطوسی ص ۳۹۱ ج ۱، الصافی شرح کافی ص ۲/۱۷۲ ج ۲)

۳- امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو فرشتوں، مہاجرین اور انصار نے گروہ درگروہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تندرستی کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ جب میرا انتقال ہو جائے اور میری نماز جنازہ پڑھی جانے لگے (یعنی میری نماز جنازہ اس آیت کی حکم کی تعمیل ہی ہے) آیت یہ ہے:

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا یھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا (اصول کافی ص ۴۶۳ ج ۲)

۴- جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے اور آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھ لی تو ان تمام لوگوں نے جنہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی یا نہ کی

آپ ﷺ کی نماز جنازہ (صلوٰۃ وسلام) کی صورت میں) ادا کی۔ (الاحتجاج طبرسی ص ۱۸۱ ج ۱)

۵- پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دس مہاجرین اور دس انصار کو حجرہ مبارک میں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے اندر بھیجا۔ وہ پڑھ کر نکلتے رہے اور یہاں تک کہ مہاجرین و انصار میں سے ہر ایک نے آپ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی اور کوئی باقی نہ رہا۔ (الاحتجاج طبرسی ص ۲۰۴ ج ۱)

۶- تو ابوبکر صدیق اونٹنی پر سوار ہو کر حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ کے لئے تشریف لائے۔

(الاحتجاج طبرسی ص ۴۷ ج ۱)

۷- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دروازے کے آگے کھڑے ہو گئے اور خود حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ ادا کی۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ دس دس آدمی آپ ﷺ کی چارپائی کے اردگرد کھڑے ہو جاؤ اور حضرت علی ان دس کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھتے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا یھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حاضرین بھی اس آیت کو پڑھتے اور حضور اقدس ﷺ پر صلوات بھیجتے اور باہر آ جاتے۔ یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ تمام مدینہ منورہ کے رہنے والے اور اس کے گردونواح کے رہنے والے سب نے آپ ﷺ پر نماز جنازہ صلواۃ وسلام پڑھیں۔ شیخ طبرسی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ دس دس آدمی آتے اور بغیر امام حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ پڑھتے پیر اور منگل کی رات صبح تک اور منگل کی شام تک یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ چھوٹا بڑا مرد عورت مدینہ منورہ اور اس کے گردونواح کے لوگ سب نے حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ اس طرح ادا کی۔ کلینی نے معتبر سند کے ذریعہ امام باقر سے روایت کی ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نے انتقال پُر ملال فرمایا آپ ﷺ کی نماز جنازہ تمام فرشتوں، مہاجرین وانصار نے پڑھی۔ سب گروہ در گروہ آتے رہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے آپ کی حالت صحت میں سنا تھا کہ یہ آیت ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی میرے انتقال کے بعد میری نماز جنازہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(حیات القلوب فارسی ص ۸۶۶ ج ۲، طبع نولکشور ص ۳-۱۰۲۲ ج ۲ اُردو مترجم طبع لاہور تاریخ روضۃ الصفا ص ۲۴۲ ج ۲ جلاء العیون ص ۷۳)

۸- حضرت امام باقر نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ کی کیفیت دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حالت حیات و حالت وصال دونوں

میں ہمارے امام ہیں پھر دس آدمی آئے اور حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی۔ یہ سلسلہ نماز جنازہ (صلوٰۃ وسلام پیر کے دن منگل کی رات صبح تک اور منگل کے شام تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ مدینہ اور اس کے گرد ونواح کے چھوٹے بڑے اور مذکر ومؤنث سب نے اس طرح حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ ادا کی۔ (احبار ماتم ص ۶۵، اعلام الوریٰ ص ۱۴۵ ج، کتاب سلیم بن قیس ص ۷۹)

۹۔ القصہ غسل وکفن کے بعد جنازہ فخر عالم تیار ہوا تو اول حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ اس پر بھیجی پھر ملائکہ نے درود وصلوٰت کہی۔ بعد ازاں امیر المومنین مع اپنے اصحاب خاص کے نماز پڑھی۔ بعد ازاں مہاجرین وانصار کو اجازت دی۔ وہ دس دس آدمی اندر آئے اور گروہ در گروہ جنازے کے ساتھ کھڑے ہوتے اور حضرت امیر ان کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت شریفہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا کی تلاوت فرماتے۔ پس وہ درود وصلوٰۃ کہ آنحضرت پر بھیجتے اور باہر چلے جاتے تھے حتیٰ کہ اہل مدینہ ونواحی مدینہ تمام نے اس طرح آنحضرت پر نماز پڑھی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر رسول خدا ﷺ کے غسل وکفن سے فارغ ہوئے تو مجھ کو اور ابوذر مقداد کو اندر بلایا پس آپ ----- اور ہم مع جناب سیدنا امام حسن وامام حسین ----- نماز جنازہ بجالائے۔ اس کے بعد دس دس صحابیوں کو بلا کر درود وصلوٰۃ ان سے کہلواتے تھے جن کہ تمام مہاجرین وانصار نے اس طرح آپ پر نماز ادا کی۔ (تہذیب المتین ص ۲۴۴ ج ا طبع دہلی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جنازہ رسول ﷺ میں شرکت

شیعہ ایک روایت پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنازہ رسول ﷺ میں شرکت نہ کی بلکہ حضور اقدس ﷺ کی تدفین ان کے آنے سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کر چکے۔

الجواب بعون الوھاب

شیعہ کی پیش کردہ روایت پر تبصرہ سے قبل ہم حقیقت حال کتب احادیث وسیرت سے بیان کریں گے تاکہ مسئلہ واضح ہو سکے اور شیعہ کی بددیانتی اور خیانت کی قلعی کھل جائے۔

شیعہ کی پیش کردہ روایت کے خلاف اس موقع کی معروف روایت جو متصل السند اور محدثین کرام

کے نزدیک صحیح ہیں موجود ہیں جن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس ﷺ کے وصال باکمال کے موقع جنازہ تجہیز و تکفین و تدفین میں موجود ہونا بالتصریح ثابت ہے۔

اس پر چند ایک دلائل درج ہیں۔

ا۔ حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ (اصحاب صفہ میں سے تھے) فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال باکمال ہوا (اچانک اس خبر پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے واللہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال باکمال ہوگیا، میں اس کی گردن اُڑا دوں گا----بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بلا کر لاؤ۔ سالم کہتے ہیں کہ میں روتا ہوا متحیرانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے میری مضطربانہ حالت دیکھ کر دریافت فرمایا کی حضور اکرم ﷺ کا وصال باکمال ہوگیا۔ میں نے اس کی اطلاع دی اور یہ بھی عرض کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جس کو یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال باکمال ہوگیا میں اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے ساتھ ہی تشریف لے آئے اور مجمع کو ہٹا کر حضور اکرم ﷺ کے جسد اطہر کے پاس گئے اور حضور اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک پر گہری نظر ڈالی اور آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور یہ آیت کریمہ پڑھی انك میت وانھم میتون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا اے حضور اکرم ﷺ کے رفیق کیا آپ ﷺ کا وصال باکمال ہوگیا۔ آپ نے فرمایا بے شک حضور اقدس ﷺ دار بقا کو روانہ ہوگئے۔ آپ کے بتانے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اقدس ﷺ کے وصال باکمال کا یقین ہوگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز جنازہ کے متعلق آپ سے دریافت کیا کہ پڑھی جائی گی یا نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پڑھی جائے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا کہ ایک ایک جماعت حجرہ اقدس کے اندر جائے اور بلا جماعت صلوٰۃ (درود و شریف اور دعا) پڑھ کر چلی آئے۔ اس طرح سب لوگ صلوٰۃ پڑھیں پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا حضور اقدس ﷺ دفن کیے جائیں گے آپ نے فرمایا یقیناً حضور اقدس ﷺ کو دفن کیا جائے گا۔ انہوں نے پوچھا کہ کس جگہ قبر مبارک بنائی جائے گی آپ نے فرمایا کہ جس جگہ آپ کا وصال باکمال ہوا ہے وہی جگہ مدفن ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کا وصال باکمال ہی اس جگہ فرمایا جو جگہ حق تعالیٰ کو محبوب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر ہر بات پر اطمینان ہوتا رہا اور بے شک سچ فرمایا کہتے رہے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی

اہل بیت عظام اور اقربا کو حضور اقدس ﷺ کی تجہیز و تکفین کا فرمایا۔
(کنزالعمال ص ۲۵۳ ج ۵، شمائل ترمذی ص ۲۷، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۹۵ ج ۳، ص ۳۰ ج ۴، ص ۱۴۵ ج ۸، مجمع الزوائد ص ۳-۱۸۲ ج ۵)
ان امور کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خود سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا یہ کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔ (جلاء العیون ص ۱۰۷، کشف الغمہ ص ۱۷ ج ۱، اُمای ص ۳۷۶)

۲۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال باکمال ہوا تو حضور اقدس ﷺ کی تدفین کے سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوگیا۔ اس موقع پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ تعالیٰ جس جگہ میں اپنے نبی کی تدفین کو پسند فرمایا ہے اس جگہ اس کی روح کو قبض فرمایا ہے۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ اپنے فراش اور بستر مبارک کی جگہ میں ہی دفن کیے جائیں گے۔
(جامع ترمذی ص ۱۹۸ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ۵۴۷، مسند ابی یعلی ص ۵۳ ج ۱، کنزالعمال ص ۹۱ ج ۷، مصابیح السنۃ ۴-۱۳۳ ج ۴، شرح السنۃ ص ۴۸ ج ۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۶۶ ج ۸)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی تدفین کے سلسلے میں اختلاف رونما ہوا۔ بعض حضرات کہتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ کو مسجد نبوی شریف کے ایک کونے میں دفن کیا جائے اور بعض حضرات یہ کہتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنت البقیع میں) دفن کیا جائے۔ اس موقع اختلاف پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جہاں نبی کا انتقال (پرملال) ہوتا وہیں ان کو دفن کیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸، کنزالعمال ص ۹۱ ج ۷)

امام ابی یعلی نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مسندات میں رسول اکرم ﷺ کے جنازہ مبارک بغیر امامت کے (جو اوپر روایت کیفیت میں مذکور ہوئیں) کیفیت جنازہ کو روایت کیا ہے۔
(مسند ابی یعلی ص ۶-۴۵ ج ۱)

امام مالک فرماتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کا وصال باکمال دوشنبہ (پیر) کو ہوا ---اور آپ ﷺ کی نماز جنازہ بغیر جماعت کے ادا کی گئی۔ کسی شخص نے ان کی امامت نہیں کی۔ اس موقع پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ کی تدفین مبارک منبر اقدس کے قریب ہونی چاہیے اور بعض حضرات نے جنت البقیع میں تدفین کا کہا پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے پس انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کا جس مقام پر انتقال ہو، اس

جگہ میں ان کی تدفین کی جاتی ہے۔ پس حضور اقدس ﷺ کے بستر مبارک کی جگہ قبر انور کھودی گئی اور جب حضور اقدس ﷺ کے غسل مبارک کا موقع آیا تو غسل دینے والے حضرات نے حضور اقدس ﷺ کی قمیص مبارک اُتارنے کا ارادہ کیا (اس سلسلے میں شش و پنج میں پڑ گئے) تو انہوں نے ایک غیبی آواز سنی جس میں فرمایا گیا کہ قمیص مبارک نہ اُتارو اور حضور اقدس ﷺ کو قمیص مبارک سمیت غسل دیا گیا۔ (موطا امام مالک ص ۱۳۸)

امام ابن جریر اور امام ابن ہشام نے بھی اس مفہوم کا مضمون تحریر فرمایا ہے۔

(تاریخ ابن جریر ص ۲۰۵ ج ۳، سیرت ابن ہشام ص ۲۶۳ ج ۴)

پھر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس ﷺ کے وصال باکمال کے بعد آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دینا متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے ملاحظہ فرمائیے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ سخ سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور آ کر اُترے اور پھر مسجد کے اندر گئے۔ کسی نے آپ سے کوئی بات نہیں کی۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ اقدس میں آئے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف گئے۔ آپ ﷺ کا جسد اطہر ایک یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ آپ نے چہرہ اطہر کو کھولا اور جھک کر چہرہ اطہر مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے پھر عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔

(صحیح بخاری ص ۶۴۰ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۰۴ ج ۳، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶، مسند امام احمد ص ۵۵ ج ۶، شمائل ترمذی ص ۶۴۰ ج ۲، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۰۶ ج ۳، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۶۸ ج ۸، کنز العمال ص ۹۰ ج ۷)

رسولِ اقدس ﷺ کے وصال باکمال پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر بارگاہ ہوئے اور آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کو چوم کر رو پڑے اور عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی (ظاہری) حیات طیبہ بھی کس قدر پاکیزہ تھی اور آپ ﷺ وصال باکمال فرمانا بھی کس قدر پاکیزہ ہے۔ (صحیح بخاری ص ۵۱۷ ج ۱، مصنف بن ابی شیبہ ص ۲۵۹ ج ۳)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس موقع (حضور اکرم ﷺ کے وصال باکمال) پر نبی کریم ﷺ کی دونوں مبارک آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ (سنن نسائی ص ۲۰۳ ج ۱، سنن کبریٰ للنسائی ص ۶۰۴ ج ۱، تحفۃ الاشراف ۱۶۷۴۵)

اگر نعوذ باللہ شیخین کریمین اس موقع پر موجود نہ تھے تو یہ تقبیل کی احادیث مبارکہ کا کیا جواب ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی شرکت کرنا صراحتاً ثابت ہے۔ دیکھئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفن دے دیا گیا اور سریہ (جسد اطہر) رکھا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (حجرہ اطہر میں) داخل ہوئے اور عرض کیا:

السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته اور ان دونوں کے ساتھ انصار اور مہاجرین کی اتنی تعداد کا گروہ تھا جو حجرہ اقدس میں سما سکتا تھا۔ ان سب حضرات نے بھی ان دونوں (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی طرح سلام عرض کیا اور یہ سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صفوں میں کھڑے تھے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پہلی صف میں کھڑے تھے اور کسی شخص نے اس نماز جنازہ کی امامت نہیں کروائی۔ اس موقع پر ان حضرات نے یہ کلمات بھی کہئے:

اللھم انا نشھد ان قد بلغ ما انزل علیه و نصح لامته و جاھد فی سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینه

پس اس وقت لوگ آمین آمین کہتے رہے پھر یہ حضرات باہر آ گئے اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین داخل ہوئے۔ اس طرح انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھی پہلے مرد داخل ہوتے رہے (صلوٰت پڑھتے رہے) پھر عورتیں داخل ہوئیں اور ان کے بعد لڑکے داخل ہوئے۔

(انساب الاشراف ص ۵۷۴ ج ۱ ص ۱۷ ج ۲، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ص ۲۹۱ ج ۲، سیرت حلبیہ ص ۳۵۶ ج ۳، البدایہ والنھایہ ۲۶۵ ج ۵، کنز العمال ص ۹۱ ج ۷)

ابوالمظفر الاسفرائینی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال باکمال کے ہر ہر موقع پر سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نہ صرف موجودگی بلکہ ہر اختلاف کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے حل ارشاد فرمانا بتلایا ہے۔ (التبصیر فی الدین ص ۲۵۶)

اور خود شیعہ کی کتب میں بھی مذکور ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال باکمال کے بعد غسل مبارک کے موقع پر بھی شیخین کریمین مسجد میں موجود تھے۔ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جبکہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اس وقت ابوبکر صدیق مسجد میں قبر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ (فروغ کافی کتاب الروضہ ص ۱۵۹ ج ۳، الاحتجاج ص ۲۰۴ ج ۱)

اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مبارک رسول ﷺ میں شرکت کرنا خود شیعہ کی کتاب الاحتجاج کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

قارئین کرام ہمارے پیش کردہ دلائل سے یہ امور ثابت ہوئے کہ

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے وصال باکمال کے موقع پر حاضر موجود تھے۔ انہوں نے اس موقع پر متعدد احکامات شرعیہ کی ہدایات جاری فرمائیں۔ مثلاً

حضور اقدس ﷺ کے وصال باکمال کی تصدیق کی۔

حضور اقدس ﷺ کو غسل دینا حضور اقدس ﷺ کی اہل بیت واقرباء کا حق ہونا بیان کیا۔

حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ کی کیفیت بیان فرمائی۔

حضور اقدس ﷺ کی تدفین میں اختلاف کا حل فرمایا۔

اوران امور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق ہی عمل کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ شیعہ کا استدلال ودعویٰ باطل مردود ہے۔

شیعہ کی پیش کردہ روایت کا تحقیقی جائزہ

اولاً اس روایت کے مدمقابل بے شمار احادیث صحیحہ موجود ہیں تو یہ روایت ان تمام احادیث کی تکذیب کرتی ہے لہٰذا یہ قابل حجت نہیں ہے۔

ثانیاً اس روایت کے ایک راوی ہشام بن عروہ کے متعلق آئمہ محدثین کرام کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس کو خواب میں دیکھا اوران سے ہشام بن عروہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اس نے جواحادیث ہمارے پاس بیان کی وہ صحیح اور جو الگ احادیث بیان کی ہیں وہ کمزور ہیں۔ یعقوب بن شیبہ پہلے ہشام کو ثقہ قرار دیتے تھے مگر عراق چلے جانے کے بعد ان کی رائے بدل گئی۔ ابن خراش نے کہا کہ امام مالک اس ہشام کو پسند نہ کرتے تھے۔ کوفہ میں ہشام تین مرتبہ آیا۔ پہلی مرتبہ آیا تو کہا کہ مجھے میرے باپ نے کہا ہے اور اس نے حضرت عائشہ صدیقہ سے سنا اور دوسری مرتبہ اس کو یوں بیان کیا کہ میرے باپ نے کہا کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی ہے (پہلی مرتبہ سمعت کہا اور دوسری مرتبہ (حدثنی یا اخبرنی کے الفاظ کہے) تیسری مرتبہ یوں کہا کہ میرے باپ نے

کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے وکیع اور ابن نمیر نے یوں سنا اور انہوں نے سن کر مجھے بتایا ابوالحسن اور قطان کا کہنا ہے کہ ہشام فوت ہونے سے پہلے بدل گیا تھا۔ ایسی تبدیلی ہم نے اس سے قبل نہ دیکھی تھی۔ (تہذیب التہذیب ص ۱-۵۰ میزان الاعتدال ص ۲-۳۰۱ ج ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ اس کی روایات دو طرح کی ہیں۔ عراق جانے سے قبل کی اور جانے کے بعد کی اول الذکر تو صحیح ہیں مگر مؤخر الذکر پر جرح ہے۔ ہماری مابہ النزاع روایت کا چونکہ راوی ابن غیر ہے اور ابن غیر سے اس ہشام نے روایت قیام عراق کے دوران کی ہے۔ یہ بھی مذکورہ مابہ النزاع روایت بھی انہی میں سے ایک ہے جو مجروح ہیں۔ لہٰذا یہ روایت ناقابل حجت ہے۔

ثالثاً پھر محدثین کرام نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ:

الثقة اذا شذ لا یقبل ما شذ فیه (مرقاۃ ص ۳۲۸ ج ۲)

اگر ثقہ راوی بھی معروف روایات کے مقابلے میں شاذ روایت لائے تو وہ مقبول نہیں۔'' لہٰذا یہ روایت احادیث صحیحہ کثیر کے مقابلے میں شاذ ہونے کی وجہ سے ناقابل حجت ہے رابعاً پھر یہ روایت منقطع ہے اس لئے کہ عروہ بن زبیر کی ولادت خلافت فاروقی کے اواخر یا خلافت عثانی کے اوائل میں ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۹۵ ج ۱، تہذیب التہذیب ص ۴-۱۸۳ ج ۷)

گویا اس روایت کا راوی واقعہ وصال مبارک کے وقت موجود ہی نہ تھا تو انقطاع تو واضح ہے۔

خامساً: پھر اس واقعہ میں موجود تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو شیخین کریمین کی وہاں موجودگی بتلاتے ہیں تو پھر یہاں اصول محدثین کا یہ ہے کہ

قول الصحابی مقدم علی قول التابعی یعنی صحابی کا قول تابعی کے قول پر مقدم ہے۔

(البدایہ والنھایہ ص ۲۳۶ ج ۵)

بفرض غلط روایت کے راوی تک حجت ثابت ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے شنید واقعہ کی بات کی ہو اور پھر اس کا کوئی تابعی بھی موجود نہیں ہے۔

ہمارے ان تمام دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ شیعہ کا دعویٰ باطل ہے اور شیخین کریمین (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) شیعہ کے اس الزام سے بری ہیں۔

قریب الموت شخص کے آداب واحکام بوقت وصال اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا

قریب المرگ شخص کو چاہئے کہ رب تعالیٰ غفور رحیم سے اس کے فضل و کرم اور اس کی بخشش اور

مغفرت کی اُمید رکھے۔ اس کی رحمت سے مایوسی بری چیز ہے خواہ کتنا ہی برا فاسق وفاجر اور مجرم کیوں نہ ہو۔ سچے دل سے تائب ہو۔ ربّ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کے فضل وکرم اور اس کی بخشش ومغفرت کا امید وار بن کر اس کے حضور حاضر ہو۔ خود رب تعالیٰ حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے کہ

انا عندظن عبدی بی

میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوتا ہوں (گویا جیسا میرا بندہ مجھ سے گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہوں)

(مسند امام احمد ص ۵۱۶ ج ۲، صحیح بخاری ص ۱۱۰۰ ج ۲، صحیح مسلم ص ۳۵۴ ج ۲' سنن ابن ماجہ ص ۲۷۷' جامع ترمذی ج ۲' ۶۴' سنن کبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۴۱۲' صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۳۷' مستدرک ج ۱ ص ۶۷۳' المعجم الاوسط للطبرانی ج ۶ ص ۳۶۳' مسند الشامیین ج ۱ ص ۳۲۰' مسند الفردوس ج ۳ ص ۱۸۶' کتاب الزہد لابن مبارک ج ۱ ص ۳۳۹' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۵۳' موارد الظمآن ج ۱ ص ۵۷۶)

دوسری روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ

میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں پس جیسا چاہے گمان کرے۔

(جامع صغیر ص ۸۳ ج ۲)

مزید ارشاد فرماتا ہے کہ ان ظن بی خیر افلہ وان ظن شر افلہ

اگر اس نے مجھ سے بھلائی کا گمان کیا تو اس کے لئے بھلائی ہے اور اگر اس نے میرے بارے شر کا گمان کیا تو اس کے لئے برائی ہے۔ (جامع صغیر ص ۸۳ ج ۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے وصال با کمال سے تین دن قبل ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لایموتن احدکم الا و ھو یحسن باللّٰہ الظن

تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔ (صحیح مسلم ص ۳۸۷ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۸۸ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۷) بوقت موت قبر وحشر کا خوف اور فکر آخرت ایک فطری امر ہے مگر اس کے ساتھ اگر بخشش ومغفرت کی امید اپنے رب تعالیٰ کے حضور سے دامن گیر ہو تو یہ پختگی ایمان اور خیر وبرکت کی نشانی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم دخل علی شاب وھو یموت فقال کیف تجدک

قال واللّٰہ یا رسول اللّٰہ انی ارجواللّٰہ وانی اخاف ذنوبی فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یجتمعان فی قلب عبد فی مثل ھذا الموطن الا اعطاہ اللّٰہ ما یرجوا وامنہ مما یخاف

بے شک نبی کریم ﷺ ایک قریب الموت نوجوان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ اس وقت کیا محسوس کر رہے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں لیکن اپنے گناہوں کا خوف بھی دامن گیر ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی کے دل میں یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں اسے اللہ تعالیٰ وہی کچھ عطا فرما دیتا ہے۔ جس کی اسے امید ہو اور اس چیز سے اس کو امن عطا فرما دیتا ہے جس چیز کا اسے خوف اور ڈر ہو۔

(جامع ترمذی ص ۱۹۲ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۴، کنز العمال ص ۵۶۸ ج ۱۵، الترغیب والترہیب ص ۲۶۸ ج ۴)

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

عجبا لامر المومن ان امرہ کلہ خیر ولیس ذاك لا حد الا لمومن ان اصابتہ سراء شکر فکان خیرا لہ وان اصابتہٗ ضراء صبر فکان خیرا لہ

مومن کا معالہ بڑا ہی عجیب ہے۔ بے شک اس کا معاملہ سارے کا سارا خیر و بھلائی کا ہی ہے اور یہ صرف مومن کے لئے ہی ہے۔ اگر اسے کوئی خوشی ملتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے خیر و برکت ہے۔

(صحیح مسلم ص ۴۱۳ ج ۲، سنن دارمی ص ۴۱۰ ج ۲، صحیح ابن حبان ص ۲۴۳ ج ۵، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۴۰ ج ۸، مسند امام احمد ص ۳۲۸ ج ۴، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۷۵ ج ۳)

حیان بن ابی الحضر فرماتے ہیں کہ میں حضرت یزید بن اسود کی عیادت کے لئے جا رہا تھا کہ راستہ میں مجھے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہو گئی۔ وہ بھی حضرت یزید بن اسود کی عیادت کرنا چاہتے تھے۔ جب ہم یزید بن اسود کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بٹھا لیا اور ان کے دست مبارک کو لے کر اپنی آنکھوں اور چہرے پر ملنے لگے۔ اس نیت سے کہ حضرت واثلہ بن اسقع نے ان ہاتھوں سے رسول ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ حضرت واثلہ بن اسقع

نے ان سے دریافت کیا کہ اپنے پروردگار رب تعالیٰ کے متعلق کیا محسوس کرتے ہو۔ ابواسود نے اشارے سے جواب دیا میں اچھا گمان کرتا ہوں۔ حضرت واثلہ نے فرمایا تمہیں مبارک ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا فرمایا کہ میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے بارے میں کرتا ہے۔ اب بندے کی مرضی ہے جیسا چاہئے گمان کرے۔

(مسند امام احمد ص ۲۲۳ ج ۴)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک شخص کے لئے دوزخ کا حکم فرمائے گا جب وہ دوزخ کے کنارے پر پہنچے گا تو وہ پلٹ کر دیکھے گا اور عرض کرے گا اے میرے رب تبارک وتعالیٰ میں تیرے متعلق اچھا گمان رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا اسے واپس لے آؤ کیوں کہ میں بندوں سے ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی آداب العیادۃ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کسی کی موت کا وقت قریب ہو جائے تو خوشخبری والی بات بتاؤ تا کہ اپنے رب اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کی حالت میں ملاقات کرے جب تک درستگی کی حالت میں ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلاؤ۔ (شرح السنۃ کتاب الجنائز باب الحسن الظن باللہ)۔ معتمر بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھ سے فرمایا کہ معتمر مجھے رخصت ورعایت والی احادیث سناؤ تا کہ میں حسن ظن رکھتے ہوئے اپنے رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں (حوالہ بالا) امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن ابی الدنیا نے حمید سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا بھانجا تھا جو کہ بہت سرکش اور نافرمان تھا۔ اتفاق سے بیمار ہو گیا تو اس کی والدہ نے مجھے بلوایا جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کی والدہ اس کے سرہانے رونے دھونے میں مصروف ہے۔ میرے آنے پر لڑکے نے مجھ سے پوچھا ناموں جان میری امی جان کیوں روتی دھوتی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ تمہاری برائی کی وجہ سے پریشان ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ میری ماں مجھ پر مہرباں نہیں ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں؟ اس نے کہا کیا میرا پروردگار میری ماں سے بڑھ کے رحیم و کریم نہیں ہے۔ وہ تو حقیقی رحیم ہے۔ اس کے بعد لڑکے کی وفات ہو گئی۔

جب ہم نے اسے قبر میں اتارا اور اس پر اینٹیں رکھیں تو میں نے جھانک کر دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ اس کی قبر دور نگاہ تک وسیع ہو کشادہ کر دی گئی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا تم نے بھی یہ منظر

دیکھا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں وہ بولے ہاں ہم نے بھی دیکھ لیا ہے میں نے اس سے یہ محسوس کیا کہ یہ سب اس وجہ سے ہے جو اس نے اپنے آخری وقت میں کہا تھا یعنی اپنے رب تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا تھا۔ (شرح الصدور ص ۱۰)

قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے جو اپنے عفو و درگزر کے وعدے فرمانے اور حضور سید عالم ﷺ نے جو رب تعالیٰ کی رحمت کی بشارتین سنائیں اور اپنے آقا و مولا ﷺ کی رحمت و شفقت کو پیش نظر رکھ کر ہر صحیح العقیدہ مسلمان سنی بریلوی کو بخشش و مغفرت کا اُمیدوار ہونا چاہیئے۔

قریب المرگ شخص کے پاس سورۃ یٰسین کی قرأت

جب کسی بھی مسلمان کے نزع کا عالم ہو تو اس کے پاس سورۃ یٰسین پڑھنا مستحب ہے۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اقرءوا علی موتاکم یٰسین

سورۃ یٰسین اپنے مردوں کے پاس پڑھا کرو۔

(عمل الیوم واللیلہ نسائی ص ۵۸۱، مسند امام احمد ص ۵۳۲ ج ۴، سنن ابوداؤد ص ۸۹ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۵۰۱، مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴ ج ۳، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۱۹ ج ۲۰، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۸۳ ج ۳، شعب الایمان للبیہقی ص ۵۴۵ ج ۲، شرح السنۃ ص ۲۹۰ ج ۵، المستدرک للحاکم ص ۱۲۱ ج ۲، مختصر قیام اللیل ص ۱۱۸، صحیح ابن حبان ص ۳ ج ۶، تاریخ الکبیر ص ۵۸، (کتاب الکنی) تفسیر معالم التنزیل ص ۲۱ ج ۳، کتاب العاقبۃ ص ۲۵۵، سنن الصغیر ص ۷ ج ۲، مصابیح السنۃ ص ۵۳۷ ج ۱، شرح الصدور ص ۱۳۰، بلوغ المرام ص ۳۸، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۱،)

امام قرطبی اس حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں کہ

هذا یحتمل ان تکون هذه القراة عند المیت فی حال موته و تحتمل ان تکون عند قبره

اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ قرأت قریب الموت شخص کے پاس ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ قرات قبر پر ہو۔ پہلا قول جمہور کا ہے۔ (التذکرۃ ص ۸۰، شرح الصدور ص ۱۳۰)

محدث جلیل امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے قول کو جمہور کا موقف قرار دیا ہے۔ عند المیت اور قبر دونوں کے لئے عموم کا قول محب الدین طبری کا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

امام عبدالحسن الاشبلی نے بھی دونوں اقوال کو بیان کیا ہے۔ (کتاب العاقبۃ ص ۲۵۵)

امام ابن حجر عسقلانی نے ابن حبان سے روایت کی تصحیح نقل کی ہے۔ (بلوغ المرام ص ۳۸)

وہابی محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث پر تین اعتراضات کئے ہیں۔

۱-اس کے سند میں ابوعثمان مجہول ہے۔

۲-اس کا باپ بھی مجہول ہے۔

۳-اس کی سند میں اضطراب ہے۔

وہابیوں کے ان نام نہاد محدثین کی جہالت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اسی ابوعثمان کو امام حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (کتاب الثقات ص ۴۲۶ ج ۷)

امام بخاری نے ابوعثمان کا تاریخ کبیر میں بغیر کسی جرح کے ذکر کیا ہے۔ (تاریخ کبیر کتاب الکنیٰ ص ۵۸)

ان کا دوسرا اعتراض جو ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اسناد میں اس کا باپ راوی ہی نہیں بلکہ ابوعثمان ڈائریکٹ حضرت معقل بن یسار سے روایت کرتے ہیں لہٰذا وہابیوں کا اعتراض ہی باطل و مردود ٹھہرا۔

ان کے تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ قابل اعتراض نہیں کہ ابوعثمان حضرت معقل بن یسار سے ڈائریکٹ بھی روایت کر رہے ہیں اور اپنے باپ کے ذریعہ سے بھی روایت کر رہے ہیں۔ عین ممکن ہے انہوں نے دونوں طریق سے روایت سنی ہو۔ امام ابن حجر عسقلانی نے ابوعثمان کا دونوں طریق سے روایت کرنا بیان کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہ کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۶۳ ج ۱۲)

وہابیہ اس کے موضوع و موقوف ہونے میں اختلاف بیان کر کے اس کو رد کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ اس کا جواب امام حاکم کی زبانی سن لیجئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کو یحییٰ بن سعید وغیرہ نے سلیمان تیمی سے موقوف روایت کیا ہے اور امام عبداللہ بن مبارک نے مرقوم بیان کیا ہے۔ اس میں امام عبداللہ بن مبارک کا قول ہی راجح ہے کیوں کہ وہ ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادت قابل قبول ہے۔

(المستدرک للحاکم ص ۵۶۱ ج ۲)

حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **ما من میت یموت فیقرا عندہ یسین الا ھون اللہ علیہ** جس میت پر سورۃ یٰسین کی تلاوت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس میں آسانی فرما دیتا ہے۔

(اخبار اصبہان لابی نعیم ص ۱۸۸ ج ۱، کنز العمال ص ۵۶۳ ج ۵)

اس حدیث کو وہابیہ کے محدث امیر یمانی نے امام دیلمی کی الفردوس کے حوالہ سے دو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی بتلایا ہے۔ (سبل السلام ص ۹۱ ج ۲)

وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ جان کنی کے وقت مریض کے پاس سورۃ یٰسین

پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ (کتاب الجنائز ص ۱۱)

وہابی مولوی محی الدین لکھتے ہیں کہ جو قریب الموت ہو اس کے پاس سورۃ یٰسین پڑھنی چاہئے۔
(محمدی زیور (فقہ محمدیہ) ص ۶۷ ج ۱)

وہابی اکابر کے مجموعہ فتاویٰ میں ہے کہ

اس (قریب الموت) کے روبرو سورۃ یٰسین اور سورۃ الحمد اور سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھیں اور گاہ گاہ سورتیں اور آیات قرآنی پڑھا کریں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۴۲ ج ۵)

وہابیہ کے حکیم صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ مرنے والے کے پاس سورۃ یٰسین بھی پڑھنی آئی ہے۔
(بلوغ المرام صلوٰۃ الرسول ص ۴۳۱)

مولوی یونس دہلوی وہابی لکھتے ہیں کہ جس وقت کوئی مسلمان مرنے کے قریب ہو تو اسے قبلہ رخ لٹا دیں اور سورۃ یٰسین سنائیں۔ (دستور المتقی ص ۲۹۱)

قریب الموت شخص مسلمان کے پاس سورۃ البقرہ اور سورۃ رعد پڑھنے کا بھی ذکر کتب حدیث میں موجود ہے۔

عن الشعبی کانت الانصار یقرون عندالمیت سورۃ البقرہ

امام شعبی فرماتے ہیں کہ انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میت کے پاس سورۃ البقرہ کی تلاوت کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲۳ ج ۳)

اس روایت کو وہابیہ کے محدث امیر ایمانی نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔

عن الشبعی کانت الانصار یستحبون ان تقرآ عندالمیت سورۃ البقرہ

امام شعبی فرماتے ہیں کہ انصار میت (قریب الموت) کے پاس سورۃ البقرہ پڑھنے کو مستحب جانتے تھے۔ (سبل السلام ص ۹۱ ج ۲)

امام شعبی وہ جلیل القدر تابعی ہیں جن کو پانچ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔
(تذکرۃ الحفاظ ص ۶۴ ج ۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریب المرگ شخص کے پاس سورۃ رعد پڑھنے سے روح نکلنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۴۵۴ ج ۲)

محسن جابر بن زید انه کان یقر اعندالمیت سورۃ الرعد

حضرت جابر بن زید میت (قریب الموت) کے پاس سورۃ رعد کی تلاوت فرماتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۴۴ ج ۳)

وہابیہ کے محدث امیر یمانی نے ایک اور روایت نقل کی ہے اخرج ابوالشیخ فی فضائل القرآن وابوبکر المروزی فی کتاب الجنائز عن ابی اشقار صاحب ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ مستحب قراۃ الرعد وزاد فی ذلک یخفف عن المیت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمنشین ابی شعثاء قریب الموت کے پاس سورۃ رعد پڑھنا مستحب جانتے تھے اور اس سے بھی زیادہ پڑھتے تا کہ میت کی روح نکلنے میں آسانی ہو۔

(سبل السلام ص ۹۱ ج ۲)

ایک ضروری نوٹ

مذکورہ بالا روایات میں قریب الموت کے الفاظ نہیں بلکہ میت کا لفظ اپنے محرم پر ہے چونکہ ہم جس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں اس کے حوالہ سے بات ہونے کی وجہ سے ہم نے ترجمہ روایات میں قریب الموت کا لفظ لکھ دیا ہے وگرنہ کوئی اس کے قریب الموت کے ساتھ ان روایات کو مختص نہ تصور کرے بلکہ جلیل القدر ائمہ محدثین کرام نے اسے اپنے عموم پر رکھا ہے یعنی قریب الموت اور قبر پر قرأت کا جواز اس میں موجود ہے۔

بوقت وفات جسمانی صفائی کا اہتمام

قریب المرگ شخص کو آثار وعلالت سے ظاہر ہو جائے کہ آخری وقت ہے اور اس میں اس قدر ہمت و طاقت ہو کہ اپنی جسمانی صفائی کا اہتمام کر سکے تو ایسا کرنا مستحسن ہے بالخصوص ناخن تراشنا اور زیر ناف بال صاف کرنا تا کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی بارگاہ میں حالت پاکیزگی میں حاضر ہو اور غسل و کفن کرنے والوں کو ناگواری نہ ہو۔

اس سلسلے میں ایک حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو بنو حارث نے خریدا تا کہ وہ آپ کو قتل کر کے اپنے باپ حارث کا بدلہ لے سکیں کیوں کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔ آپ انکے پاس قیدی بن کر رہے جس دن آپ کو قتل کیا جانا تھا اس دن آپ نے حارث کی بیٹی سے استرا مانگا تا کہ اپنے موئے زیر ناف صاف کر سکیں۔ اُسترا دے دیا گیا۔ اس حالت میں حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چھوٹا بچہ آ گیا۔ اس کے متعلق اس کی ماں کو خبر نہ تھی۔ جب بچے کی ماں آئی تو بچے کو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی ران پر بیٹھا دیکھ کر ڈر گئی اور اُسترا

ان کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بچے کی ماں کی پریشانی دیکھ کر اس کے دل کی بات جان گئے۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں اس بات کا خوف ہے کہ شاید میں اس بچے کو قتل کر ڈالوں گا۔ ہرگز نہیں، میں ایسا نہیں کروں گا۔ (سنن ابوداؤد ص ۸۸ ج ۲، صحیح بخاری ص ۱۰۰۱-ج ۲)

قریب المرگ شخص کو صاف ستھرے کپڑے پہنانا

قریب المرگ شخص کو صاف ستھرے کپڑے پہنانا مستحب امور میں سے ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان کے وصال باکمال کا وقت قریب آیا تو آپ نے نئے کپڑے منگوا کر پہن لئے پھر فرمایا کہ میں نے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میت کو ان ہی کپڑوں میں اٹھایا جاتا ہے جس کپڑوں میں اس نے وفات پائی ہو۔
(سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۸۴ ج ۳، سنن ابوداؤد ص ۸۸ ج ۲، مستدرک للحاکم ص ۳۵۲ ج ۱)

علامات موت اور نزع کا عالم

بوقت موت انسان کے ہاتھ پاؤں سست پڑ جاتے ہیں، ناک ٹیڑھی ہو جاتی ہے، دونوں کنپٹیاں بیٹھ جاتی ہیں، آنکھیں بے نور ہو کر پتلیاں ادھر اُدھر پھرنے سے رک جاتی ہیں، انسان موت کے وقت بالکل بے بس ہو جاتا ہے، غشی طاری ہونے لگتی ہے، موت کی سختی شروع ہو جاتی ہے۔

چہرہ قبلہ کی طرف پھیرنا

جب علامات موت نمودار ہوں تو ورثا کو چاہئے کہ اس قریب المرگ شخص کا منہ قبلہ کی طرف کرو۔ اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ چار پائی شمالاً جنوباً اور قریب الموت کو دائیں پہلو پر کروٹ دی جائے تا کہ اس کا منہ قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چار پائی مشرق و مغرب کی سمتوں میں ہو، سر مشرق کی طرف اور پاؤں مغرب کی طرف ہوں۔ اس صورت میں قریب الموت شخص کا سر قدرے اُنچا کر کے پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں۔ اس طرح بھی اس کا منہ بیت اللہ کی طرف ہو جائے گا۔ البتہ اگر قبلہ کی سمت کرنے میں دشواری ہوتی ہو اور قبلہ کی طرف منہ کرنا مشکل ہو تو جس حالت میں ہو اس میں رہنے دیں۔

قریب الموت آدمی کو بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ کرنے کا مقصد وہی ہے جو زندگی میں مختلف امور کے وقت بالخصوص بوقت نماز قبلہ کی جانب متوجہ ہونے کا ہے یعنی رب تعالیٰ جل مجدہ سے تعلق جس

طرح مومن کا قبلہ زندگی میں بیت اللہ شریف ہے اسی طرح اسے بوقت موت اور قبر میں بھی اسے بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے کیوں کہ ہمارے آقا مولیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے زندوں اور مردوں کا قبلہ ہے۔(فتاویٰ اصحاب الحدیث ص ۱۶۸ ج ۱) (اس کے دلائل آگے آرہے ہیں) مگر وہابیوں کی عادت خبیثہ ہے کہ ہر حال میں اہل اسلام کی مخالفت کریں گے۔ شرک وبدعت کے فتوے لگائیں گے اور اپنے گروشیطان کو راضی اور اس کی طرف لوگوں کو مائل کریں گے۔ اس مسئلہ میں بھی وہابی یہ شور کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔(جنازے کی کتاب ص ۱۰۴)

تو اب ہم واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں کہ یہ اصل میں ان وہابیوں پر خدا تعالیٰ جل مجدہ الکریم اور اس پیارے محبوب کریم ﷺ گستاخی وتوہین کی لعنت و پھٹکار ہے کہ مرتے وقت بھی ان کا منہ قبلہ کی طرف نہ ہو جائے۔ خدا تعالیٰ سے تعلق قائم نہ ہو جائے۔ وہابیوں کو چاہیئے کہ اپنی وہابی میت کا منہ کعبۃ اللہ کی بجائے قادیان کی طرف کر دیا کریں کیوں کہ وہی مناسب رہے گا۔ وہی ان کے گرو قادیانی شیطانی کا مسکن ہے۔

اب ہم اپنے دلائل درج کر رہے ہیں غور فرمایئے وہابیوں کی جہالت اور خباثت ظاہر و باہر ہے۔
اولاً ہم خود وہابی اکابرین کیلئے اتمام حجت کے لئے ثبوت نقل کریں گے پھر اپنے دلائل احادیث مبارکہ سے نقل کریں گے۔ وہابیہ کے امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ (میت کو) قبلہ رخ کرنا اچھا ہے۔ (المحلی ص ۴۳ ج ۵ ماہنامہ الحدیث حضرو دسمبر ۲۰۰۶ ص ۳۸) وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرنے کے قریب ہو تو سنت ہے کہ اس کو قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں۔(کتاب الجنائز ص ۹)

اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ عن ابی قتادہ ان البراء بن معرور اوحی ان یو جه القبلة اذا احتضر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم احساب الفطرة رواه ابهیقی والحاکم کذافی انیل (ص ۲۳ ج ۴) وقال الحافظ فی الدرایة ۱۴۰ اخرجه الحاکم وقال (کتاب الجنائز ص ۹)

وہابیہ کے فتاویٰ علمائے حدیث میں رقوم ہے کہ فتاویٰ عزیزی کے حوالہ سے کہ جب مریض زندگی سے مایوس ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اب جلد موت ہو جائے گی تو اس کے وارثوں کو چاہیئے کہ پہلے غسل یا وضو یا تیمّم کے ذریعے سے بخوبی پاک کریں اور اس کو چارپائی پر قبلہ رولٹا دیں۔(فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۴۱ ج ۵ طبع خانیوال)

وہابیہ کے مولوی محمد یونس دہلوی لکھتے ہیں کہ جس وقت کوئی مسلمان مرنے کے قریب ہو اسے قبلہ رخ لٹا دیں۔ (دستور المتقی ص ۳۹۱ طبع لاہور)

مولوی عبدالوہاب دہلوی وہابی نے میت کو بوقت غسل قبلہ رخ کرنے کا لکھا ہے۔
(مکمل نماز ص ۲۶۴ طبع کراچی)

وہابیہ کے نام نہاد محدث زبیر علی زئی کی سرپرستی میں نکلنے والا وہابی ترجمان لکھتا ہے کہ مرنے والے کے چہرہ کو قبلہ رخ کرنا مستحب ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے وفات کے وقت اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر رکھا تھا۔ (مناقب احمد ص ۴۰۶ وسندہ صحیح ماہنامہ الحدیث حضرو ماہ دسمبر ۲۰۰۶ ص ۳۷ ماہ جولائی ۲۰۰۶ ص ۱۷ اص ۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ۹ ہلاک کرنے والی چیزوں (گناہ کبیرہ) سے بچو۔ عرض کیا گیا وہ ۹ چیزیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو، ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے وقت پیٹھ پھیر کے بھاگ جانا، پاک دامنہ عورتوں پر تہمت لگانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور بیت اللہ کی حرمت کو پامال کرنا۔

قبلتکم احیاء و امواتا جو تمہارے زندوں اور مردوں کا قبلہ ہے۔
(سنن ابوداؤد ص ۱۴۱ ج ۲، سنن نسائی ص ۱۱۶ ج ۲، مستدرک للحاکم ص ۲۵۹ ج ۴)

اس حدیث سے قریب المرگ کا استثناء کرنا وہابیوں کا قیاس ہے اور خود ان وہابیوں کے نزدیک قیاس کار شیطان ہے۔ (ظفر المبین ص ۴۰)

خود ان کا کلمہ وضابط سے وہابیوں کی شیطنت ظاہر ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (ہمارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاڈلی لخت جگر) نے بوقت وصال اپنا چہرہ انور قبلہ شریف کو کر لیا۔ روایت ملاحظہ فرمائیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ مرض الوصال میں ایک دن جب سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کسی کام سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بلایا اور فرمایا مجھ پر پانی ڈالو اور جس قدر اچھا غسل دیا جا سکتا ہے مجھے غسل دو۔ پھر فرمایا میرے لئے نئے کپڑے نکالو۔ میں نے کپڑے آپ کی بارگاہ میں حاضر کر دیئے آپ نے کپڑے پہن کر فرمایا میرے لئے مکان کے درمیان میں بستر بچھا دو۔ میں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

آپ اس بستر پر لیٹ گئیں اور اپنا ہاتھ مبارک دائیں رخسار کے نیچے رکھ کے قبلہ کی جانب متوجہ ہو گئیں پھر فرمایا میرا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ میں نے پاکیزگی حاصل کر لی ہے لہٰذا مجھے کوئی برہنہ نہ

کرے۔ چنانچہ آپ کا وصال ہوگیا۔

(مسند امام احمد ص ۳۱۵ ج ۶ طبع گوجرانوالہ الذریۃ الطاہرہ ج ۱ ص ۱۱۳' نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۵۰' ذخائر العقبیٰ ج ۱ ص ۱۰۳' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۱۰' أسد الغابہ ج ۷ ص ۲۲۱)

بوقت موت بیت اللہ شریف کی جانب متوجہ ہونے کے لئے رسول کائنات ﷺ کے اس عمل مبارک سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ سوتے وقت اس حالت میں لیٹتے تھے کہ چہرہ انور بیت اللہ کی طرف ہو جاتا۔ اس لئے کہ نیند موت کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے بلکہ یہ بھی روایت ہے۔ النوم اخ الموت اس لئے حضور اقدس ﷺ کو یہ پسند تھا کہ سوتے ہوئے رخ انور قبلہ کی طرف ہو اس لئے آپ ﷺ لیٹتے وقت اپنا دست مبارک دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھ لیا کرتے تھے اور دائیں کروٹ پر لیٹتے۔ (صحیح بخاری ۴-۱۳۳ ج ۲)

حضور اقدس ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی اس طرح سونے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب سونے کے لئے بستر پہ جانے لگو تو نماز کی طرح وضو کر لیا کرو پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو اللھم اسلمت وجھی الیک آخر تک۔ پھر فرمایا اگر تجھے اس رات میں موت آ گئی تو (باوضو ہو کر قبلہ رخ ہونے اور دعا پڑھنے کی برکت سے) سمجھو کہ فطرت پر موت آئی۔ (صحیح بخاری ص ۳۸ ج ۱)

عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم على رجل من ولد عبد المطلب وهو يجود بنفس و قدوجهوه بغير القبلة فقال صلى الله عليه وسلم و جهوه الى القبلة فانكم اذا فعلتم ذلك اقبلت الملائكة عليه و اقبل الله عليه بوجهه فلم يزل كذلك حتى يقبض قال ثم اقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم يلقنه لااله الا الله و قال لقنوها موتاكم فانه منكانت آخر كلامه دخل الجنة (مسند امام زید ص ۶-۱۵۵ طبع بیروت)

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ

كانو ايستحبون ان يستقبلوا به القبلة يعنى اذاحضر البيت

لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین و تابعین) قریب المرگ کو قبلہ رو کرنا سخت مستحب قرار دیتے تھے۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۸۴ ج ۳)

قریب الموت آدمی کے قبلہ رخ ہونے پر ایک صریح روایت اور ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حضرت برار بن معرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ ان کا وصال ہوگیا ہے اور انہوں نے دو باتوں کی وصیت فرمائی تھی۔ ایک یہ کہ میرے مال کا تہائی حصہ خیرات کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ مرنے کے وقت میرا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا۔ انہوں نے فطرت (یعنی سنّت کے صحیح طریقہ) کو پالیا ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۸۴ ج ۳، مستدرک للحاکم ص ۳۶۴ ج ۱، تلخیص الحبیر ص ۱۰۱ ج ۲، امام ابن حجر عسقلانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ الدرایہ ص ۱۸۹ ج ۱ وہابی قاضی شوکانی نے نیل الاوطار ۲۳ ج ۴ اور مبارکپوری نے کتاب الجنائز ص ۹ پر نقل کیا ہے)

کلمہ شہادت کی تلقین

جب کسی بھی مسلمان کی موت کا وقت قریب ہو تو مستحب یہ ہے کہ وہاں موجود لوگ کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھیں تا کہ اس کا ذہن اس کی طرف متوجہ ہو اور اس کی زبان پر بھی کلمہ طیبہ جاری ہو جائے اور امن سلامتی و ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو کیوں کہ پوری زندگی کے اعمال کا دارومدار اس بات پر ہے کہ آدمی کا خاتمہ کس حالت میں ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

انما الاعمال بالخواتیم

اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے۔ (صحیح بخاری ص ۹۶۱ ج ۲)

ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے رخصتی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی کرم نوازی ہے۔ اس لئے قریب المرگ مسلمان کے گھر والوں کو چاہیے کہ وہ اس وقت اپنے فوت ہونے کے قریب مسلمان بھائی کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرے تا کہ یقینی طور پر اس کا خاتمہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ ہو سکے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ

"اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو۔"

(صحیح مسلم ص ۳۰۰ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۲ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۸۸ ج ۲، سنن نسائی ص ۲ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۵، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۸۲، ج ۳، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۲۵ ج ۲، کنز العمال ص ۹۸ ج ۹، المسند العقیلی ص ۳۷ ج ۳، مجمع الزوائد ص ۳۲۳ ج ۲، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ص ۳۱۰ ج ۳، جامع صغیر ص ۴۴۸ ج ۲، اتحاف السادۃ المتقین ص ۱۱ ج ۵، کامل ابن عدی ص ۲۷۷ ج ۵، تفسیر درمنثور ص ۲۹۸ ج ۳ شرح السنۃ ص ۱۱۷ ج ۳، مسند ابی یعلی ۱۰۹۶، عبد بن حمید ۹۳، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۰ (المنتقی لابن الجارود ص ۱۸۲، عن ابی ہریرہ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللّٰہ دخل الجنۃ

''جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

(سنن ابوداؤد ص ۸۸ ج ۲، مسند امام احمد ص ۹۱ ج ۵، مستدرک للحاکم ۳۶۲ ج ۱)

یہ بھی یاد رکھا جائے۔ اس سے مراد صرف توحید کی گواہی نہیں بلکہ توحید کے ساتھ رسالت کی گواہی اشد ضروری ہے۔ لا الٰہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس کی حدیث میں تصریح بھی موجود ہے۔ (مسند امام احمد ص ۲۴۷ ج ۵)

دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ جو مسلمان موت کے وقت اس (کلمہ طیبہ) کو پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے نجات عطا فرما دیتا ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۴۵۲ ج ۲)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم محسن اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پروردگار کی طرف سے ایک آنے والے نے آ کر خوشخبری دی ہے کہ جو شخص میری اُمت میں اس حال میں فوت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھراتا ہو، جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی خواہ اس نے بدکاری اور چوری کی ہو۔ فرمایا ہاں اگرچہ اس نے بدکاری اور چوری کی ہو۔ (صحیح بخاری ص ۱۶۵ ج ۱)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی جو روایت اوپر مذکور ہوئی وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ مختلف الفاظ کے ساتھ۔ (صحیح مسلم ص ۳۰۰ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۵، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۸۳ ج ۳، مسند ابی یعلی ۶۱۸۴)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اپنے قریب المرگ مسلمان بھائی کے ساتھ پیار و محبت اور ہمدردی کا تقاضا ہے کہ اسے تلقین کر کے لا الٰہ الا اللہ پر ترغیب دی جائے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ شیطان اس وقت بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ موت کے وقت شیطان مردود آتا ہے تاکہ مرنے والے کا خاتمہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ نہ ہو اور اس کے منہ سے کفریات نکلوا دے اور وہ اس کی پیروی کر کے ایمان کی بجائے حالت کفر میں مر جائے۔ کلمہ طیبہ کے پڑھنے سے اس کو یاد دہانی کرانا مقصود ہے کہ قریب المرگ مسلمان شیطان کے جال میں نہ آئے تاکہ وہ حالت ایمان میں دُنیا سے رخصت ہو۔ موت کے وقت شیطان انسان کے دائیں طرف اس کے والد کی صورت دھار کر سامنے آتا ہے اور کہتا ہے اے میرے پیارے بیٹے میں تم سے پہلے دنیا سے رخصت ہو چکا ہوں اور آئندہ کے درپیش حالات و

واقعات و معاملات کو بخوبی جان چکا ہوں۔ میں نے جس دین کو سچا پایا ہے وہ عیسائیت ہے لٰہذا تم عیسائیت قبول کرلو تاکہ تمہاری آخرت بہتر ہو۔ جب اس کی بات نہیں مانی جاتی تو بائیں طرف شیطان اس کی ماں کا ہم شکل بن کر سامنے آتا ہے اور کہتا ہے اے میرے پیارے بیٹے میرا پیٹ تمہارے لئے ٹھکانہ تھا، میری چھاتی تیری سیرابی کا چشمہ بنی رہی، میری گود تیرے کھیل کود کی جگہ تھی۔ میں اتنی محبت اپنے آپ سے نہیں کرتی جتنا پیار تجھ سے کرتی ہوں، میں یہاں سے جا چکی ہوں اور جانتی ہوں کہ سچا دین صرف یہودیت ہے لٰہذا تم یہودیت کو قبول کرلو۔ (المدخل لابن الحاج ص ۲۳۰ ج ۳)

شیطان کے ایسے مکروں سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ قریب الموت مسلمان بھائی کو کلمہ طیبہ کی تلقین کی جائے تاکہ وہ توحید و رسالت کی گواہی دے سکے۔

تلقین کلمہ طیبہ کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ اس کے سامنے کلمہ طیبہ پڑھیں تاکہ وہ بھی اس طرف مائل ہو جائے۔ قریب الموت کو یہ نہ کہا جائے کہ تو کلمہ طیبہ پڑھ کیوں کہ یہ وقت بڑی سختی اور تنگی کا ہے۔ ممکن ہے کہ سختی موت کی وجہ سے کلمہ طیبہ پڑھنے کے متعلق اس کے دل میں ملال آ جائے یا وہ زبان سے انکار کر دے۔ اس لئے اس کے پاس کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھا جائے۔ جب ایک مرتبہ یہ کلمہ طیبہ پڑھ لے تو تلقین کو موقوف کر دے۔ ہاں اگر دوبارہ بات چیت کرے اس کو پھر تلقین کریں تاکہ اس کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہو جائے اور حدیث مبارکہ میں جو شہادت موجود ہے یہ اس کا حق دار ہو جائے۔ تلقین کرنے والا کوئی صالح آدمی ہو جس کے ساتھ اسے محبت بھی ہو اور اس سے روحانی یا جسمانی رشتے کی وجہ سے وہ اسے پیار کرتا ہو اور اپنا خیر خواہ سمجھتا ہو۔

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ قریب الموت کو کلمہ طیبہ پڑھنے پر مجبور نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ زبان سے ہاں کہہ دینا ہاتھ یا آنکھ سے ارشارہ کر دینا یا دل سے توحید و رسالت کی گواہی دینا بھی کافی ہو جاتا ہے۔ (کنز العمال ص ۵۶۲ ج ۱۵)

ایک حدیث پاک مین ارشاد پاک ہے حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

من مات وھو یعلم ان لا الٰہ الا اللّٰہ دخل الجنۃ

جو اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ (اور وہ صحیح العقیدہ سنی ہو) وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (المستدرک ص ۶۶۲ ج ۱)

حضور سرور عالم رحمت عالمیاں باعث تخلیق کائنات ﷺ نے مرض الموت کی کیفیت بیان

فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

اپنے مردوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کیا کرو مگر انہیں اس سلسلے میں تکلیف نہ دو کیوں کہ وہ اس وقت سکرات الموت میں ہوتے ہیں۔ (کنز العمال ص ۵۶۲ ج ۱۵)

یہ بھی عین ممکن ہے کہ قریب الموت مسلمان کلمہ طیبہ پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو لیکن کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے اس کا پڑھنا اس قدر آہستہ ہو کہ حاضرین مجلس کو نہ معلوم ہو سکے لہٰذا اس کلمہ طیبہ کی تلقین میں غلو و اصرار نہ کریں۔ اس کا کوشش کرنا بھی اپنے رب تعالیٰ کے حضور قبول ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ملک الموت ایک مرنے والے آدمی کے پاس تشریف لائے تو اس کے تمام اعضاء کا بغور مشاہدہ کیا لیکن اس میں کوئی عمل خیر نہ پایا پھر اس کے دل کا بغور جائزہ لیا تو وہاں بھی کوئی عمل خیر نہ تھا۔ اس کے بعد اس کے جبڑوں پر نظر کی تو دیکھا کہ اس کی نوک زبان تالو سے لگی ہوئی ہے اور وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کی کوشش کر رہا ہے بس اس کلمہ اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش و مغفرت فرما دی۔

(شعب الایمان للبیہقی فی آداب العیادۃ)

یہاں ایک ایمان افروز حکایت ایک محدث کے حوالہ سے بیان کرنا مناسب رہے گا۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو ذر کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ بازار میں تھے ان کے پاس ابو حاتم (راوی واقعہ) محمد بن مسلم، متذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت موجود تھی۔ حضرت ابو ذر محدث کا آخری وقت دیکھ کر حاضرین نے ان کو کلمہ طیبہ کی تلقین کا ارادہ کیا مگر حضرت ابو ذر محدث کی دینی و علمی عظمت کی وجہ سے حیا محسوس ہوئی۔ اس لئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا ذکر کرنے لگے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یہ گفتگو سن کر حضرت ابو ذر محدث نے یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ سنائی۔ جب حدیث کے آخری الفاظ لا الٰہ الا اللہ پر پہنچے تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (شعب الایمان للبیہقی فی آداب العیادۃ)

اس واقعہ کو دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد نے ''فتح الملہم'' میں اور وہابیہ کے محدث عبد الرحمٰن مبارکپوری نے ''کتاب الجنائز'' میں بھی نقل کی ہے۔ (فتح الملہم ص ۴۶۶ ج ۲، کتاب الجنائز ص ۱۰)

قریب الموت کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مبارک بھی ہے اور سنت اطہر بھی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کی عیادت کی تو ارشاد

فرمایا کہ

یا خال قل لاالہ الا اللہ

''اے ماموں لا الٰہ الا اللہ کہہ دو۔'' (مسند امام احمد ص ۱۵۲ ج ۳)

محدث جلیل ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ تلقین جمہور کے نزدیک مستحب ہے۔

(مرقاۃ المصابیح ص ۸۴ ج ۴)

جب اپنی موت کا یقین ہو جائے تو وہ یہ الفاظ کہے

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال باکمال سے قبل قدرے جھک کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو و کلام مبارک کو سنا (وہ فرماتی ہیں کہ) اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ اپنی پشت کی ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمارہے تھے اللھم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق (صحیح بخاری ص ۶۳۹ ج ۲)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سکرات وصال باکمال میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دست اقدس اس پیالہ میں داخل فرماتے تھے پھر پانی کو اپنے چہرہ اطہر پر ملتے تھے پھر یہ دعا فرماتے تھے: اللھم اعنی علی غمرات الموت اوسکرات الموت (جامع ترمذی ص ۱۹۲ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۶ مسند امام احمد ص ۳۹ ج ۶)۔

قریب الموت کافر کے پاس دعوت اسلام کے لئے جانے کا جواز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی بچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کرنے کے لئے اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ارشاد فرمایا کہ تو اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جا تو اس نے اپنے پاس موجود اپنے والد کی طرف دیکھا۔ اس کے والد نے کہا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان لو پھر وہ بچہ مسلمان ہوگیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے کہ تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے آگ سے بچالیا پھر جب وہ بچہ فوت ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

صلوا علی صاحبکم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ (مسند امام احمد ص ۱۷۵ ج ۳)

قریب الموت آدمی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش رکھے

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو محبوب نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی نے (یہ ارشاد سن کر) عرض کیا کہ مرنا تو ہمیں بھی محبوب نہیں ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی ملاقات سے مراد موت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی مومن کو موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے ہاں اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں ہوتی جو اس کے سامنے (اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور جنت کی نعمتیں) ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اس اللہ کے عذاب اور اسے کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے۔ اس وقت کوئی چیز اس کے دل میں اس سے زیادہ قابل نفرت نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند نہیں فرماتا۔

(صحیح بخاری ص ۹۶۳ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۵، صحیح مسلم ص ۳۴۳ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۰۵ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۰۳ ج ۱، سنن الکبریٰ للنسائی ص ۱۹۶۴ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۶ ج ۱۲، شرح السنۃ ۱۴۵۰)

قریب الموت آدمی کے سامنے صالحین کا تذکرہ

وہابیہ کے فتاویٰ علماء حدیث میں مرقوم ہے کہ

جب مریض زندگی سے مایوس ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ جلد موت ہو جائے گی تو اس کے وارثوں کو چاہیئے ...... قبر کی سختی حساب کا خوف اور آخرت کی شدت اس کے سامنے ذکر نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا ذکر کریں اور گناہوں کی بخشش کا تذکرہ کریں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عام شفاعت کا ذکر کریں اور ارواح صالحین خصوصاً مشائخ اور پیران طریقت کا تذکرہ اس کے روبرو کریں اور وہ امور ذکر کریں کہ اس سے گناہ گاروں کے گناہ زائل ہوتے ہیں۔ فتاویٰ علماء نے حدیث۔

(ص ۲-۱۴۱ ج ۵)

قریب الموت آدمی اپنے رب کے حضور سچی توبہ کرے

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ یا یھا الذین امنو توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا (پ ۲۸ سورۃ تحریم ۸)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔ (کنزالایمان)

توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون تعلکم تفلحون (پ ۱۸ سورۃ النور ۳۱)

''اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔'' (کنزالایمان)

وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ (پ ۱۲ سورۃ ھود ۳)

''اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو۔'' (کنزالایمان)

جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ

''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔'' (سنن ابن ماجہ ص ۳۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم شفیع مکرم نے ارشاد فرمایا کہ

لو اخطاتم من تبلغ خطایا کم اسماء ثم تبتم لتاب علیکم

''اگر تم اتنے گناہ کرو کہ تمہارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرو تو بھی اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔'' (سنن ابن ماجہ ص ۳۲۳)

حضرت حارث بن سوید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار تھے میں ان کی عیادت کے لئے گیا انہوں نے مجھ کو دو حدیثیں بیان کیں۔ ایک: اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ ﷺ کی طرف سے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ مومن کی توبہ پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ ایک شخص کسی ہلاکت خیز سنسان جنگل میں اپنی سواری پر جائے جس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں۔ وہ سو جائے اور جب وہ بیدار ہو تو سواری کہیں جا چکی ہو۔ وہ اس سواری کی تلاش کرتا رہے حتیٰ کہ اس کو سخت پیاس لگ جائے پھر وہ کہے کہ میں واپس اسی جگہ جاتا ہوں جہاں پر میں پہلے تھا۔ میں وہاں سو جاؤں گا حتیٰ کہ مر جاؤں گا۔ وہ کلائی پر اپنا سر رکھ کر لیٹ جاتا ہے تا کہ مر جائے۔ پھر وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کے پاس اس کی سواری ہوتی ہے اور اس پر اس کی

خوراک اور اس کے کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کو بندہ مومن کی توبہ کرنے پر اس شخص کی سواری اور زادراہ (کے ملنے) سے زیادہ خوش ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم ص ۳۵۴ ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے زیادہ اچھے توبہ کرنے والے ہیں۔ (سنن دارمی ص ۱۶۳ ج ۲، مسند امام احمد ص ۱۹۸ ج ۳)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

گناہ کبیرہ استغفار کے بعد کبیرہ نہیں رہتا (یعنی مٹ جاتا ہے) اور صغیرہ گناہ اصرار کرنے کے بعد صغیرہ گناہ نہیں رہتا (کبیرہ ہو جاتا ہے) (تہذیب تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۴۸ ج ۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

جس نے استغفار کر لیا اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ ایک دن میں ستر مرتبہ گناہ کرے۔

(سنن ابوداؤد ص ۲۱۲ ج ۱، جامع ترمذی ص ۵۱۲)

اس رویت میں ستر مرتبہ سے مراد کثرت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

جس شخص نے استغفار کرنے کو لازم کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر پریشانی کا حل بنا دے گا اور ہر تنگی سے اس کے لئے کشادگی کر دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہ ہو گا۔ (تہذیب تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۱۵۴ ج ۳)

حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ندامت توبہ ہے۔

(مسند امام احمد ص ۴۳۳ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۳، مسند ابن حمید ص ۲۶۴)

حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

گناہ کی توبہ یہ ہے کہ توبہ کے بعد دوبارہ وہ گناہ نہ کرے۔ (مسند امام احمد ص ۴۴۶ ج ۱)

توبہ کا لغوی معنی یہ ہے رجوع کرنا۔ اور بندہ کی توبہ یہ ہے کہ وہ معصیت سے اطاعت کی طرف اور غفلت سے اللہ کو یاد کرنے کی طرف رجوع کرے اور اللہ کے توبہ قبول کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ دنیا میں بندے کے گناہ پر پردہ رکھے۔ بایں طور پر کہ کوئی شخص اس کے گناہ پر مطلع نہ ہو اور آخرت میں اس کو سزا نہ دے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ عذاب دینے سے مغفرت کی طرف رجوع فرمائے۔ توبہ کا شرعی معنی یہ ہے کہ گناہ کو برا جان کر فی الفور ترک کر دے۔ اس سے جو تقصیر ہوئی ہے اس پر نادم ہو اور آئندہ اس گناہ

کو نہ کرنے کا پکا عزم کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ غرغرہ موت (جب سانس اکھڑنے لگتا ہے) سے پہلے پہلے بندہ کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

(جامع ترمذی ص ۱۹۴ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۴، شرح السنۃ ۱۳۰۶، مسند امام احمد ص ۱۳۲ ج ۲، صحیح ابن حبان ص ۶۲۸ ج ۲)

قبل از موت اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اگر کسی آدمی کا ظلم اپنے بھائی کی عزت پر ہو یا کسی طریقے سے (بھی ظلم کیا ہو) تو اسے آج ہی اس دن کے آنے سے قبل معاف کرائے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم بلکہ اس کا کوئی نیک عمل ہو گا۔ اس کے بدلے وہی اس سے لے لیا جائے گا اگر اس کے پاس بھی کوئی نیک عمل نہ ہو گا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (صحیح بخاری ص ۳۳۱ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مفلس شخص کون ہوتا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار اور مال و متاع نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا۔ لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کو تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو بے جا مارا ہوگا، اسے بٹھا دیا جائے گا، اس کی نیکیاں ان لوگوں کو دی جائیں گی (جن پر اس نے ظلم و زیادتی کی ہوگی) اور اگر اپنی غلطیوں کا بدلہ دینے سے قبل اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو لوگوں سے ان کی غلطیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

(جامع ترمذی ص ۶۷ ج ۲)

وصیت کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

کسی بھی مسلمان کے لئے جس کے پاس قابل وصیت کوئی مال ہو درست نہیں کہ دو راتیں بھی وصیت کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ کئے بغیر گزارے۔

(صحیح بخاری ص ۳۸۳ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۹ ج ۲، جامع ترمذی ص ۳۲ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۳۹ ج ۲، سنن نسائی ص ۱۱۰ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص

۱۹۸، مشکوٰۃ المصابیح ۲۶۵، سنن دارمی ص ۴۹۵ ج ۲، موطا امام مالک ص ۴۸۷ صحیح ابن حبان ص ۲۰۶ ج ۸)

وصیت کی مشروعیت پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔ وصیت کرنا مستحب ہے۔ جمہور علما کا یہی مؤقف ہے۔ جس آیت و حدیث کا بظاہر وجوب معلوم ہوتا ہے اس سے مطلقاً وصیت کا وجوب ثابت نہیں ہوتا جس شخص پر اللہ کا کوئی قرض ہو یا کسی بندے کا کوئی حق مثلاً امانت ہو اور اسکے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو اس پر اس کے متعلق وصیت کرنا واجب ہے۔ وصیت کا وجوب مطلقاً ثابت نہیں۔

(عمدۃ القاری ص ۲۹ ج ۱۴)

امام نووی نے بھی وصیت کا مستحب ہونا اور وجوب کا نہ ہونا بیان کیا ہے۔ (شرح مسلم نووی ص ۳۹ ج ۲)

ثلث مال تک وصیت

جلیل القدر صحابی رسول حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ میں اس وقت مکہ معظمہ میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سرزمین پر موت کو پسند نہیں فرماتے تھے جہاں سے کوئی ہجرت کر چکا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ابن عفرا پر رحم فرمائے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے سارے مال وصیت کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا پھر آدھے مال کی وصیت کردوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا پھر تہائی مال کی وصیت کر دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تہائی مال کی وصیت کر سکتے ہو اور یہ بھی بہتر ہے اگر تم اپنے ورثاء کو اپنے پیچھے چھوڑ دو۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں محتاج چھوڑ دو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ دراز کرتے رہیں۔

(صحیح بخاری ص ۳۸۳ ج ۱، صحیح مسلم ص ۴۰/۳۹، جامع ترمذی ص ۳۲ ج ۲، سنن نسائی ص ۱۱۱ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۳۹ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۹، مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۵، سنن دارمی ص ۴۹۹ ج ۲، مسند امام احمد ص ۱۷۲ ج ۱ مصنف عبدالرزاق ص ۶۴ ج ۹)

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگ وصیت میں ثلث سے ربع کی طرف مائل ہو جائیں۔ اس لئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثلث کو بھی زیادہ قرار دیا ہے۔ (سنن نسائی ص ۱۱۲ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۹ و مسند امام احمد ص ۲۳۳ ج ۱)

امام و محدث بدر الدین عینی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ ابو عمرو نے کہا کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے اور جمہور فقہاء نے اس حدیث کو مقدار وصیت کے بارے میں اصل قرار دیا ہے اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ وصیت ثلث (۱/۳) سے

متجاوز نہیں ہونی چاہئے۔ اہل علم کے نزدیک ثلث سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ ثلث سے کم وصیت کرنی چاہئے۔ (عمدۃ القاری ص ۹۰ ج ۸)

ورثاء کے لئے وصیت کا عدم جواز

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق ادا کر دیا ہے۔"

پس کسی وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

(جامع ترمذی ص ۳۲ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۴۰ ج ۲، سنن نسائی ص ۱۱۳ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۹، مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۵، سنن دارمی ص ۵۱۱ ج ۲، مسند امام احمد ص ۱۰۰-۱۸۰ ج ۴، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۸۱ ج ۷، فتح الباری ص ۳۰۱ ج ۶ تلخیص الحبیر ص ۹۲ ج ۳)

وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے

قریب المرگ مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچائے یعنی کسی کو وراثت سے محروم کر دے وغیرہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

من بعد وصیۃ یوصی بہا اودین غیر مضار وصیۃ من اللہ واللہ علیم حلیم

(پ ۴ النساء ۱۲)

میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا ہے اور حلم والا ہے۔ (کنزالایمان)

جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لا ضرر ولا ضرار من ضار ضارہ اللہ و من شاق شاق اللہ علیہ

"نہ نقصان اٹھاؤ کسی نقصان پہنچاؤ۔ جس نے کسی کو نقصان میں مبتلا کیا اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا جس نے کسی کو مشقت میں ڈالا اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں ڈالے گا۔"

(المستدرک للحاکم ص ۱۸۸ ج ۲، سنن دارقطنی ص ۷۷ ج ۳

جو اقرباء وارث نہیں بنتے ان کے لئے وصیت کا جواز

ارشاد ربانی ہے کہ

کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیر ن الوصیۃ للوالدین ولاقربین بالمعروف حقًا علی المتقین (البقرہ ۱۸۰)

تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ دار کے لئے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔

(کنزالایمان)

جمہور علماء اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں والدین اور اقرباء ورثاء کا حکم میراث کی آیات سے منسوخ ہے۔ البتہ وہ اقرباء جو ورثاء نہیں بنتے ان کے لئے وصیت کرنا جائز ہے اس لئے کہ والدین اور ورثاء اقرباء کے اللہ تعالیٰ نے خود حصے مقرر فرما دیئے۔ اس لئے ان کے حق میں وصیت کرنے کا وجوب اب منسوخ ہوگیا۔ لہٰذا اب ان کے حق میں کی گئی وصیت نافذ نہ ہوگی البتہ ورثاء کو وصیت میں نقصان پہنچانا بھی جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث اوپر مذکور ہوئی اب ایک اور حدیث ملاحظ فرمائیں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرد اور ایک عورت ساٹھ سال اللہ کی عبادت کرتے رہتے ہیں پھر ان کو موت آجاتی ہے اور وہ وصیت میں کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں تو ان کے لئے دوزخ واجب ہوجاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد ص۴۰ ج۲)

ورثاء کی اجازت سے تہائی مال سے زیادہ میں وصیت کا جواز

اگر تمام ورثاء تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی اجازت دیں تو یہ جائز ہے کیوں کہ تہائی کی حد ورثاء کا حق محفوظ کرنے کے لئے کی گئی سو اگر ورثاء خود اپنے حق سے دستبردار ہو رہے ہیں تو پھر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر ورثاء چاہیں تو جائز ہے۔ (سنن دارقطنی ص۱۵۲ ج۴)

حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر وارث (دیگر) وارث اجازت دیں تو جائز ہے۔

(سنن دارقطنی ص۱۵۲ ج۴)

حالت صحت میں صدقہ بوقت موت صدقہ سے افضل ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا عرض کیا یارسول

اللہ ﷺ کون سے صدقے میں زیادہ فضیلت ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت صدقہ کرو جب تم صحت مند ہو، مال پر حریص ہو، زندگی کی امید ہو، تنگ دستی کا خوف ہو اور صدقہ میں تاخیر نہ کرتے رہو حتیٰ کہ جب موت حلقوم تک پہنچ جائے تو کہو کہ یہ چیز فلاں کے لئے ہے، یہ تو (اب تم کہو نہ کہو) فلاں کے لئے ہو ہی جائے گی۔ (سنن ابوداؤد ص۴۰ ج۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرے تو وہ موت کے وقت سو درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔
(سنن ابوداؤد ص۴۰ ج۲)

گھر والوں کو واویلا ماتم گریبان پھاڑنے وغیرہ سے منع کرے

قریب المرگ آدمی کو چاہئے کہ اپنے گھر والوں کو اس بات کی وصیت کرے تو تم صبر سے کام لینا واویلا، ماتم، گریبان پھاڑنا جائز نہیں ہے۔ اگر یہ منع کرنے کی بجائے ان کو سوگ کرنے کی وصیت کرے گا تو اس سے خود اس کو بھی عذاب ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے۔

ان المیت یعذب ببکاء اھلہ

"میت کو اس کے گھر والوں کے (اس کی وصیت کے مطابق) اس پر بیکار واویلا کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔"

(صحیح بخاری ص۱۷۲ ج۱، صحیح مسلم ص۳۰۲ ج۱، جامع ترمذی ص۱۹۵ ج۱، سنن نسائی ص۲۰۵ ج۱، ابن ماجہ ص۱۱۵ ج، ابن حبان ص۵۴ ج۶)

سکرات الموت

موت کے وقت جسم سے جان نکلتے وقت تکلیف لازم ہے۔ یہ سختی مومنوں پر بھی طاری ہوتی ہے اور کافروں پر بھی مگر اس کی کیفیت مختلف ہوتی ہے۔ اہل ایمان پر یہ سختی اس لئے ہوتی ہے تاکہ یہ حالت قدسیت میں اپنے رب کے حضور حاضر ہوں۔ انبیاء پر سکرات الموت اس لئے کہ تجلیات الٰہیہ کا خصوصی نزول ہوتا ہے۔ ان تجلیات کے باعث شدت محسوس ہوتی ہے۔

اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال باکمال کے وقت جو سختی دیکھی ہے اس کے بعد مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں ہے۔ (جامع ترمذی ص۱۹۲ ج۱، شرح الصدور ص۱۱)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال

باکمال میں دیکھ رہی تھی جو کہ میرے سینہ اور ہتھیلی کے درمیان ہوا۔اب میں کسی شخص کی موت کو برا نہیں سمجھتی جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔(سنن نسائی ص ۲۰۲ ج ۱)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ارشادات کا ماحصل یہ ہے کہ جس شخص کو سکرات میں آسانی ہو اس کی خوبی انجام ضروری نہیں ہے۔اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی سکرات کی سختی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھی ہے۔تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جان کنی کی تکلیف کسی کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے کی تکلیف سے زیادہ سخت ہے۔اس لئے کہ زخم کی تکلیف کا باعث یہ ہوتا ہے کہ زخم کی جگہ روح کو تکلیف ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ زخم کی جگہ تلوار روح کو نہیں دیکھتی اور آگ کے جلنے کا درد اس لئے زیادہ ہوتا ہے کہ اس کی جلن تمام اجزاء میں سرایت کر جاتی ہے اور جان کنی کی اذیت عین روح میں جو بدن کے تمام اجزاء کو گھیرے ہے ظاہر ہوتی ہے اور سکرات کے وقت بے طاقتی کے سبب اس وقت خاموش رہتا ہے کہ زبان اس کی سختی سے گنگ ہو جاتی ہے اور عقل بجا نہیں رہتی۔ یہ سختی وہی معلوم کر سکتا ہے جس نے اس کی اذیت اُٹھائی ہے یا نور نبوت سے اس کے وقوع سے قبل اس کی اذیت کا علم ہو۔

سکرات الموت کا ذکر پہلے ہم دو آیات کے حوالہ سے کریں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذلك ما کنت منه تحید

''اور موت کی سختی برحق آئی اور یہ وہ تکلیف ہے جس سے تو بھاگتا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کلا اذا بلغت التراقی ○ وقیل من راق ○ وظن انه الفراق ○ والتفت الساق بالساق ○ الی ربك یومئذنِ المساق ○

''جب جان گلے کو پہنچ جائے گی اور (آس پاس کے) لوگ کہیں گے ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے (تاکہ شفا ہو) لیکن وہ یعنی مرنے والا سمجھ لے گا کہ یہ (دنیا سے) جدائی کی گھڑی ہے (اور موت کی سختی کی وجہ سے) پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی''۔

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے فرمایا کہ مجھے موت کا حال دکھاؤ آپ نے فرمایا اے امیر المومنین وہ کانٹے دار درخت کی مانند ہے جو مسلمان کے اندر ہو اور اس کی رگ و پے میں سرایت کر چکا ہو۔اب ایک مضبوط بازوؤں والا انسان اس کو کھینچ رہا

ہو۔(شرح الصدور ص ۱۴)

حضرت طعمہ بن غیلان جعفیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پٹھوں رگوں پوروں کی بھی روح نکالتا ہے۔ اے اللہ مجھے پر اس کو آسان فرما دے۔ (شرح الصدور ص ۱۴)

ابن ابی الدنیا سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرو بن عاص کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے صاحبزادے نے ان سے عرض کیا اے ابا جان! آپ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی عقلمند انسان مجھے نزع کے عالم میں مل جائے تو میں اس سے موت کے حالات دریافت کروں تو آپ سے زیادہ عقلمند کون ہو گا۔ برائے کرم آپ ہی مجھے موت کے حالات بتلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا اے بیٹے بخدا اب معلوم ہوتا ہے کہ میرے دونوں پہلو ایک تخت پر ہیں اور میں سوئی کی نوک کے برابر سوراخ سے سانس لے رہا ہوں اور ایک کانٹوں والی شاخ میرے قدم کی طرف سے سر کی جانب کھینچتی جا رہی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۳)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے مردوں کو کلمہ توحید کی تلقین کرو اور جنت کی بشارت دو۔ اس لئے کہ اس وقت بڑے حلیم مرد اور عورتیں حیران و ششدر رہ جاتی ہیں۔ اس وقت شیطان انسان کے بہت ہی زیادہ قریب ہوتا ہے۔ بخدا ملک الموت کو دیکھنا تلوار کی ایک ہزار چوٹوں سے کہیں زیادہ ہے۔ بخدا انسان جب مرتا ہے تو اس کی ہر رگ انفرادی طور پر تکلیف برداشت کرتی ہے۔ (ابی نعیم فی الحلیہ شرح الصدور ص ۱۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی جان ایسے نکلتی ہے جیسے چھلکتی ہے اور کافر کی جان بہہ کر نکلتی ہے۔ مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو موت کے وقت شدت کے ذریعے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے اور کافر جب کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو موت کے وقت آسانی کر کے اس کا بدلہ دے دیا جاتا ہے۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر شرح الصدور ص ۱۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہید کو موت کی تکلیف صرف اس قدر ہوتی ہے جتنی کسی کو چیونٹی کے کاٹنے کی ہوتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کے واقعات بیان کرو۔ اس لئے کہ ان میں عجیب عجیب باتیں ہوتی ہیں پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت قبرستان میں گئی اور انہوں نے مشورہ کیا کہ دو رکعت پڑھ کر خدا تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ کسی مردہ کو زندہ کر دے جو ہمیں حالات بتائے۔ چنانچہ وہ یہ کام کر رہے

تھے کہ اچانک ایک سیاہ شخص نمودار ہوا اس کی پیشانی پر سجدوں کے نشانات تھے۔ اس نے کہا اے لوگو! تم نے مجھے کیوں پریشان کیا ہے۔ مجھ کو فوت ہوئے سو سال ہو گئے ہیں مگر موت کی سختی اب تک محسوس کر رہا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ مجھے پہلی حالت لٹا دے۔ (رواہ ابن ابی شیبہ شرح الصدور ص ۱۲)

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موت کی وجہ سے اس کی ہر رگ دردمند تھی لیکن اس کے رب کی جانب سے اس کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ اس عذاب کے بعد کوئی عذاب نہیں۔ پس اسے سکون مل گیا۔ آپ ﷺ ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اس سے دریافت فرمایا کیا حال ہے۔ عرض کیا کہ میں اپنے آپ کو رغبت کرنے والا اور ڈرنے والا محسوس کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں یہ دو چیزیں پائی گئیں تو وہ جس چیز کی امید کرے گا خدا تعالیٰ اسے وہ دلا دے گا اور جس چیز سے وہ ڈرے گا خدا تعالیٰ اس سے اس کو بے خوف بنا دے گا۔ (شرح الصدور ص ۱۴)

حضرت میسرہ سے روایت ہے کہ اگر موت کی تکالیف کا ایک قطرہ آسمان اور زمین پر رہنے والوں کو ٹپکا دیا جائے گا تو سب مر جائیں لیکن قیامت میں ایک گھڑی کی تکلیف اس سے ستر گناہ زیادہ ہوگی۔ (شرح الصدور ص ۱۳)

وہیب بن مدرو سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندہ پر رحم فرمانا چاہتا ہوں تو اس کی ہر برائی کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہوں۔ کبھی بیماری سے، کبھی گھر والوں میں مصیبت ڈال کر، کبھی تنگی معاش سے پھر بھی اگر کچھ بچتا ہے اور مرتے وقت سختی کرتا ہوں حتیٰ کہ جب وہ مجھ سے ملاقات کرتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک ہوتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا اور مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں جس بندے کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں اس کو اس کی ہر نیکی کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیتا ہوں۔ کبھی جسم کی صحت سے، کبھی فراخ رزق سے، کبھی اہل وعیال کی خوش حالی سے پھر بھی اگر کچھ رہ جاتا ہے تو مرتے وقت اس پر آسانی کر دی جاتی ہے حتیٰ جب وہ مجھ سے ملاقات کرتا ہے تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا کہ وہ نار جہنم سے بچ سکے۔ (شرح الصدور ص ۲-۱۱)

حضرت لقمان حنفی اور یوسف بن یعقوب حنفی سے روایت ہے کہ جب خوش خیر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو ان سے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ موت کی تکلیف آپ پر آسان کر دے۔ (شرح صدور ص ۱۱)

حضرت بشر بن حوشب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے موت کی تکالیف اور سختیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موت کی آسان تر تکلیف کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کانٹے دار شاخ کو اُون میں ڈالے اور پھر اسے کھینچے تو اس شخص کے ساتھ اُون بھی نکل آئے گی۔
(شرح الصدور ص ۱۳)

حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ موت کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جھڑ بیری کے درخت کی مانند کہ جس کی شاخیں ہر ہر رگ سے اُگ گئی ہوں اور پھر ان کو کوئی کھینچے یہ ہے موت کی آسان تر تکلیف۔ (شرح الصدور ص ۱۳)

حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے کہ موت دُنیا و آخرت کی ہولناکیوں میں سب سے زیادہ ہولناک ہے۔ یہ آروں کے چیرنے سے، قینچیوں کے کاٹنے سے اور ہانڈیوں کے اُبالنے سے زیادہ ہے۔ اگر مردہ زندہ ہو کر موت کی تنگی لوگوں کو بتا دیتا' تو ان کا عیش اور نیند سب کچھ ختم ہو جاتا۔ ابن ابی الدنیا نے اس طرح کی ایک روایت وہب بن منبہ سے بھی کی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۳)

حضرت امام اوزاعی سے روایت ہے کہ موت کی تکلیف مومن قبر سے اُٹھنے تک پائے گا۔
(ابن ابی الدنیا شرح الصدور ص ۱۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آخری تکلیف جو بندہ (مومن) کو پہنچتی ہے وہ موت ہے۔ (شرح الصدور ۱۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان پر جب سکرات کا عالم طاری ہوتا ہے اور میت کی بے چینی ہو تو اس کے اعضاء ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں۔ السلام علیك تفارقني وافارقك الي يوم القيامة ''تم پر سلامتی ہو تم مجھ سے جدا ہو رہے ہو اور میں تجھ سے قیامت تک کیلئے جدا ہو رہا ہوں۔'' (شرح الصدور ص ۱۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرنے والے انسان کو فرشتے باندھ دیتے ہیں وگرنہ وہ جنگلات میں بھاگتا پھرتا۔ (شرح الصدور ص ۱۳)

حضرت علی المرتضیٰ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ایک ہزار تلوار کی چوٹیں میرے نزدیک بستر پر مرنے سے بہتر ہیں۔
(ابن ابی الدنیا شرح الصدور ص ۱۳)

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت کعب احبار سے پوچھا کہ وہ کون سی بیماری ہے جو لا علاج ہے؟ آپ نے فرمایا وہ موت ہے۔ زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ موت وہ بیماری ہے جس کا علاج رضوان الٰہی ہیں۔ (شرح الصدور ص۱۴)

حضرت محمد بن کعب کرظی سے روایت ہے کہ سب سے آخر میں موت کا اشکال ہوگا۔ اس سے کہا جائے گا مر جاؤ۔ اس وقت وہ ایسی چیخ مارے گا جس کو اگر زمین آسمان والے سن لیں تو گھبراہٹ سے ان کا دم نکل جائے۔ (ابن ابی الدنیا شرح الصدور ص۱۴)

حضرت حسن سے روایت ہے کہ مرتے وقت انسان کو سب سے زیادہ تکلیف اس وقت ہوتی ہے جب روح حلق تک پہنچتی ہے۔ اس وقت وہ بے چین ہوتا ہے اور اس کی ناک اُٹھ جاتی ہے۔ شہید اس سے مستثنیٰ ہے۔ (ابن ابی الدنیا شرح الصدور ص۱۴)

حضرت کعب سے روایت ہے کہ مردہ جب تک قبر میں رہتا ہے موت کی تکلیف اس کو محسوس ہوتی ہے۔ مومن پر زیادہ اور کافر پر کم۔ (ابی نعیم شرح الصدور ص۲-۱۱)

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے کہ مرنے والے آدمی کی روح اس سے نکال لی جاتی ہے اور وہ خاموش رہتا ہے لیکن اگر کسی انسان کے پاؤں میں چیونٹی کاٹ لے اور تو وہ تڑپ جاتا ہے۔ فرمایا فرشتے اسے باندھ دیتے ہیں۔ (کتاب العظمۃ شرح الصدور ص۱۳)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو ہر چیز میں ثواب ملتا ہے حتیٰ کہ بوقت موت جو تکلیف ہوتی ہے اس میں بھی ثواب ملتا ہے۔
(ابن ماجہ شرح الصدور ص۱۲)

ملک الموت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذمے مختلف امور لگا رکھے ہیں۔ بعض فرشتے ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مصروف ہیں اور بعض حامل عرش وسماء ہیں۔ بعض کے ذمے ارضی نظام کے امور ہیں، زمین پر بارش لانا اور زمین پر اسکے حصے کا رزق مہیا کرنا، انسان کے اعمال و افعال کا حساب رکھنا بھی فرشتوں کے سپرد ہے۔ اس طرح انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کو انبیائے کرام علیہم السلام تک پہنچانا۔ فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذمے ہے۔ اور انسان کی دنیوی زندگی کو زوال دینے والا بھی ایک فرشتہ مقرر ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمیں موت دیتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا

ہے، اسے ملک الموت کہتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

قل یتوفاکم ملك الموت الذی وکل بکم (پ۲۱ سورۃ السجدہ ۱۱)

''تم فرماؤ، تمہیں وفات دیتا ہے، موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔'' (کنزالایمان)

ملک الموت کا حضرت عزرائیل نام ہے جس کا معنی ہے اللہ کا بندہ۔ ہر انسان کی روح وہی قبض کرتا ہے۔ خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ مومن کی روح قبض کرتے وقت اس کا رویہ نرم اور کافروں کی روح قبض کرتے وقت اس کی شکل خوفناک اور نرم رویہ کی بجائے رویہ سخت ہوتا ہے۔ روح قبض کرنے میں بہت سے فرشتے اس کے معاون ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

حتّٰی اذا جاء احدکم الموت توفته رسلنا وهم لا یفرطون (پ۷ انعام ۶۱)

''جب تم میں کسی کی موت آتی ہے ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے۔'' (کنزالایمان)

قریب المرگ کی روح معاون فرشتے قبض کرتے ہیں۔ جب حلق تک پہنچتی ہے تو حضرت عزرائیل ملک الموت خود قبض کرتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور ملک الموت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو عرش اُٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک کو بھیجا کہ زمین سے کچھ مٹی لے آ۔ جب وہ مٹی لینے زمین پر آیا تو زمین نے فرشتے سے کہا کہ میں تجھے اس ذات کی قسم دیتی ہوں جس نے تجھے میرے پاس بھیجا ہے تو میری مٹی نہ لے جا تاکہ کل اسے آگ میں جلنا نہ پڑے۔ جب وہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچا تو رب تعالیٰ نے اس سے دریافت کیا کہ مٹی کیوں نہ لائے فرشتے نے زمین کا جواب سنا دیا اور عرض کیا مولا جب اس نے تیری عظمت کا واسطہ دیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے فرشتے کو بھیجا اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا حتیٰ کہ ملک الموت علیہ السلام کو بھیجا زمین نے ان کو بھی یہی جواب دیا تو آپ نے فرمایا اے زمین جس ذات نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے وہ تجھ سے زیادہ اطاعت وفرمانبرداری کے لائق ہے۔ میں اس کے حکم کے سامنے تیری بات کیسے مان سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے زمین کے مختلف

حصوں سے تھوڑی تھوڑی مٹی لی اور بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت کے پانی سے گوندھا تو وہ کیچڑ ہوگئی پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ (شرح الصدور ص ۱۷)

ملک الموت کی شکل وصورت

حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دن اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ اچانک ایک خوبصورت آدمی آپ کے گھر میں داخل ہوا۔ آپ نے پوچھا اے اللہ کے بندے تجھے اس گھر میں کس نے داخل کیا؟ اس نے عرض کیا کہ گھر والے نے۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک اہل خانہ کو اس کا اختیار ہے۔ یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے عرض کیا میں ملک الموت ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری جو نشانیاں بتائی گئی ہیں وہ تو سب مفقود ہیں۔ ملک الموت نے اپنی پیٹھ پھیر لی۔ اب جو آپ نے اس کو دیکھا کہ اس کے جسم پر آنکھیں ہی آنکھیں نظر آنے لگیں اور جسم کا ہر بال نوکدار تیر کی طرح کھڑا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً نعوذ باللہ پڑھا اور اس سے فرمایا کہ تم اپنی پہلی شکل میں آؤ۔ ملک الموت نے عرض کیا اے ابراہیم علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو وفات دیتا ہے جو اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہو تو مجھے اس شکل میں بھیجا جاتا ہے جس میں، میں حاضر ہوا تھا۔ دوسری روایت میں ہے جب اس نے پیٹھ موڑی تو اس کی وہ شکل آئی جس سے وہ برے لوگوں کی روح قبض کرتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۸)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ملک الموت کو مومن کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم

خزرج سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک میت کے پاس تشریف فرما تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملک الموت سے ارشاد فرما رہے تھے کہ اے ملک الموت میرے ساتھی کے ساتھ نرمی کرو کیوں کہ وہ مومن ہے۔ ملک الموت نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور دل خوش ہو، میں تو ہر مومن پر نرمی کرتا ہوں۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب آدمی کی روح قبض کرتا ہوں اور چیخنے والے چیختے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ بخدا ہم نے اس پر ظلم نہیں کیا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے کئے پر راضی ہو گے تو اجر کے حق دار ہو گے ورنہ لائق عذاب اور ہم کو تو بار بار آنا ہی ہے اس لئے ڈرتے رہو خیمے والے ہوں یا کچے مکانوں والے، نیک ہوں یا بد، پہاڑی علاقوں میں رہنے والے ہوں یا ہموار زمینوں میں رہنے والے۔ میں ہر رات اور ہر دن ان کے ایک ہر کے چہرے کو غور سے دیکھتا ہوں۔ اس لئے میں ہر بڑے اور چھوٹے کو ان سے زیادہ پہچانتا ہوں۔ بخدا اگر میں مچھر کی بھی روح قبض کرنا چاہتا ہوں تو بے اذن الٰہی قبض نہیں کر سکتا۔ حضرت جعفر بن

محمد کہتے ہیں کہ ملک الموت پانچ نمازوں کے اوقات میں چہروں کو دیکھتے ہیں۔ اگر دیکھتے ہیں کہ کسی نیک اور نمازی یا نمازی کی موت قریب آ گئی تو شیطان کو اس سے دور فرماتے ہیں اور اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے ہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی رقم ۴۸۸، مسند البزار رقم ۷۸۴، شرح الصدور ص ۸-۱۷، مجمع الزوائد ص ۳۲۶ ج ۲)

ملک الموت کے سامنے دنیا کی حیثیت

ملک الموت حضرت عزائیل علیہ السلام کے سامنے دنیا ایسے ہے جیسے کسی شخص کے سامنے کوئی طشتری یا تھالی پڑی ہو اور اس میں سے جتنا چاہے جہاں سے چاہے اُٹھا لے۔ ابونعیم وغیرہ نے امام مجاہد سے روایت کی ہے ارشاد فرمایا کہ

ملک الموت کے لئے زمین ایک طشت کی مانند بنا دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہے پکڑے اور اس کے معاوِن فرشتے بنائے گئے ہیں جو روح نکالتے ہیں پھر ملک الموت اسے اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔
(کتاب العظمۃ ص ۱۵۶ شرح الصدور ص ۱۸)

ثابت ہوا کہ دنیا میں ایک ہی وقت میں لاکھوں انسانوں کی روحوں کو قبض کرنے کی اسے قدرت و طاقت دی گئی ہے۔ اس لئے کہ اتنی وسیع و عریض دنیا اس کے سامنے ایک تھال کی طرح ہے وہ جتنی جانوں پر چاہے ہاتھ ڈال سکتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے زبیر بن محمد سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ملک الموت تو ایک ہے مشرق و مغرب میں جنگوں میں لاتعداد لوگ مرتے ہیں (ان کی روحوں کو ایک ہی فرشتہ کیسے قبض کرتا ہوگا) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام دنیا کو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کے لئے ایک تھال کی مانند جمع کر دیا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۹)

ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ دو شخصوں کی روح ایک ہی وقت میں نکل جاتی ہے حالانکہ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہوتا ہے تو حضرت ملک الموت ایک ہی وقت میں ان کی روح کس طرح نکال لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تم زمین و آسمان والے ملک الموت کے سامنے ایسے ہو جیسے کس کے سامنے دسترخوان ہوتا ہے جہاں سے چاہیئے لقمہ اُٹھائے۔ (شرح الصدور ص ۱۹)

ابن ابی الدنیا نے حسن بن عمار اور انہوں نے حکم سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ملک الموت سے پوچھا کیا تو ہر شخص کی روح قبض کرتا ہے۔ ملک الموت نے عرض کیا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا کہ تو اس وقت میرے پاس ہے اور لوگ زمین کے مختلف اطراف میں ہیں ملک الموت نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تمام زمین کو اس طرح مسخر کر دیا ہے جیسے آپ میں سے کسی کے سامنے تھال رکھا جائے اور وہ اس تھال سے جس طرف سے جو چیز چاہے پکڑ لے۔ اس طرح تمام دنیا میرے سامنے ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۹)

ملک الموت کا انسانوں کو دیکھنا

ابن ابی الدنیا اور ابی الشیخ کی روایت میں ہے کہ ملک الموت تین مرتبہ دن میں لوگوں کا چہرہ دیکھتا ہے جس کی عمر پوری ہو جاتی ہے اس کا رزق دنیا سے ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں گھر والے رونے لگتے ہیں۔ ملک الموت دروازے کے پٹ پکڑ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارا کوئی قصور نہیں کیا بلکہ میں تو اللہ کی طرف سے مامور ہوں نہ میں نے اس کا رزق کھایا اور نہ (از خود) اس کی روح قبض کی اور مجھے تو تمہارے پاس بار بار آنا ہے حتیٰ کہ تم میں سے کوئی باقی نہ بچے۔ حسن فرماتے ہیں کہ لوگ اگر اس فرشتہ کو دیکھ پائیں اور اس کے کلام کو سن لیں تو میت کو بھول کر خود اپنے ہی آپ پر رونے لگ جائیں۔ (شرح الصدور ص ۱۸)

حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ملک الموت ہر گھر والے کو ہر روز پانچ مرتبہ غور سے دیکھتے ہیں کہ آیا انہیں کسی روح کے قبض کئے جانے کا حکم دیا گیا ہے یا نہیں۔ (شرح الصدور ص ۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ملک الموت بندوں کے چہروں کو روزانہ ستر مرتبہ دیکھتے ہیں جب کوئی بندہ ہنستا ہے تو ملک الموت کہتا ہے کہ تعجب کی بات ہے کہ میں اس کی روح قبض کرنے کو آیا ہوں اور یہ ہنس رہا ہے۔ (شرح الصدور ص ۲۰)

ملک الموت کا لوگوں کی ارواح کو قبض کرنا

حضرت ربیع بن انس سے روایت ہے کہ ملک الموت کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا کیا وہ اکیلے ہی روحیں قبض کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ملک الموت کے مددگار اور متبع فرشتے ہیں اور وہ ان کے قائد ہیں اور ملک الموت کا ایک قدم مشرق سے مغرب تک ہے اور مومنوں کی روحیں سدرہ کے پاس ہوتی ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فالمدبرات امرًا کی یہ تفسیر بھی فرمائی ہے اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ملک الموت کے ساتھ میت کے پاس قبض روح کے وقت حاضر ہوتے ہیں۔ ان میں سے

کوئی روح کو لے کر چڑھتا ہے اور کوئی آمین کہتا ہے اور کوئی نماز جنازہ ہونے تک میت کے لئے استغفار کرتا رہتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۷)

ابن ابی حاتم، ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے کتاب العظمہ میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے کہ دنیا کا نظام چار فرشتوں کے سپرد ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کے سپرد لشکروں اور ہواؤں کا کام ہے۔ میکائیل کے سپرد بارش اور نباتات کا کام ہے اور عزرائیل علیہ السلام لوگوں کی روحوں کو قبض کرنے کے کام پر مامور ہیں اور اسرافیل ان سب کو امر الٰہی پہنچاتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۷)

حضرت عکرمہ سے ''وقیل من راق'' کی یہ تفسیر روایت ہے کہ ملک الموت کے مددگار فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اس شخص کی روح کو قدم سے لے کر ناک تک کون چڑھائے گا۔

(شرح الصدور ص ۱۷)

حضرت میمون کے والد سے روایت ہے کہ میں مطلب بن عبداللہ بن حنطب کی موت کے وقت ان کے پاس ہی تھا تو ایک شخص نے ان کی موت کی تکلیف کو دیکھ کر ملک الموت عرض کیا کہ ان پر نرمی کیجئے تو مرنے والا جس پر بے ہوشی کا عالم طاری تھا کہنے لگا کہ میں تو ہر مومن پر نرمی کرتا ہے۔

(شرح الصدور ۱۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ملک الموت ہی تمام اہل زمین کو موت دیتے ہیں اور ان کو تمام اہل زمین پر اس طرح مسلط کیا گیا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی ہتھیلی والی چیز پر، جب وہ کسی پاک نفس کو قبض کرتے ہیں تو اس کی روح ملائکہ رحمت کے سپرد کر دیتے ہیں اور جب کوئی خبیث روح قبض کرتے ہیں تو اس کی روح عذاب کے فرشتوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ دو شخص آن واحد میں مرتے ہیں۔ ایک شخص ان میں سے مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہوتا ہے تو ملک الموت ان کی روح کیسے قبض کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ملک الموت کی قدرت اہل مشرق و مغرب پر ایسی ہی ہے جیسے کسی شخص کے سامنے دستر خوان ہو۔ اب وہ جو چاہے اس میں سے اٹھا لے۔

(کتاب العظمہ ص ۱۵۶، شرح الصدور ص ۱۹)

دینوری نے مجالہ میں روایت کی ملک الموت سے کہا گیا کہ آپ روحوں کو کس طرح قبض کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں ان کو پکارتا ہوں۔ وہ لبیک کہتی ہوئی حاضر ہو جاتی ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۹)

حضرت اشعث بن مسلم سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے پوچھا کہ وباء

کے زمانہ میں کوئی مشرق میں ہو اور کوئی مغرب میں ہو تو تم کیا کرتے ہو؟ ملک الموت نے عرض کیا کہ میں روحوں کو اللہ کے حکم سے بلاتا ہوں تو وہ میری ان دو انگلیوں کے درمیان آ جاتی ہیں اور زمین کو طشت کی مانند کر دیا گیا ہے جہاں سے چاہتا ہوں اُٹھا لیتا ہوں۔ (شرح الصدور ۱۹)

ابن ابی الدنیا اور ابی نعیم سے روایت ہے کہ ملک الموت بیٹھے ہوتے ہیں اور دنیا ان کے دونوں گھٹنوں کے درمیان ہے اور لوح محفوظ جس میں عمریں ہیں ان کے سامنے ہے اور ان کی خدمت پر بعض فرشتے مامور ہیں جیسے ہی کسی کی موت کا وقت قریب آتا ہے وہ فرشتے اس کی روح کے قبض کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۹)

حضرت جابر بن زید سے روایت ہے کہ ملک الموت پہلے لوگوں کو بغیر کسی درد اور مرض کے وفات و موت دیتے تھے۔ تو لوگ ان پر لعنتیں بھیجتے اور گالیاں دیتے۔ چنانچہ آپ نے بارگاہ خداوندی میں شکوہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے امراض کو پیدا فرمایا۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی فلاں بیماری کی وجہ سے فوت ہو گیا کوئی بھی ملک الموت کا نام نہیں لیتا۔ (شرح الصدور ۱۹)

انسانوں کے علاوہ دیگر مخلوقات کی ارواح کا قبض ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کی روحیں تسبیح میں ہے جب ان کی تسبیح ختم ہو جاتی ہے تو ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ان کی موت ملک الموت کے قبضے میں نہیں۔ خطیب نے اپنی سند سے معمر کلابی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا مچھروں کی روح بھی ملک الموت قبض کرتے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا ان میں جان ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تو سمجھ لو کہ ان کی جان بھی ملک الموت ہی قبض کرتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید سے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اللّٰه يتوفى الانفس حين موتها والتي لم تمت في منامها

ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ضحاک سے روایت کیا کہ ملک الموت انسانوں کی روحیں قبض کرتے ہیں اور ایک جنات کی اور شیاطین کی اور ایک پرندوں چوپایوں درندوں اور مچھلیوں اور کیڑے مکوڑوں کی اور فرشتے خود نفخہ اولیٰ میں مر جائیں گے اور ملک الموت ان کی روح قبض کرنے کے بعد فوت ہو جائیں گے اور جو خدا کی راہ میں سمندر کا سفر کرتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں خدا تعالیٰ خود ان کی روح قبض

فرماتا ہے۔ (شرح الصدور ۲۱)

یہ حال ہے خدمت گاروں کا، سردار کا عالم کیا ہوگا

قارئین کرام حضرت ملک الموت علیہ السلام کی طاقت اور علم کے نظارے آپ نے احادیث کے حوالہ سے کیئے ہیں کہ مشرق و مغرب ان کے سامنے ایک طشت کی مانند ہیں اور وہ کائنات کے ہر فرد سے واقف ہیں اور ان کی عمر و رزق کو بھی جانتے ہیں۔ غور فرمایئے، جب ملک الموت کو اللہ پاک نے اس قدر علم غیب اور طاقت عطا فرمائی ہے تو جس آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملک الموت بھی خادم ہیں تو اس آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاقت اور علم کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

ملک الموت کی طاقت اور علم کا اقرار اور حبیب خدا کی طاقت اور علم کا انکار دیوبندیوں وہابیوں کی خباثت

مگر دیوبندی وہابی کی منطق الٹی ہے کہ ملک الموت کے لئے تو یہ سب کچھ تسلیم کرنا ان کے ہاں جائز و ایمان ہے مگر رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ عظمتیں تسلیم کرنا شرک ہے۔ نعوذ باللہ دیوبندی محدث خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں کہ الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خلاف النصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وسعت علم کی کون سی قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو روک کر ایک شرک ثابت ہوتا ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۵۵ طبع کراچی)

اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ (براہین قاطعہ ص ۵۶)

گویا ملک الموت اور شیطان کے علم سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مبارک کم ہے اور ملک الموت اور شیطان کا علم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک سے زیادہ ہے، نعوذ باللہ پھر غور کیجئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم محیط زمین ماننا شرک ہو مگر شیطان و ملک الموت کے لئے علم محیط زمین ماننا ایمان۔ یہ دیوبندیوں کے چوٹی کے محدث کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس لئے شرک ہو تو ہر حال شرک ہے۔ یہ کیا بے وقوفی ہے کہ مخلوق میں ایک چیز ایک کے لئے ماننا شرک ہو اور وہی چیز دوسرے کے

لئے ماننا ایمان۔ حرمین شریفین اور برصغیر پاک و ہند کے سینکڑوں علماء نے اس عبارت پر کفر کا فتویٰ دیا اور اس کے قائل و عامل کو کافر قرار دیا ہے۔ اس بنا پر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنی اس عبارت کی وجہ سے اور مولوی رشید احمد گنگوہی اس کی تصدیق کر کے کافر ہوئے۔ علمائے عرب و عجم کے فتاویٰ ملاحظہ کرنے کے لئے ''حسام الحرمین'' اور ''الصورم الہندیہ'' دیکھئے۔ اس عبارت کے ردّ میں دیوبندی محدث کو مخاطب کر کے برادر اعلیٰ حضرت مولانا محمد حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم شیطان کا ہوا علم نبی سے زائد
پڑھوں لاحول نہ کیوں دیکھ کے صورت تیری

قارئین کرام شیطان کے لئے علم کی زیادتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مولوی حسین احمد مدنی نے بھی تسلیم کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک خاص علم کی وسعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دی گئی۔ ابلیس لعین کو دی گئی ہے۔

(شہاب ثاقب ص ۹۱) نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات

قریب المرگ سے گفتگو

جب موت کا وقت بالکل قریب ہوتا ہے تو موت کا فرشتہ اجل رسیدہ کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ قریب المرگ اس کی ہیبت ناک شکل دیکھ کر گھبرا جاتا ہے اور اس سے دریافت کرتا ہے کہ تو کون ہے اور کیا چاہتا ہے تو ملک الموت جواب دیتے ہیں کو میں موت کا فرشتہ ہوں اور تیری جان قبض کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اب تیری اولاد یتیم ہو جائے گی، تیری بیوی بیوہ ہو جائے گی اور تیرا مال ان لوگوں میں تقسیم ہو گا جن کو تو اپنی زندگی میں دینا پسند نہیں کرتا تھا اور تو نے تو اپنے لئے کوئی نیکی نہیں کی جسے ساتھ جانا ہے۔ جب قریب المرگ یہ باتیں سنتا ہے تو اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیتا ہے لیکن فرشتہ اس طرف بھی سامنے ہوتا ہے اور دوسری طرف منہ پھیرتا ہے تو ملک الموت کو دوسری جانب بھی سامنے موجود پاتا ہے حتیٰ کہ ملک الموت کہتا ہے کہ تو نہیں جانتا کہ میں وہ فرشتہ ہوں جس نے تیرے سامنے تیرے ماں باپ کی روح قبض کی اور تو کچھ نہ کر سکا۔ آج تیری باری ہے اور میں تیری روح قبض کروں گا لیکن تیری طرح تیری اولاد رشتہ دار دوست احباب دیکھتے رہیں گے اور کچھ نہ کر سکیں گے اور میں نے ایسے لوگوں کو ختم کیا ہے جو تجھ سے زیادہ طاقت رکھتے تھے اور مال اور اولاد میں بھی تجھ سے کہیں بڑھ کر تھے۔ پھر ملک الموت قریب الموت سے پوچھتا ہے کہ تو نے دنیا کو کیسا پایا ہے تو قریب المرگ جواب دیتا ہے کہ میں نے اس

دنیا کو آزمایا ہے اس بے حیات دنیا کو مکار اور غدار ہی پایا ہے جو کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔

(الدارالحسان ص ۷ دقائق الاخبار ص ۶)

قارئین کرام ہمیں اپنے طور پر غور کرنا چاہئے اور اپنی آخرت کے لئے اعمال صالح کرنا چاہئے۔اس لئے کہ اس دنیا میں مثال ایک مسافر کی سی ہے اصل ٹھکانہ تو وہی ہے اگر درستگی عقیدہ کے ساتھ اعمال صالح کریں تو اللہ ورسول جل وعلیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا ملے گی اور آخرت میں سرخرو ہوں اور اعمال بد کئے تو......

ملک الموت کی حضرات انبیائے کرام کی بارگاہ میں حاضری

اب ہم ملک الموت علیہ السلام کی انبیائے کرام کی بارگاہ میں حاضری کو بیان کرتے ہیں۔

ملک الموت کی حضرت ادریس علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک فرشتے نے اجازت چاہی کہ وہ حضرت ادریس علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں حاضری دے۔ چنانچہ وہ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔حضرت ادریس علیہ السلام نے اس فرشتے سے پوچھا کہ کیا تمہارا ملک الموت سے بھی تعلق ہے۔اس نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا کیا تم اس سے مجھ کو نفع پہنچوا سکتے ہو؟ فرشتے نے عرض کیا کہ موت کا وقت تو مقرر ہے۔ البتہ میں ان سے یہ عرض کرسکتا ہوں کہ بوقت انتقال ان پر نرمی کیجئے۔ چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام کو فرشتے نے اپنے بازوؤں پر اٹھایا اور آسمان پر پہنچا۔ یہاں ملک الموت سے ملاقات ہوگئی۔فرشتے نے ملک الموت سے کہا کہ مجھے آپ سے کام ہے۔ملک الموت نے جواباً کہا کہ مجھے آپ کا مقصد معلوم ہے آپ حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ان کی زندگی ظاہری کا تو ایک لمحہ باقی ہے۔ چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام فرشتے کے بازوؤں میں انتقال فرما گئے۔ (شرح الصدور ص ۱۹)

ملک الموت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرشتوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے اللہ تیرے پیارے بندے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ جب دوستوں کو ملے زائد عرصہ ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے کی ملاقات کے مشتاق ہو جاتے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اطلاع ملی تو بارگاہ اقدس میں عرض کی اے میرے مولا میں تیری ملاقات کا

مشتاق ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک پھول بھیجا۔ آپ نے وہ سونگھا تو پھول سونگھتے آپ کی روح قبض ہوگئی۔ (شرح الصدور ص ۲۰)

ابوالشیخ نے روایت کی کہ ملک الموت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی روح مبارک بہت آسانی سے قبض کروں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں جاؤ اور میرے بارے میں گفتگو کرو۔ ملک الموت نے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان سے کہو تمہارا رب خلیل کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔ ملک الموت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی بارگاہ کا پیغام پہنچایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب میری روح قبض کرلو۔ چنانچہ آپ کی روح قبض ہوگئی۔ (شرح الصدور ۲۰)

ملک الموت کی حضرت داؤد علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام بہت ہی غیرت مند انسان تھے جب گھر سے نکلتے تو دروازوں کو تالے لگا دیتے تھے تاکہ کوئی گھر میں نہ جائے۔ ایک دن جب واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ گھر میں ایک شخص کھڑا ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ کہا میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے نہیں ڈرتا کوئی حجاب (پردہ) میرے حجاب نہیں ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا بخدا تم ملک الموت معلوم ہوتے ہو میں تم کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ نے کمبل اوڑھا اور آپ کی روح پرواز کرگئی۔ (شرح الصدور ۲۰)

ملک الموت کی حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری

ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک کو گھور کر دیکھنے لگے۔ جب آپ چلے گئے تو اس شخص نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون تھے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ملک الموت تھے۔ اس نے عرض کی جناب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ میری روح نکالنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا پھر تمہارا ارادہ کیا ہے۔ اس نے عرض کی کہ حضرت ہوا کو حکم فرمائیں کہ وہ مجھے سرزمین ہند پہنچادے۔ آپ کے حکم پر ہوا نے اس شخص کو سرزمین ہند پہنچا دیا۔ پھر ملک الموت علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کہ تم میرے ایک ساتھی کو گھور کر کیوں دیکھتے تھے۔ ملک الموت نے عرض کیا

حضور میں تو اس پر تعجب کر رہا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی روح ہند میں قبض کروں اور یہ آپ کے پاس بیٹھا ہے یہ ہند کیسے پہنچے گا۔

حضرت خثیمہ سے روایت ہے کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے ملک الموت تم ایک گھر میں رہنے والے تمام گھر والوں کو مار ڈالتے ہو اور اس کے پڑوس میں رہنے والوں پر آنچ تک نہیں آتی۔ ملک الموت نے عرض کیا کہ مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کسے موت دینا ہے۔ میں تو عرش الٰہی کے نیچے ہوتا ہوں تو مجھے مرنے والوں کے ناموں کی فہرست دے دی جاتی ہے۔ اس میں جس کا نام ہوتا ہے اسے موت دیتا ہوں اور جس کا اس میں نام نہیں ہوتا اسے موت نہیں دیتا ہوں۔ (شرح الصدور ص ۱۹)

ملک الموت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے ملک الموت لوگوں کے سامنے کھلم کھلا آتے تھے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے ان کی روح قبض کرنے کے لئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک طمانچہ مارا جس سے ان کی آنکھ نکل گئی تو ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا اے میرے مولا تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو ان کی آنکھ واپس کردی۔ فرمایا اب جاؤ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہو کہ وہ اپنا ہاتھ بیل کی پیٹھ پر رکھیں تو جتنے بال ان کا ہاتھ ڈھانپ لے گا ہر بال کے عوض ایک سال ان کی عمر بڑھا دی جائے گی۔ ملک الموت نے رب تعالیٰ کا پیغام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟ عرض کیا پھر موت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر پھر بھی موت ہی ہے تو پھر ابھی روح قبض کرلو۔ چنانچہ حضرت ملک الموت نے ان کو سونگھا۔ ان کی روح قبض ہوگئی۔ اس دن سے حضرت ملک الموت چھپ کر آنے لگے (یہ روایت الفاظ کے تفسیر و تبدل کے ساتھ متعدد کتب میں ہے)

(شرح الصدور ص ۲۰، صحیح بخاری ص ۱۷۸ ج ۱، صحیح مسلم ص ۲۶۷ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۲۷ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۷، مسند امام احمد ص ۲۶۹ ج ۲، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۱۷۷ ج ۶۱، جامع احوال ص ۵۱۶ ج ۱۶، فتح الباری ص ۳۱۶ ج ۶)

قارئین کرام اس حدیث پاک سے اللہ کے پیارے انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیارات کا بخوبی علم ہو رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی طاقت کا بھی علم ہو رہا ہے۔ دیو بندیوں

کے محدث انور شاہ کشمیری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ

لاندقت السموت السبع من لطمة غضبه

(حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مکہ غضب میں اتنی قوت و طاقت ہے) کہ ایک مکہ غضب سے ساتوں آسمانوں کو چورا چورا کر دیں۔ (فیض الباری ص ۲۷۶ ج ۲)

تیسری بات یہ ہے کہ غزوہ احد میں دندان مبارک پر زخم آنے اور خون مبارک نکلنے کے حوالہ سے دیوبندی وہابی کہا کرتے ہیں کہ اگر نور ہوتے تو یوں کیوں ہوتا۔ مذکورہ بالا حدیث ان کے اس دعویٰ پر کاری ضرب ہے۔ اب بتائیں کہ اگر تمہاری کسوٹی ہی درست ہے تو ملک الموت کی نورانیت کا تو فیصلہ کرو۔

امام الانبیاء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ملک الموت کی حاضری

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال باکمال کے روز حضرت جبرائیل امین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور مزاج پرسی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں بے چین اور مغموم ہوں۔ اتنے میں ملک الموت نے حاضری کی اجازت چاہی اور حضرت جبرائیل امین نے عرض کیا یہ ملک الموت حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل کسی سے اجازت نہ مانگی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کسی سے اجازت نہ چاہیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروں تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہو تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اطہر قبض کر لوں اور اگر حکم نہ ہوا۔ تو ہرگز نہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ملک الموت کیا واقعی تم اس پر مامور ہو۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں حضرت جبرائیل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ملک الموت تم حکم الٰہی بجا لاؤ چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اطہر کو قبض کر لیا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۲۹ ج ۳، شرح الصدور ص ۲۰)

قارئین کرام غور فرمایئے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ پاک جل مجدہٗ نے کتنی عظمت و شان عطا فرمائی ہے تمام کائنات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مطیع بنا دیا اور آپ کو مالک و مختار بنا دیا۔ عارف باللہ محدث امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے کہ

لان کل مافی الدنیا ملک له بالا صالة و جمیع الخلق یا کلون من رزقه صلی اللّٰه علیه وسلم

البتہ تحقیق ہر وہ چیز جو کچھ دنیا میں ہے ملکیت ہے نبی پاک ﷺ کی اور تمام مخلوق آپ ﷺ کا رزق کھاتی ہے۔ (لطائف المنن ص ۲۷۹ ج اطبع بیروت)

حضور سیدی عالم ﷺ کے اختیارات کے دلائل پر فقیر راقم الحروف کی کتاب ''نورانیت و حاکمیت'' ملاحظہ فرمائیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی عظمت وشان کو کیا خوب بیان کیا ہے:

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ۔۔۔ سب سے بالا و والا ہمارا نبی
جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی ۔۔۔ اُن کا اِن کا تمہارا ہمارا نبی
سارے اونچوں میں اونچا سمجھئے جسے ۔۔۔ ہے اس اُونچے سے اونچا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل ۔۔۔ اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
لیکن رضؔا نے ختم سخن اس پر کر دیا ۔۔۔ خالقِ کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اس کے باوجود وہابیوں اور دیوبندیوں کا مثل بشر کی رٹ لگانا کتنی بڑی خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا:

وہ رحمۃ للعالمین اور تو سراپا بغض وکین ۔۔۔ پھر آئے کس طرح یقین تو بھی بشر وہ بھی بشر
تو رینگتا ہے فرش پر اور عرش پر ان کی گزر ۔۔۔ لِلّٰہ اب انصاف کر تو بھی بشر وہ بھی بشر

سرور کائنات امام انبیاء ﷺ کے نور ہونے کے دلائل کے لئے راقم الحروف کی کتاب نورانیت وحاکمیت کا مطالعہ فرمائیں۔

ملک الموت کا ایک واقعہ

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی میرے باپ نے کہا کہ مجھے ایک حدیث یاد آئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ اپنی وصیت اپنے سرہانے رکھے بغیر تین راتیں گزارے۔ تو میں نے قلم دوات منگوائی تا کہ وصیت لکھوں مگر میں ان سب چیزوں کو اپنے سرہانے رکھ کر سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا ایک آدمی لباس والے جن کے جسم سے خوشبو

مہک رہی تھی تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا آپ کون ہیں؟ فرمایا ملک الموت۔ میں یہ سن کر ان سے پہلو تہی کرنے لگا۔ انہوں نے فرمایا مجھ سے اعراض نہ کرو۔ میں تمہاری روح قبض کرنے نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا پھر میرے لئے جہنم کی آگ سے نجات کا پروانہ لکھ دیں۔ انہوں نے فرمایا قلم دوات لاؤ۔ میں نے قلم دوات اور کاغذ اٹھا کر انہیں دے دیا۔ جو سرھانے تھا تو انہوں نے لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم استغفر اللہ استعفر اللہ اوراس کاغذ کے دونوں حصے بھر دیئے اور کاغذ مجھے دیا اور فرمایا یہ ہے تمہارا نجات نامہ۔ میں گھبرا کر اٹھا اور چراغ منگوا کر وہ کاغذ اُٹھا کر دیکھا جو سرہانے رکھا تھا اس پر یہی تحریر موجود تھی۔ (شرح الصدور ص ۲۱)

ایک حکایت

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کی کہ پہلی امتوں میں ایک آدمی تھا جس نے خشکی میں خدا کی چالیس سال تک عبادت کی، پھر اس نے دعا کی یا اللہ مجھے شوق ہے کہ میں تیری عبادت سمندر میں کروں۔ چنانچہ وہ ساحل سمندر پر آیا اور لوگوں سے کہا مجھے کشتی میں بٹھاؤ۔ انہوں نے بٹھالیا۔ کشتی چلتے چلتے ایک درخت کے قریب پہنچی یہ درخت پانی میں ایک کنارے پہ تھا۔ اس نے کہا مجھے درخت پر بٹھا دو۔ وہ لوگ اسے درخت پر بٹھا کر چل دیئے۔ اب ایک فرشتہ آسمان پر چڑھا اور حسب معمول کوئی بات کرنا چاہی اور بات نہ کر سکا سمجھ گیا کہ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ اب وہ اس عابد کے پاس آیا میری سفارش کر دو۔ اس نے سفارش کی اور دعا کی میری روح کو قبض کرنے کے لئے اس فرشتہ کو مقرر فرمادے۔ اس کی موت کے وقت وہی فرشتہ آیا اور کہا اب تم جہاں چاہو میں تمہاری روح قبض کروں۔ چنانچہ اس نے ایک سجدہ کیا اور اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا اور اس کی روح قبض ہوگئی۔

(شرح الصدور ص ۲۱)

ایک ولی اللہ کا شیطان کے دھوکہ سے محفوظ رہنے پر مطلع کرنا

حضرت ابوذکریا زاہد مشہور ولی گزرے ہیں۔ ان پر نزع کی حالت میں سکرات موت کے وقت ان کے ایک دوست نے آپ کے پاس آکر آپ کو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کی تلقین کی تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ جب دوسری مرتبہ تلقین کی تو آپ نے پھر منہ پھیر لیا جب تیسری مرتبہ تلقین کی تو فرمایا میں نہیں کہتا دوست کو یہ کلمہ شاق گزرا اس ظاہری حالت پر بہت پریشان تھا۔ وہ بزرگ تھوڑی دیر کے لئے ہوش میں آئے تو پوچھا کہ تم مجھے کوئی بات کہہ رہے تھے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ ہم نے آپ

کو تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی لیکن آپ نے دو مرتبہ منہ پھیر لیا اور تیسری مرتبہ کہا کہ میں نہیں کہتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے آپ کے کلمہ طیبہ کی تلقین کے متعلق تو علم نہیں۔ البتہ منہ پھیرنے یا انکار کرنے کا واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس شیطان آیا تھا اور پانی کا پیالہ لے کر میری دائیں جانب آیا اور پانی کو حرکت دے کر مجھے کہنے لگا کیا تجھے پانی کی ضرورت ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا صرف اتنا کہ دو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہیں تو میں تجھے پانی پلا دونگا۔ تو میں نے اس سے منہ پھیر لیا دوسری مرتبہ وہ میرے پاؤں کی طرف سے آیا اور کہنے لگا کہ پانی کی ضرورت ہے میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کہ صرف اتنا کہہ دو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہیں تو میں تمہیں پانی دے دونگا۔ تو میں نے منہ پھیر لیا۔ اس نے تیسری مرتبہ کہا کہ صرف اتنا ہی کہہ دو کہ خدا کوئی نہیں۔ میں نے اسے کہا کہ میں نہیں کہتا تو یہ سن کر اس نے پیالہ توڑ دیا اور پشت پھیر کر بھاگ گیا۔ یہ میرا منہ پھیرنا اور یہ کہنا میں نہیں کہتا شیطان ملعون سے تھا نہ کہ تم سے، پھر انہوں نے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور انتقال کر گئے۔ (وقائق الاخبار ص ۱۰-۹)

فوت ہونے والوں کے ذریعے فوت شدہ کو سلام بھیجنا

حضرت محمد بن منکدر جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ

دخلت علی جابر بن عبداللہ وھو یموت فقلت اقرا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام

میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں ان کے وصال با کمال کے وقت حاضر ہوا تو میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں میرا سلام عقیدت پیش کر دیجئے گا۔ (شرح الصدور ص ۳۸، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۳)

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت خالدہ بنت عبداللہ بن انیس سے روایت کی کہ اُم انیس بنت ابی قتادہ اپنے والد کی وفات کے پندرہ روز بعد عبداللہ بن انیس کے ہاں آئیں جب کہ وہ مرض الموت میں تھے۔ ان سے کہا کہ اے چچا میرے باپ کو میرا سلام پہنچا دینا۔ (شرح الصدور ص ۳۸)

عبدالرحمٰن بن کعب نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت کعب کے وصال با کمال کے وقت ان کے پاس ام بشر بنت ابن معرور آئیں۔ بولیں اے ابوعبدالرحمٰن! اگر تم فلاں سے ملو تو انہیں میرا سلام پہنچانا۔ حضرت کعب نے فرمایا اے اُم بشر اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے ہم تو ان چیزوں سے زیادہ مشغول ہوں

گے وہ بولیں اے ابوعبدالرحمٰن کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ مسلمانوں کی روحیں سبز پرندوں میں جنت کے درخت سے لٹکائی جاتی ہیں۔ فرمایا ہاں۔ بولیں یہ وہی ہے۔
(مشکوٰۃ المصابیح ۱۴۳)

فوت ہونے والے متقین کے ذریعے فوت شدگان کو کفن پہنچانا

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام عاشقان امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات ص ۹۵ ج ۱ کے حوالہ سے ایک واقعہ سے دیوبندی وہابی سیدی اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کے خلاف پراپیگنڈا کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ اس واقعہ میں ایک صالح عورت نے اپنے لئے اپنے بیٹے سے خواب میں کفن مانگا اور کہا کہ فلاں قریب المرگ ہے۔ اس کے ذریعے سے مجھ تک یہ کفن پہنچ سکتا ہے "ملخصاً" ہم اس مفہوم کی ایک صریح حدیث شریف درج کر رہے ہیں۔ محدث جلیل امام جلال الدین سیوطی اور امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں کہ ایک شخص کی بیوی فوت ہو گئی۔ اس نے (ایک روز) خواب میں بہت سی عورتوں کو دیکھا لیکن ان میں اپنی بیوی کو نہ دیکھا تو اس نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے کہا چونکہ تم نے اس کو کفن کم دیا ہے اس لئے وہ ہمارے ساتھ نکلنے میں شرم محسوس کرتی ہے۔ پھر وہ شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور حال بیان کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دیکھو کوئی ثقہ شخص دنیا سے رخصت ہونے والا ہے؟ تو ایک انصاری ملا جو قریب الموت تھا اس نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا تو انصاری نے کہا اگر فوت ہونے والا فوت شدگان کو کوئی چیز پہنچا سکتا ہے تو میں پہنچا دوں گا۔ اس کے بعد اس انصاری کا انتقال ہو گیا۔ پھر کپڑے زعفران میں رنگے ہوئے لایا اور ان دونوں کپڑوں کو انصاری کے کفن میں رکھ دیا تو اس کے بعد جب رات آئی تو اس نے خواب میں عورتوں کو دیکھا تو ان کے ساتھ اس کی عورت بھی تھی اور اس پر وہی زرد رنگ کے کپڑے بھی تھے۔

(شرح الصدور ص ۸۰، بشری الکیب للسیوطی ص ۹۳، کشف النور للنابلسی ص ۱۱)

اس روایت کو وہابیہ کے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی نے بھی نقل کیا ہے۔

(احکام تمنی الموت ص ۲-۱۴۱ طبع مکہ مکرمہ)

دیوبندیوں کے معروف ادارے مکتبہ مدینہ لاہور کی طرف سے ایک پمفلٹ بنام "انکار حیات النبی ایک پاکستانی فتنہ" شائع ہوا۔ اس کے ص ۴۶ پر بھی یہ حدیث موجود ہے۔

وہابیہ کے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی مزید لکھتے ہیں کہ ابن الجوزی نے محمد بن یوسف فریابی سے بھی اس قسم کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ایک عورت نے اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا اور والدہ نے کفن کے ٹھیک نہ ہونے کی شکایت کی لوگوں نے یہ خواب محمد فریابی سے بیان کیا اور بتلایا کہ خواب میں عورت کی والدہ نے فلاں عورت کے ساتھ (ذریعہ) کفن بھجوانے کی ہدایت کی ہے۔ محمد فریابی کہتے ہیں کہ جب مجھے یہ واقعہ سنایا گیا تو مجھے فوراً وہ حدیث یاد آ گئی کہ مردے اپنے کفن میں ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا اس کے لئے کفن خرید لو۔ اس دن اس عورت کا بھی انتقال ہو گیا جس کے ساتھ والدہ نے کفن بھجوانے کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے والدہ کا کفن اس عورت کے کفن کے ساتھ رکھ دیا۔ (احکام تمنی الموت ص ۴۲)

نجدی مذکور کی یہ کتاب حوالہ کے طور پر علماء تک پہنچانے کے لئے لاہور سے قادری رضوی کتب خانہ دربار داتا صاحب روڈ سے بمع ترجمہ شائع ہو چکی ہے۔

قارئین کرام دیوبندیوں کو سیدی اعلیٰ حضرت بریلوی کے نقل کردہ کفن پہنچانے والے واقعہ پر بڑا اعتراض ہے امید ہے ازالہ ہو گیا ہوگا مگر اسی پر بس نہیں ہے۔ اس کے دلائل بھی دیئے جا سکتے ہیں کہ کپڑا قبر میں سے خود واپس بھی آ سکتا ہے۔

اس کی ایک مثال امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (بشری الکیئب ص ۸۷) پر نقل کی ہے۔ فی الحال ہم دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے قلم سے اس کا ثبوت نقل کر کے اس پر اکتفا کریں گے۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ابوعبداللہ محمد بن ظفر کشمیری بڑے شیخ عارف مربی صاحب کرامات وعلامات تھے۔ آپ کی ایک عجیب کرامت یہ نقل کی جاتی ہے کہ آپ کی بیوی بہت نیک تھیں۔ آپ نے ان کے علاوہ کوئی اور نکاح نہیں کیا تھا۔ دونوں میں آپس میں بہت محبت تھی۔ دونوں نے ساتھ حج کیا اور مکہ مکرمہ میں سات سال تک ساتھ رہے اور آپس میں یہ عہد کیا کہ دونوں میں سے جو پہلے مرے گا دوسرا اس کے بعد اور نکاح نہ کرے گا۔ شیخ کی وفات پہلے ہو گئی تو آپ کے انتقال کے بعد معزز لوگوں میں سے متعدد نے پیغامات بھیجے مگر انہوں نے وفاء عہد کے لئے نکاح کرنا پسند نہ کیا۔ اتفاق سے شیخ مبارز بن خاتم جو شیخ کے مرید تھے ان کے گھر والوں کو پیغام دیا ان لوگوں نے اس وجہ سے کہ شیخ کے بعد بھی بزرگ مشہور تھے قبول کر لیا...... شیخ مرحوم کا ایک کپڑا تھا جس کو وہ پہنا کرتے تھے اور دفن کے وقت ان کی وصیت کے مطابق ان کے ہمراہ دفن کیا گیا تھا۔ خواب میں (شیخ مرحوم کو) دیکھا فرماتے ہیں اے فلاں (اپنی بیوی

کو) کیا معاہدے والے کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ بیوی نے کہا میں نے ان سے معذرت کی کہ ان لوگوں نے مجھے مجبور کیا۔ اس پر فرمایا اچھا تمہارا قصور نہیں بس تم اس کے متعلق ان سے کہہ دینا۔ انہوں نے اپنا یہ کپڑا بطور علامت کے تمہارے لئے بھیجا ہے تاکہ تم مجھ کو اس پر مجبور نہ کرو۔ ان لوگوں نے وہ کپڑا شیخ مبارزین خاتم کو دیکھایا اور سب حال سنایا۔ شیخ مبارزین نے اسے دیکھا اور ان پر ایک حال طاری ہوا اور ان کو طلاق دے دی۔ (جمال الاولیاء ص ۷-۷۶ طبع لاہور)

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا موت پر خوش ہونا

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے وصال باکمال کا وقت قریب ہوا تھا تو آپ کی زوجہ محترمہ نے آپ کو قریب الموت دیکھ کر پریشانی کے عالم میں کہا واحزنا کتنا ہی افسوس ہے کہ آپ دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں لیکن حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ کتنی ہی خوشی کا مقام ہے کہ میں اس دنیا سے جا رہا ہوں کل اپنے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوگی۔
(کتاب الشفاء ص ۱۸ ج ۲ طبع ملتان)

ایک عورت کا اپنے آقا و مولیٰ کے فراق اور آپ کی محبت میں جان قربان کرنا

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ اقدس میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ آپ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سے پردہ ہٹا کر بلا حجاب زیارت کرا دیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر انوار سے اس عورت کی خاطر پردہ اٹھایا اس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کی۔ اس نے روتے روتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان قربان کر دی۔
(کتاب الشفاء ص ۱۹-۱۸ ج ۲)

محدث جلیل ملا علی قادری نے اس عاشق عورت کے رونے کی وجہ ان الفاظ میں بیان کی ہے:

حتی ماتت ای حزنًا علی فراقه اوشوق الی لقائه

وہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق کے غم میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں وہیں فوت ہو گئی۔ (شرح الشفاء ص ۳۵۶ ج ۳ طبع ملتان)

ایک عورت کی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کی خوبصورت الفاظ میں تمنا

زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک رات کو رعایا کے حقوق کی حفاظت اور ان کے احوال کی خبر گیری کے لئے نکلے تو آپ نے ایک گھر میں چراغ جلتا ہوا دیکھا اور اندازہ ہوا کہ ایک

عورت گھر میں صوف دھننے کا کام کر رہی ہے اور ساتھ یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

علی محمد صلوٰۃ الابرار   صلی علیہ الطیبون الاخیار

قد کنت قواما بکار بالاسحار   یالیت شعری والمنایا اطوار

حل تجمعنی وحبیبی الدار   تعنی النبی المختار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نیک لوگوں کی صلوٰۃ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نیک بزرگ لوگوں کے درود پاک ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی عبادت میں بہت زیادہ قیام کرنے والے تھے اور سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں اور اُمت کے غم میں بہت زیادہ رونے والے تھے۔ میرا علم و شعور ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمنا میں ہی رہتا ہے۔ کیا کبھی موت آئے گی جو مجھے اور میرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دار میں جمع کر دے۔ یعنی اے کاش موت آئے اور اپنے آقا و مولیٰ حبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا شرف مل جائے۔

یہ اشعار سن کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور رونے لگے (اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق کے غم میں) (کتاب الشفاء ص ۱۸ ج ۲)

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے محبوب کی گلی میں گھوم کے نکلے

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت مبارکہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد گرامی حضرت سید نا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میرے جنازہ کو رسول کریم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر کے سامنے رکھ کر عرض کرنا کہ یہ ابوبکر ہے اور آپ کے قریب دفن ہونے کی تمنا کرتا ہے اگر اجازت مل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا۔ اگر اجازت نہ ملے تو مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر کے سامنے رکھ کر عرض بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کی گئی۔ وہاں سے ایک آواز آئی۔ آواز دینے والا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ آواز یہ تھی کہ انہیں اعزاز و اکرام سے اندر لے آ ؤ۔

(الخصائص الکبریٰ ص ۲-۴۹۱ ج ۲ طبع پشاور)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے مجھے اپنے سرہانے بٹھا کر ارشاد فرمایا کہ جن ہاتھوں سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل

دیا ہے ان ہاتھوں سے مجھے بھی غسل دینا اور خوشبو لگانا اور مجھے رسول کریم ﷺ کے روضہ اطہر کے قریب لے جانا (یعنی جنازہ کی نماز سے فراغت کے بعد) پھر میرے لئے (اندر دفن ہونے کی) اجازت طلب کرنا اگر اجازت مانگنے پر حجرہ اقدس کا دروازہ کھل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا وگرنہ مسلمانوں کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنازے کی تیاری کے (فراغت کے بعد) سب سے پہلے میں آگے بڑھا۔ میں نے روضۂ رسول ﷺ پر جا کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ ابوبکر ہیں جو آپ ﷺ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں تو میں نے دیکھا کہ یکدم حجرہ اقدس کا دروازہ کھل گیا اور ایک آواز آئی۔

ادخلوا الحبیب الی الحبیب

''دوست کو دوست کے ساتھ ملا دو۔''

(تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۴۳۶ ج ۳۰، الخصائص الکبریٰ ص ۴۹۲ ج ۲، تاریخ الخمیس ص ۲۶۴ ج ۲)

بعض روایت میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ مذکورہ بالا عرض ان الفاظ میں مرقوم ہے۔

السلام علیک یا رسول اللہ

(سیرت حلبیہ ص ۳۶۵ ج ۳، تفسیر کبیر ص ۸۷ ج ۲۱، نزہۃ المجالس ص ۲۰۹ ج ۲، شواہد النبوۃ ص ۲۶۳، نور الابصار ص ۱۹۹ ج ۱، جامع کرامات الاولیاء ص ۳۷۹)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انہی الفاظ میں عرض (السلام علیک یا رسول اللہ) کے ساتھ یہ واقع دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے (جمال الاولیاء ص ۱۲۹) اور اس تھانوی کے خلیفہ عنایت علی شاہ نے (باغ جنت ص ۳۸۶) پر بھی نقل کیا ہے۔ اس واقعہ کو ویسے وہابیوں کے مولوی نواب صدیق حسن بھوپالی نے (تکریم المومنین ص ۳۶-۷) پر اور وہابیہ کے مولوی محمد یوسف سنت پوری نے (فضائل الشیخین ص ۱۱۲) پر دیوبندی مذہب کے شیخ مولوی محمد زکریا نے (فضائل حج مع فضائل صدقات ص ۷۹۱) پر بھی نقل کیا ہے۔

اس واقعہ کو دیوبندی ترجمان نے یوں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کا جب انتقال ہوا اور آپ کے جنازہ کو حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کے سامنے لایا گیا اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ھذا ابوبکر علی الباب پڑھا گیا تو روضہ مبارک کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور آواز آئی۔

ادخلوا الحبیب الی الحبیب (ہفت روزہ خدام الدین لاہور ص ۷-۱۵ اپریل ۱۹۶۶)

اس واقعہ سے سرکار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مندرجہ ذیل عقائد ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر انور میں زندہ ہیں۔

۲۔حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از وصال بھی نداوفریاد سنتے ہیں۔

۳۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں فریاد کی جائے تو امداد و مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

۴۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری کی نیت سے سفر جائز ہے۔

۵۔الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ اور السلام علیك یا رسول اللہ پڑھنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت مبارکہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کا درود سنتے ہیں۔

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ میں شہادت کی دعا

امیر المومنین داماد علی المرتضیٰ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی بارگاہ میں دعا کی:

اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلك واجعل موتی فی بلد رسولك

''اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت نصیب فرما۔''

(تاریخ الخلفاء ص ۹۰، صحیح بخاری ص ۳۹۱ ج ۱)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن ہونے کی تمنا اور اس کا پورا ہونا

عمرو بن سمیون الاودی سے روایت ہے میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا فرمایا اے عبداللہ تم اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضری دو اور عرض کرو کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سلام عرض کرتے ہیں پھر اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ دفن کیے جانے کی اجازت طلب کرو۔اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی لیکن آج میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔جب وہ واپس آئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا خبر لائے ہو۔عرض کیا امیر المومنین انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے اور فرمایا کہ آج میرے نزدیک اس آرام گاہ سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہ تھی۔جب میں انتقال کر جاؤں تو مجھے لیکر جانا اور سلام عرض کرنا پھر عرض کرنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اجازت چاہتے ہیں۔اگر وہ میرے لئے اجازت دے

دیں تو وہیں مجھے دفن کر دینا وگرنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان (جنت البقیع) میں دفن کر دینا۔
(صحیح بخاری ص ۳۹۲ ج ۱)

غلاموں کے بوقت وصال وشہادت آقا ومولیٰ امام الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری

متعدد بزرگان دین کے حوالہ سے واقعات ملتے ہیں کہ ان کے وصال کے وقت اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے کرم نوازی فرما کر جلوہ گری فرمائی۔ ہم اس کا اثبات احادیث مبارکہ سے کر رہے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایام شہادت میں ان کے ہاں محبوب خدا ﷺ کی تشریف آوری بیداری میں

محدث جلیل امام جلال الدین سیوطی اور امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ

قال عبداللّٰه بن سلام ثم اتیت عثمان لاسلم علیه وهومحصور فقال مرحبا باخی رایت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی هذه الخوخة فقال یاعثمان حصروك قلت نعم قال عطشوك قلت نعم فادلی لی دلوا فیه مآء فشربت حتی رویت حتی انی لاجد برده بین ثدی وبین کتفی فقال ان شئت نصرت علیهم وان شئت افطرت عندنا فاخترت ان افطر عنده فقتل ذلك الیوم

(تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۳۸۶ ج ۳۹، الحاوی للفتاویٰ ص ۳۱۵ ج ۲، البدایہ والنھایہ ص ۳-۱۸۲ ج ۷)

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اس کو یوں بیان کیا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ محاصرہ میں تھے، میں آپ کو سلام کے لے آیا۔ فرمایا: اے بھائی! میں نے حضور ﷺ کو اس گلی میں دیکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عثمان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں تو حضور ﷺ نے میرے لئے ایک ڈول لٹکا دیا جس میں پانی تھا۔ میں نے پیا اور سیراب ہو گیا پھر فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہاری امداد کروں اور اگر چاہو تو روزہ ہمارے پاس افطار کرنا۔ میں نے اس کو اختیار کر لیا ہے کہ حضور کے پاس روزہ افطار کروں پھر حضرت عثمان اس روز شہید کر دیئے گئے۔ (جمال الاولیاء ص ۶۰)

مولوی اشرف علی تھانوی نے مزید لکھا ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ قصہ مشہور ہے اور کتب حدیث میں سند کے ساتھ روایت ہے اور اسے حارث بن ابی اسامہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ علامہ مناوی کہتے ہیں کہ مصنف یعنی باطیس نے اس کو بیداری ہی میں دیکھنا قرار دیا ہے ورنہ

اس کا کرامتوں میں شمار کرنا صحیح نہ ہوتا کیوں کہ خواب دیکھنے میں تو سب کے سب برابر ہیں اور پھر وہ خلاف عادت بھی نہیں ہوتا کہ جسے کرامتوں میں شمار کیا جاسکے اور نہ وہ لوگ جو اولیاء کی کرامتوں کا انکار کرتے ہیں، اس کا انکار کرسکتے ہیں۔

میدان کربلا میں شہادتوں کے وقت تاجدار مدینہ آقا و مولیٰ ﷺ کی جلوہ گری

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

رایت النبی صلی اللہ علیه وسلم فیما یری النائم ذات یوم بنصف النهار اشعث اغبر بیده قارورة فیها دم فقلت بابی انت وامی ماهذا فقال دم الحسین واصحابه ولم ازل التقطه منذالیوم فاحصی ذلك الوقت فاجد قتل ذلك الوقت

میں نے نبی کریم ﷺ کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا آپ ﷺ کے بال مبارک بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں۔ دست مبارک میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں یہ کیا چیز ہے فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے اور میں اسے آج اٹھا تا رہا ہوں۔

(مسند امام احمد ص ۲۴۲ ج ۱، مشکوۃ المصابیح ص ۵۷۲، دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۴۷۱ ج ۶، البدایہ والنھایہ ص ۲۰۰ ج ۸، المستدرک للحاکم ص ۳۱۲ ج ۵، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۱۰ ج ۳، ص ۱۴۳ ج ۱۲، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۳۲۸ ج ۱۴، زوائد فضائل صحابہ ص ۷۸۴ ج ۲، الاستیعاب ص ۳۸۰ ج ۱، فضائل صحابہ لامام احمد ص ۷۷۸ ج ۲، المنتخب ص ۹۷، تاریخ بغداد ص ۱۴۲ ج ۱، کتاب المناجات لابن ابی الدنیا ۱۳۰، التذکرہ ص ۲۹۳)

اس حدیث کو امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح قرار دیا،

(المستدرک تلخیص ص ۳۱۲ ج ۵، امام ابن کثیر نے اس کی سند کو قوی قرار دیا۔ البدایہ والنھایہ ص ۲۰۰ ج ۸)

وہابیہ کے محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ (حاشیہ مشکوۃ تحقیق البانی ص ۱۷۴۲ ج ۳)

وہابیہ کے محدث مولوی زبیر علی زئی نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اسے قابل حجت مانا ہے۔ مزید لکھتا ہے کہ

میرے علم کے مطابق کسی معتبر محدث یا قابل اعتماد عالم نے اس روایت کو ضعیف منکر یا شاذ نہیں کہا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو ستمبر ۲۰۰۶، ص ۵۲)

مولوی زبیر علی زئی نے اپنے ہی ایک مولوی کی اس روایت پر اعتراضات کا جواب لکھ کر اس کی تصحیح

کو ہی ثابت کیا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو جنوری ۲۰۰۶، ۱۸، ستمبر ۲۰۰۶، ص ۵۲)

سرکار دو عالم ﷺ کو خواب میں دیکھنا حقیقت میں سرکار ﷺ کو ہی دکھنا ہے۔ یہی حدیث بخاری سے مستفادہ ہے۔ (صحیح بخاری ص ۱۰۳۶ ج ۲)

حضرت سلمٰی فرماتی ہیں کہ دخلت علی ام سلمة وهي يبكي فقلت مايبكيك قالت رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم تعني في المنام و على راسه و لحيته التراب فقلت مالك يارسول الله فقال شهدت قتل الحسين انفا

میں ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا آپ کیوں رو رہی ہیں۔ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ کے سر انور اور داڑھی مبارک پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا بات ہے یہ گرد و غبار کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں ابھی حسین کی قتل گاہ میں حاضر تھا۔ (جامع ترمذی ص ۲۱۸ ج ۲)

عالم نزع میں مرشد کی نظر کرم سے ایمان کی سلامتی

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال با کمال کا وقت قریب آیا شیطان آیا کہ اس وقت شیطان پوری جان توڑ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح اس کا ایمان سلب ہو جائے۔ اگر اس وقت پھر گیا تو پھر کبھی نہ لوٹے گا۔ اس نے ان سے پوچھا کہ تم نے عمر بھر مناظروں اور بحثوں میں گزاری خدا کو بھی پہچانا۔ آپ نے فرمایا بے شک خدا ایک ہے۔ اس نے کہا اس پر کیا دلیل آپ نے ایک دلیل قائم فرمائی۔ وہ خبیث معلم الملکوت رہ چکا ہے۔ اس نے وہ دلیل توڑ دی۔ انہوں نے دوسری دلیل قائم کی۔ اس نے وہ بھی توڑ دی۔ یہاں تک کہ ۳۶۰ دلیلیں حضرت نے قائم کیں اور اس نے سب توڑ دیں۔ اب یہ سخت پریشان اور نہایت مایوس ہیں۔ آپ کے پیر حضرت نجم الدین کبری رضی اللہ عنہ کہیں دور دراز مقام پر وضو فرما رہے تھے وہاں سے آپ نے آواز دی کہہ کیوں نہیں دیتا میں نے خدا کو بے دلیل ایک مانا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۳۸۹-۹۰ ج ۴ طبع لاہور)

اس واقعہ کو وہابیہ کے مجتہد مولوی وحید الزمان حیدر آبادی نے بھی نقل کیا ہے۔

(لغات الحدیث ص ۶ ج ۲ طبع کراچی)

قریب الموت کے پاس شیخ طریقت کی تشریف آوری

دیوبندی مفتی محمد حسن لکھتے ہیں کہ احقر نے (اشرف علی تھانوی سے) عرض کیا کہ موت کے وقت شیخ بھی حاضر ہوتا ہے۔ فرمایا اس کی دو صورتیں ہیں۔ کبھی واقعی شیخ ہوتا ہے اور یہ کرامت ہے اور اس کا وقوع شاذ و نادر ہوتا ہے اور کبھی حق تعالیٰ کسی لطیفہ غیبیہ کو بشکل شیخ مشکل فرما دیتے ہیں کیوں کہ وہ اس شکل سے مانوس ہے تو اس کے ذریعہ سے اس کو حق کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

(الکلام الحسن ص ۵۳ ج ۱، طبع لاہور)

اللہ کے ولی کی بارگاہ میں جانے والے کو راستے میں موت اور نجات مل گئی

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلی اُمتوں میں ایک شخص ایسا مجرم و گناہ گار تھا کہ اس نے ۹۹ ناحق قتل کیے۔ پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ مجھے کسی ایسے عالم کا پتہ بتاؤ جو کہ روئے زمین کا سب سے بڑا عالم ہو۔ لوگوں نے ایسے عالم کا پتہ بتا دیا وہ مجرم اس عالم (راہب) کے پاس آیا اور مسئلہ پوچھا کہ میں نے ناحق ننانوے قتل کئے ہیں تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس عالم نے کہا ہرگز نہیں۔ تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ یہ سن کر اس مجرم نے اس کو بھی قتل کر دیا، پورا سو کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے پھر لوگوں سے پوچھا مجھے ایسا عالم بتاؤ جو روئے زمین کا سب سے بڑا عالم ہو۔ لوگوں نے ایک عالم کا پتہ بتایا وہ مجرم اس عالم کے ہاں حاضر ہوا اور اس نے مسئلہ پوچھا کے میں نے اپنے ہاتھ سے ۱۰۰ ناحق قتل کئے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ عالم نے فرمایا کیوں نہیں تیری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اللہ کی رحمت کے کون آڑے آ سکتا ہے۔ تو توبہ کر، فلاں بستی میں کچھ اللہ والے ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ تو بھی وہاں ان کے پاس جا کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جا اور اپنی بستی کی طرف نہ آنا وہ اللہ والوں کی بستی کی طرف چل پڑا اور جب وہ دونوں بستیوں کے درمیان پہنچا تو اس کو موت آ گئی۔ اب اس کے بارے میں رحمت اور عذاب والے فرشتوں میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ رحمت والے فرشتوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ یہ توبہ کر کے اللہ کی طرف جا رہا تھا۔ اس لئے ہم اسے جنت لے جائیں گے۔ عذاب والے فرشتوں نے کہا کہ یہ اتنا بڑا مجرم ہے یہ جنت میں کیسے جا سکتا ہے جبکہ اس نے ایک بھی نیکی نہیں کی۔ لہٰذا ہم اسے دوزخ میں لے جائیں گے۔ اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا تو ان دونوں گروہوں نے اس کو اپنا فیصل تسلیم کر لیا تو اس نے فیصلہ یہ سنایا کہ دونوں بستیوں کے درمیان

کے فاصلہ کی پیمائش کرلو۔ جدھر قریب نکلے وہ لے جائیں لہٰذا جب پیمائش کرنے لگے اللہ تعالیٰ نے اس ٹکڑے کو جس طرف سے چل کر آ رہا تھا اس کو حکم دیا کہ ذرا بڑا ہو جا اور جس بستی کی طرف جا رہا تھا اس ٹکڑے کو حکم دیا کہ تو ذرا چھوٹا ہو جا اور جب پیمائش کی گئی وہ ٹکڑا جس کی طرف جا رہا تھا وہ ایک بالشت چھوٹا نکلا اور اللہ تعالیٰ نے (صرف اس نیت کی وجہ سے) کہ وہ اللہ والوں کی بستی کے قریب نکلا کو بخش دیا۔

(صحیح بخاری ۴۹۳ ج ۱، صحیح مسلم ص ۱۵۹ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۲، مشکوۃ المصابیح ص ۲۰۳، مسند امام احمد ص ۲۰ ج ۳، ریاض الصالحین ص ۱۴ ج، صحیح ابن حبان ص ۳۲۴ ج ۲، شرح الصدور ص ۲۸، مسند ابی یعلی ج ۲ ص ۵۰۸، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۹۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۷، الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۲۳)

قارئین کرام غور فرمایئے کہ وہ اللہ کے ولیوں کی طرف جانے کا ارادہ کرنے سے ہی جنت کا حقدار ہو گیا۔ ابھی ان کی خدمت میں حاضر نہ ہوا اور نہ ان کی زیارت کی، صرف ان سے اپنی نسبت قائم کرنے کا ارادہ کیا تو بخشش کا پروانہ مل گیا۔

بدعقیدہ کی صحبت کی نحوست نزع کے وقت کلمہ نصیب نہ ہوا

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ابن عسا کرنے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کو موت کے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا گیا تو اس نے کہا کہ میں نہیں پڑھ سکتا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے کلمہ طیبہ نہ پڑھنے کی وجہ (دریافت کرنے پر) بیان کی کہ میں ایسی قوم کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ جو مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنے کا حکم کرتی تھی۔ یہ اس کی (نحوست کی) وجہ سے میری زبان پر کلمہ طیبہ جاری نہیں ہو رہا۔ (شرح الصدور ص ۱۶ املی القراءخ ص ۱۰۲)

قارئین کرام اس واقعہ عبرت نشان سے معلوم ہوا کہ بدعقیدہ لوگوں کی صحبت میں ایک نحوست یہ بھی ہے کہ آدمی آخری وقت کلمہ طیبہ کی نعمت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گستاخ بے ادب لوگوں سے میل جول، اتحاد پیار و محبت مجلس کی اتنی بڑی نحوست و لعنت ہے تو خود سرور دو عالم فخر آدم و بنی آدم باعث تخلیق کائنات محبوب خدا ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ دیوبندیوں وہابیوں کے ساتھ بیٹھک وصحبت پیار و محبت کی کتنی لعنت ونحوست ہوگی۔

فی زمانہ بدعقیدگی جس قدر تیزی سے پھیل رہی ہے اس کی بنیادی وجہ انہی بدعقیدہ لوگوں کی صحبت

ہے اوراس صحبت بد سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب کریم ﷺ نے منع کیا ہے۔تمام اکابرین اسلام کی یہی فکر ہے۔سیدی وسندی امام اہل سنت مجدد دین وملت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز اور دیگر اکابر نے یہی درس دیا ہے۔ بدعقیدہ لوگوں کی صحبت، میل جول وغیرہ کی تردید میں فقیر راقم الحروف نے ایک مضمون بنام ''فتنہ صلح کلیت کے تعاقب میں'' تحریر کیا ہے جو ماہنامہ نورایمان شیخوپورہ میں شائع ہو چکا ہے۔وہ ملاحظہ کریں۔فی الحال ایک حدیث شریف پر اکتفا کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

المرء علٰی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخال

''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس دوستی سے قبل دیکھ لے کہ کس سے میل جول کر رہے ہیں۔'' (جامع ترمذی ص ۶۳ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۳۰۸ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۷)

والدہ کے گستاخ کو کلمہ طیبہ سے آخری وقت محرومی

ایک جوان نزع میں تھا۔اسے کلمہ تلقین کرتے تھے،اس سے نہیں کہا جارہا تھا یہاں تک کہ حضور اقدس سید عالم ﷺ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ عرض کیا نہیں کہا جاتا۔معلوم ہوا کہ ماں ناراض ہے۔اس کی ضعیف ماں کو طلب فرمایا۔وہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی۔فرمایا اسے معاف کر دو۔عرض کیا یا رسول اللہ میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی اس لئے کہ اس نے مجھے ایک تھپڑ لگایا جس سے میری آنکھ ضائع ہوگئی۔حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حکم ارشاد فرمایا کہ لکڑیوں کو لا کر آگ جلاؤ۔اس ماں نے عرض کیا آگ کا کیا کریں گے؟ فرمایا تمہارے ساتھ کے اس عمل کی وجہ سے اسے آگ میں جلاؤ۔عرض کیا میں نے اسے معاف کیا۔ماں کے راضی ہونے پر اس کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہوا۔

(تفسیر کبیر ص ۲۳۵ ج ۱، دلائل النبوت للبیہقی ص ۲۰۵ ج ۶، الزواجر لابن حجر ص ۱۱۴ ج ۲، شعب الایمان للبیہقی ص ۱۹۸ ج ۶، کتاب الکبائر للذھبی ص ۴۵، الخصائص الکبریٰ ص ۲۹۵ ج ۲)

قارئین کرام غور کیجئے جو ماں کا بے ادب گستاخ ہوا گر اس کو آخری وقت کلمہ طیبہ کی نعمت سے محرومی ہو جاتی ہے تو جو اللہ کے پیارے محبوب مکرم ومعظم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اہل بیت، عظام اولیائے کرام کا بے ادب گستاخ ہوگا۔اس کا کیا انجام بد ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ دیوبند کے شیخ القرآن مولوی غلام اللہ خان آف راولپنڈی کے مرنے کے بعد اس کا چہرہ ہی نہ دکھایا گیا (گویا شکل بگڑ گئی) بے شمار لوگوں نے کوشش کی مگر انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔طبی وجوہ کی بنا پر مولانا کا آخری دیدار

نہ کرایا گیا۔(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۹ مئی ۱۹۸۰ء) مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب علیہ الرحمۃ نے اس موقع پر کیا خوب فرمایا۔

نبی کے دشمن پر لعنت خدا کی — رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ ہے میت کسی بے ادب کی — منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

دیوبندیوں کے شیخ القرآن مولوی غلام اللہ خان کا عبرتناک انجام

محمد عارف رضوی نے ایک اشتہار میں مختار احمد صاحب کا ایک خط بدیں الفاظ شائع کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر لکھتا ہوں (دوبئی میں) میں نے خود ان (غلام خان) کی تقریر سنی جو انہوں نے یہاں کی۔ تقریباً دو گھنٹے تک آپ تقریر کرتے رہے۔ ہزاروں لوگ تقریر سننے آئے ہوئے تھے۔ مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے خوب خوب سرکار مدینہ ﷺ کی گستاخی کی۔ پہلے میں خود بھی ان کا مداح تھا پھر تقریر کرتے ہوئے انہیں دل میں دورہ ہوا اور انہیں ہسپتال لایا گیا۔ وہ پلنگ سے اچھل کر چھت تک جاتے اور پھر زمین پر آ پڑتے۔ ڈاکٹر سب کمرہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ میں چھپ کر دیکھتا رہا اور کانپتا رہا۔ اس کشمکش میں تقریباً ایک گھنٹہ گزرا پھر خاموشی ہوگئی۔ کوئی اندر جانے کو تیار نہ تھا۔ میں نے ڈاکٹر کو بلایا۔ جب کافی آدمی جمع ہو گئے۔ اکٹھے اندر گئے اور دیکھا کہ ان کا رنگ سیاہ پڑ چکا تھا، زبان منہ سے باہر لٹک رہی تھی اور آنکھیں باہر ابل آئی تھیں۔ مجبوراً اس طرح پیٹی میں بند کر کے پاکستان بھیج دیا گیا۔ میں تین چار دن بیمار رہا اور اُٹھ اُٹھ کر بھاگتا تھا۔ پھر توبہ واستغفار پڑھی پھر تھوڑا ٹھیک ہوا۔ یہ تھی ان کی تقریر اور انجام۔ خدا کی لاٹھی بے آواز بھی کام کر گئی۔

(مختار احمد دوبئی ۱۹۸۰-۹-۱۹ جشن میلاد النبی ناجائز کیوں ص ۳۰-۲۹ طبع گوجرانوالہ)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی — نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
آج لے انکی پناہ آج مدد مانگ اُن سے — پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

قارئین کرام حقیقت یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بے ادبی و گستاخی ہی وہابی دیوبندی مذہب کی بنیاد واصل ہے۔ خود دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ وہابی کا مطلب ومعنی ہے بے ادب با ایمان، بدعنی کا معنی با ادب بے ایمان۔ (افاضات الیومیہ ص ۸۹ ج ۴، الکلام الحسن ص ۵۷ ج ۱، اشرف اللطائف ص ۳۸) گویا ان کے ہاں بے ادبی میں ایمان اور ادب میں بے ایمانی، نعوذ اللہ۔

یارسول اللہ پکارنے کو کفر کہنے والے پر عذاب الٰہی

تحصیل چکوال سے ۸ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں کی مرکزی جامع مسجد تلہ گنگ روڈ کے مولوی یعقوب نے مقتدیوں کو یا رسول اللہ کہنے کی ممانعت کر دی تھی جس پر مقتدی حضرات نے ممتاز سنی عالم دین علامہ مولانا مفتی محمد عنایت اللہ سانگلہ ہل والوں کو گاؤں بلایا۔ علامہ موصوف نے یا رسول اللہ پکارنے کی حمایت کی اور اسے جائز قرار دیا۔ اس موقع پر غیر عقیدہ لوگوں کی بھاری جمعیت لاٹھیوں اور مضروب کن ہتھیاروں سے مسلح ہو کر یا رسول اللہ کہنے والوں پر حملہ آور ہونے کو آئی۔ سنی نمازیوں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے نڈر ہو کر انہیں متنبہ کیا کہ اگر تم لوگوں نے گڑ بڑ کی تو نتائج کی ذمہ داری تم پر ہی عائد ہو گی۔ کچھ دیر بعد مخالفین کی ایک جماعت نے علامہ موصوف سے کہا کہ آپ قرآن کی رو سے ثابت کر دیں کہ یا رسول اللہ کہنا جائز ہے۔ علامہ موصوف نے ان کو دلائل سے جواب دے کر ان کی تسلی کر دی اور ان کو توبہ کرنے کی تلقین کر دی۔ اگر چہ ان لوگوں نے اپنی شکست برملا تسلیم کر لی مگر توبہ نہ کی۔ علامہ موصوف نے ان کو خبردار کیا کہ سن لو اگر آئندہ تمہارے مولوی نے یا رسول اللہ پکارنے کے بارے میں بد زبانی و بکواس کی تو اس کی زبان بند ہو جائے گی۔ اگلے دن جمعہ تھا۔ مولوی یعقوب نے دوران تقریر کہا یا رسول اللہ کہنا کفر ہے (نعوذ باللہ) خدا کی لاٹھی بے زبان کے مصداق جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد وہ گھر گیا تو اچانک اس پر فالج کا حملہ ہو گیا اور اس کی زبان بند ہو گئی۔ چند دن چکوال ہسپتال رہنے کے بعد مر گیا۔ (ہفت روزہ افق کراچی ۴ تا ۱۰ جون ۱۹۷۹ء)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گستاخوں کی صحبت کی نحوست

عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میں مدائن میں ایک شخص کے ہاں گیا جس پر نزع طاری تھی۔ اس کے پیٹ پر ایک اینٹ تھی۔ اس کے پیٹ سے اینٹ گر پڑی۔ جب اس نے پیٹ ہلایا وہ واویلا کرنے اور شور مچانے لگا۔ اس کے ساتھی تو اس سے متنفر ہو کر بھاگ گئے۔ میں بیٹھا رہا۔ جب سب چلے گئے میں نے اس سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا کہ میں کوفہ کے مشائخ کی صحبت میں رہتا تھا۔ وہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دینا سکھاتے اور سب بکواتے تھے۔ میں نے اسے توبہ کی تلقین کی۔ اس نے کہا اب کیا ہو سکتا ہے۔ اب مجھے جہنم دکھائی گئی ہے اور کہا گیا ہے یہی تیرا ٹھکانہ ہے۔ اس کے بعد وہ اس حالت میں مر گیا۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا طی الفراسخ ص ۱۲۸)

ملک الموت کا مومن اور کافر کے پاس مختلف صورتوں میں آنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ملک الموت سے سوال کیا اے ملک الموت تم مجھے وہ صورت دکھاؤ جس میں تم کافروں کی روحوں کو قبض کرتے ہو تو ملک الموت نے عرض کیا یہ آپ کی طاقت سے باہر ہے لیکن آپ کے اصرار پر انہوں نے وہ صورت دکھانی شروع کی اور عرض کی آپ اپنا منہ موڑ لیجئے۔ اب جو دیکھا کہ ایک سیاہ شخص ہے۔ سر میں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ اس کے جسم سے بال کے بجائے منہ میں آگ لئے ہوئے آ را نکل رہے ہیں۔ اس کے کانوں سے بھی آگ نکل رہی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ پر غش طاری ہوئی۔ اب جو دیکھا کہ آپ اپنی شکل میں موجود تھے۔ آپ نے ملک الموت سے فرمایا اگر کافر کو محض تمہاری شکل ہی دیکھنے کی تکلیف برداشت کرنی پڑے تو یہ بھی بہت بڑی تکلیف ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ مومن کی روح نکالتے وقت کس صورت میں آتے ہو؟ عرض کیا، ذرا منہ پھیریئے۔ آپ نے منہ پھیر کر جو دیکھا تو آپ کے سامنے ایک حسین نوجوان تھا جس کا جسم مہک رہا تھا، جس کے کپڑے سفید تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مومن کو صرف تمہارے دیدار کی راحت دے دی جاتی تو اس کے لئے یہی کافی ہے۔ (کیمیائے سعادت ص ۷۴۳ شرح الصدور ص ۱۸ تذکرہ الموتی والقبور ص ۱۳)

اہل ایمان کو روح قبض کرتے وقت بشارت اور اس کی روح نکلنے کی کیفیت

یأیتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

"اے اطمینان والی جان، اپنے رب کی طرف واپس ہو، یوں کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی، میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔ (کنز الایمان)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے۔ عرض کیا، یارسول اللہ ما احسن هذا "اے اللہ کے رسول یہ کتنی حسین بات ہے" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر جب تم اس دنیا سے رخصت ہو گے تو تمہیں بھی یہ بشارت دی جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۱۰ ج ۴)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میت قریب

المرگ) کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ اگر آدمی نیک ہوتا ہے تو اس سے کہتے ہیں اے پاک روح نکل جو پاک جسم میں تھی۔ نکل قابل تعریف خیریت راحت اور پاک رزق اور راضی رب کی بشارت حاصل کر۔ اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتیٰ کہ نکل آتی ہے پھر اس کو آسمانوں کی طرف چڑھایا جاتا ہے۔ اس کے لے آسمان کھولا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے یہ کون ہے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں ہے تو کہا جاتا ہے خوب آئی پاک روح جو پاک جسم میں تھی داخل اور قابل تعریف اور خیریت راحت پاک رزق اور راضی رب کی بشارت لے۔ اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اس آسمان تک پہنچ جاتی ہے جس میں اللہ کی تجلی ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۳۲۴، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۱ المستدرک ص ۴۶۳ ج ۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمان کی روح نکلتی ہے تو اسے دو فرشتے ملتے ہیں جو اسے چڑھالے جاتے ہیں۔ حماد نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی عمدہ خوشبو اور مشک کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا کہ آسمان والے کہتے ہیں پاک روح زمین کی طرف سے آئی۔ اللہ تجھ پر اور اس جسم پر رحمت کرے جسے تو آباد کرتی تھی۔ پھر اسے رب کے پاس لے جاتے ہیں۔ رب فرماتا ہے کہ اسے آخر وقت تک وہیں پہنچادو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲-۱۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مومن کو موت آتی ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشم لے کر آتے ہیں کہتے ہیں نکل تو راضی تجھ سے تیرا رب راضی، اللہ کی طرف سے راحت روحانی رزق اور راضی رب کی طرف چل تو وہ بہترین مشک کی خوشبو کی طرح نکلتی ہے حتیٰ بعض فرشتے بعض کو وہ روح دیتے ہیں۔ اسے آسمان کے دروازوں تک لاتے ہیں۔ آسمان والے کہتے ہیں یہ کیا اچھی خوشبو ہے جو زمین سے تمہیں آئی۔ پھر اسے مسلمانوں کی روحوں کے پاس لاتے ہیں۔ مومنین اس کی وجہ سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جیسے کوئی گمشدہ آدمی کے آجانے سے خوش ہو۔ اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کیا کرتا ہے فلاں کیا کرتا ہے پھر کہتے ہیں اسے چھوڑ دو یہ دنیا کے غم میں تھا۔ یہ کہتا ہے وہ مرگیا کیا وہ تمہارے پاس نہ آیا وہ کہتے ہیں کہ اسے اُم ہاویہ میں پہنچا دیا گیا۔

(صحیح ابن حبان ص ۷ ج ۶، مسند امام احمد ص ۳۶۴ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۰۳ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۶، شرح الصدور ص ۶۲۶)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے۔ قبر پر پہنچے تو قبر ابھی تیار نہ تھی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے۔ ہم آپ کے آس پاس بیٹھ گئے کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس سے آپ

ﷺ زمین کرید نے لگے پھر اپنا سر انور اُٹھایا دو یا تین بار ارشاد فرمایا۔عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو، پھر فرمایا کہ جب بندہ مومن دنیا سے روانہ ہو کر آخرت کی طرف جانے لگتا ہے تو اس پر سفید چہرے والے فرشتے اترتے ہیں گویا ان کے چہرے سورج ہیں جن کے ساتھ جنت کے کفنوں سے کفن اور وہاں کی خوشبو ہوتی ہے حتیٰ کہ میت کی تا حد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں۔اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں اے پاک روح اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف چل۔تو وہ نکلتی ہے ایسی بہتی ہوئی جیسے مشک سے قطرہ۔ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔جب لیتے ہیں تو فرشتے ان کے ہاتھ میں پل بھر نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ اسے لے لیتے ہیں اور اسے کفن اور خوشبو میں ڈال دیتے ہیں۔اس میت سے ایسی نفیس خوشبو نکلتی ہے جیسے زمین پر بہترین مشک ہے۔فرمایا اسے لے کر چڑھتے ہیں تو فرشتوں کی کسی جماعت پر نہیں گزرتے مگر وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کیا ہی نفیس خوشبو ہے۔یہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے۔اس کا وہ اعلیٰ نام لے کر جو زمین میں لیا جاتا تھا۔حتیٰ کہ اسے لے کر دنیاوی آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس کے لئے کھلواتے ہیں تو کھول دیا جاتا ہے اسے ہر آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان تک پہنچاتے جاتے ہیں حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک پہنچا دیتے ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کی کتاب علیین میں لکھو اور اسے زمین کی طرف کر دو کیوں کہ میں نے اسے زمین سے ہی پیدا کیا ہے۔ وہاں سے ہی دوبارہ لوٹاؤں گے۔وہاں سے ہی دوبارہ نکالوں گا۔فرمایا اس کی روح جسم میں واپس کی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔کہتے ہیں یہ صاحب کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے اللہ کے رسول ہیں؟ وہ کہتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ یہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا۔اس کی تصدیق کی تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے۔اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ، جنتی لباس پہناؤ، جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو۔فرمایا یہاں تک اس تک جنت کی راحت خوشبو آتی ہے تا حد نگاہ اس کی قبر میں فراخی کی جاتی ہے۔فرمایا کہ اس کے پاس خوبصورت اچھے کپڑوں والا اچھی خوشبو والا شخص آتا ہے۔اس سے کہتا ہے اس سے خوش ہو جو تجھے مسرور کرے گی۔یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ کہتا ہے تو کون ہے

؟؟؟؟

یارب قیامت قائم کر یارب قیامت قائم کرتا کہ میں اپنے گھر بار اور مال میں پہنچوں۔

(المستدرک ص ۱۳۳ ج ۱، مصنف عبدالرزاق ص ۵۸۰ ج ۳، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۵۶ ج ۳، رقم ۷۵۳۰، مسند ابوداؤد، مسند امام احمد ص ۹-۲۸۷ ج ۴، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳-۱۴۲، حلیۃ الاولیاء ص ۱۱۸ ج ۸)

• سرکار دوعالم ﷺ نے ایک آدمی کو یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی کہ

اللهم انى اسئلك نفسا مطمئنة تومن بلقائك وترضى بقضائك وتقنع بعطائك

''اے اللہ میں تجھ سے نفس مطمئن کا سوال کرتا ہوں جو تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو اور جو تیری قضا پر راضی ہو اور تیری عطا پر قانع ہو۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۵۱۱ ج ۴، التذکرہ ص ۱۹۱ ج ۱، الترغیب والترہیب ص ۲۷۰ ج ۲، کامل ابن عدی ص ۱۰۴۲ ج ۳، مجمع الزوائد ص ۴۹ ج ۳، کنزالعمال رقم ۴۲۵۱۱)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم ارشاد فرماتا ہے ''اے ملک الموت جاؤ میرے ولی کے پاس اور اس کو لے آؤ کیوں کہ میں نے اسے رنج وراحت دونوں ہی سے آزمایا ہے اور اسے اپنی رضا کے مطابق پایا تو میں چاہتا ہوں کہ اسے دنیا کے غموں سے نجات دلاؤں'' تو ملک الموت پانچ سو فرشتوں کی جماعت کے ہمراہ چلتے ہیں ان کے ساتھ جنت کی خوشبو والے کفن ہوتے ہیں اور ان کے پاس پھولوں کی شاخیں ہوتی ہیں جن میں سے مختلف خوشبوئیں مہکتی ہیں اور یہ بیسیوں رنگوں کی ہوتی ہیں۔ ان کے پاس مشک میں بسا ہوا سفید ریشم ہوتا ہے تو ملک الموت فرشتوں کے ہمراہ بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر فرشتہ اپنا ہاتھ اس کے ایک ایک عضو پر رکھ لیتا ہے اور مشک میں بسے ہوئے اس ریشم کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دیا جاتا ہے اور ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جاتا ہے۔ اب اس کا دل جنت کی جانب رغبت کرتا ہے۔ کبھی جنتی ازواج کی جانب کبھی لباس کی جانب اور کبھی پھلوں کی طرف جیسے گھر والے روتے ہوئے بچہ کا دل بہلاتے ہیں اسی طرح اس کا دل بہلایا جاتا ہے اور اس کی جنتی ازواج اس وقت خوش ہو رہی ہوتی ہیں۔ اس کی روح کودتی ہے۔ ملک الموت کہتا ہے اے پاک نفس اچھے درختوں دراز سایوں اور بہتے ہوئے پانیوں کی طرف چل۔ ملک الموت اس پر ماں سے بھی زائد شفقت کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ روح اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے تو وہ اس روح پر نرمی کر کے خدا کی رضا چاہتا ہے پس اس کی روح اس طرح نکالی جاتی ہے جس طرح آٹے سے بال آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ادھر اس کی روح نکلتی ہے اور ادھر تمام فرشتے کہتے ہیں السلام علیکم ادخلوا الجنة بما كنتم تعملون ''تم پر سلامتی ہو جنت میں داخل ہو اپنے عمل کی

وجہ سے'' یہی ماحصل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا وہ لوگ جن کو فرشتے موت دیتے ہیں پا کی کی حالت میں۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا اگر مومن ہے تب تو راحت اور خوشبوئیں اور نعمت سے پر جنتیں ہوتی ہیں جب ملک الموت اسکی روح نکالتے ہیں تو روح جسم کو مبارکباد دیتی ہے اور کہتی ہے اے جسم تو مجھے اللہ کی اطاعت کی طرف جلدی لے جاتا تھا اور معصیت سے پرہیز کراتا تھا۔ تو آج تجھ کو مبارک ہو کہ آج تو نے بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلائی۔ جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے اور زمین کے وہ حصے جن پر یہ بندہ عبادت کرتا تھا۔ اس پر روتے ہیں اور ہر وہ آسمانی دروازہ جس سے اس کا عمل خیر چڑھتا اور رزق نازل ہوتا تھا چالیس روز تک روتا ہے۔ جب اس کی روح نکل جاتی ہے تو پانچ سو فرشتے اس کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب انسان اس کو کسی پہلو پر لٹانا چاہتے ہیں تو فرشتے پہلے لٹا دیتے ہیں اور انسانوں کے کفن سے پہلے ہی کفن پہنا دیتے ہیں اور ان کی خوشبو سے پہلے خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے قبر کے دروازے تک فرشتوں کی دو رویہ قطاریں کھڑی ہو جاتی ہیں اور اس کے لئے استغفار کرتی ہیں۔ اس وقت شیطان اس قدر زور سے چیختا ہے کہ میت کے جسم کی بعض ہڈیاں اس سے ٹوٹ جاتی ہیں۔ شیطان اپنے لشکر سے کہتا ہے تمہارے لئے خرابی ہو۔ اس بندے نے کیسے نجات پائی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو گناہوں سے بچا ہوا تھا۔ جب ملک الموت اس کی روح آسمان پر پہنچاتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام استقبال کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں۔ ہر فرشتہ اس کو بشارت دیتا ہے۔ جب ملک الموت اس روح کو لے کر عرش کے پاس پہنچ جاتے ہیں تو وہ روح خدا عزوجل کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کی روح کو لے کر سرسبز و شاداب درختوں اور بہتے ہوئے پانی میں رکھ دو۔ جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو نماز اس کی دائیں طرف آتی ہے اور روزے بائیں طرف اور قرآن ذکراذکار اس کے سر کے پاس اور اس کا نمازوں کی طرف چلنا قدموں کی طرف سے آتا ہے اور صبر قبر کے ایک گوشہ میں آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عذاب کو بھیجتا ہے تو نماز کہتی ہے کہ پیچھے ہٹ کہ یہ تمام زندگی تکالیف برداشت کرتا رہا۔ اب آرام سے لیٹا رہ۔ اب عذاب بائیں طرف سے آتا ہے تو روزے یہی جواب دیتے ہیں۔ سر کی جانب سے آتا ہے تو یہی جواب ملتا ہے۔ پس عذاب کسی جانب سے اس کے پاس نہیں پہنچتا، جس جانب سے چاہتا ہے اللہ کے ولی کو محفوظ پاتا ہے۔ اس وقت صبر تمام اعمال سے کہتا ہے اگر تم عاجز ہوتے تو میں بولتا۔ اب میں پل صراط اور میزان پر کام آؤں گا پھر اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو بھیجے گا جن کی آنکھیں اچک لینے والی بجلی کی مانند ہوں

گی۔ آواز کڑک دار بجلی کی طرح، دانت سینگوں کی مانند، سانس شعلوں کی مانند، اپنے بالوں کو روندتے ہوئے چلتے ہوں گے ان دونوں کے کاندھوں کے درمیان عظیم فاصلہ ہوگا۔ مومنین کے علاوہ ان کے دل کسی کے لئے مہربان نہ ہوں گے۔ ان کا نام منکر اور نکیر ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ہتھوڑا ہوگا۔ اگر جن وانس جمع ہو جائیں تو اس کو اٹھا نہ سکیں گے پھر میت کو بٹھائیں گے پھر سوالات کریں گے۔ جب وہ رب تعالیٰ اور دین اسلام اور آقا کریم محمد رسول اللہ ﷺ کا جواب دے گا۔ منکر نکیر اس کی تصدیق کریں گے پھر اس کی قبر کو فراخ کر دیا جائے گا۔ (شرح الصدور ص ۲۴-۲۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مومن دُنیا سے رخصت ہونے لگتا ہے تو خدا کے فرشتے جن کے چہرے سورج کی مانند چمکتے ہیں نازل ہوتے ہیں۔ ان کے ہمراہ جنتی خوشبوئیں اور کفن ہوتے ہیں۔ وہ ایسی جگہ بیٹھتے ہیں جہاں سے مردہ ان کو دیکھتا ہے۔ جب اس کی روح پرواز کرتی ہے تو ہر فرشتہ اس کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے۔

(شرح الصدور ص ۲۶)

محدث جلیل امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کی متعدد روایات کو نقل کیا ہے۔

دیکھئے شرح الصدور ۲۲ تا ۲۷

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام والمسلمین امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی نے کیا خوب فرمایا:

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنی مرے ‏ ‏ یوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پہ دھومیں مچیں وہ مومن و صالح ملا ‏ ‏ فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب و طاہر گیا

(حدائق بخشش ص ۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص جنت یا جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھے بغیر دُنیا سے رخصت نہیں ہوتا۔ جب وہ مرنے کے قریب ہوتا ہے تو فرشتوں کی دو صفیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ان کے چہرے سورج کی طرح چمکتے ہیں تو مردہ ان کو دیکھتا ہے اور کوئی نہیں۔ اگر چہ تم یہی سمجھتے ہو کہ مردہ تمہارے طرف دیکھ رہا ہے ہر فرشتے کے پاس جنتی کفن اور خوشبوئیں ہوتی ہیں۔ مومن کو فرشتے جنت کی بشارت دے کر کہتے ہیں۔ اے مطمئن نفس اللہ کی رضا اور اس کی جنت کی طرف نکل کر آ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے وہ انعامات رکھے ہیں جو دُنیا و مافیا سے

بہتر ہیں۔ فرشتے نہایت ہی نرمی و مہربانی سے اس کو یہ خوشخبریاں سناتے ہیں پھر یکے بعد دیگرے اس کے ہر ناخن اور ہر جوڑ سے اس کی روح نکالتے ہیں اور یہ اس پر آسان ہوتا ہے۔ اگر چہ تم اسے سخت سمجھتے ہو یہاں تک کہ روح ٹھوڑی تک پہنچ جاتی ہے۔ اب وہ جسم سے نکلنے کو اس سے زیادہ برا سمجھتی ہے جتنا کہ رحم مادر سے نکلنے کو تو فرشتے آپس میں جھگڑتے ہیں کہ اس کی روح کو اُٹھانے کا شرف حاصل کریں۔ بالآخر ملک الموت اس کو لے لیتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم

''آپ فرما دیجئے کہ تم کو وہ ملک الموت وفات دیتے ہیں جن کو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔''

ملک الموت اس کو سفید کپڑوں میں لے کر اپنی گود میں ایسا دباتے ہیں کہ ماں بھی اپنے بچہ کو محبت سے ایسا نہیں دباتی پھر اس سے مشک سے بہتر خوشبو نکلتی ہے جسے فرشتے سونگھتے ہیں اور کہتے ہیں اے پاک روح اے پاک خوشبو خوش آمدید اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو بشارت دیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور جس دروازہ پر پہنچتا ہے اس کے فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں حتیٰ کہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتا ہے تو وہ ارشاد فرماتا ہے اے پاک نفس اے پاک جسم جس سے نکل کر تو آئی ہے خوش آمدید اور جب خدا تعالیٰ کسی کو مرحبا فرماتا ہے تو کائنات کی ہر چیز اس کو مرحبا کہتی ہے اور اس کی تمام تنگی دور ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ و قیام گاہ دکھاؤ اور اس کی تمام وہ نعمتیں دکھاؤ جو میں نے اس کے لئے تیار کر رکھی ہیں پھر اسے زمین کی طرف لے جاؤ کیوں کہ میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں ان کو زمین سے پیدا کروں گا۔ زمین میں ہی داخل کروں گا اور پھر زمین میں ہی لوٹاؤں گا۔ پس اب وہ زمین کی طرف جانے کو جسم سے نکلنے سے بھی زیادہ برا جانے گی اور پوچھے گی اب تم مجھ کو پھر اس جسم کی طرف لے چلے ہو جس سے رُستگاری حاصل کر کے میں آئی تھی۔ فرشتے کہیں گے کہ ہم کو اس کا حکم دیا گیا ہے وہ فرشتے اتنی دیر میں اس روح کو واپس لے آئیں گے جتنی دیر میں لوگ جسم کے غسل کفن سے فارغ ہوں گے پھر اس روح کو اس کے جسم اور کفن میں (تدفین کے بعد) داخل کر دیں گے۔ (شرح الصدور ص ۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی وفات کا وقت آتا ہے تو فرشتے ریشم اور خوشبودار ٹہنیاں لے کر آتے ہیں اور اس کی روح کو اس طرح نکالتے ہیں جیسے آٹے سے بال اور اس سے کہتے ہیں اے نفس مطمئن اللہ کی رحمت اور اس کی کرامت کی طرف نکل

کر آ۔ جب اس کی روح نکلتی ہے تو اسے مشک اور خوشبو پر رکھا جاتا ہے اور ریشم پر لپیٹ کر علیین میں لے جاتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۲۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ مومن کی جان جو مشک سے زیادہ معطر ہے۔ جب نکلتی ہے تو وفات دینے والے فرشتے اس کو آسمان کی طرف لے کر جاتے ہیں ابھی آسمان پر فرشتوں کی ایک جماعت ملتی ہے اور دریافت کرتی ہے کہ یہ کون ہے تو فرشتے اس جان کی تعریف کرتے ہیں اور اس کی خوبیاں بیان کرتے ہیں۔ یہ فرشتے آداب بجالاتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اس شخص کا چہرہ چمک اُٹھتا ہے۔ اب اس کو خدا کا دیدار ہوتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۲۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کعب الاحبار نے پوچھا: ان الابرار لفي عليين کے معنی کیا ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب مومن کی روح قبض ہوتی ہے تو فرشتے اس کو لے کر آسمان کی جانب جاتے ہیں اور دوسرے فرشتوں کی ٹولیاں آ کر اس کو جنت کی بشارت دیتی ہیں حتیٰ کہ اس کو عرش الٰہی تک لے جاتے ہیں پھر فرشتے عرش کے نیچے سے ایک کتاب لاتے ہیں اس پر کچھ لکھ کر اور مہر لگا کر وہیں رکھ دیا جاتا ہے تا کہ حساب کے دن اس کی نجات اس کے ذریعہ سے ہو تو یہی کتاب ہے جس کا ذکر مذکورہ آیت میں ہے۔ (شرح الصدور ص ۲۸)

حضرت حسن سے روایت ہے جب مومن کی وفات کا وقت قریب ہوتا ہے تو پانچ سو فرشتے آ کر اس کی روح کو قبض کرتے ہیں اور اس کو آسمان دُنیا کی طرف لے جاتے ہیں راستے میں گزرتے ہوئے مومنوں کی روحوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ روحیں فرشتوں سے دریافت کرتی ہیں تو فرشتے کہتے ہیں کہ یہ بہت بڑی بے چینی سے نجات پا کر آیا ہے پھر وہ روحیں دوسری باتیں اس سے پوچھتی ہیں حتیٰ کہ بھائی اور دوستوں کے بارے پوچھتی ہیں وہ جواب دیتی ہیں کہ وہ اس طرح ہیں جس طرح تم نے دیکھا تھا یہاں تک کہ وہ ایسے شخص کے بارے میں دریافت کرتی ہیں جو اس آنے والی روح سے پہلے مر چکا ہے۔ یہ روح کہتی ہے کیا وہ تمہارے پاس نہ پہنچا۔ وہ پوچھتی ہیں کیا وہ واقعی مر گیا۔ وہ جواب دیتی ہیں بخدا وہ مر گیا۔ پھر وہ روحیں کہتی ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ پھر وہ ہاویہ میں پہنچ گیا۔ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ (شرح الصدور ص ۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مومن کی روح قبض ہونے سے پہلے اس کو بشارت سنا دی جاتی ہے۔ جب اس کی روح قبض ہوتی ہے تو وہ پکارتا ہے اور انسان اور جن کے علاوہ گھر میں رہنے والا

ہر جانور اس کی آواز کو سنتا ہے۔ آواز یہ ہوتی ہے کہ مجھے ارحم الراحمین کی بارگاہ میں جلدی لے جاؤ۔ جب اسے اس کے تخت پر رکھا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ جانے میں دیر کیوں کرتے ہو جب اسے قبر میں داخل کیا جاتا ہے اسے بٹھایا جاتا ہے اور اسے جنت اور تمام وہ چیزیں جن کا اس سے وعدہ کیا گیا تھا دکھائی جاتی ہیں اور اس کی قبر پھولوں اور خوشبوؤں سے پر کروادی جاتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ مجھے جلد بھیج دے۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ ابھی وقت نہیں ہوا تیرے بہت سے بھائی بہن ابھی تیرے پاس نہیں۔ ہاں تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی تو سو جا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا دنیا میں کوئی شخص اتنی میٹھی نیند نہ سویا ہوگا جتنی میٹھی نینداس کو میسر ہوتی ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن خوشخبری سننے کے لئے بیدار ہوگا۔ (شرح الصدور ص ۹-۴۸)

مومن کو فرشتوں کی طرف سے سلامی کا نذرانہ

مومن کی روح قبض کرنے سے پہلے فرشتے مومن کو سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الذین تتوفھم الملائکۃ طیبین یقولون سلٰمٌ علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون (پ ۱۴ سورۃ نحل ۳۲)

مومنوں کی روحوں کو فرشتے خوش طبعی کی حالت میں قبض کرتے ہیں اور وہ انہیں کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ جنت میں داخل ہو جاؤ سبب اس کے کہ تم اچھے عمل کرتے تھے۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام جب مومن کی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو اس کے کان میں یہ کہتے ہیں السلام یقرئك السلام (اللہ تعالیٰ) تجھے سلام کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری دعوت کو قبول کرو۔ میں تمہارا مشتاق ہوں جنتیں اور جنتی حوریں بڑی بے تابی سے تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔ مومن جب سلام و بشارت کو سنتا ہے تو کہتا ہے کہ میں سلام (بشارت کہنے والے کو نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس روح کے علاوہ کوئی ہدیہ و نذرانہ نہیں ہے۔ اس لئے بطور ہدیہ تم اس کو ہی قبض کر لو۔ (تفسیر کبیر ص ۲۱۰ ج ۱۰)

بدکار یا کافر کی روح نکلنے کی کیفیت اور اسے عذاب کی بشارت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میت کے پاس فرشتے آتے ہیں جب آدمی برا ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے خبیث جان نکل جو خبیث جسم میں تھی نکل

قابل ملامت ہوکر اور کھولتے پانی پیپ اور اس کے ہمشکل دوسرے عذابوں کی بشارت لے۔ اس سے یہ کہتے ہیں حتیٰ کہ نکل آتی ہے پھر اسے آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے تو اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلوایا جاتا ہے۔ اس کے لئے مرحبا نہیں۔ یہ خبیث جان ہے جو خبیث جسم میں تھی۔ ملامت کی ہوئی لوٹ جا کیوں کہ تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھل سکتے پھر اسے آسمان سے پھینکا جاتا ہے حتیٰ کہ قبر میں آجاتی ہے۔ (المستدرک ص ۳۶۴ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۴، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے حماد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بدبو اور لعنت کا ذکر فرمایا۔ آسمان والے کہتے ہیں خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسے میعاد تک کے لئے لے جاؤ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چادر تھی۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح اپنی ناک سے لگالیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۲ ج ۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کافر کی موت جب آتی ہے تو اس کے پاس عذاب کے فرشتے ٹاٹ لے کر آتے ہیں۔ کہتے ہیں نکل تو رب تعالیٰ سے ناراض اور رب تعالیٰ تجھ سے ناراض، اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف چل تو وہ مردار کی سخت بدبو کی طرح نکلتی ہے حتیٰ کہ اسے زمین کے دروازے تک لاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسی سخت بدبو ہے۔ یہاں تک کہ اسے کفار کی روحوں تک پہنچا دیتے ہیں۔

(مسند امام احمد ص ۳۶۴ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۰۳ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۲، صحیح ابن حبان ص ۷ ج ۶، شرح الصدور ص ۲۶)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ......اور بندہ کافر جب دنیا کے خاتمے اور آخرت کی آمد میں ہوتا ہے تو اس کی طرف آسمان کی طرف سے سیاہ چہرے والے فرشتے اُترتے ہیں جن کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں۔ اس کی حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں اے خبیث جان! رب کی ناراضی کی طرف نکل فرمایا کہ جان اس کے جسم میں چھپتی پھرتی ہے اور اسے ایسے کھینچتے ہیں جیسے گرم میخ بھیگی اون سے کھینچی جاتی ہے اور پھر اسے لے لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے جان ملک الموت کے ہاتھ میں پلک جھپکنے تک نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ اس کو ان ٹاٹوں میں ڈال لیتے ہیں اور اس سے روئے زمین کے بدترین مردے کی سی بدبو نکلتی ہے۔ اسے لے کر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر سے گزرتے ہیں وہ

بھی کہتے ہیں کہ یہ کوئی خبیث جان ہے۔ وہ اس کے دنیاوی بدترین ناموں سے جس سے موسوم کیا جاتا تھا نام لے کر کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کا بیٹا۔ یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان دنیا تک آتے ہیں دروازہ کھلوایا جاتا ہے تو اس کے لئے کھولا نہیں جاتا پھر رسول ﷺ نے یہ آیت پڑھی نہ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھلیں نہ وہ جنت میں جائیں حتیٰ کہ اُونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔ پھر رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی کتاب نچلی زمین کے سجین میں لکھو پھر اس کی جان پٹخ دی جاتی ہے پھر حضور ﷺ نے یہ تلاوت فرمائی جس نے اللہ تعالیٰ سے شرک کیا وہ آسمان سے گر گیا جیسے پرندے اچکتے ہیں یا اسے دور جگہ میں ہوا پھینکتی ہے پھر روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا؟ پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا ہے، پھر کہتے ہیں کہ یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ تب آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ اس کے لئے آگ کا بستر بچھاؤ۔ آگ کا دروازہ اس کی طرف کھولو تب اس تک دوزخ کی گرمی اور لو آتی ہے۔ اس پر قبر اتنی تنگ کی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ادھر اُدھر ہو جاتی ہیں۔ اس کے پاس ایک بدشکل بُرے لباس والا بدبودار آدمی آتا ہے۔ کہتا ہے اس کی خبر لے جو تجھے غمگین کرے گی۔ یہی وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔ مردہ کہتا ہے کہ تو ہے کون کہ تیرا چہرہ شر (ڈر) لاتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرے بُرے اعمال ہوں۔ تب یہ کہتا ہے کہ الٰہی قیامت قائم نہ کر اور ایک روایت میں اس کی مثل ہے کافر کی جان اس کی رگوں کے ساتھ نکالی جاتی ہے اور اس پر آسمان زمین کے درمیان والے فرشتے اور آسمان کے سارے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ آسمان کے سارے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ہر دروازے والے دعا کرتے ہیں الٰہی یہ روح ان کی طرف نہ چڑھے۔

(مسند امام احمد ص ۲۷۹ ج ۴، مشکوۃ المصابیح ص ۳-۱۴۲، المستدرک ص ۴-۱۳۳ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۷-۲۵۶ ج ۳ مسند ابوداؤد طیالسی رقم ص ۷۵۳۰، مصنف عبدالرزاق ص ۲-۵۸۱ ج ۳، حلیۃ الاولیاء ص ۱۱۸ ج ۸، التذکرہ ص ۱۹۱ ج ۱، الترغیب والترہیب ص ۲۷۰ ج ۲، کامل ابن عدی ص ۱۰۴۲ ج ۳، مجمع الزوائد ص ۴۹ ج ۳، شرح الصدور ص ۲۲، کنز العمال رقم الحدیث ۴۲۵۱۱)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ملک الموت اب تم میرے (فلاں) دشمن کے پاس جاؤ اور اسے لے کر آؤ میں نے اس کے رزق میں کشادگی کی اور نعمتوں سے سرفراز کیا لیکن وہ میرے شکر سے ہمیشہ انکار کرتا رہا۔ پس آج اسے

لاؤ تا کہ میں اس سے انتقام لوں۔ پس ملک الموت اس کے پاس بدترین شکل میں پہنچتے ہیں۔ ان کی بارہ آنکھیں ہوتی ہیں اور جہنمی کانٹوں کی سلاخیں ہوتی ہیں۔ ان کے ہمراہ پانچ سو فرشتے ہوتے ہیں اور ہر ایک کے پاس تانبا جہنمی چنگاریاں اور بھڑکتے ہوئے کوڑے ہوتے ہیں تو ملک الموت یہ خار دار سلاخیں اس طرح مارتے ہیں کہ ہر کانٹا جڑ تک اس شخص کے رگ و پے میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر ان سلاخوں کو سختی سے موڑتے ہیں تو اس کی روح اس کے قدموں کے ناخنوں سے نکلتی ہے اور اس وقت اللہ کے دشمن پر بے ہوش کا عالم طاری ہوتا ہے اور اس کے فرشتے اس کی پیٹھ اور چہرے پر کوڑے مارتے ہیں اور مارتے ہوئے اس کے حلق تک آتے ہیں پھر وہ تانبا اور جنگاریاں اس کی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دی جاتی ہیں پھر ملک الموت فرماتے ہیں اے ملعون جان بادسموم گرم پانی اور گرم سائے کی طرف آ، جب ملک الموت روح نکال لیتے ہیں تو روح جسم سے کہتی ہے اے جسم اللہ تجھے میری جانب سے بدترین عذاب دے کیوں کہ تو مجھے معصیت کی طرف تیزی سے لے جاتا تھا اور نیکی سے پیچھے رکھتا تھا۔ تو خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی ہلاکت میں ڈالا۔ جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے۔ زمین کے وہ حصے جن پر وہ نگاہ کرتا تھا اس کو لعنت کرتے ہیں۔ ابلیس کے لشکر ابلیس کے پاس جا کر اسے خوشخبری دیتے ہیں کہ انہوں نے ایک آدم زاد کو جہنم رسید کرا دیا۔ جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کی قبر کو تنگ کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے پاس سیاہ سانپ بھیجتا ہے جو اسے ڈسنا شروع کر دیتے ہیں پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے آ کر اس سے سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ تو نے جاننا چاہا ہی کب تھا۔ پھر وہ اسے ایسے گرز مارتے ہیں کہ قبر میں چنگاریاں اُڑتی ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ذرا اوپر کو دیکھو۔ جب وہ اوپر دیکھتا ہے تو اسے جنت کا دروازہ نظر آتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اگر تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا تو تیرا مقام یہاں ہوتا۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا بخدا اس کے دل میں ایسی حسرت پیدا ہوتی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ پھر اسے جہنم کا دروازہ کھول کر دکھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اے اللہ کے دشمن اب نافرنیوں کی وجہ سے تیرا ٹھکانہ یہ ہے اور ۷۷ دروازے جہنم کے کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے گرمی اور بادسموم آتی ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ (شرح الصدور ص ۵-۲۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ......اور جب کافر کی روح نکلنے کو ہوتی ہے تو فرشتے کمبل میں چنگاریاں رکھ کر لاتے ہیں اور سختی سے اس روح کو نکالتے ہیں اور

کہتے ہیں اے خبیث نفس تو خدا سے ناخوش اور خدا تجھ سے ناراض ہے۔ تو ذلت اور عذاب الٰہی کی طرف چل۔ جب اس کی روح نکلتی ہے تو اس کو چنگاریوں میں رکھ کر بھونا جاتا ہے پھر اسے سجین میں لے جاتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۲۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور جب کافر کی روح نکلتی ہے اور اس میں بدترین مردے کی سی بدبو آتی ہے اور اس کو بھی وفات دینے والے فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ راستے میں فرشتوں کی ایک جماعت سے ملاقات ہوتی ہے وہ دریافت کرتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ یہ فرشتے جواب دیتے ہیں یہ فلاں بن فلاں بدکار شخص ہے اور اس کی برائیاں بیان کرتے ہیں تو وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اسے واپس زمین پر ہی لے جاؤ۔ (شرح الصدور ص ۲۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب احبار سے پوچھا......تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کلا ان الفجار لفی سجین کا معنی یہ ہے کہ فاجروں کی روح کو آسمان کی طرف لے جایا جائے گا تو آسمان قبول کرنے سے انکار کر دے گا تو زمین کی طرف اسکو پھینک دیا جائے گا۔ تو زمین بھی قبول کرنے سے انکار کر دے گی تو اس کو ساتویں زمینوں کے نیچے سجین میں لے جایا جائے گا اور یہ شیطان کا گڑھا ہے اور اس سے ایک کتاب نکالی جائے گی اور اس پر کچھ لکھ کر اور مہر لگا کر اس کی ہلاکت کی دستاویز کو حساب کے دن کے لئے شیطان کے گڑھے میں رکھ دیا جائے گا۔
(شرح الصدور ص ۲۸)

کفار و فساق کی روح نکلنے کی کیفیت کا ذکر قرآن مجید میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

۱۔ ولو ترٰی اذ الظلمون فی غمرٰت الموت والملٰئکة باسطوا ایدیهم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الهون بما کنتم تقولون علی الله غیر الحق وکنتم عن اٰیٰته تستکبرون ○ (پ۸ الانعام ۹۳)

اور کبھی تم دیکھو کہ ظالم موت کی سختیوں میں ہیں اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں آج تمہیں خواری کا عذاب دیا جائے گا۔ بدلہ اس کا کہ اللہ پر جھوٹ لگاتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے۔ (کنزالایمان)

۲۔ الذین تتوفٰهم الملٰئکة ظالمی انفسهم فالقوا السلم ما کنا نعمل من سوء

بلٰی ان اللہ علیھم بما کنتم تعملون ○ (پ۱۴ سورۃ نحل ۲۸)
وہ فرشتے جو ان کی جان نکالتے ہیں اس حال پر کہ وہ اپنا برا کر رہے تھے۔ اب صلح ڈالیں گے کہ ہم تو کچھ برائی نہ کرتے تھے۔ ہاں کیوں نہیں اللہ خوب جانتا ہے جو تمہارے کوتک تھے۔
(کنزالایمان)

۳- لوتری اذ یتوفی الذین کفروا الملٰٓئکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم وذوقوا عذاب الحریق ○ (پ۱۰ الانفال ۵۰)
اور کبھی تو دیکھے جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں مار رہے ہیں ان کے منہ پر اور ان کی پیٹھ پر اور چکھو آگ کا عذاب۔ (کنزالایمان)

۴- فکیف اذا تتوفھم الملائکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم ○ (پ۲۶ سورۃ محمد ۲۷)
تو کیسا ہوگا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے ان کے منہ اور ان کی پیٹھیں مارتے ہوئے۔ (کنزالایمان)

۵- ان الذین توفھم الملائکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم ط قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا لم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاؤلٰئک ماوھم جھنم وساءت مصیرا ○ (پ۵ نساء ۹۷)
وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں کہ تم کاہے میں تھے۔ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔ (کنزالایمان)

۶- ھل ینظرون الاان تاتیھم الملائکۃ او یاتی امر ربک ط کذلک فعل الذین من قبلھم وما ظلمھم اللہ ولٰکن کانوا انفسھم یظلمون ○ (پ۱۴ النحل ۳۳)
کاہے کے انتظار میں ہیں مگر اس کے کہ فرشتے ان پر آئیں یا تمہارے رب کا عذاب آئے۔ ان سے اگلوں نے ایسا ہی کیا اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (کنزالایمان)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی کی لعنت اور نحوست، مرتے وقت شیعہ کے منہ اور

آنکھ سے منی نکلتی ہے

عن علی بن حسین قال ان المخلوق لایموت حتی تخرج منه النطفة التی خلقه اللّٰه تعالیٰ منها من فیه اومن غیرہ وفی روایة اومن عینه

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب آدمی (شیعہ) مرتا ہے تو مرتے وقت اس کے منہ سے منی نکلتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی آنکھوں سے (بھی) منی نکلتی ہے۔ (علل الشرائع ص ۲۹۹ ج ا، من لایحضرہ الفقیہ ص ۸۴ ج ا، فروع کافی ص ۸۵ ج ا، طبع نولکشور ص ۱۶۳ ج ۳ طبع ایران، وسائل الشیعہ ص ۶۸۶ ج ۲)

یہ سب کتب شیعہ کے حوالہ جات ہیں۔ شیعوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے اور یہ سب ان پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

حسن خاتمہ کی علامات

اب ہم انشاء اللہ المولیٰ احادیث مبارکہ کے حوالہ سے حسن خاتمہ کی علامات بیان کریں گے۔ اس میں بنیادی طور پر یہ ذہن نشین رہے کہ حسن خاتمہ کے لئے صحت عقیدہ اہل سنت ضروری ہے۔

شرف شہادت

ارشاد باری تعالیٰ ہے

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰه امواتا بل احیاء عندربهم یرزقون فرحین بما اتاهم اللّٰه من فضله ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم الا خوف علیهم ولا هم یحزنون ○ یستبشرون بنعمة من اللّٰه وفضله

(پ ۴ سورۃ آل عمران ۱۶۹ تا ۱۷۱)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی۔ جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم، خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی۔ (کنزالایمان)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے چھ اعزاز ہوتے ہیں (اور وہ یہ ہیں) پہلے ہی لمحہ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے

اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔ عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ قیامت کی مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا صرف ایک ہی یاقوت دنیا اور اس میں جو ہے سب سے قیمتی ہے، گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی ۷۲ حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ اس کے ۷۰ رشتے داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کر لی جاتی ہے۔

(جامع ترمذی ص ۲۹۵ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۲۰۶، مسند امام احمد ص ۲۱۶ ج ۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شہید کے قرض کے علاوہ سب گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ کے راستے میں قتل ہونا قرض کے علاوہ سب گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(صحیح مسلم ص ۱۳۵ ج ۲، مسند امام احمد ص ۲۲۱ ج ۲، تحفۃ الاشراف ص ۸۸۵۸)

پہرے کی حالت میں موت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن اور ایک رات پہرہ دینا ایک ماہ کے روزے اور اس کے قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ شخص (اس حالت میں) انتقال کر جائے تو اس کے وہ عمل جسے وہ کیا کرتا تھا اس پر جاری ہو جاتا ہے اور اس کا رزق بھی اس کے لئے جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ فتنے میں ڈالنے والے (فرشتوں یعنی منکر نکیر) سے بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم ص ۱۴۴ ج ۲، جامع ترمذی ۲۹۱ ج ۱، سنن نسائی ص ۵۱ ج ۲، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۳۳ ج ۶، المستدرک للحاکم ص ۲۰۹ ج ۲، سنن کبریٰ للنسائی ص ۴۳۷۵، شرح السنۃ ۲۶۱۷، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۸ ج ۹)

پیٹ کی بیماری سے موت

حضرت عبداللہ بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سلیمان بن مرد اور خالد عرفطہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ جسے اس کا پیٹ قتل کر دے اسے قبر میں ہرگز عذاب نہیں دیا جائے گا۔ دوسرے سے کہا کیوں نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ تو نے سچ کہا۔

(سنن نسائی ص ۴-۲۲۳ ج ۱، جامع ترمذی ص ۲۰۴ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۲۰۶، مسند امام احمد ص ۳۲۲ ج ۴، موارد الظمآن ۷۲۸، مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۲۸۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو پیٹ کی بیماری کی وجہ سے فوت ہوا وہ شہید ہے۔ (صحیح مسلم ص ۱۴۲ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۰۶)

سل کی بیماری سے موت

حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سل کی وجہ سے موت شہادت ہے۔ (سل ٹی بی کی بیماری ہوتی ہے) (اخبار اصبہان ص ۲۱۷ ج ۱، مجمع الزوائد ص ۳۱۷ ج ۲)

طاعون کی بیماری سے موت

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک عذاب تھا۔ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے اس پر اسے بھیجتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے اسے رحمت بنا دیا۔ اب کوئی بھی اللہ کا بندہ صبر کے ساتھ اس شہر میں ٹھہرا رہے۔ جہاں طاعون کی وبا پھیل گئی ہو اور وہ یہ یقین رکھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھ دیا ہے اسکے سوا اس کو اور کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور پھر طاعون میں اسے موت آ جائے تو اسے شہید جیسا ثواب ملے گا۔ (صحیح بخاری ص ۸۵۳ ج ۲، مسند امام احمد ص ۲۵۱ ج ۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

الطاعون شهادة لكل مسلم

''طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔''

(صحیح بخاری ص ۳۹۷ ج ۱، صحیح مسلم ص ۱۴۳ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۵، مسند امام احمد ص ۳۱۰ ج ۳، الترغیب والترہیب ص ۳۳۵ ج ۲، فتح الباری ص ۱۸۰ ج ۱۰، کنز العمال ص ۷۷ ج ۱۰، شرح السنۃ ص ۲۵۲ ج ۵، التاریخ الکبیر ص ۳۹۴ ج ۶)

جل کر، پہلو کے درد (فالج) سے اور عورت کو دوران حمل موت آنا

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستے میں قتل کے علاوہ سات شہید اور بھی ہیں۔ طاعون کے مرض سے ہلاک ہونے والا، غرق ہو کر مرنے والا، پہلو کے درد سے، پیٹ کی بیماری سے، جل کر، کسی ملبے کے نیچے دب کر اور ایسی عورت جو دوران حمل فوت ہو جائے شہید ہے۔

(تاریخ دمشق ص ۲۱۸ ج ۷، طبرانی کبیر ص ۲۰۹ ج ۲، مجمع الزوائد ص ۳۱۷ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۸۷ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۰۶، سنن کبریٰ للنسائی ۷۵۲۹، ابن ابی شیبہ ص ۳۳۲ ج ۵، طبقات ابن سعد ص ۸۱ ج ۳، عبدالرزاق ص ۵۶۲ ج ۳، موطا امام مالک ص ۴۰-۱۳۹، مسلم ص ۱۴۲ ج ۲، مسند احمد ص ۲۰۱ ج ۴، کنز العمال ص ۴۱۸ ج ۴)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی

عیادت کرنے کے لئے تشریف لائے۔ وہ آپ ﷺ کے استقبال کے لئے بستر سے اُٹھ نہ سکے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میری اُمت کے شہداء کون کون ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس صورت میں تو میری اُمت کے شہداء کم میں ہوں گے۔ مسلمان کا قتل ہونا عینی شہادت ہے۔ طاعون سے مرنا بھی شہادت ہے اور جو عورت بچے کی پیدائش کے سبب فوت ہو جائے یہ بھی شہادت ہے۔ بچہ اپنی نال کی وجہ سے ماں کو جنت میں لے جائے گا۔

(مسند امام احمد ص ۲۴۲ ج ۵، سنن دارمی ص ۲۷۳ ج ۲، مسند ابوداؤد ۵۸۲، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۴۳۶ ج ۸)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلو کے درد (فالج) سے مرنے والا شہید ہے۔ (مسند امام احمد ص ۱۷۶ ج ۴)

غرق ہو کر یا ملبے کے نیچے دب کر موت آنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون کی بیماری میں فوت ہونے والا، جو پیٹ کی بیماری میں مرا، جو ڈوب کر مرا، جس پر دیوار وغیرہ گری اور وہ (نیچے آ کر) مر گیا، جو اللہ کے راستے میں جہاد میں قتل ہوا۔

(صحیح بخاری ص ۳۹۷ ج ۱، صحیح مسلم ص ۱۴۲ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۰۲ ج ۱، مسند امام احمد ص ۳۳۵ ج ۲، تلخیص الحبیر ص ۱۴۲ ج ۲، الترغیب والترہیب ص ۳۳۲ ج ۲، تجرید التمہید ص ۱۶۶، موطا امام مالک ص ۱۳۱، کنز العمال ص ۴۱۷ ج ۴، فتح الباری ص ۱۳۹ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۵)

جمعرات اور جمعہ کو انتقال

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی مسلمان جمعہ کے دن یا رات میں فوت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنے سے بچالے گا۔

(جامع ترمذی ص ۲۰۵ ج ۱، مسند امام احمد ص ۱۷۷ ج ۲، تحفۃ الاشراف ص ۲۸۸ ج ۶، عبدالرزاق ص ۲۶۹ ج ۳، کشف الخفاء ص ۳۱۸ ج ۲، مسند ابی حنیفہ ص ۵۷، کنز العمال ص ج ۷، حلیۃ الاولیاء ص ۱۵۵ ج ۳، مجمع الزوائد ۳۱۹ ج ۲، جامع المسانید ص ۱۵۷ ج ۱)

کسی بھی نیک عمل پر موت آنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) کہا پھر اس کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ کر دیا گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے اللہ کی رضا کے لئے روزہ رکھا پھر اس کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ کر دیا گیا

وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جس نے اللہ کی رضا کے لئے صدقہ کوئی چیز دی اور اس کے ساتھ اس کا خاتمہ کر دیا گیا وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔ (مسند امام احمد ص ۳۹۱ ج ۵، فتح الباری ص ۴۳ ج ۶)

اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلے اور اسے طبعی موت آ جائے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

ومن یخرج من بیتہ مھاجرًا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ (پ۵ سورۃ النساء۱۰۰)

''جو اپنے گھر سے نکلا اور رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آ لیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر۔'' (کنزالایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) پوچھا کہ تم اپنے ساتھیوں میں سے شہید کس کو شمار کرتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواباً عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اللہ کے راستے میں قتل ہو جائے، وہ شہید ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح تو میری اُمت کے شہداء کی تعداد بہت کم ہوگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو پھر شہداء کون ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیا گیا، وہ شہید ہے۔ جو اللہ کے راستے میں طبعی طور پر فوت ہو گیا، وہ بھی شہید ہے۔

(صحیح مسلم ص ۳-۱۴۲ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۰۶، صحیح ابن حبان ص ۷۵ ج ۶، مسند امام احمد ص ۵۲۲ ج ۲، مصنف عبدالرزاق ص ۲۷۰ ج ۵)

اپنی جان و مال، دین، گھر بار اور عزت کے دفاع میں موت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ارشاد فرمایئے اگر کوئی شخص میرا مال چھیننا چاہے (تو مجھے کیا کرنا چاہئے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اسے اپنا مال نہ دے۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے یہ بتلایئے کہ اگر وہ مجھ سے لڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو بھی اس سے لڑائی کرنا۔ اس نے عرض کیا مجھے بتلایئے اگر وہ مجھے قتل کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو تم شہید ہو۔ اس نے عرض کیا مجھے بتلایئے اگر میں اسے قتل کر دوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو وہ جہنم میں جائے گا۔

(صحیح مسلم ص ۸۱ ج ۱، سنن نسائی ص ۱۵۴ ج ۲، مسند امام احمد ص ۳۳۹ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے

مال کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا، وہ شہید ہے۔

(صحیح مسلم ص ۸۱ ج ۱، صحیح بخاری ص ۳۳۷ ج ۱، مسند امام احمد ص ۲۲۴ ج ۲، تحفۃ الاشراف ۸۶۱۱)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے جو اپنے اہل و عیال کے دفاع میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے جو اپنے دین کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے جو اپنی جان کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے۔

(بخاری ص ۳۳۷ ج ۱، مسلم ص ۸۱ ج ۱، ابن ماجہ ص ۲۰۶، احمد ص ۱۷ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۳۰۲ ج ۳، بیہقی ص ۲۶۵ ج ۳، مستدرک ص ۶۳۹ ج ۷، المعجم طبرانی ص ۱۱۵ ج ۱، مجمع الزوائد ۲۴۴ ج ۶، شرح السنۃ ص ۲۴۸ ج ۱، کنز العمال ص ۴۱۶ ج ۴، نصب الرایہ ص ۳۴۱ ج ۴، تاریخ بغداد ص ۳۲۱ ج ۲، تاریخ دمشق ص ۴۱۹ ج ۱، تاریخ اصفہان ص ۶۲ ج ۲، حلیۃ الاولیاء ص ۳۵۳ ج ۳، کشف الخفاء ص ۱۷۱ ج ۲، مسند شافعی ص ۲۰۱، مسند ابی عوانہ ص ۴۴ ج ۱، کامل ابن عدی ص ۳۴۴ ج ۴، البدایہ والنہایہ ص ۸۸ ج ۸، المطالب العالیہ ص ۱۸۵۴)

عامۃ الناس (اہل اسلام) کا میت کی تعریف کرنا

ابوالاسود دیلمی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا وہاں ایک بیماری پھیل رہی تھی میں حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک جنازہ سامنے سے گزرا لوگ اس میت کی تعریف کرنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی پھر ایک اور جنازہ گزرا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہی فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ پھر تیسرا جنازہ گزرا لوگ اس کی برائی کرنے لگے۔ آپ نے پھر وہی فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ ابوالاسود فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ اے امیر المومنین کیا چیز واجب ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس وقت وہی کہا تھا جو رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ جس شخص کی اچھائی پر چار شخص گواہی دے دیں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے عرض کیا اگر تین گواہی دیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین پر بھی (جنت ملے گی) پھر ہم نے عرض کیا اگر دو مسلمان گواہی دیں فرمایا دو پر بھی (جنت) پھر ہم نے ایک کے متعلق نہ پوچھا۔

(صحیح بخاری ص ۱۸۳ ج ۱، جامع ترمذی ص ۲۰۴ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۱۲ ج ۱، مسند امام احمد ص ۲۰ ج ۱)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے مومنو! تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (جامع ترمذی ص ۲۰۴ ج ۱، مسند امام احمد ص ۱۷۹ ج ۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس میت کی تعریف کی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا کہ اس پر واجب ہوگئی۔ اس طرح پھر ایک جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی برائی بیان کی اس پر بھی تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی تم نے تعریف کی ہے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جس کی برائی کی ہے اور اس کے لئے آگ واجب ہوگئی۔

(صحیح مسلم ص ۳۰۸ ج ۱، صحیح بخاری ۱۸۳ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۱۲ ج ۱، سنن کبریٰ للنسائی ص ۲۰۵۷، صحیح ابن حبان ص ۲-۱۱ ج ۶، مسند امام احمد ص ۱۷۹ ج ۳، شرح السنۃ ۱۴۵۳، مستدرک ص ۳۷۷ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۷ ج ۳، مسند ابوداؤد طیالسی ص ۲۰۶۲)

بوقت موت پیشانی پر پسینہ نمودار ہونا اور کلمہ طیبہ پڑھنا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی موت پیشانی کے پسینہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ص ۲۲۳ ج ۹، جامع ترمذی ص ۱۹۲ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶، نسائی ص ۲۰۲ ج ۱، مسند احمد ص ۱۵۹ ج ۵، مستدرک ص ۳۷۱ ج ۱، ابن حبان ص ۷ ج ۶)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔ (ابوداؤد ص ۸۸ ج ۲، مسند احمد ص ۲۹۱ ج ۵، مستدرک ص ۳۶۲ ج ۱)

فوت شدہ آدمی کے متعلق احکام

موت کے بعد میت کی آنکھیں بند کرنا

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اذا حضرتم موتاکم فاغمضوا البصر فان البصر یتبع الروح وتولوا خیرا فانہ یومن علی ماقال اھل ابیت

"جب تم اپنے مردوں کے پاس حاضر ہو تو ان کی آنکھیں بند کر دیا کرو کیوں کہ نظر روح کا پیچھا کرتی ہے اور صبر کے کلمات کہو اس لئے کہ میت کے گھر والوں کی کہی ہوئی بات پر آمین کہی جاتی ہے۔" (سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶، مستدرک للحاکم ص ۳۶۳ ج ۱، مسند امام احمد ص ۱۴۰ ج ۴)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت تشریف لائے تو اس وقت ان کی آنکھ کھلی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھ کو بند کر دیا پھر ارشاد فرمایا کہ بے شک جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو نظر اس کا پیچھا کرتی ہے۔

(مسند احمد ص ۲۹۷ ج ۶، کنز العمال ص ۵۶۱ ج ۱۰، جمع الجوامع ۵۵۷۶، صحیح مسلم ص ۳۰۰-۱ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۹-۸۸ ج ۲، صحیح ابن ماجہ

ص ۱۰۲، جامع ترمذی ص ۱۹۲ ج ۱، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۳۱۵ ج ۲۳، صحیح ابن حبان ص ۹۳ ج ۱۰، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۸۴ ج ۳، شرح السنۃ ۱۴۶۸، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۱ ج ۷، اتحاف السادۃ ص ۱۰۳ ج ۵، تلخیص الحبیر ص ۱۰۵ ج ۲)

مزید یہ کہ میت کے دو جبڑے باندھ دیئے جائیں کپڑے کی ایک لمبی پٹی لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر سر کے اوپر باندھ دیں تا کہ منہ کھلا نہ رہے، ہاتھ بازو ٹانگیں اور پاؤں سیدھے کر دیں، پاؤں کے دونوں انگوٹھوں کو آپس میں باندھ دیں تا کہ ٹانگیں نہ کھلیں، پیٹ پر کوئی وزنی چیز لوہا یا پتھر رکھ دیں تا کہ پیٹ پھول نہ جائے، تعویذ یا انگلی میں انگوٹھی پہنی ہو تو اتاریں، اگر میت عورت کی ہو تو اس نے چوڑیاں پہن رکھی ہوں تو اتار دیں ورنہ جسم سخت ہونے کے بعد اتارنا مشکل ہو جائے گا، زیور وغیرہ اتارنے میں زیادہ دشواری ہو تو صابن یا پٹرولیم جیلی وغیرہ لگا کر سہولت پیدا کر لیں تا کہ میت کی بے حرمتی نہ ہو۔

میت پر کپڑا ڈال دینا مسنون ہے

جب کسی آدمی کی وفات ہو جائے تو اسے کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے۔

اُم مومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باکمال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھاری دار چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔

(مشکوٰۃ ص ۱۴۱ ج، صحیح بخاری ص ۸۶۵ ج ۲، صحیح مسلم ص ۳۰۶ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۸۱ ج ۲، مسند امام احمد ص ۱۸۸ ج ۶)

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی کی میت کو احد کے دن لایا گیا جب کہ کافروں نے ان کے اعضاء کاٹ دیئے تھے۔ آپ کی میت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس حال میں رکھی گئی کہ میت کو ایک کپڑے سے لپیٹ دیا گیا تھا۔ میں نے اسے کھولنا چاہا تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازہ اٹھانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو ایک عورت کے رونے کی آواز سنائی دی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم کیوں روتی ہو؟ اس کی عظمت تو یہ ہے کہ جنازہ اُٹھائے جانے تک فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کیئے رہے ہیں۔

(صحیح بخاری ص ۱۶۶ ج ۱، صحیح مسلم ص ۲۹۵ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۰۴ ج ۱، سنن کبریٰ للنسائی ص ۶۰۵ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۸۲ ج ۱۰، مصنف عبدالرزاق ص ۵۶۱ ج ۳، مسند حمیدی ص ۵۳۱ ج ۲، مسند امام احمد ص ۲۹۸ ج ۳، مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۷۱۱)

میت کے لئے دعا کرنا

جب میت آدمی کی روح قبض ہو جائے تو اس وقت رنج اور صدمہ کی وجہ سے خلاف شرع کلمات نہ بولیں بلکہ میت کے لئے استغفار کریں اور اس کی آئندہ منزلوں کی آسانی کے لئے دست بدعا رہیں۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی آنکھیں بند کیں پھر یہ دعا فرمائی:

اللهم اغفر لابی سلمة وارفع درجه فی المهدين واخلفه فی عقبه فی الغابرين واغفرلنا وله يارب العلمين وافسح له فی قبره و نورله فيه

"اے اللہ ابو سلمہ کی مغفرت فرما، اس کے درجہ کو ہدایت یافتہ لوگوں کے درجہ میں بلند فرما اور اس کے پسماندہ لوگوں کی نگرانی فرما اے رب العالمین ہماری اور اس کی مغفرت فرما، اس کی قبر کو کشادہ فرما اور اس میں نور عطا فرما۔

(صحیح مسلم ص ۳۰۱، سنن ابو داؤد ص ۸۹ ج ۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۱، مسند احمد ص ۲۴۵ ج ۶)

میت کے ورثاء اقرباء صبر کریں اور انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے کہ

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصبرين ○ الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون ○ اولئك عليهم صلوت من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اس کی طرف پھرنا۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔ (کنز الایمان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک عورت پر سے ہوا جو ایک قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جا اور صبر کر اس نے کہا کہ مجھ سے دور ہو جاؤ، یہ مصیبت اگر تم پر پڑی ہوتی تو تجھے معلوم ہوتا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچانا پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو وہ بہت پریشان ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دروازہ اقدس پر حاضر ہوئی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا پھر اس نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا کہ میں آپ ﷺ کو پہچان نہیں سکی تھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہیے۔

(صحیح مسلم ۳۰۲ ج ۱، صحیح بخاری ۱۷۱ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۳ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۰۶ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۸۹ ج ۲، سنن کبریٰ للنسائی ص ۶۱۳ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۶۵ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۲۴۳ ج ۵، شرح السنۃ ۱۵۳۹)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے پھر وہ یہ کہتا ہے

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

''اے اللہ مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے اس کے بدلے میں بہتر عطا فرما۔'' تو اللہ تعالیٰ اس چیز کے بدلہ میں اس سے بہتر عطا فرماتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے سوچا کہ ابو سلمہ سے بہتر کون مسلمان ہو سکتا ہے وہ تو گھر کا پہلا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی ہے پھر میں یہ کلمات کہتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے مجھے رسول اللہ ﷺ عطا فرمائیے۔

(صحیح مسلم ص ۳۰۰ ج ۱، مسند امام احمد ص ۲۵۶ ج ۶ تحفۃ الاشراف ص ۱۸۲۴۸ ج ۱)

میت کے چہرہ سے کپڑا اُٹھانا اور اس کا بوسہ لینا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ سخ سے گھوڑے پر آئے اور آ کر اُترے اور پھر مسجد کے اندر گئے کسی سے آپ نے کوئی بات نہیں کی اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آئے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف گئے۔ آپ ﷺ کا جسد اطہر ایک یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ آپ نے چہرہ اطہر کو کھولا اور جھک کر چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے۔ پھر عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو مرتبہ موت طاری نہیں کرے گا جو ایک موت آپ ﷺ کے مقدر میں تھی وہ آپ ﷺ پر طاری ہو چکی ہے۔

(صحیح بخاری ص ۶۴۰ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۰۴ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶، مسند امام احمد ص ۵۵ ج ۶، شمائل ترمذی ص ۲۷، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۰۶ ج ۳)

• اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن

مظعون رضی اللہ عنہ کا تین بار بوسہ لیا اور اس وقت ان کا انتقال ہو چکا تھا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہہ رہے تھے اور حضرت عثمان کے رخسار آپ کے آنسوؤں مبارک پر تر ہو گئے۔

(سنن ابوداؤد ص ۹۵ ج ۲، جامع ترمذی ص ۱۹۳ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶، مسند امام احمد ص ۴۳ ج ۶، المنتخب عبد بن حمید ۱۵۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۵۹ ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ۴۰۶ ج ۳)

ایک روایت میں ہے کہ سرکار حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا جنازہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عثمان تم دنیا سے یوں چلے گئے کہ تمہارا دامن اس سے ذرا بھی آلودہ نہ ہوا۔ (موطا امام مالک ص ۱۴۴)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر بارگاہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو چوم کر رو پڑے اور عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (ظاہری) حیات مبارکہ کسی قدر پاکیزہ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال باکمال فرمانا بھی کس قدر پاکیزہ ہے۔ (صحیح بخاری ص ۵۱۷ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۵۹ ج ۳)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں مبارک آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال باکمال ہو چکا تھا۔ (سنن نسائی ص ۲۰۳ ج ۱، سنن کبریٰ للنسائی ص ۶۰۴ ج ۱، تحفۃ الاشراف ص ۱۶۷۴۵)

میت پر نوحہ و ماتم ناجائز ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیۃ

''جس نے کسی کی موت پر رخساروں کو پیٹا، گریبان کو پھاڑا اور جاہلیت کی باتیں کیں وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(صحیح بخاری ص ۱۷۳ ج ۱، صحیح مسلم ص ۷۰ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۵ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴، سنن نسائی ص ۲۰۶ ج ۱، مسند امام احمد ص ۴۳۲ ج ۱، شرح السنۃ ص ۴۸۸ ج ۳، مسند ابی یعلیٰ ۵۲۰۱)

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے موقع پر ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

(صحیح بخاری ص ۱۷۵ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۴ ج ۱، سنن نسائی ص ۱۶۳ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۹۱ ج ۲، سنن کبریٰ للنسائی ص ۴۲۸ ج ۴، مسند امام احمد ص ۳۲۱ ج ۶)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ
میری اُمت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جن کو یہ ترک نہ کریں گے۔ حسب میں فخر کرنا، نسب میں طعن کرنا، ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ نوحہ کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے گی قیامت کے دن اسی حال میں اُٹھائی جائے گی کہ گندھک کا کرتا اور خارش کی قمیص اس پر ہو گی۔

(صحیح مسلم ص ۳۰۳ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۶۳ ج ۳، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۸۵ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۵۸ ج ۶، مستدرک للحاکم ص ۴۹۲ ج ۱، مسند امام احمد ص ۳۴۲ ج ۵، شرح السنۃ ص ۱۵۳۳، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۶۳ ج ۴)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس سے بری ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ بری ہیں بے شک رسول اللہ ﷺ مصیبت کے وقت اونچی آواز نکالنے والی، پریشانی کے وقت اپنے سر کا بال منڈانے والی، آفت کے وقت اپنے کپڑے پھاڑنے والی عورت سے بری ہیں۔

(جامع صغیر ص ۶۱ ج ۱، ابن ماجہ ص ۱۱۵، صحیح ابن حبان ص ۶۱ ج ۶، کنز العمال ص ۶۰۱ ج ۱۵، صحیح بخاری ص ۱۷۳ ج ۱، صحیح مسلم ص ۷۰ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۹۱ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۰۶ ج ۱)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے کہا کہ غریب الوطن تھا اور غریب الوطنی میں ہی ان کا وصال ہوا۔ میں ان پر اتنا روؤں گی کہ میرے رونے کی باتیں کی جائیں گی۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو ان پر رونے کے لئے تیار کر لیا۔ اس اثناء میں ایک عورت آئی جو رونے پیٹنے میں میرا تعاون کرنا چاہتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ کیا تیرا یہ ارادہ ہے کہ گھر میں شیطان کو داخل کر دے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس گھر سے نکال دیا ہے۔ آپ ﷺ نے دو مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ (حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں یہ ارشاد عالی شان سن کر میں بھی اس کام سے رک گئی۔

(صحیح مسلم ص ۳۰۱ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۶۳ ج ۴، صحیح ابن حبان ص ۵۸ ج ۶، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۷۷ ج ۲۳، مسند حمیدی ص ۱۳۹ ج ۱، مسند امام احمد ص ۲۳۸ ج ۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال با کمال ہوا تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (غم کی شدت کی وجہ سے) چیخ پڑے۔ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور چیخنے والے کا کوئی حق نہیں۔ دل غمگین ہوتا ہے آنکھ آنسو بہاتی ہے لیکن رب تعالیٰ کو غضب ناک نہیں کرنا چاہئے۔ (مستدرک للحاکم ص ۴۹۱ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۶۴ ج ۶)

قرآن وسنت میں صبر واستقامت کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔لہٰذا پریشانی کے ان لمحات میں اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیئے اور جاہل کی طرح واویلا و ماتم کرنا جائز نہیں ہے۔ بین ڈالنا، رونا پیٹنے کے انداز میں زبان سے ناحق کلمات اپنی زبان سے ادا کرنا مبالغہ کے ساتھ میت کی تعریف وتوصیف یہ سب ناجائز ہے۔ یہ امور رب تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہیں۔البتہ اپنے اعزاء واقرباء کی جدائی پر رنجیدہ ہونا، بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہونا، طبیعت پر رقت طاری ہونا فطری امر اور انسانی مزاج کا حصہ ہے۔نوحہ وچلانے کی رو میں چند احادیث مزید ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد گرامی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیماری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے تو ان کی زوجہ محترمہ چیخ مار کر رونے لگیں۔ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو افاقہ ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تم جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص سے بری ہوں جو مصیبت کے وقت سر منڈائے، چیخیں مارے اور کپڑے پھاڑ ڈالے۔

(صحیح بخاری ص ۱۷۳ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵)

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی واذا جاء ك المومنات یبایعنك الی قوله ولا یصینك فی معروف اور جب عورتیں آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک تک اور کسی نیک کام میں نافرمانی نہیں کریں گی تو ممانعت کے ان کاموں میں نوحہ بھی شامل ہے۔

(صحیح مسلم ص ۳۰۴ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۵۸ ج ٦)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہ، رضی اللہ عنہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح تشریف فرما ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غم کے آثار نمایاں تھے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں دروازے کی درازوں سے دیکھ رہی تھی ایک شخص نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعفر کے اہل خانہ (شدت سے) رو رہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جاؤ جا کر ان کو منع کرو۔وہ جا کر واپس آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتیں کہا نہیں مانتیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا جاؤ جا کر ان کو منع کرو۔وہ جا کر واپس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم عورتیں ہم پر غالب آ گئیں۔حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جاؤ جا کر ان کے منہ میں خاک ڈال دو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دل میں کہا تیری ناک خاک آلود ہو تم نہ تو وہ کام کرتے ہو جس کا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے ہیں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے سے باز آتے ہو۔ (صحیح بخاری ص ۵-۱۷۴ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۳ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۵۹ ج ۶، سنن النسائی ص ۲۰۴ ج ۱)

کیا نوحہ و ماتم سے میت کو عذاب ہوتا ہے

کتب احادیث میں اس سلسلے میں متعدد روایات منقول ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ میت کے گھر والوں کے نوحہ و ماتم سے میت کو عذاب ہوتا ہے جبکہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس بات کی نفی فرماتی ہیں۔ جلیل القدر آئمہ محدثین کرام نے ان روایات میں تطبیق دی ہے۔ اولاً روایات پھر آئمہ محدثین کرام کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی (اُم ابان) کا مکہ معظمہ میں انتقال ہو گیا تاہم بھی ان کے جنازے میں حاضر ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ میں ان دونوں حضرات میں بیٹھا ہوا تھا یا کہا کہ میں ایک بزرگ کے قریب بیٹھ گیا اور دوسرے بزرگ بعد میں آئے اور میرے بازو میں بیٹھ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رونے سے کیوں نہیں روکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا ہے کہ

ان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ

"بے شک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے پیٹنے کے انداز میں سے عذاب دیا جاتا ہے۔"
(صحیح بخاری ص ۲-۱۷۱ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۲ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۰۵ ج ۱، مصنف عبدالرزاق ص ۵۵۵ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۵۴ ج ۶، مسند شافعی ص ۱۸ ج ۴، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۷۳ ج ۴، شرح السنۃ ص ۲۹۰ ج ۳، مصنف ابی شیبہ ص ۲۶۳ ج ۳)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے رونے لگیں جب وہ زخمی تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اے بیٹی خاموش ہو جاؤ۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میت پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم ص ۳۰۲ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۵۳ ج ۶)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

من ینح علیه یعذب ماینح علیه

''جس پر نوحہ کیا گیا اسے نوحہ کرنے والوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔'' (صحیح بخاری ص ۱۷۲ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۳ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۵ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۶۳ ج ۳، تحفۃ الاشراف ۱۷۹۴۸، مسند امام احمد ص ۳۸۳ ج ۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زخمی کیے گئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ چیخ مار کر روتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور کہنے لگے ہائے افسوس میرے بھائی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے صہیب کیا تم نہیں جانتے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان المیت یعذب ببعض اھلہ علیہ ''بے شک میت پر اسکے گھروں کے بعض رونے سے عذاب ہوتا ہے۔''

(صحیح بخاری ص ۱۷۲ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۴ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۵ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، صحیح ابن حبان ص ۵۴ ج ۶، مصنف عبدالرزاق ص ۵۵۶ ج ۳ سنن کبریٰ للنسائی ص ۶۰۸ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۲۶۵ ج ۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے (جام شہادت نوش کرلیا) تو میں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مذکورہ واقعہ کا ذکر کیا تو اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی رونے والے کی وجہ سے کسی مسلمان کو عذاب دیتا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے کافر کے عذاب میں زیادتی کرتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ بات کافی ہونی چاہیے۔

ولا تزر وازرۃٌ وِزرَ اُخریٰ

''کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' (صحیح مسلم ص ۳۰۳ ج ۱)

دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے۔ انہوں نے سنا مگر یاد نہیں رکھا۔ بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک یہودی کا جنازہ گزرا جس پر وہ رو رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کو

رو رہے ہو اور اس کو عذاب ہو رہا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میت کو اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہوتا ہے اور گھر والے اس پر رو رہے ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم ہوا کہ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہ وہ جھوٹے ہیں اور نہ ان کو کوئی جھوٹا خیال کرتا ہے مگر سننے میں ان سے تسامح ہوا ہے۔ (صحیح مسلم ص ۳۰۳ ج ۱)

ان احادیث مبارکہ میں جلیل القدر آئمہ محدثین نے تطبیق دی ہے اور متعدد توجیہات بیان فرمائی ہیں چند ایک یہ ہیں۔ اگر مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ میرے مرنے کے بعد نوحہ کیا جائے تو پھر زندہ کے نوحہ و پیٹنے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے اگر وصیت نہ ہو تو مسلمان میت کو عذاب نہیں ہوتا۔

جس خاندان یا جس جگہ میت پر نوحہ کرنے کا رواج ہو وہاں مرنے والے پر لازم ہے کہ وہ مرنے سے پہلے وصیت کر جائے کہ میرے مرنے کے بعد نوحہ نہ کرنا اگر اس نے وصیت نہ کی اور اس کے مرنے کے بعد گھر والوں نے نوحہ کیا تو میت کو عذاب ہوگا۔

خدانخواستہ اگر مرنے والا ایسے ناجائز کاموں شراب نوش، زنا، جوا وغیرہ میں مشہور تھا جن کو فاسق لوگ اچھا سمجھتے ہیں اس کے فن کے دلدادہ زندہ لوگ اس کے ان غیر شرعی کاموں کی خوبیاں بیان کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ قبر میں ان کاموں کی وجہ سے اس کو عذاب ہو رہا ہوتا ہے۔

جب مرنے والے کے احباب اور قریبی رشتہ دار اس کی موت پر رنج و غم میں مبتلا ہوتے ہیں روتے پیٹتے ہیں نوحہ کناں ہوتے ہیں تو زندہ لوگوں کے رونے اور ان غیر شرعی چیزوں سے میت کو قبر میں تکلیف اور اذیت ہوتی ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب سے تعبیر فرمایا۔

(فتح الباری ص ۳۹۲-۷ ج ۳، ص ۳۹۵ ج ۳، معالم السنن ص ۳۰۳ ج ۱)

میت کی جدائی میں رونے کے جواز کی صورت

اپنے عزیز و اقرباء کی جدائی پر رنجیدہ ہونا، بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہونا، طبیعت پر رقت طاری ہونا فطری امر اور انسانی مزاج کا حصہ ہے۔ رنج و غم کی صورت کو شریعت اسلامیہ نے ہرگز منع نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات محبوب ہے کہ آدمی کے دل میں دردمندی کے جذبات ہوں وہ دوسروں کے غم اور دکھ میں شریک ہوتا ہو، اپنے اقرباء کی جدائی اور موت پر اسے ذہنی اور قلبی تکلیف کا احساس ہو،

کسی قریبی بلکہ کسی مسلمان کی موت کو ہلکا جاننا اوراس پرسخت دلی کا رویہ اپنانا اس بات کی نشانی ہے کہ ایسے شخص کوکسی انسان کے ساتھ رحم دلی، محبت اور ہمدردی نہیں ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی ایسے مواقع پر دلی صدمہ کا اظہار فرمایا۔ آپ ﷺ نے بھی رنج کی کیفیت کا اظہار فرمایا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ نوحہ کی آمیزش کے بعد آنکھوں سے آنسو جاری ہوجانا اس موقع پر ایک فطری امر ہے اور دین اسلام انسان کے فطری جذبات پر پابندیاں عائد نہیں کرتا ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کسی رنج وغم کے موقع پر انسان متاثر ضرور ہوتا ہے۔ کیا اس طرح ہوسکتا ہے کہ حوادثات زمانہ حملہ آور ہوں۔ انسان کے دل و دماغ کی کیفیت جوں کی توں رہے۔ کسی قریبی کی موت سے دلی صدمہ پہنچنا فطری تقاضا ہے۔ اس کو دبایا نہیں جاسکتا۔ دل افسردہ، غمزدہ ہو اس کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ آنکھیں دل کا ساتھ دیتی ہیں اور بے اختیار آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ اس مصیبت کے موقع پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ نوحہ و ماتم، رونے پیٹنے کے انداز میں یہ سب ناجائز امور ہیں۔ لیکن بے قراری، بے اختیاری میں آنسو نکل پڑیں تو انہیں جذبہ رحمت و شفقت تصور کیا جائے۔ جن روایات میں رونے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اس سے مراد نوحہ کی شکل میں رونا ہے۔ وگرنہ ان ناجائز امور کی آمیزش کے بغیر آنکھوں سے آنسو نکلنا اور رونا ہرگز منع نہ ہے۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک صاحبزادی کے بچے کو موت و حیات کی کشمکش میں دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ مبارک آنکھوں سے آنسو مبارک جاری ہوگئے۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ رحمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ان پر ہی رحم فرماتا ہے جو لوگ ضرور رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔

(صحیح بخاری ص ۱۷۱ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۱ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۹۰ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۶۶ ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۶۸ ج ۴، صحیح ابن حبان ص ۶۳ ج ۶، مصنف عبدالرزاق ص ۵۵۲ ج ۳، مسند امام احمد ص ۱۴۸ ج ۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ابو یوسف لوہار کے گھر گئے جو رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی آیا کے شوہر تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو لے کر پیار کیا اور انہیں سونگھا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے جب کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نزع کا عالم طاری تھا۔ ان کی حالت کو دیکھ

کر آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ بھی روتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن عوف یہ تو جذبہ رحمت اور ہمدردی ہے پھر ارشاد فرمایا کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غم زدہ ہے مگر زبان سے ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اے ابراہیم تمہاری جدائی کی وجہ سے ہم غمزدہ ہیں۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ص ۶۹ ج ۴، صحیح بخاری ص ۱۷۴ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۶۶ ج ۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی (حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کے جنازے میں حاضر تھے۔ رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے (قبر کے قریب تشریف فرما تھے) میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی ہیں۔

(صحیح بخاری ص ۱۷۱ ج ۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد گرامی شہید کر دیئے گئے تو میں ان کے چہرے پر پڑا ہوا کپڑا کھولتا اور روتا تھا۔ دوسرے لوگ تو مجھے اس سے روکتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کچھ بھی نہیں ارشاد فرما رہے تھے۔ (صحیح بخاری ص ۱۶۶ ج ۱، صحیح مسلم ص ۲۹۵ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۰۴ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کسی بیماری میں مبتلا ہوئے تو نبی کریم ﷺ عیادت کرنے کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے تو انہیں تیمارداروں کے ہجوم میں پایا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وفات ہو گئی۔ لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ، نبی کریم ﷺ (ان کی شدت مرض دیکھ کر) رو پڑے۔ لوگوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو سب رونے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سنو اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو نکلنے کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا اور نہ ہی دل کے غم کی وجہ سے ہاں وہ اس کی وجہ سے عذاب دے گا آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ یہ اس کی رحمت کا بھی سبب بنتی ہے اور میت کو اس کے گھر والوں کے نوحہ و ماتم (اگر اس کی وصیت سے ہے) سے عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میت پر ماتم کرنے پر ڈنڈے سے مارتے پتھر پھینکتے اور رونے پیٹنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیتے تھے۔

(صحیح بخاری ص ۱۷۴ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۱ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۶۴ ج ۶، شرح السنۃ ۱۵۲۹، ابن ماجہ ۱۱۵، سنن کبریٰ للبیہقی ۶۹ ج ۴، مسند

امام احمد بروایت حضرت اسامہ ص ۲۴۸ ج ۴، کنز العمال ص ۲۱۱ ج ۱۵)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال پر ملال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز پہنچان رہی تھی اور میں اپنے حجرہ اقدس میں تھی۔(مسند امام احمد ص ۱۴۱ ج ۶)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے موقع پر روئے۔

(صحیح بخاری ص ۶۴۰، سنن نسائی ص ۲۰۴ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۰۶ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۴۷۷ ج ۴)

مرثیہ ناجائز ہے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

(مسند امام احمد ص ۲۵۶ ج ۴، مستدرک ص ۳۶۰ ج ۱، مسند حمیدی ص ۳۱۴ ج ۲، جامع صغیر ص ۵۶۰ ج ۲، کامل ابن عدی ص ۲۱۲ ج ۱)

اولاد کے فوت ہو جانے پر صبر کرنے کی فضیلت

کسی اپنے قریبی رشتہ دار کی موت انسان کے لئے مصیبت کا باعث ہے خصوصاً ماں باپ یا اولاد کی وفات، شوہر بیوی یا احباب کی موت نا قابل برداشت صدمے ہوتے ہیں۔ان حادثات اور پریشانیوں پر اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہئے۔صبر واستقامت اختیار کرنا مومن کے اوصاف میں سے ہے۔مصائب پر صبر مندی انبیائے کرام علیہم السلام کا شیوہ ہے۔یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اولیائے اُمت کا مبارک وطیرہ ہے۔اللہ تعالیٰ اس صبر کے باعث اپنے بندوں کو اعلیٰ درجات اور بلند مرتبوں سے نوازتا ہے۔قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وجعلنا من هم آئمة يهدونا بامرنا لما صبروا (پ ۲۱ السجدہ ۲۴)

''اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتائے کہ انہوں نے صبر کیا۔''

(کنز الایمان)

بنی اسرائیل پر نوازشات کا سبب بھی ان کا صبر کرنا بتلایا گیا ہے۔

وتمت كلمات ربك الحسنى على بنى اسرائيل بما صبروا (پ ۹-۷ الاعراف ۱۳۷)

''اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا، بدلہ ان کے صبر کا۔'' (کنز الایمان)

صبر کرنے والوں کے لئے اجر وثواب لامحدود کی خوشخبری سنائی گئی۔

انما یو فی الصبرون اجرھم بغیر حساب ۔ (پ الزمر ۱۰)

''صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے بے گنتی۔'' (کنزالایمان)

صابرین کے لئے جس قدر حسنات کو جمع کیا گیا کسی اور کو یہ بشارت نہ سنائی گئی۔

اولئك عليهم صلوٰت من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون

(پ ۲-۷ سورۃ البقرہ ۱۵۷)

''یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔'' (کنزالایمان)

''صبر کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیا جاتا ہے۔''

ولنجزين الذين صبروا اجرهم باحسن ما كانوا يعملون (پ ۱۴، النحل ۹۶)

''اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا وہ صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو۔'' (کنزالایمان)

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب میں اپنے مومن بندے کے کسی پیارے کو اُٹھالوں پھر وہ ثواب کی امید سے صبر و شکر کرے تو میرے پاس اس کا بدلہ جنت ہے۔

(صحیح بخاری ص ۹۵۰ ج ۲)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی تقدیر بھی عجیب ہے کہ اس کے حق میں ہر طرح سے بھلائی لکھ دی گئی ہے جو کہ مومن کے علاوہ کسی اور کے مقدر میں نہیں ہے۔ یعنی اگر اسے خوشی ملتی ہے تو شکر بجالاتا ہے اور دوگنا اجر پاتا ہے۔ (ایک نعمت کا ملنا دوسرا اس پر شکر کر کے ثواب کا حصول) اور اگر اسے نقصان ہوتا ہے اور یہ صبر کرتا ہے ایک اجر اسے پھر بھی مل جاتا ہے۔ اس لئے اس پر ہر تقدیر میں خیر اور بھلائی ہی ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی باب فی الصبر علی المصائب)

اپنے احباب واقرباء کی وفات یقیناً باعث تکلیف ہونا یقینی ہے مگر اولاد کی وفات اس سے بھی کٹھن مرحلہ ہے۔ اس لئے اولاد والدین کے لئے پارہ جگر کی حیثیت رکھتی ہے۔ والدین بڑی تکالیف اور مصائب برداشت کر کے اولاد کو خوشی مہیا کرتے ہیں۔ اولاد کی معمولی تکلیف والدین کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی کا جگر گوشہ انتقال کر جائے اور وہ اللہ کی رضا پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر انعامات واکرام کی بارش فرماتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

انصاری عورتوں سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہو گئے اور اس نے صبر سے کام لیا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ ان میں سے ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا دو بچوں کا بھی یہی حکم ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں دو بچوں کا بھی یہی حکم ہے۔

(صحیح مسلم ص ۳۳۰ ج ۱، موطا امام مالک ص ۱۴۰، مسند امام احمد ۸۹۶۵ ج ۲ تحفۃ الاشراف ۱۳۲۳۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کے جب تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ صرف قسم پوری کرنے کے لئے دوزخ میں داخل ہوگا۔ (اگر مجرم ہوا تو)

(صحیح بخاری ص ۱۶۷ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۳۰ ج ۱، جامع ترمذی ص ۲۰۴ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۶، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۶۷ ج ۴، شرح السنۃ ۱۵۴۲، صحیح ابن حبان ص ۲۶۰ ج ۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے والدین کو اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہوں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ وہ عرض کریں گے کہ ہم اس وقت تک داخل نہ ہوں گے جب تک ہمارے والدین نہیں آ جاتے۔ پس ان سے کہا جائے گا کہ تم اللہ کی رحمت و فضل کے ساتھ اپنے والدین سمیت جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(سنن نسائی ص ۲۰۷ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۶۸ ج ۴)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جب کسی بندے کا بچہ انتقال کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ روح قبض کرنے والے فرشتوں سے فرماتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچے کو وفات دے دی۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ جی ہاں، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے اس کے دل کا پھل توڑ دیا۔ فرشتے عرض گزار ہوتے ہیں جی ہاں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اس مصیبت کے وقت اس کا ردِّ عمل کیا تھا اور اس نے کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کے لئے جنت میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کر دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

(مسند امام احمد ص ۴۱۵ ج ۴، جامع صغیر ص ۵۹ ج ۱، مشکوۃ المصابیح ص ۱۵۱، جامع ترمذی ص ۱۹۸ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۲۶۲ ج ۵، شعب الایمان فی الصبر المصائب)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ مسلمان

جس کے تین بچے وفات پا جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔
(جامع صغیر ص ۴۹۵ ج ۲، الترغیب والترہیب ص ۴۷، ج ۳، الحدید ص ۱۸۶ ج ۷، کنز العمال ص ۲۸۲ ج ۳، ابن ماجہ ص ۱۱۶، سنن نسائی ص ۲۰۷ ج ۱، بخاری ص ۱۸۴ ج ۱ ترمذی ص ۲۰۴ ج ۱)

مزید ارشاد فرمایا کہ جس عورت کے تین بچے وفات پا جائیں تو وہ جہنم سے آڑ بن جاتے ہیں۔ یہ سن کر ایک عورت نے عرض کیا اگر کسی کے دو بچے ہی فوت ہوئے ہوں۔ (صحیح بخاری ص ۱۶۷ ج ۱)

حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان کے تین بچے نابالغ مریں گے وہ جنت کے آٹھوں دروازوں سے اس کا استقبال کریں گے جس سے چاہے داخل ہو۔ (سنن ابن ماجہ ۱۱۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان کے تین نابالغ بچے مریں گے وہ جنت کے آٹھوں دروازوں سے اس کا استقبال کریں گے کہ جس سے چاہے داخل ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یا دو فرمایا یا دو عرض کیا یا ایک فرمایا یا ایک۔ پھر ارشاد فرمایا قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کچا بچہ جو گر جاتا ہے اگر ثواب الٰہی کی اُمید میں اس کی ماں صبر کرے تو وہ اپنی نال سے اپنی ماں کو جنت میں کھینچ لے جائے گا۔
(مسند امام احمد ص ۵۱۰ ج ۲، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۹۹ ج ۲۰)

حضرت مزد مزنی فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری دیا کرتا تھا۔ اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ کیا تجھے اپنے اس بیٹے سے بہت محبت ہے۔ اس نے عرض کی جتنی مجھے اس سے محبت ہے...... (اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا) پھر ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بیٹے کو اس کے ہمراہ نہ دیکھا تو اس نے متعلق دریافت فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بچہ فوت ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تم جنت کے کسی دروازے پر بھی جاؤ تو وہاں اسے (بچے کو) انتظار کرتا ہوا پاؤ۔ ایک شخص نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد مبارک اس آدمی کے لئے خاص ہے یا ہم سب کے لئے ہے۔ فرمایا یہ خاص اس کے لئے ہی نہیں بلکہ تم سب کے لئے ہے۔ (مسند امام احمد ص ۵۲۲ ج ۴)

ایک صحابیہ ماں کا صبر و استقامت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا

پیغام دیا اس وقت تک حضرت ابوطلحہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں مسلمان ہوں اور تم کافر ہو اس لئے میرا تم سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میرا یہی حق مہر ہوگا۔ اسکے علاوہ میں بطور حق مہر آپ سے کچھ بھی طلب نہ کروں گی۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے ان کا ایک خوبصورت بیٹا پیدا ہوا جس سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو شدید محبت تھی۔ ایک دفعہ بچہ بیمار پڑ گیا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس قدر پریشان اور افسردہ ہوئے کہ کمزور اور دبلے پتلے ہو گئے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے اور شام کو واپس گھر آتے۔ ایک دن جب وہ گھر سے گئے ہوئے تھے۔ بچے کا انتقال پر ملال ہو گیا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اُٹھیں بچے کو نہلایا خوشبو میں بنایا اور اسے اندرونی کوٹھری میں لٹا دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو فرمایا کہ میرا بچہ کیسا ہے کہنے لگیں کہ خیریت سے ہے اور کل کی نسبت آج آرام میں ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مطمئن ہو گئے۔ پھر ان کی زوجہ محترمہ نے ان کو کھانا کھلایا۔ اپنے آپ کو خوشبو میں بسایا یا تیار و سنگھار کیا حتیٰ کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ہمبستری کی۔ جب وہ خوشی کی حالت میں تھے تو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا ان سے کہنے لگیں آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ کا پڑوسی آپ کو کوئی چیز عاریتاً دے اور آپ اس سے فائدہ اُٹھائیں پھر جب وہ آپ سے وہ چیز واپس لینا چاہے تو کیا واپس کر دیں گے۔ حضرت ابوطلحہ فرمانے لگے ہاں قسم بخدا کیوں نہیں کروں گا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ خوشی سے واپس کریں گے آپ کے دل میں رنج و افسوس تو نہ ہوگا۔ حضرت ابوطلحہ نے فرمایا نہیں خوشی سے واپس کر وں گا۔ اب وہ کہنے لگیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا امانت کے طور پر دیا تھا اور جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے اس سے سرور حاصل کیا۔ اب اس نے اپنی امانت واپس لے لی ہے اور اس کی روح کو قبض کر لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور صبر اختیار کیا۔ صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور بچے کے انتقال کا ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات تم نے اپنی زوجہ سے ہمبستری بھی کی ہے۔ عرض کیا جی ہاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے رات کے واقعہ میں برکت عطا کر دی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پھر اس کی وجہ سے بیٹا عطا فرما دیا۔ (موازد الظمان باب الاستر جاع صحیح بخاری ص ۱۴۷ ج ۱، صحیح مسلم ص ۲۰۹ ج ۲۔)

راوی سفیان نے کہا کہ ایک انصاری شخص نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام

سلمہ رضی اللہ عنہا کے ۹ صاحبزادے دیکھے ہیں جو سب کے سب قاری (عالم فقہیہ) تھے۔ (صحیح بخاری ص ۷۰۴ ج ۱)

قارئین کرام جہاں اس حدیث شریف سے سرکار حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے صبر کا علم ہوتا ہے وہاں ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب شریف کا بھی بخوبی ثبوت مل رہا ہے تو گویا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا رات کے واقعہ کا پورا منظر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر تھا۔ سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین کشتہ عشق رسالت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا کہ

سر عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

(حدائق بخشش)

اس واقعہ مبارکہ سے ایک اہم سبق یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ حساس نوعیت کے واقعات اور صدمہ پہنچانے والی خبریں متعلقین تک سلیقے اور سمجھ داری کے ساتھ پہنچانی چاہئیں تاکہ وہ اسے صبر و استقامت سے برداشت کرسکیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر شفقت

ہمارے کریم آقا و مولیٰ مدنی تاجدار احمد مختار اُمت کے غم خوار سرکار اَبد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمت پر شفقت کے حوالہ سے ایک حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں سے جس کے دو بچے فرط (پیشرو) ہوں گے (فوت ہو جائیں گے) اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ جس اُمتی کا ایک ہی فرط ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توفیق خیر والی وہ بھی جس کا ایک ہی فرط ہو۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا جس اُمتی کا کوئی بھی فرط نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا میں ہی فرط (پیش رو) ہوں۔ انہیں میری جیسی مصیبت نہ پہنچے گی؟ (جامع ترمذی ص ۲۰۴ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۱)

صبر و استقامت کا حصول کیسے ہو

مصائب و آلام کے مواقع پر صبر کرنا نہایت مشکل امر تو ہے مگر اسے ناممکن نہیں کہا جاسکتا۔ اس کے حصول کے چند ذرائع درج کیئے جاتے ہیں۔

تقدیر پر کامل ایمان ویقین

تقدیر پر ایمان لانا عقائد اسلامیہ کا بنیادی حصہ ہے۔ اس کے بے شمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ تقدیر پر ایمان کی وجہ سے انسان بے حوصلہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کو بخوبی اس کا علم ہوتا ہے کہ کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کے حکم سے ہی چل رہا ہے۔ تقدیر پر کامل یقین وایمان رکھنے والا ہر فلاح و ناکامی خیر وشر کو اللہ تعالیٰ سے ہی منسوب کرتا ہے۔ ناکامی کی صورت میں بھی ناامید اور مایوس نہیں ہوتا بلکہ پرامید ہوتا ہے۔ وہ حادثات زمانہ کو تقدیر الٰہی سمجھ کر قبول کرتا ہے اور اپنی تقدیر میں مرقوم نئی کامیابی کے حصول کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور جو کچھ ہو چکا ہوتا ہے اسے تقدیر اپنی سمجھ کر فراموش کر دیتا ہے اس پر واویلا نہیں کرتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تقدیر پر کامل ایمان ویقین ہی تھا کہ وہ مشکل سے مشکل کام کے لئے قدم اُٹھالیتے تھے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اسے ٹالا نہیں جاسکتا۔ اس لئے وہ مشکلات کے پہاڑوں سے ٹکرا جاتے تھے۔ مصائب و آلام میں بھی خوش وخرم رہے تھے۔ اپنے کسی بھی عزیز کی موت پر اگر یہ سوچ لیا جائے کہ یہ تقدیر کے عوامل میں سے ہے اور یہ ہمارے بس میں نہیں اس پر واویلا کرنے کی بجائے اس سے پیدا ہونے والے مسائل کے حل کے لئے غور وفکر کیا جائے۔ اس رویہ سے غم کی شدت میں بھی کمی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لئے صبر وثواب میں بھی زیادتی ہوگی۔

عقیدہ، تقدیر کا بنیادی مقصد توکل علی اللہ کی صفت انسان میں پیدا کرتا ہے۔ اس میں صبر و استقامت کی خوبی اجاگر ہو۔ انسان میں اس قوت کی موجودگی میں خوف اور پریشانی اس کے قریب بھی نہ پھٹکے۔ ہر سخت مشکل اور مصیبت کا پرعزم طریقے سے مقابلہ کر سکے نہ تو بے سروسامانی میں ہمت ہارے اور نہ ہی زندگی کی ناکامیوں پر شکستہ دلی کا شکار ہو۔ قرآن وسنت سے اس پر بے شمار دلائل قائم ہیں۔ چند ایک آیات ملاحظہ فرمائیں۔

ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الافی کتاب من قبل ان نبراھا ان ذلك علی اللہ یسیرہ لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم (پ ۲۷ الحدید ۲۳)

"نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں۔ بے شک یہ اللہ کو آسان ہے اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو

ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو (تکبر نہ کرو) اس پر جو تم کو دیا۔ (کنزالایمان)

قل من یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا ھو مولانا وعلی اللّٰہ فلیتوکل المؤمنون

(پ۱۰ سورۃ توبہ ۵۱)

''تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیئے۔'' (کنزالایمان)

موت کے حوالہ سے خصوصاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللّٰہ کتبا مؤجلا ۝ (پ۴ آل عمران ۴۵)

''اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی، سب کا وقت لکھا رکھا ہے۔ (کنزالایمان)

یقولون لو کان لنا من الامر شیء ماقتلنا ھھنا قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم (پ۴ آل عمران ۱۵۴)

''ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں سے نکل کر آتے۔'' (کنزالایمان)

این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ (النساء ۱۱)

''تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہیں موت آ کر رہے گی۔ اگرچہ تم مضبوط اور مستحکم قلعوں میں ہو گے۔''

سرکار دو عالم ﷺ کو تقدیر پر کامل و اکمل یقین و ایمان تھا۔ اس وجہ سے سرکار حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس برس تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی۔ اس عرصے میں، میں نے کوئی کام کیا تو آپ ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا اور اگر نہ کیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں نہ کیا اور جو واقعہ ہو جاتا تو یہ نہ فرماتے کہ کاش نہ ہوتا اور اگر نہ ہوتا تو یہ نہ فرماتے کہ کاش ہو جاتا۔ آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے اگر مجھ سے کوئی جھگڑتا تو فرماتے کہ اس سے کیوں جھگڑتے ہو، اسے چھوڑ دو جو تقدیر میں لکھا تھا وہی ہوا۔ (صحیح مسلم ص ۲۵۳ ج ۲، احیاء العلوم ص ۴۵۷ ج ۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو یوں نہ کہو کہ کاش میں ایسا ویسا کر لیتا۔ ہاں یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے اس نے جو چاہا کر دیا۔ اس لئے کہ کاش کا لفظ شیطانی عمل کو کھول دیتا ہے۔ (صحیح مسلم ص ۳۳۷ ج ۲)

تقدیر کے عجیب فیصلے

تقدیر کے فیصلے بھی انوکھے اور رنرالے ہوتے ہیں۔ ہماری عقل وسوچ اور کوتا نظر اس کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کو ہم اپنے مفاد کے خلاف اور اسے اپنے لئے نقصان دہ تصور کرتے ہیں مگر وہی ہمارے حق میں بہتر ہوتی ہے۔ کئی مرتبہ کسی شر کے تنے سے خیر کی کونپل پھوٹ پڑتی ہے۔ درحقیقت ہماری نظر تکلیف دہ واقعات کے ظاہری اثرات پر ہوتی ہے۔ اس لئے ہم حادثات پر چیخ اُٹھتے ہیں حالانکہ ان حادثات کے ذریعے تقدیر کسی بڑے فائدے کو ہمارے دامن میں ڈالنا چاہتی ہے یا پھر اس چھوٹی تکلیف سے اللہ تعالیٰ کسی بڑی مصیبت کو ہم سے دور فرما دیتا ہے۔ لہٰذا یہ مصیبت ہمارے لئے فائدے کا باعث بن جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وعسٰی ان تکرھوا شیئا وھو خیرٌ لکم وعسٰی ان تحبوا شیئا وھو شرٌ لکم واللّٰہ یعلم وانتم لا تعلمون (پ۲ البقرہ ۲۱۶)

''اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (کنزالایمان)

فعسٰی ان تکرھوا شیئا و یجعل اللّٰہ فیہ خیرا کثیرا (پ۴ النساء ۱۹)

''تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔'' (کنزالایمان)

ایک حکایت

ان مذکورہ بالا آیات کی توضیح کے لئے ہم ایک حکایت نقل کررہے ہیں جس کو محدث امام ابن جوزی نے تحریر فرمایا ہے۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جنگل میں رہتا تھا۔ اس کے پاس کتا، گدھا اور مرغ تھے۔ مرغ اسے نماز کے لئے جگانے کا ذریعہ تھا۔ گدھے پر پانی اور خیمہ اور گھر کا سامان لادا کرتا تھا اور کتا اس کے گھر کی حفاظت کیا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک لومڑی آئی اور مرغ کو اُٹھا کرلے گئی۔ اس کے اہل خانہ کو بہت افسوس ہوا لیکن اس شخص نے کہا کہ اس میں میری بہتری ہوگی۔ پھر ایک بھیڑیا آیا اس نے گدھے کا پیٹ پھاڑ ڈالا جس سے وہ مرگیا۔ اس پر بھی گھر والوں کو بہت دکھ ہوا مگر اس صالح آدمی نے اسے بھی اپنی بہتری پر محمول کیا۔ اس کے بعد کتا بھی مرگیا۔ اس نے اس پر بھی اپنی بھلائی کا

تصور کیا۔ اس کے چند دن بعد اس نے دیکھا کہ جو لوگ اس کے ارد گرد رہے تھے۔ ان پر حملہ ہوا اور وہ سب گرفتار ہو گئے۔ مگر یہ بے سرو سامان شخص ان حملہ آوروں کے شر سے محفوظ رہا۔ دیگر لوگ گرفتار اس لئے ہوئے کہ ان کے پاس آوازیں دینے والے جانور موجود تھے جن سے ڈاکوؤں کو مخبری ہو گئی۔ اگر اس کے جانور مرغ، کتا اور گدھا بھی زندہ ہوتے اور وہ ضرور بولتے اور ڈاکو ان کا سراغ لگا کر ان کو لوٹ لیتے اور اس کو بھی گرفتار کر لیتے۔ (منہاج القاصدین ص ۵۱۸)

حضرت لقمان اور ان کے صاحبزادے کی حکایت

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹے جو کچھ بھی تم پر بیت جائے خواہ تم اسے پسند کرو یا ناپسند، اپنے دل میں اس کے متعلق ہی تصور کرو کہ اس میں تمہاری بہتری ہے۔ ان کے بیٹے نے عرض کیا کہ ابا جان آپ کی یہ بات میں کیسے مان لوں۔ حضرت لقمان نے فرمایا چلو اس دور کے پیغمبر کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں، وہ میری بات کی تصدیق کریں گے۔ چنانچہ دونوں اپنے گدھوں پر سوار ہوئے راستے کا خرچ اور خورد و نوش کے سامان ہمراہ لیا اور چل پڑے یہاں تک کہ ان کا گزر ایک صحرا پر سے ہوا، وہ اس میں داخل ہوئے۔ جتنی دیر اللہ پاک نے چاہا وہ اس میں چلتے رہے حتیٰ کہ سورج سر پر آ گیا۔ گرمی سخت ہو گئی۔ خورد و نوش کا سامان ختم ہو گیا۔ دونوں کے گدھے تھکاوٹ کی وجہ سے نڈھال ہو گئے تو وہ اُتر کر پیدل چلنے لگے۔ کچھ فاصلہ طے کر نے کے بعد حضرت لقمان نے اپنے سامنے نظر دوڑائی تو ان کو کچھ سیاہی اور دھواں نظر آیا۔ انہوں نے خیال فرمایا کہ سیاہ تو درخت ہے اور دھواں آبادی کا نشان ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس طرف رخ کر لیا۔ وہ اسی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں پڑی ہوئی ایک تیز ہڈی حضرت لقمان کے بیٹے کے پاؤں میں چبھ گئی اور ایسی چبھی کہ تلوے کے اوپر نکل آئی۔ بیٹا غش کھا کر گر پڑا۔ حضرت لقمان میں جلدی سے اسے اٹھایا اور دانتوں سے ہڈی کو نکالا اور اپنی پگڑی پھاڑ کر زخم پر باندھ دی۔ بیٹے کی اس حالت کو دیکھ کر حضرت لقمان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ایک قطرہ بیٹے کے رخسار پر گرا تو اسے ہوش آ گیا۔ اس نے باپ کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا ابا جان اگر اس حادثے کو آپ میرے لئے بہتر تصور فرماتے ہیں تو اس رونے کیا وجہ ہے۔ حضرت لقمان نے فرمایا بیٹا میں باپ ہوں اور یہ رونا بیٹے کی محبت کی وجہ سے ہے اور جو تم کہتے ہو کہ یہ حادثہ تمہارے لئے کس طرح بہتر ہے تو شاید اس مصیبت سے بڑی آفت اللہ تعالیٰ نے تم سے دور فرما دی ہو اور میں جس مصیبت میں مبتلا ہوا ہوں شاید اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑی مصیبت

سے مجھے محفوظ فرما دیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت لقمان نے سامنے کی طرف نظر اٹھائی تو وہ سیاہی اور دھواں نظر نہ آیا تو دل میں خیال فرمایا کہ جو کچھ میں نے دیکھا تھا شاید وہ میرا وہم تھا۔ مگر پھر سوچا کہ اس طرح واضح طور پر نظر آنے والی چیز وہم نہیں ہو سکتی۔ اسی تذبذب میں تھے کہ سامنے سے ایک سوار نمودار ہوا جس نے سفید لباس پہن رکھا اور بہت تیزی سے اپنے گھوڑے کو دوڑا رہا تھا۔ حضرت لقمان اسے بغور دیکھتے رہے۔ اچانک وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ دور سے آواز آئی کیا تم لقمان ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ آواز آئی تمہارا بے وقوف بیٹا کیا کہتا تھا۔ حضرت لقمان نے فرمایا اے اللہ کے بندے تو کون ہے؟ میں تیری بات کو سن رہا ہوں مگر تیرا چہرہ نہیں دیکھ رہا۔ آواز آئی۔ میں جبرائیل ہوں مجھے مقرب فرشتہ یا کوئی نبی مرسل ہی دیکھ سکتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو تم مجھے ضرور دیکھ لیتے۔ اب بتاؤ تمہارے بیٹے نے تم سے کیا کہا تھا۔ حضرت لقمان نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں۔ حضرت جبرائیل امین نے فرمایا مجھے تمہارے معاملے کا کچھ علم نہیں۔ تم دونوں کے نگہبان فرشتے میرے پاس آئے اور تم دونوں کے متعلق مجھے بتایا۔ اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے اس شہر اور اس کے باشندوں اور ارد گرد کو تباہ کرنے کا حکم دیا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ تم دونوں کو جس طرح چاہے اس بستی میں داخل ہونے سے روکے تو رب تعالیٰ نے اس طرح تمہیں روکا جس طرح کا حادثہ تمہارے بیٹے کے ساتھ پیش آیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم دونوں بھی شہر میں پہنچ کر شہر والوں کے ساتھ ہی تباہ ہو جاتے۔ حضرت جبرائیل امین نے لڑکے کے پاؤں پر اپنے دست نورانی پھیرا تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر کھانے والے برتن پر دست نورانی پھیرا تو وہ کھانے سے بھر گیا پھر پانی والے برتن پر دست نورانی پھرا اور وہ پانی سے بھر گیا اور جلدی سے دونوں کو گھر پہنچا دیا۔ (منہاج القاصدین ص ۵۱۸ تا ص ۵۲۰)

قارئین کرام غور فرمایئے کس طرح تقدیر ایک حادثے کی صورت میں بندوں کی حفاظت کرتی ہے۔ اس لئے ہر واقعہ و حادثہ کو تقدیر پر چھوڑ کر اللہ کی رضا پر خود کو راضی رکھے۔ اس میں ہی برکات ہیں۔

نماز سے استعانت

مصائب و آلام کے مواقع پر صبر و استقامت کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ نماز کا ہے۔ نماز کا مقصود ذکر الٰہی ہے۔ نماز کی حالت میں ہی انسان کا ہر عضو ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہے۔ اس ذکر الٰہی کی تاثیر آفات و بلیات کی تکلیف میں کمی کر دیتی ہے۔ اس ذکر الٰہی کی بدولت دل کا سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے، حادثات کی تلخیاں رفع ہو جاتی ہیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ پر جب بھی کوئی تکلیف دہ امر لاحق ہوتا تو آپ ﷺ نماز کی طرف رجوع فرماتے اور اس بات کا اپنے اہل خانہ کو بھی حکم ارشاد فرماتے۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام سے یہی روایت کیا ہے۔ اس نسخہ کیمیا کا حکم قرآن میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلٰوۃ (پ۲ البقرہ ۱۵۳)

"اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ (کنزالایمان)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حالت سفر میں اپنے اہل خانہ میں سے کسی فرد کے انتقال کی خبر ملی۔ آپ نے راستے سے ہٹ کر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے وہی کچھ کیا جس کا ہمیں رب تعالیٰ حکم ارشاد فرماتا ہے پھر یہی آیت کریمہ مذکورہ بالا تلاوت فرمائی۔

(شعب الایمان للبیہقی فی الصبر علی المصائب)

جلیل القدر صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پوتے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے وصال باکمال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ صحن میں میرے لئے چارپائی ڈال دو اور میری اولاد ملازم پڑوسی جو بھی کسی طریقے سے میرے ساتھ تعلق رکھتا ہے سب جمع ہو جائیں۔ سب اکٹھے ہو گئے تو ارشاد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ یہ میری زندگی کا آخری دن ہے۔ اگر زبان یا ہاتھ کے ذریعے مجھ سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو وہ مجھ سے اس کا بدلہ لے لے کیوں کہ قیامت کے دن بدلہ دیئے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ لہٰذا موت سے پہلے بدلہ لے لو۔ صاحبزادگان نے عرض کیا آپ ہمارے والد گرامی اور ہمارے لئے قابل صد احترام ہیں۔ اس طرح دیگر لوگوں نے بھی معذرت کی۔ فرمایا کیا میں یقین کے ساتھ سمجھ لوں کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے اللھم اشھد "اے اللہ گواہ رہنا۔" پھر ارشاد فرمایا میری وصیت اچھی طرح سن لو۔ جب میری روح قبض ہو جائے تو مجھ پر کوئی (واویلا کی طرح) نہ روئے بلکہ اچھی طرح وضو کر کے ہر شخص مسجد میں حاضری دے اور عبادہ بن صامت اور اپنے لئے بخشش و مغفرت کی دعا کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلٰوۃ "اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔" (کنزالایمان) شعب الایمان للبیہقی فی الصبر علی المصائب۔

مصائب و آلام آسانی کا پیش خیمہ ہیں

یہ بھی ملاحظہ خاطر رہے کہ آسانی تکالیف و آلام کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ ہر مصیبت کسی

مسرت وشادمانی کا پیغام لے کر آتی ہے۔

قرآن مجید میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا (پ۳۰ الانشراح ۵،۶)

''تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔'' (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ مشکلات کے بعد آسانی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یقیناً مل جاتی ہے۔ اس لئے ہمارے آقا مولیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی۔ سرکار حضرت حسن فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز اپنے کاشانہ اقدس سے بہت خوشی کے ساتھ تبسم فرماتے ہوئے جلوہ گر ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی۔ (شعب الایمان للبیہقی فی الصبر علی الصائب)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جلوہ فرما تھے آپ ﷺ کے سامنے ایک سوراخ تھا اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اگر سختی آ کر اس سوراخ میں بھی داخل ہو جائے تو آسانی بھی اگر اس کے ساتھ داخل ہو جائے گی اور اسے سوراخ سے نکال کر لے آئے گی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا (شعب الایمان للبیہقی الصبر علی المصائب)

اگر ہم روزمرہ معاملات پر غور کریں تو مذکورہ بالا حقیقت کا ہمیں بخوبی علم ہو جائے گا مثلاً سرجن کی نشتر سے خوف ضرور محسوس ہوتا ہے۔ مگر وہی نشتر بیماری سے نجات کی خوشخبری لاتا ہے۔ کڑوی دوائی کا پینا کھانا باعث تکلیف ضرور ہے مگر اس میں شفا پوشیدہ ہوتی ہے۔ استاد اور والدین کی ڈانٹ ڈپٹ سے بچے افسردہ ہو جاتے ہیں مگر یہی چیز بچوں کا مستقبل بہتر بناتی ہے۔ جس سورج کی گرمی و حرارت سے ہم بلبلا اُٹھتے ہیں وہی حرارت ہمارے کھیتوں کو پکاتی اور پھلوں کو رسیلا بناتی ہے۔ رات کی تاریکی اور ظلمت سے دل گھبراتا ہے مگر وہی رات ہمارے لئے راحت و سکون کا سامان مہیا کرتی ہے اور میٹھی نیند لانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اختصار مانع ہے ورنہ متعدد مثالوں سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ مشکلات آسانی کا پیش خیمہ ہیں مگر آسانی و کشادگی کے حصول کے لئے دو چیزوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

۱۔ انتظار کیا جائے کہ ہر چیز کا ایک وقت معین ہے۔

۲۔ رب تعالیٰ سے اس کا فضل و کرم طلب کرتے رہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرتے رہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس سے سوال کیا جائے نیز فراخی اور آسانی کا انتظار کرنا افضل عبادت ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی فی الصبر علی المصائب)

میت کے فوت ہونے کا اعلان کرنا

جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کے انتقال کر جانے کا اعلان کر دیا جائے تا کہ اس کے اقرباء واعزاء واحباب کو اس کے فوت ہونے کی اطلاع ہو جائے تا کہ اس کے احباب کثرت سے اس کے جنازہ میں شرکت کر کے اس کے لئے بخشش و مغفرت کی دعا کریں اور اپنے ذمہ مسلمان ہونے کے ناطے اس کے حق کو ادا کریں۔ اگر کوئی صالح آدمی عالم فاضل انتقال کر جائے مگر اس میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ دور جاہلیت کی طرح بڑے بڑے الفاظ نہ کہے جائیں دور جاہلیت میں یہ اعلان فوتگی نوحہ کی ملاوٹ کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس کو امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں بیان کیا ہے اور احادیث مبارکہ میں اس قسم کے اعلان کی ہی ممانعت ہے مثلاً حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موت کے لئے نعی (دور جاہلیت کی طرز کے اعلان) سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(جامع ترمذی ص۱۹۲ ج۱، سنن ابن ماجہ ص۱۰۷، مسند امام احمد ص۱۸۲ ج۵، مصنف ابی ابن شیبہ ص۱۶۰ ج۳، سنن کبریٰ للبیہقی ۷۴ ج۴)

معلوم ہوا کہ دور جاہلیت کی طرح کا اعلان ممنوع ہے۔ اس حدیث کی یہی توجیہہ مناسب ہے۔ دیگر دلائل کی وجہ سے صرف میت کے فوت ہونے کا اعلان جس سے لوگ اس خبر سے مطلع ہو جائیں کرنا چاہیئے۔ اعلان کے جواز کے اس صورت میں دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت یا ایک نوجوان سیاہ رنگ کا مسجد نبوی شریف کی صفائی کیا کرتا تھا۔ ایک رات کو اس کا انتقال ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رات کی تاریکی کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا۔ شاید انہوں نے اسے معمولی خیال کرتے ہوئے اطلاع دینا ضروری نہ سمجھا۔ کچھ دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ دکھا تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر نماز جنازہ ادا فرمائی (شاید پہلے نہ پڑھی گئی ہو یا یہاں اس سے مراد دعاء مغفرت ہو) پھر ارشاد فرمایا کہ یہ قبریں تاریکی کا گھر ہیں اور اللہ تعالیٰ میری نماز جنازہ کے باعث اپنی رحمت سے ان کو روشن

فرما دیتا ہے۔

(صحیح بخاری ص ۱۷۸ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۹-۳۱۰ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۱۰۱ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۷ ج ۴، مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۴۴۶، صحیح ابن حبان ص ۳۵ ج ۶ (واللفظ لمسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال پر ملال ہوا اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے انتقال کی خبر لوگوں کو دی۔ اعلان فرمادیا اور جنازگاہ میں تشریف لے گئے۔ لوگوں نے نماز کے لئے صف بندی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

(صحیح بخاری ص ۱۷۸ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۹ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۸ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۱۷ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۱۰۱ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱، سنن کبریٰ للنسائی ص ۶۴۲ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ ج ۳، مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۳۰۰، صحیح ابن حبان ص ۴۰ ج ۶)

نوٹ: یاد رہے فقہ حنفی میں غائبانہ نمازِ جنازہ ناجائز ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب ''غائبانہ نمازِ جنازہ)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دے دی تھی۔ جب ابھی ان کے متعلق کوئی خبر نہیں آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے جارہے تھے کہ اب زید جھنڈا اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اب وہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اب جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا، وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ اب ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اُٹھالیا وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آخر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد بن ولید نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لئے لیا۔ اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائی۔ (صحیح بخاری ص ۶۱۱ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۳۳)

معلوم ہوا کہ انتقال کر جانے والے کی وفات کی اطلاع سنت مبارکہ ہے۔ دوسرا آخر الذکر دو احادیث مبارکہ سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا بھی ثبوت ہوگیا ہے اور آخر الذکر حدیث شریف نے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عقیدہ حاضر ناظر کا حق ہونا بھی ثابت واضح ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ اہل سنت مذہب حق کے دلائل قرآن وسنت میں بکثرت موجود ہیں اور یہی وہ ناجی گروہ ہے دیگر عقائد بالعموم دیوبندی وہابی قرآن وسنت کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

قائین کرام ہم فوت شدہ کی وفات کے اعلان پر گفتگو کر رہے تھے۔ فوتگی کی اطلاع کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کے جنازہ میں شریک ہوسکیں اور اس کے لئے استغفار کریں اور تعزیت بھی کر کے اپنا حق ادا کریں اور پھر کسی موت کی اطلاع کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنی موت یاد آجاتی

ہے۔اس سے اطاعت الٰہی وسنت رسول ﷺ پر عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

میت کے انتقال کی اطلاع دینے والا میت کے لئے استغفار کی تلقین کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نجاشی کا جس دن وصال باکمال ہوا اس دن رسول اللہ ﷺ نے ان کے وصال کی اطلاع دی اور ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(صحیح بخاری ص ۵۴۸ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۹ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۸ ج ۱ سنن نسائی ص ۲۰۷ ج ۱، سنن کبریٰ للنسائی ص ۶۴۸ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۱۰۱ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امراء (تین امیر نامزد فرما کر) کا لشکر روانہ فرمایا کہ زید بن حارث رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہوں گے۔اگر وہ شہید کر دیئے جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہوں گے۔اگر وہ بھی شہید کر دیئے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے......پھر رسول اللہ ﷺ ممبر اقدس پر تشریف فرما ہوئے اور حکم ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو نماز کی لئے جمع کرنے کے لئے اعلان کیا جائے۔پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمہارے اس جنگ کرنے والے لشکر کی خبر نہ دوں۔بلاشبہ وہ گئے اور دشمن پر حملہ آور ہوئے پھر زید بن حارث شہید کر دیئے گئے۔اس لئے تم ان کے لئے استغفار کرو۔پس لوگوں نے ان کے لئے استغفار کیا پھر جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا تھام لیا اور قوم کو مضبوط کیا حتیٰ کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔میں ان کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں پس ان کے لئے استغفار کرو پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑ لیا اور ثابت قدم رہے حتیٰ کہ وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔پس ان کے لئے استغفار کرو پھر خالد بن ولید نے جھنڈا پکڑ لیا۔وہ امراء میں نہیں تھے۔انہوں نے خود اپنے آپ کو امیر مقرر کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو اُٹھایا اور دعا فرمائی اے اللہ یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اس کی مدد کر۔اس دن سے خالد بن ولید کا نام سیف اللہ رکھ دیا گیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نکل پڑو اپنے بھائیوں کی مدد کرو اور ہرگز کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔لوگ سخت گرمی میں پیدل اور سوار نکل پڑے۔

(مسند امام احمد ص ۹-۹۸ ج ۵)

قارئین کرام اس حدیث مبارکہ سے ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کے علم غیب اور آپ ﷺ کی حاضر ناظر ہونے کا واضح ثبوت ہو رہا ہے۔اس کے باوجود بھی وہابیہ دیوبندیہ کا میرے حضور ﷺ کے علم غیب کا انکار کرنا گویا قرآن و حدیث کا انکار ہے۔

قارئین کرام غور فرمایئے ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر غزوہ موتہ کے تمام حالات بیان فرمارہے ہیں۔ مگر دوسری طرف دیوبندیوں کی رسول کائنات ﷺ سے دشمنی کا اندازہ لگائیں کہ ان کے مذہب میں رسول پاک کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، نعوذ باللہ۔ دیوبندی مولوی خلیل احمد سہارنپوری رشید احمد گنگوہی کی تصدیق سے لکھتے ہیں کہ خود فخر عالم ﷺ فرماتے ہیں ......کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۵۵ طبع کراچی ص ۵۱ طبع دیوبند)

دیوبندی مذکور نے اسے شیخ عبدالحق کے حوالہ سے نقل کیا ہے حالانکہ شیخ موصوف خود اس روایات کو صحیح نہ شد فرماتے ہیں۔ (مدارج النبوت ص ۷ ج ۱)

قارئین کرام اس سے بڑھ کر ان کی رسول دشمنی کیا ہوگی اور پھر ان کا دعویٰ مسلمانی اور اہل سنت کسی طرح درست ہوسکتا ہے۔ خود اللہ کے محبوب ﷺ تو اپنے بارے ارشاد فرماتے ہیں کہ ان اللہ زوای لی الارض فرایت مشارقھا و مغاربھا

"اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا پس میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔

(صحیح مسلم ص ۳۹۰ ج ۲، جامع ترمذی ص ۴۰ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۲۲۸ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۹۲، مسند احمد ص ۱۷۸ ج ۵، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۱۲، مسند امام احمد ص ۱۳۸ ج ۴، مجمع الزوائد ص ۲۲۱ ج ۷، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۱ ج ۷، صحیح ابن حبان ص ۲۵۲ ج ۹، ص ۱۸۰، ج ۱۰، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۱۸۱ ج ۹، شرح السنۃ ص ۲۱۵ ج ۱۴)

جنازے کی تیاری میں جلدی کرنا

میت کی تجہیز و تکفین اور قبر کی تیاری میں جس قدر جلدی ہو سکے جلدی کرنا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنازے کو لے جانے میں جلدی کرو اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو اسے تم بھلائی اور بہتر انجام کی طرف لے جارہے ہو اگر وہ اس کے سوا ہے (برا ہے) تو وہ ایک شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتارنے جارہے ہو۔

(صحیح بخاری ص ۱۷۶ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۶ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۶ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۱۰ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۹۷ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۷، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۴، شرح معانی الآثار ص ۳۲۲ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۲۱ ج ۴، مسند حمیدی ص ۴۴۴ ج ۲، صحیح ابن حبان ص ۱۹ ج ۶، موطا امام مالک ص ۱۴۵، شرح السنۃ ۱۴۸۱)

حضرت حصین وحوح فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ حضرت طلحہ کی حالت دیکھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے طلحہ میں موت کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ ان کی وفات ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا اور ان کے کفن دفن

کے انتظام میں جلدی کرنا اس لئے کہ یہ مناسب نہیں کہ مسلمان کی نعش اس کے گھر والوں کے درمیان بلا ضرورت روک رکھی جائے۔ (سنن ابوداؤد ص ۹۴ ج ۲، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۸۶ ج ۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اُٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ نیک ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو۔ اگر وہ برا ہے تو وہ اپنے وارثوں سے کہتا ہے مجھے تم کہاں لے جارہے ہو۔ اس کی آواز انسانوں کے سوا ہر ایک سنتا ہے۔ اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔ (صحیح بخاری ص ۱۷۶ ج ۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے وصیت کی جب تم میرا جنازہ لے کر جاؤ گے تو مجھے جلدی لے کر چلنا۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۹۵ ج ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنے کی وصیت فرمائی۔ ان میں ایک یہ ہے جب جنازہ حاضر ہو تو لے جانے میں اسے تاخیر نہ کی جائے۔

(جامع ترمذی ص ۴۳ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸، مسند امام احمد ص ۱۰۵ ج ۱، مستدرک للحاکم ص ۱۶۲ ج ۱)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا اگر تجہیز و تکفین کا انتظام مکمل ہو جائے تو حقیقی ورثاء کے علاوہ کسی دوسرے کا انتظار کر کے جنازے کو تاخیر میں لے جانا درست نہیں ہے۔ ہمارے ہاں جو رواج ہے کہ گھنٹوں ہی نہیں دنوں تک احباب کے انتظار میں میت کو رکھا جاتا ہے غلط ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اسے نہ روکو اسے جلدی دفن کو لے چلو۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ص ۴۴۴ ج ۱۲، اتحاف السادۃ المتقین ص ۳۷۰ ج ۱، کنز العمال ص ۸۵۲ ج ۱۵، مجمع الزوائد ص ۴۴ ج ۳، تفسیر درمنثور ص ۳۸ ج ۱)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد اسلام امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں کہ لہٰذا علماء فرماتے ہیں کہ اگر روز جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہو گیا تو جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کر دیں۔ اس مسئلہ کا بہت لحاظ رکھنا چاہئے کہ آج کل عوام میں اس کے خلاف رائج ہے جنہیں کچھ سمجھ ہے وہ تو اس جماعت کثیرہ کے انتظار میں روکے رکھتے ہیں اور نرے جہال نے اپنی جی سے اور باتیں تراشی ہیں کوئی کہتا ہے کہ میت بھی نماز جمعہ میں شریک ہو جائے۔ کوئی کہتا ہے کہ نماز کے بعد دفن کریں گے تو میت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا یہ سب بے اصل اور خلاف مقصد شرع ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ص ۵۰ ج ۴)

ورثاءِ میت کے قرض کی ادائیگی کریں

انتقال کرنے والا آدمی اگر مقروضی ہو تو اس کے قرض کی ادائیگی ورثاء کو جلدی کرنی چاہیے خواہ اپنے پاس سے یا اس کے ترکہ میں سے تاکہ اس کی آخرت کی منازل میں اسے رکاوٹ نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی روح قرض کے ساتھ اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک اسے ادا نہیں کر دیا جاتا۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۷۶، جامع ترمذی ص ۲۰۶ ج ۱، مسند امام احمد ص ۴۴۰ ج ۲، صحیح ابن حبان ص ۲۶ ج ۶، سنن دارمی ص ۲۶۲ ج ۲، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۱۱ ج ۶، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۳۲ ج ۲، مسند ابی یعلیٰ ۵۸۹۸، شرح السنۃ ص ۳۵۲ ج ۴، مستدرک ص ۲۷ ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر نماز جنازہ پڑھ دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا اس پر کوئی قرض ہے عرض کیا گیا جی ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حضرت جبرائیل امین نے مقروض کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا ہے پھر ارشاد فرمایا بے شک مقروض آدمی اپنی قبر میں گروی رکھا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کر دیا جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ (مسند ابی یعلیٰ ۳۴۶۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے لوگوں سے ادا کر دینے کے ارادے سے مال حاصل کیا (اگر وہ کسی مجبوری کی وجہ سے زندگی میں ادا نہ کر سکا) تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرما دے گا اور جس نے لوگوں سے ہلاک (ضبط کرنے) کر لینے کی نیت سے مال لیا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ہلاک کر دے گا۔ (صحیح بخاری ص ۳۲۱ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۷۶)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا اور عرض کی گئی کہ اس پر نماز جنازہ پڑھا دیں۔ فرمایا کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ عرض کی گئی جی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھ لی پھر دوسرا جنازہ لایا گیا تو فرمایا کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ عرض کی گئی جی ہاں فرمایا کیا اس نے اپنا کوئی مال بھی چھوڑا ہے عرض کی گئی تین اشرفیاں چھوڑی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر بھی نماز جنازہ پڑھ دی۔ پھر تیسرا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر کیا گیا تو ارشاد فرمایا کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا جی ہاں تین اشرفیوں کا یہ مقروض ہے۔ فرمایا کیا اس نے کوئی مال بھی چھوڑا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا جی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ اپنے صاحب دوست کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا یارسول اللہ آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اس کا قرض میرے ذمہ ہے پھر آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی۔ (صحیح بخاری ص ۳۰۵ ج ۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے (عہد مبارک ظاہری) میں کوئی مقروض مسلمان انتقال کر جاتا تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے کیا اس نے اپنا قرض ادا کرنے کے لئے کوئی مال چھوڑا ہے۔ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عرض کرتے کہ جی ہاں تو حضور اقدس انور ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھ دیتے اور اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عرض کرتے کہ نہیں (اس نے کوئی مال اپنے قرض کی ادئیگی کے لئے نہیں چھوڑا) تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے تم خود اپنے ساتھی کی نمازہ جنازہ پڑھ لو پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو فتوحات عطا فرمائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی ان کے زیادہ قریب ہوں اس لئے جو انتقال کر جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے اور جس نے ترکہ میں کوئی مال چھوڑا ہے تو وہ ورثاء کے لئے ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ایک جنازہ حاضر خدمت کیا گیا تا کہ حضور اقدس ﷺ اس کی نماز جنازہ ادا فرمائیں۔ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا ہمارے صاحب پر قرض ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کی ادائیگی کس طرح ہوگی یعنی کوئی مال ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا جی نہیں۔ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ خود پڑھ لو۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا قرض میرے ذمہ۔ رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ ﷺ نے سرکار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری جان کو آگ سے آزاد فرمائے جس طرح تم نے اپنے بھائی کو آزادی دلائی کوئی بندہ مسلمان ایسا نہیں جو اپنے بھائی کا قرض ادا کرے مگر اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۳)

حضرت سعد بن اطول رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ ان کا بھائی تین سو درہم چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ چونکہ میت کے اہل وعیال بھی تھے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے اہل وعیال پر یہ درہم خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا بھائی قرض کی وجہ سے روک دیا گیا ہے اس کی طرف سے قرض ادا کرو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۷، مسند امام احمد ص ۲۶۶ ج ۴، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۱۴۲ ج ۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قرض اس نیت سے لیا کہ وہ اس کی ادائیگی کر دے گا

مگر اس کا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا اور اس کو قرض خواہوں کو بھی معاف کرنے پر راضی کرلے گا اور اس حالت میں اس کا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں میں سے قرض خواہوں کو دے دے گا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۴۵۶ ج ۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرض کی دو اقسام ہیں ایک یہ کہ کوئی شخص فوت ہو گیا مگر اس کی نیت ادائیگی کی تھی۔ پس ایسے شخص کا میں ولی اور مددگار ہوں اور جو شخص فوت ہو گیا اور اس کی ادائیگی قرض کی نیت نہ تھی ایسے شخص کی نیکیاں لے لی جائیں گی اس دن نہ تو درہم و دینار ہوں گے جس سے اس کی ادائیگی کی جائے گی۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۴۵۶ ج ۲)

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا کفن دو اور اپنی میت کو چلا کر رونے یا اس کی وصیت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذاء نہ پہنچاؤ اور اس کا قرض جلد ادا کرو اور برے ہمسائے سے الگ رکھو۔ (مسند الفردوس ص ۳۱۸)

جو جس حال میں مرے گا اسی حال میں اُٹھے گا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو جس حال میں مرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس حال میں اُٹھائے گا۔

(مسند امام احمد ص ۳۱۴ ج ۳، مستدرک ص ۳۱۳ ج ۴، کنز العمال ص ۶۸۱ ج ۱۵، الفقیہ والمتفقہ الخطیب ص ۲۹ ج ۱)

میت کی بُرائی بیان کرنے سے اجتناب کا حکم

مسلمان میت کی خوبیاں بیان کرنی چاہیں اور اس کی خامیاں بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے جب کسی بھی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو وہ اس عالم پہنچ جاتا ہے جو جزا بدلے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم چاہے تو معاف کر دے چاہے تو اس کی برائیوں کی اسے سزا دے اور یہ بخشش و معافی ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان میت کی خوبیاں ہی بیان کرے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مردوں کو گالی مت دو (برا مت کہو) انہوں نے جو آگے بھیجا ہے (جو اعمال کئے) اسے حاصل کر لینا ہے (بدلہ پالینا ہے)

(بیہقی ص ۷۴ ج ۴، مستدرک ص ۳۸۵ ج ۲، جامع صغیر ص ۵۷ ج ۲، صحیح بخاری ص ۱۸۷ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۱۳ ج ۱، سنن دارمی ص ۳۱۱

ج ۲، شرح السنۃ ص ۲۶۳ ج ۳، مسند امام احمد ص ۱۸۰ ج ۶، صحیح ابن حبان ص ۱۱ ج ۶، کنز العمال ص ۶۸۰ ج ۱۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیاں بیان کرنے سے باز رہو۔ (سنن ابوداؤد ص ۳۱۵ ج ۲، صحیح ابن حبان ص ۱۰ ج ۶)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کو برا مت کہو اس سے تم زندہ لوگوں کو تکلیف دیتے ہو (میت کے متعلقین کو اس سے تکلیف ہوتی ہے کہ کوئی ان کے فوت شدہ کو گالی دے یا برا کہے)

(بخاری ص ۱۸۷ ج ۱، مسند امام احمد ص ۳۰۰ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹ ج ۱، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۴۲۰ ج ۲۰، مسند امام احمد ص ۳۸۹ ج ۴، کامل ابن عدی ص ۲۵۶ ج ۴، مسند ربیع بن حبیب ۱۹۸۷، اتحاد السادۃ المتقین ص ۴۹۰ ج ۷، صحیح ابن حبان ص ۱۱ ج ۶، کنز العمال ص ۶۸۰ ج ۱۰، جامع صغیر ص ۵۸۰ ج ۲، مجمع الزوائد ص ۷۶ ج ۸)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارا ساتھی فوت ہو جائے تو اسے چھوڑ دو (اسے برا نہ کہو)

(جامع صغیر ص ۵۷ ج ۱، ابوداؤد ص ۳۱۵ ج ۲، کنز العمال ص ۴۲۷ ج ۱، مسند ربیع بن حبیب ص ۱۳۱۲، کامل ابن عدی ص ۱۸۳ ج ۵، صحیح ابن حبان ص ۱۰ ج ۶، سنن داری ص ۲۱۲ ج ۲، المغنی ص ۳۷۷ ج ۴)

اگر کسی نیک آدمی کی خوبیاں بیان کی جائیں تو اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ صالح آدمی کی تعریف سے آدمی رحمت الٰہی کا مستحق بن جاتا ہے اور کسی بھی مسلمان کی برائی بیان کرنے سے اسے غیبت کرنے کا گناہ ہوگا۔ اگر آدمی زندہ آدمی کی غیبت کرے تو اس سے معافی سے اس کا ازالہ ہوسکتا ہے مگر دوسری طرف کسی بھی فوت شدہ کی غیبت سے معافی کی مذکورہ صورت نہیں ہے اور عمومی طور پر عامۃ الناس اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ میت کے بارے میں بھی اس کی برائیوں کا تذکرہ اچھا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کی نیکی و بدی کا فیصلہ عام طور پر یوں ہی ہوگا۔ اس لئے کہ میت سے ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی برائیوں سے قطع نظر اس کی خوبیاں بیان کی جائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا کہ قریب سے ایک جنازہ گزرا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میت کے متعلق دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ فلاں ہے فلاں کا بیٹا ہے جو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا تھا اور اللہ کی اطاعت کے امور سرانجام دیتا اور انہی امور کی سرانجامی کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واجب ہوگئی واجب ہوگئی

واجب ہوگئی۔ ایک اور جنازہ گزرا تو حضور اقدس ﷺ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ فلاں ہے اور فلاں کا بیٹا ہے اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے بغض تھا اور اللہ کی نافرمانی کے امور کرتا اور انہیں کی کوشش میں لگا رہتا۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا واجب ہوگئی واجب ہوگئی واجب ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ کے صاحب کی تعریف اور دوسرے کی برائی بیان کی گئی۔ آپ ﷺ نے دونوں کے متعلق ارشاد فرمایا واجب ہوگئی، اس کی کیا وجہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کہ ہاں اے ابوبکر پہلے کے لئے جنت اور دوسرے کے لئے جہنم واجب ہوگئی۔ یاد رکھو زمین پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو لوگوں کی زبان سے وہی کہلواتے ہیں جو وہ عمل کرتے رہے ہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی فی الصلوۃ علی من فات)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو یاد نہ کرو مگر بھلائی کے ساتھ اگر وہ جنتی ہے تو تم برا کہنے میں گناہ گار ہو گے اور اگر وہ دوزخی ہیں تو وہ عذاب میں ہیں۔ (جامع صغیر ص ۵۷۹ ج ۲)

میت کی بیوی کے علاوہ کسی کے لئے تین دن سے زائد سوگ جائز نہیں

تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں ہے۔ البتہ جس عورت کا شوہر انتقال کر جائے وہ چار ماہ دس دن تک سوگ میں رہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ اقدس میں اس وقت گئی جب ان کے والد گرامی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا وصال باکمال ہوا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خوشبو منگوائی جس میں خلوق خوشبو کی زردی یا کسی اور چیز کی ملاوٹ تھی پھر وہ خوشبو ایک لونڈی نے ان کو لگائی اور پھر حضرت المومنین اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خود اس خوشبو کو اپنے رخساروں پر لگایا پھر فرمایا کہ مجھے اللہ کی قسم خوشبو کے استعمال کی کوئی خواہش نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ کرے۔ اپنے شوہر کے علاوہ کہ (اس کا سوگ) چار ماہ دس دن ہے۔

(صحیح ابن حبان ص ۲۵۲ ج ۷، صحیح بخاری ص ۸۰۳ ج ۲، صحیح مسلم ص ۴۸۶ ج ۱، جامع ترمذی ص ۲۲۷ ج ۱، سنن نسائی ص ۹۶ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۳۱۴ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۵۲، موطا امام مالک ص ۳۴۲، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۲۶ ج ۲۳، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۳۷ ج ۷، مسند حمیدی ص ۱۴۶ ج ۱)

حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کے ایک صاحبزادے کا انتقال ہو گیا اس کے فوت ہونے کے تیسرے دن انہوں نے زرد رنگ کی خوشبو منگوائی اور اسے اپنے جسم پر لگایا اور ارشاد فرمایا کہ شوہر کے علاوہ کسی دوسرے پر تین دن سے زیادہ ہمیں سوگ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری ص ۷۰ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۳۱۵ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۵۲، سنن دارمی ص ۲۲۱ ج ۲، شرح السنۃ ۲۳۹۰، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۳۹ ج ۷)

صحیح مسلم کی روایت میں اتنا زائد ہے حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں منع کیا گیا ہے (دوران سوگ) ہم سرمہ یا خوشبو لگائیں یا زرد رنگ کا لباس زیب تن کریں۔

(صحیح مسلم ص ۴۸۸ ج ۱، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۶۰ ج ۲۵، المنتقیٰ الا بن الجارود ص ۲۵۹، سنن دارمی ص ۲۲۱ ج ۲، سنن کبریٰ للبیہقی ۴۳۹ ج ۷)

ماتم کی ممانعت

(کتب شیعہ کی روشنی میں)

کافر ہیں جو منکر ہیں حیات شہداء کے　　　ہم زندہ و جاوید کا ماتم نہیں کرتے

حضور کا فرمان مبارک

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اس کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔ (فروع کافی ص ۲۲۴ ج ۳)

جس آدمی نے مصیبت میں بلند رونے اور نوح سے منع فرمایا (حلیۃ المتقین ص ۱۸۸۰، کتاب الامالی ص ۲۵۴)

جس نے منہ کو نوچا تو اس کے نیک اعمال پھاڑے گئے۔ (اصول کافی ص ۴۲۰) مصیبت کے وقت منہ پر طمانچہ مارنے سے منع فرمایا۔ (قرب الاسناد ص، حلیۃ المتقین ص ۱۸۹)

حضور نے نوحہ کرنے اور نوحہ سننے کی طرف جانے کی ممانعت فرمائی۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۲۵۷ ج ۲)

حضور ﷺ کی وصیت

حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو منہ نہ پیٹنا، بال نہ کھولنا، واویلا نہ کرنا، نہ ہی مجھ پر نوحہ کرنا۔ (فروع کافی ص ۵۲۷ ج ۵)

یہی وصیت مختلف الفاظ میں ان کتب شیعہ میں موجود ہے۔

(جلاء العیون ص ۹۱ ج ۱، ۷۱، بحار الانوار ص ۴۸۵ ج ۲۲، ص ۴۶۰ ج ۲۲، کتاب الحلل و الشرائع ص ۱۱۰ ج ۲)

ارشاد مبارک

عورتوں نے عرض کیا معروف کیا ہے جس کا ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم چہروں پر خراشیں مت ڈالو، رخساروں پر طمانچے مت مارو، بالوں کو ہرگز نہ نوچو، گریبان نہ پھاڑو، کپڑے سیاہ مت کرو اور واویلا نہ کرو۔ آپ نے عورتوں سے یہی باتوں پر بیعت لی۔

(اصول کافی ص ۵۲۷ ج ۵، تفسیر قمی ص ۶۷۶، فروع کافی ص ۲۲۷ ج ۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان

جس نے مصیبت کے وقت سے رانوں پر ہاتھ مارے اس کے تمام اچھے اعمال ضائع ہو گئے۔
(نہج البلاغہ ص ۴۹۵)

حضور کے وصال مبارک پر حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر ہمیں جزع فزع سے منع نہ فرماتے تو ہم اپنے دماغ کی تمام رطوبتیں قربان کر دیتے۔ (نہج البلاغہ ص ۳۵۵)

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کسی موت وشہادت کے وقت واویلا نہ کرنا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۱۲)

سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقوال ووصیت

جب میں قتل کر دیا جاؤں تو تم اپنی چادر اور گریبان مت پھاڑنا اور نالہ وفریاد کے ساتھ مت رونا۔
(ذبح عظیم ص ۲۸۸)

میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جزع وفزع (ماتم) سے ہاتھ اٹھالو اور صبر کرو۔
(جلاء العیون ص ۵۱۵ ج ۲)

اے زینب رضی اللہ عنہا تم صبر کرو جزع فزع کر کے دشمنوں کو راضی نہ کرو۔
(جلاء العیون ص ۵۴۸ ج ۲ الارشاد ص ۲۳۲، علام الوریٰ ص ۲۳۶)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ارشاد

وہ بے ایمان ہے جس کے ہاں صبر کی صفت نہیں۔ (جامع الاخبار ص ۱۳۲)

امام باقر رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک

جو شخص واویلا کرے چہرہ پیٹے، بال نوچے، نوحہ کرے اس نے صبر کو چھوڑا، اور دوسرے راستہ پر چل پڑا۔ (فروع کافی ص ۱۲۲ ج ۳)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

مومن جب مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور کافر جب مصیبت میں مبتلا ہوتا وہ جزع فزع کرتا ہے (روتا پیٹتا ہے۔) (فروع کافی ص ۲۲۲ ج ۳) جب صبر نہ رہے تو ایمان نہیں رہتا۔
(اصول کافی ص ۸۷ ج ۲)

مصیبت کے وقت جزع فزع نہ کرو، واویلا نہ کرو، رخساروں پر طمانچے نہ مارو، بال نہ نوچو۔ (فروع

کافی ص ۲۲۸ ج ۲) امام جعفر نے فرمایا کہ ابلیس نے کہا کہ جو مصیبت کے وقت جزع فزع نہ کرے اس پر میرا کوئی چارہ نہیں چلتا۔ (خصال ابن بابویہ ص ۱۳۷)

سب سے پہلے ماتم کرنے والا شیطان

حدیث پاک میں ہے کہ غناء ابلیس کا نوحہ (ماتم) ہے، جو اُس نے بہشت کی جدائی میں کیا۔ (مجمع المعارف ص ۱۶۲) امام حسین کا ماتم پہلے یزید کے گھر سے ہوا۔ (منتہی الآمال ص ۵۰۵ ج ۱)

ماتم کرنے والے کا انجام

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نوحہ کرنے والا قیامت کے دن کتے کی طرح آئے۔ مرثیہ خوانی زنا کا منتر ہے۔ (مجمع المعارف ص ۱۶۲) نوحہ کرنے والے کا منہ قبر میں قبلہ سے پھیر دیا جاتا ہے۔ (مجمع المعارف ص ۱۶۸) غناء اور مرثیہ پڑھنے والوں کو زانی کی طرح اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا۔ (مجمع المعارف ص ۱۶۳) میں نے دیکھا کہ نوحہ و مرثیہ کرنے والی عورت کتے کی شکل میں تھی اور فرشتے اس کی دُبر سے آگ داخل کر کے منہ سے نکالتے ہیں اور اس کے سر اور بدن کو گرُزوں سے مارتے ہیں۔ (حیات القلوب ص ۵۴۳ ج ۲، عیون الاخبار ص ۱۱ ج ۲ انوار نعمانیہ ص ۲۱۶ ج ۱) جو شخص اپنے مردہ بیٹے کو دیکھ کر جزع فزع کرے اس کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ (حیات القلوب ص ۱۰۳۴ ج ۲) نوحہ کرنے والے کو قیامت کے دن پگھلے ہوئے تانبے کا لباس پہنایا جائے گا۔ (حیات القلوب ص ۱۱۶۵ ج ۲)

ماتم یزید کے حکم سے ہوا

یزید کے گھر سے امام حسین کا ماتم ہوا (منتہی الآمال ص ۵۰۵ ج ۱) یزید نے اپنے گھر والوں کو تین دن ماتم کا حکم دیا۔ (اخبار ماتم ص ۸۶۵۔ جلاء العیون ص ۵۰۰) یزید کے حکم سے اس کی بیوی نے امام حسین کا ماتم کیا۔ (جلاء العیون ۹۵ ج ۲)

ماتم کرنے والوں کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا

اہل کوفہ اہل بیت کے قافلہ کو دیکھ کر گریہ وزاری کرنے لگے۔ ماتم کرنے لگے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم نے خود ہمیں اور ساتھیوں کو بلا کر دھوکہ سے شہید کر دیا اور اب خود ہی ماتم کرتے ہو۔ جاؤ اب تمہارا رونا اور ماتم کبھی بند نہ ہو۔ کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے زیادہ۔

(جلاء العیون ص ۵۹۳ ج ۲، احتجاج ص ۲۹ ج ۲، مناقب ابن شہر آشوب ص ۱۱۵ ج ۴، اخبار ماتم ص ۸۰۵ بحار الانوار ص ۱۰۹ ج ۵)

لمحہ فکریہ

انصاف پسند شیعہ کے لئے دعوت فکر ہے۔ آئمہ کے اقوال ہم نے صرف کتب شیعہ سے پیش کئے۔ یاد رہے کہ حوالے کے مفہوم پر اکتفا کیا گیا۔

میت کو غسل دینا

مسلمان جب اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کی موت کے بعد سفر آخرت کی باوقار تیاری کے لئے شریعت اسلامیہ نے اسے غسل دینے کا حکم دیا ہے اور اس کا طریقہ بھی بتلایا ہے۔

شریعت کی نظر میں میت کو غسل دینے کا مقصود اس کا احترام اور عزت وتوقیر ہے۔ فقط نجاست دور کرنا مقصود و مطلوب نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسلمان زندہ یا فوت شدہ ہر حالت میں پاکیزہ ہوتا ہے، نجس نہیں ہوتا۔ بندہ مومن کی اس پاکیزگی کا اعلان خود سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اپنے مردوں کو نجس خیال نہ کرو اس لئے کہ مسلمان زندہ ہو یا فوت شدہ نجس نہیں ہوتا۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۹۸ ج ۳، سنن دار قطنی ص ۷۰ ج ۲)

مسلمان اپنے شرف و کرامت کی وجہ سے وصال کے بعد اس درجے میں ناپاک نہیں ہوتا جس درجے کی ناپاکی دیگر مردہ جانداروں کی ہوتی ہے ورنہ دیگر جانداروں کی طرح انسان بھی غسل سے پاک نہ ہوتا۔ مرنے سے انسان کے اعضاء میں ایک قسم کی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے جس کی بنا پر شریعت نے غسل کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ غسل میت کے مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بعض اوقات انسان بیماری کی وجہ سے میلا کچیلا ہو جاتا ہے اور جسم میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ غسل سے یہ میل کچیل اور خرابی دور ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ مرنے والا رب تعالیٰ کے فرشتوں سے ملاقات کرے گا۔ اہل برزخ سے میل جول کرے گا۔ مناسب یہ ہے کہ وہ پاک صاف ہو کر رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہو تاکہ رب تعالیٰ کی رحمت اور اس کے کرم کا حق دار بن سکے۔

میت کا غسل سرور کائنات امام الانبیاء ﷺ کی سنت ذیشان ہے۔ آپ ﷺ کو پاک طیب ہونے کے باوجود تعلیم امت کے لئے غسل دیا گیا۔ خلفائے راشدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت، تبع تابعین، اولیاء کرام رحمہم اللہ کو بھی غسل دیا گیا۔ شہداء کے علاوہ اہل ایمان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کو غیر ضروری سمجھ کر غسل نہ دیا گیا ہو بلکہ یہ مبارک عمل حضرت آدم علیہ السلام کے دور مبارک سے لے کر آج تک جاری و ساری ہے۔

غسل میت کی ابتداء

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جب حضرت آدم علیہ السلام کا وصال باکمال کا وقت ہوا تو فرشتے جنت کی خوشبو اور کفن لے کر آئے۔ جب آپ کا وصال باکمال ہوا تو انہوں نے آپ کو پہلے سادہ پانی سے غسل دیا پھر بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دیا۔ تیسری بار پانی میں کافور ملایا پھر انہوں نے تین کپڑوں میں کفن دیا۔ بعدازاں لحد کھودی اور ان پر نماز ے جنازہ پڑھی اور کہنے لگے کہ اولادِ آدم کے لئے بعد میں یہی سنت قائم ہوگئی۔

(نصب الرایہ ص ۲۶۳ ج ۲، مسند امام احمد ص ۱۳۶ ج ۵)

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کا وصال ہوا تو اپنے صاحبزادوں سے فرمانے لگے کہ میں بیمار ہوں اور جس طرح کسی مریض کو کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے میری یہ خواہش ہے کہ میں جنتی پھل کھاؤں۔ لہٰذا جاؤ اور تلاش کر کے جنتی پھل لاؤ۔ آپ کے صاحبزادے اس مقصد کے لئے نکلے تاکہ زمین میں گھوم پھر کر پھل تلاش کریں۔ اس اثناء میں ان کی فرشتوں سے علانیہ ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا اے ابن آدم! کہاں جا رہے ہو؟ کہا کہ ہمارے والد گرامی نے جنتی پھلوں کی خواہش کی ہے ان کی تلاش میں نکلے ہیں فرشتے کہنے لگے واپس چلو کیوں کہ تمہارے باپ کی روح کو قبض کر کے جنت میں لے جانے کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح مبارک کو قبض کیا اور ان کے صاحبزادے یہ منظر دیکھتے رہے پھر انہوں نے آپ کو غسل و کفن دیا اور بیٹے اسے دیکھتے رہے پھر ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے صاحبزادے یہ سب کچھ دیکھتے رہے۔ جب فارغ ہوئے تو فرشتوں نے کہا اے اولاد نہلانے کا پس یہ طریقہ تمہارے مردوں میں رائج ہوگا۔ (مستدرک للحاکم ص ۴۵۶ ج ۱، سنن کبری للبیہقی ۴۰۴ ج ۳)

غسل میت کا بیان

میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ بعض لوگوں نے غسل دے دیا تو سب سے ساقط ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق ارشاد فرمایا جو حالت احرام میں سواری سے گرا اور انتقال کر گیا تھا

اغسلوا بماء وسدر

''اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو''

(صحیح بخاری ص ۲۴۹ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۸۴ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۸۸ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۲ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۰۵ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۳۰، شرح السنۃ ص ۳۲۱ ج ۵)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادوں کا وصال با کمال ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ

اغسلها ثلاثا اوخمسا اواكثر من ذلك

''اسے تین یا پانچ مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ بار غسل دو۔''

(صحیح بخاری ص ۱۶۸ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۴ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۳ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۰۸ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۹۲ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۱۵ ج ۶، مسند امام احمد ص ۳۲۰ ج ۶)

میت کو غسل دینے کے قریبی رشتہ دار زیادہ حق دار ہیں

بہتر یہ ہے کہ غسل دینے والا میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو وہ نہ ہو یا نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی اور شخص جو امانت دار اور پرہیز گار ہو۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ليله اقربكم ان كان يعلم فان كان لا يعلم فمن ترون عنده حظا من ورع وامانة

''میت کو غسل دینے کا سب سے زیادہ حق دار اس کا سب سے زیادہ قریبی ہے اگر اسے (غسل دینے کا صحیح) علم ہو لیکن اگر نہ جانتا ہو تو پھر جسے تم سمجھو کہ اس کے پاس تقویٰ و امانت کا کچھ حصہ موجود ہے (وہ نہلائے)

(مسند امام احمد ص ۱۱۹ ج ۶، مجمع الزوائد ص ۲۰۷ ج ۲، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۹۶ ج ۳)

غسل کے لئے پردہ کا اہتمام

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لاينظر الرجل الى عورة الرجل ولا المراة الى عورة المراة

''نہ کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو دیکھے نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو دیکھے۔''

(صحیح مسلم ص ۱۵۴ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۰۷ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۲۰۱ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۴۸، صحیح ابن خزیمہ ص ۴۰ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۹۸ ج ۷، مسند امام احمد ص ۱۱۶ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۰ ج ۱، سنن کبریٰ ص ۹۲۲۹ ج ۵)

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

لاتبرز فخذك ولا تنظر الى فخذ حي ولا ميت

اپنی ران کو مت ظاہر کرو اور کسی کی ران نہ دیکھو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔"

(سنن ابوداؤد ص ۲۰۱ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶، مستدرک للحاکم ص ۱۸۰ ج ۴، بزار ۲۹۴، بیہقی ص ۳۸۸ ج ۳)

جہاں غسل دیں مستحب یہ ہے کہ پردہ کریں کہ سوا نہلانے والوں اور مددگاروں کے دوسرا نہ دیکھے۔ مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

ما بين السرة والركبة عورة

"ناف اور گھٹنے کے درمیان ستر ہے۔" (سنن ابوداؤد ص ۲۱۲ ج ۲)

دوسری روایت میں ارشاد فرمایا کہ

الفخذة عورة

"اور ران بھی حدود ستر میں ہے۔" (جامع ترمذی ص ۱۰۷ ج ۲)

میت کو وضو کروانا

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادوں کے غسل کے وقت ارشاد فرمایا کہ دائیں جانب سے اور اعضائے وضو سے غسل کی ابتداء کرو۔

(صحیح بخاری ص ۱۶۸ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۵ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۹-۳۸۸ ج ۳، شرح السنۃ ص ۱۴۷۲)

میت کو نرمی وشفقت سے غسل دینا چاہیئے

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

كسر عظم الميت ككسره حيا

"میت کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی کی طرح ہے۔"

(سنن ابوداؤد ص ۱۰۲ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۷ ج ۱، مسند امام احمد ص ۹۸ ج ۶، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۵۸ ج ۴)

اس حدیث شریف کی رو سے میت کے غسل و کفن اور دیگر معاملات میں شفقت و نرمی کا پہلو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اس کی تعظیم و حرمت زندہ انسان کی طرح ہے۔ اس کو غسل دیتے وقت اعضاء کے ملنے، اس کے پیٹ کو دبانے، کفن پہنانے وغیرہ امور میں نرمی کرنا چاہیئے۔

غسل میت کے وقت میت کے پیٹ پر اچھی طرح ہاتھ پھیرنا چاہیے

غسل میت کے وقت میت کے پیٹ پر اچھے طریقے سے ہاتھ پھیرنا چاہیے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی نجاست وغیرہ رہ گئی ہو تو وہ خارج ہو جائے اور میت پاک ہو جائے۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ

فذهبت انظر ما يكون من الميت فلم ارشيئا وكان طيبا حيا وميتا

''میں نے وہ چیز جو عموماً میت سے خارج ہوتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر ہاتھ پھیرا مگر کچھ نظر نہ آیا۔'' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح اپنی حیات طیبہ ظاہری میں پاک تھے وصال باکمال کے بعد بھی پاک تھے''۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۷ مستدرک للحاکم ص ۲۷۴ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۵۳ ج ۴ د)

وہابیہ دیوبندیہ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدہ پر غور کرنا چاہیے اور اپنے نظریہ باطلہ مثل بشر سے توبہ کرنی چاہیے۔

مسلمان میت کے غسل کے دوران قابل اعتراض چیز نظر آئے تو پردہ ڈالے

نہلانے والا معتمد شخص ہو کہ پوری طرح غسل دے اور جو اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اُٹھا یا میت کے بدن سے خوشبو آئی تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور کوئی بری بات دیکھی مثلاً چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا یا بدبو آئی یا صورت یا اعضاء میں تغیر آیا تو اسے کسی سے نہ کہے اور ایسی بات کہنا جائز بھی نہیں۔ حدیث میں ارشاد ہوا اپنے مُردوں کی خوبیاں ذکر کرو اور ان کی برائیوں سے باز رہو۔

(جوہرہ نیرہ ص ۱۳۱ مرقاۃ ص ۱۶۵ ج ۴)

اگر کوئی بدمذہب دیوبندی وہابی شیعہ قادیانی وغیرہ مرا اس کا رنگ سیاہ ہو گیا اور کوئی بری بات ظاہر ہوئی تو اس کا بیان کرنا چاہیے کہ اس سے لوگوں کو عبرت و نصیحت ہو گی۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵۹ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

من ستر مسلما ستره الله يوم القيامة

''جس نے کسی مسلمان پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔''

(صحیح بخاری ص ۳۳۰ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۲۰ ج ۲، جامع ترمذی ص ۲۶۳ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۳۱۴ ج ۲)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من غسل ميتا فكتم عليه غفرله اربعين مرة و من كفن ميتا كسا الله من سندس واستبرق الجنة ومن حفر لميت قبرا فاجنة فيه اجرى له من الاجر كاجر مسكن اسكنه الى يوم القيامة

''جس نے کسی مسلمان میت کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپا لیا اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف فرما دیتا ہے جس نے کفن پہنایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کے عمدہ ریشم کپڑے اور کم خواب سے آراستہ فرمائے گا جس نے قبر کھود کر دفن کیا اسے اتنا اجر ہے جیسے کسی کو تا قیامت رہائش فراہم کر دی۔'' (مستدرک للحاکم ص ۳۶۴ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۹۵ ج ۳)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے (مسلمان) میت کو غسل دیا اسے خوشبو لگائی اس کا جنازہ اُٹھایا اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اگر اس میں کوئی عیب دیکھا اس کی پردہ پوشی کی تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶)

سیدنا علی المرتضیٰ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! میت کو غسل دیا کرو جس آدمی نے کسی (مسلمان) میت کو غسل دیا تو ستر بار اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اگر ان میں سے ایک مغفرت ساری مخلوق میں تقسیم کر دی جائے تو سب کے لئے کافی ہو جائے میں (حضرت علی) نے عرض کیا غسل دینے والا کیا دعا کرے؟ فرمایا وہ غسل دیتے وقت یہ دعا کرے غفرانك یا رحمن یعنی اے بہت رحم فرمانے والے اپنی بخشش نازل فرما۔ (نصب الرایہ ص ۲۶۴ ج ۲)

حضرت ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے (مسلمان) میت کو غسل دیا اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے اسے کفن دیا اسے سندس اور استبرق (ریشم کی قسم) کا لباس پہنایا جائے گا جس نے اس کے لئے قبر کھودی تو گویا اس نے اسے قیامت تک گھر مہیا کر دیا۔ (نصب الرایہ ص ۲۶۴ ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میت کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپایا اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے بالکل پاک کر دیتا ہے اور جس نے میت کو کفن دیا اللہ تعالیٰ اسے ریشم کا لباس پہنائے گا۔ (شعب الایمان للبیہقی)

فی الصلوٰۃ علیٰ من مات من اهل القبلة

پانی میں بیری کے پتوں کا استعمال اور غسل تین مرتبہ یا اس سے زائد حسب ضرورت دے

حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ہمارے پاس تشریف لائے جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دو۔ غسل پانی اور بیری کے پتوں سے دو اور آخر میں (کافور) دیا۔ ارشاد فرمایا کہ کچھ کافور ڈال لینا اور غسل سے فراغت کے بعد مجھے خبر دینا۔ چنانچہ ہم نے غسل سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اپنا ازار عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اسے قمیص پہنا دو۔

(صحیح بخاری ص ۱۶۷ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۵ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۳ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۰۸ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۹۲ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۱۵ ج ۶، مسند امام احمد ص ۳۲۰ ج ۶، موطا امام مالک ص ۱۲۳ ج ۱، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۴۶ ج ۲۵، المنتقی لابن الجارود ص ۱۸۴)

میت کے کنگھی کرنا جائز نہیں ہے

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے میت کے متعلق سوال کیا گیا کیا اسے کنگھی کی جا سکتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ کس لئے اپنی میت کو تکلیف پہنچاؤ گے۔

(کتاب الآثار لامام محمد ص ۵۹)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک عورت کے جنازے کو کنگھی کی جا رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ کس لئے اپنی میت کو تکلیف پہنچا رہے ہو۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۴۳۷ ج ۳)

بعد میں کافور کا استعمال

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بالا میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخر میں کافور ڈال لینا۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ روایت میں حوالہ دیکھئے۔

مطلب یہ ہے کہ غسل کے بعد میت کے جسم پر کافور مل دینا تا کہ میت خوشبو دار ہو جائے۔ اس لئے کہ اس وقت فرشتے تشریف لاتے ہیں اور اس میں دوسری حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس میں یہ استعمال ہو وہ جلد متغیر نہیں ہوتی اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسے لگانے کے بعد کوئی موذی جانور میت کے قریب جلد نہیں آتا۔

شہید کو حالت جنابت میں غسل دیا جائے ورنہ نہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہیں خون سمیت دفنا دو (شہید کے متعلق ارشاد فرمایا) یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے دن ارشاد فرمائی اور شہید کو غسل نہیں دیا۔
(صحیح بخاری ص ۱۷۹ ج ۱)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ان کا گواہ ہوں ان کو خون سمیت لپیٹ دو جو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہو جائے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسی طرح حاضر ہوگا اور خون ٹپک رہا ہوگا۔ رنگ تو خون والا ہوگا مگر خوشبو کستوری کی سی ہوگی۔
(سنن کبریٰ للبیہقی ص ۱۱ ج ۴)

ایک روایت میں یوں ارشاد فرمایا کہ انہیں (شہدا کو) غسل نہ دو کیوں کہ روز قیامت ہر زخم سے خوشبو بھڑ کے گی۔ (مسند امام احمد ص ۲۹۹ ج ۳)

شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا البتہ حالت جنابت میں ہونے کی صورت میں اسے غسل دیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر خیر آتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ساتھی (حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ) کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کی اہلیہ سے دریافت کرو اس (ان کی بیوی) نے عرض کیا کہ وہ اعلان جہاد کو سنتے ہی نکل گئے تھے حالانکہ وہ جنبی تھے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لذلك غسلة الملائكة

''اس لئے اسے فرشتوں نے غسل دیا ہے۔'' (مستدرک للحاکم ص ۲۰۴ ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۱۵ ج ۴)

اس روایت میں فرشتوں کے غسل دینے کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قول کی تائید حاصل ہے جس سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور فقہ حنفی کا حدیث کے مطابق ہونا واضح ہے۔

عورت کے بالوں کی مینڈھیاں بنانے کا مسئلہ

ہدایہ شریف میں ہے کہ عورت کی میت کو غسل دینے کے بعد اس کے بالوں کی دو لٹیں بنا کر سینے پر ڈال دی جائیں۔

اس پر وہابی بڑا شور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

صاحبزادی کو غسل دینے کے بعد ان کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنا کر پس پشت ڈال دیں۔ فقہ حنفی حدیث کے خلاف ہے، نعوذ باللہ من ذلک

یہاں پر فقہ حنفی کا ہی مسئلہ اصول کے موافق و مطابق ہے۔ اس لئے کہ یہ کام زینت سے تعلق رکھتا ہے اور میت کو زینت کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ مینڈیاں بنا کر پیچھے ڈالنا زینت میں شمار ہوتا ہے اور کسی بھی صحیح مرفوع حدیث میں یہ حکم موجود نہیں ہے بلکہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کا فعل ہے اور صحابی کا قول و فعل وہابیوں کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ کما صرفی اکثر کتب الوھابیہ مثل عرف الجادی وغیرہ تو وہابیوں کا اس روایت بخاری سے استدلال باطل و مردود ٹھرا۔ وہابیوں کا لوٹا مذہب ہونے کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ایک طرف یہ لوگ دعویٰ کرتے ہوئے نہیں تھکتے کہ ہم قرآن اور فرمان رسول کے سوا کسی کا قول و فعل نہیں مانتے مگر دوسری طرف جس قول کو چاہتے ہیں مذہب کی بنیاد بنا لیتے ہیں۔ اس روایت کے مقابل اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قوی روایت موجود ہے ملاحظہ فرمائیں

عن ابراھیم ان عائشۃ رأت امرأۃ یلدون راسھا فقالت غلام تنصون میتکم

ابراہیم سے روایت ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کو دیکھا کہ عورت کی میت کی منڈیاں بنا رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ خبردار تم ایک مردہ عورت کی مینڈیاں بنا رہی ہو۔

(نصب الرایہ ص ۲۶۸ ج ۲، مصنف عبدالرزاق ص ۴۳۷ ج ۳، رقم الحدیث ۶۲۳۲، باب شعر المیت واظفارھا)

اس روایت سے تو مینڈیاں بنانے کی ممانعت ثابت ہورہی ہے۔ اب دونوں اقوال آپ کے سامنے ہیں۔ اگر امام اعظم رضی اللہ عنہ کا موقف حدیث کے خلاف ہے تو بتایئے کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا موقف قرآن و سنت کے مخالف ہے؟ نعوذ باللہ۔ قارئین کرام یہ صرف اور صرف وہابیوں کا شوران کی خباثت و جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف کہ میت کو زینت کی ضرورت نہیں کو امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مبارک قول کی تائید حاصل ہے جس طرح انہوں نے فرمایا کہ زندہ نئے کپڑے کا مردے سے زیادہ حق دار ہے پھر حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو وہابیوں کا پیش کرنا غلط ہے اس لئے کہ اس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مبارک موجود نہیں ہے اور ابن حسان کی روایت شاذ بھی ہے اور ضعیف بھی ہے۔ مجمع الزوائد کی روایت میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی تین مینڈیاں بنا کر پیچھے کرنے کا ذکر ہے یہ بھی ضعیف ہے۔ اس میں ایک راوی لیث بن سعد مدلس ہے اور مدلس کی معنعن روایت مقبول نہیں ہوتی۔

میت کو غسل دینے والے کو غسل کرنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

من غسل میتا فلیغتسل ومن حمله فلیتوضأ

''جو شخص میت کو غسل دے اسے چاہئے کہ وہ غسل کرے اور جو اسے اُٹھائے (کندھا دے) اسے چاہئے کہ وہ وضو کرے''۔

(جامع ترمذی ص ۱۹۳ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۶۱۱۱، شرح السنۃ ص ۱۶۸ ج ۳، مستدرک ص ۳۵۴ ج ۱، تلخیص الحبیر ص ۱۳۶ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

کنا نعسل المیت فمنامن یغتسل ومنا من لا یغتسل

''ہم میت کو غسل دیتے تھے تو ہم میں سے بعض غسل کر کے لیتے تھے اور بعض غسل نہیں کرتے تھے۔'' (سنن دارقطنی ص ۷۲ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لیس علیکم فی غسل میتکم غسل اذا غسلتموا ان میتکم یموت طاهرا فحسبکم ان تغسلوا اید یکم

''جب تم اپنی میت کو غسل دے چکو تو تم پر غسل (فرض) نہیں ہے کیوں کہ تمہاری میت پاکیزگی کی حالت میں فوت ہوئی ہے'' لہٰذا تمہیں اتنا کافی ہے کہ تم اپنے ہاتھ دھولو۔

(مستدرک ص ۳۸۶ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۰۶ ج ۱، سنن دارقطنی ص ۷۶ ج ۲)

مردہ غسل دینے والے کو پہچانتا ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک مردہ پہچانتا ہے اسے جو اس کو غسل دے اور جو اُٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو قبر میں اُتارے۔

(مسند امام احمد ص ۳ ج ۳، المعجم الاوسط للطبرانی ص ۲۵۷ ج ۷، شرح الصدور ص ۳۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا ہے اور اُٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر اسے آرائش اور پھلوں اور آرام کے باغوں کا مژدہ ملا تو قسم دیتا کہ مجھے جلدی لے چل اور اگر آپ گرم کی مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے کی

خبر ملی تو قسم دیتا ہے مجھے روک رکھ۔
(تفسیر در منثور ص ۱۶۷ ج ۶، جامع صغیر للسیوطی ص ۱۴۰ ج ۱، اتحاف السادۃ المتقین ص ۳۴۰ ج ۱، شرح الصدور ص ۳۹)

حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حدیث پہنچی کہ
جو شخص مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل و کفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ اس کے گھر والے کیا کرتے ہیں وہ ان سے بول نہیں سکتا کہ انہیں شور و فریاد سے منع کرے۔ (شرح الصدور ص ۳۹)

حضرت امام مجاہد سے روایت ہے کہ جب مردہ مرتا ہے تو ایک فرشتہ اس کی روح ہاتھ میں لئے رہتا ہے۔ نہلاتے اُٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے سب کچھ دیکھتا جاتا ہے یہاں تک کہ فرشتہ اسے قبر تک پہنچا دیتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۳۹)

حضرت سفیان سے روایت ہے کہ بے شک مردہ ہر چیز کو پہنچانتا ہے یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے نہلانا اور یہ بھی فرمایا اس سے جنازہ پر کہا جاتا ہے کہ سن' لوگ تیرے بارے میں کیا کیا کہتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۴۰)

حضرت ابن ابی نجیح سے روایت ہے کہ جو مردہ مرتا ہے اس کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے کیونکر کفن پہنایا جاتا ہے کیونکر قبر کی طرف لے کر چلتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۴۰)

حضرت عمر بن دینار سے روایت ہے کہ ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے۔ لوگ اسے نہلاتے ہیں، کفناتے ہیں اور وہ انہیں دیکھتا جاتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۳۹)

حضرت عمر بن دینار سے روایت ہے کہ ہر مردہ کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے کہ کیوں کر غسل دیتے ہیں کس طرح کفن بناتے ہیں کیسے لے کر چلتے ہیں اور وہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں لوگ بھلا یا برا کیا کہتے ہیں۔
(حلیۃ الاولیاء ص ۳۴۹ ج ۳)

حضرت ابو عبداللہ بکر مزنی سے روایت ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی گئی کہ دفن میں جلدی کرنے سے مردہ خوش ہوتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۴۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی یعلی سے روایت ہے کہ میت کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

کہ اُسے جنازہ کے ساتھ لے کر چلتا ہے اور کہتا ہے کہ سن تیرے حق میں کیا کیا کہا جاتا ہے۔
(شرح الصدور ص ۴۰)

عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

لو استقبلت من امری ما استدبرت ماغسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانساؤہ

"اگر مجھے اپنے اس معاملے کا پہلے علم ہوجاتا جس کا مجھے دیر سے علم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی غسل دیتیں"۔ (سنن ابوداؤد ص ۹۲ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۷)

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وصال کے بعد غسل دیا۔

(موطا امام مالک ص ۱۳۳، موطا امام محمد ۱۶۶)

عن عبداللہ بن شداد ان ابا بکر اوصی اسماء بنت عمیس ان تغسلہ حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ تم مجھے غسل دینا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ج ۳)

شوہر اپنی بیوی کی میت کو غسل نہیں دے سکتا

اگر عورت فوت ہوجائے تو شوہر نہ اسے غسل دے سکتا ہے اور نہ چھو سکتا ہے اور دیکھنے کی ممانعت نہیں۔ (درمختار ص ۶۳۳ ج ۱)

لابن عباس روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن امراۃ تموت بین رجال فقال تیمو الصعید ولم یفصل بین ان یکون فیھم زوجھا اولایکون والمعنی فیہ ان النکاح بموتھا ارتفع بجمیع علائقہ فلایبقی حل المس وانظر کمالو طلقھا قبل الدخول

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی عورت کے متعلق غسل دینے کے بارے سوال ہوا جہاں صرف آدمی ہی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے پاک مٹی سے تیمم کرایا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں یہ تفصیل ذکر

نہ فرمائی کہ ان مردوں میں اس کا خاوند ہو یا نہ ہو بلکہ دونوں صورتوں کا ایک ہی حکم ارشاد فرمایا اس میں حکمت یہ ہے کہ عورت کے مرنے کے ساتھ نکاح مع تمام متعلقات کے ختم ہو جاتا ہے لہٰذا اب مرد کے لئے اپنی بیوی کی میت کو ہاتھ لگانا اور بلا حجاب اسے دیکھنا حلال نہ رہا جیسا کہ قبل از دخول طلاق دے چکا ہو۔ (مبسوط لامام محمد ص ۴۳۵ ج ۱)

بخلاف اذا ماتت المراۃ حیث لا یغسلها الزوج لان هنا ك انتهى ملك النكاح لانعدام المحل فصار الزوج اجنبيا فلا يحل له غسلها واعتبر بملك العين ميت لا ينتفي عنى المحل لموت المالك ويبطل بموت المحل فكذا وهٰذا اذالم ثثبت البينونة بينهما فی حال حيٰوة الزوج فاما اذا ثبت بان طلقها ثلاثا اوباثنا ثم مات وهي في العدة الا يباح لها غسله لان ملك النكاح ارتفع بالابانة

''جب عورت کا انتقال ہو جائے تو اسے اس کا خاوند غسل نہیں دے گا کیوں کہ اس صورت ملک نکاح ختم ہو چکی ہے کیوں کہ حلت باقی نہیں رہی۔ لہٰذا اب زوج بھی اجنبی کی طرح ہو گیا۔ اس لئے وہ عورت کی میت کو غسل نہیں دے گا۔ اس کا اعتبار ملک عین پر کیا گیا ہے کیوں کہ یہاں مالک کے مرجانے سے محل سے ملکیت منتفی نہیں ہوتی اور اگر محل مرجائے تو ملکیت باطل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس طرح غسل مذکور میں بھی ہے۔ عورت کا اپنے فوت شدہ خاوند کو غسل دینا اس وقت درست ہوگا جب خاوند کی زندگی میں ان دونوں میں جدائی نہ ہوئی ہو اور اگر تین طلاقیں یا طلاق بائنہ خاوند نے زندگی میں ہی دے ہی تھیں پھر دوران عدت خاوند کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں اس کی بیوی غسل نہیں دے گی۔ بیونت کی وجہ سے ملک نکاح ختم ہو گئی تھی۔ (بدائع الصنائع ص ۳۳ ج ۲، ردالمحتار ص ۶۳۴ ج ۱)

اس تحقیق انیق سے یہ بات ثابت ہوگئی میاں بیوی میں کس کے انتقال کے بعد غسل دینا یا نہ دینا ملکیت نکاح پر موقوف ہے اگر عورت کا انتقال ہوا تو ملکیت اس وقت ختم ہوگئی لہٰذا شوہر کا غسل دینا جائز نہ رہا اس کو ملک العلماء امام کاسانی نے شاندار مثال کے ساتھ سمجھایا ہے اگر کسی کی لونڈی مرجائے تو مالک کی ملکیت اس کے عین (شخصیت پر ختم ہوگئی اور اگر مالک مرجائے تو ملک عین ختم نہ ہوگی بلکہ وہ ورثاء کی طرف منتقل ہو جائی گی۔ اس طرح بیوی کے انتقال سے ملک بضعہ ہوگئی اور زندہ خاوند اس کے

لئے اجنبی ہوگیا اور خاوند مر جائے تو عدت کے قیام کی وجہ سے ابھی تعلق باقی ہے۔ اس لئے عورت کا بشرطیکہ زندگی میں خاوند نے اسے اپنے سے جدا نہ کر دیا ہو اپنے فوت شدہ خاوند کو غسل دینا جائز اور خاوند کا اپنی فوت شدہ بیوی کو غسل دینا ناجائز ثابت ہو جاتا ہے۔

بلغنا عن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ انہ قال نحن کنا احق بھا اذا کانت حیۃ فاما اذا ماتت فانتم احق بھا قال محمد وبہ ناخذ

ہمیں یہ روایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پہنچی کو فرمایا کہ ہم (خاوند) اس مرنے والی بیوی کے اس کی زندگی میں حق دار تھے سو جب وہ مرگئی تو تم زیادہ اس کے حق دار ہو گئے۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ اس پر ہمارا عمل ہے۔ (کتاب الآثار ص ۴۷ اور امام محمد)

اس روایت سے احناف کا موقف ثابت ہو رہا ہے کہ زندگی میں عورت پر خاوند کا زیادہ حق ہے مگر مرنے کے بعد اس کے بہن بھائیوں تو خاوند کو غسل دینا بھی جائز نہیں ہے۔ مبسوط کے حوالہ سے جو حدیث اوپر نقل کی گئی وسیل اول کے طور پر اس کو دوسری سند کے ساتھ وہابیہ کے محدث امیر یمانی نے (سبل السلام ص ۹۸ ج ۲ مولوی عبداللہ روپڑی نے فتاویٰ اہل حدیث ص ۱۰۹ ج ۲) مولوی خالد گرجاکھی نے بھی صلوٰۃ النبی ص ۳۷۱ پر نقل کر کے اس سے استدلال بھی کیا ہے۔

وہابیہ کے دلائل اور ان کے جوابات دلیل اول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ

لو مت قبلی لغسلتك

"اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہوگئی تو میں تجھے غسل دوں گا۔ (ابن ماجہ ۱۰۷)

الجواب

اولاً: اس روایت کی سند میں کلام ہے۔ اس میں محمد بن اسحاق راوی ہے۔ ہم نے اس کے متعلق تفصیل اس کتاب کے باب نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی ممانعت میں بیان کر دی ہے وہ وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔ اس لئے روایت قابل حجت نہیں ہے۔

ثانیاً: یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت مبارکہ ہے اس لئے کہ فقہا نے شوہر کے لئے بیوی کی میت کو غسل دینے سے جو ممانعت بیان کی ہے وہ نکاح مع متعلقات کا ختم ہونا ہے مگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا نکاح باقی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولاتنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا

"تو اس وجہ سے یہ ارشاد مبارک آپ ﷺ کی خصوصیت مبارکہ پر محمول کیا جائے گا۔

ثالثاً: اس روایت کے متعلق امام حلبی لکھتے ہیں کہ

راواہ احمد والدار قطنی وغیر ھما باسناد ضعیف قال ابو الفرج ورواہ البخاری ولم یقل غسلتك

اس روایت کے امام اور دار قطنی نے روایت کیا ہے اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ ابوالفرج کہتے ہیں کہ اسے امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے لیکن انہوں نے غسلتلك "میں تجھے غسل دوں گا" کے الفاظ نہیں کہے۔ (غنیۃ المتملی ص ۵۵۶)

دلیل دوم

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا:

الجواب

اوّلاً: یہ روایات اسناد کے اعتبار سے ضعیف ہیں ان میں ایک راوی عبداللہ بن نافع ہے جو کہ سخت ضعیف و مجروح ہیں۔ محدث عباس الدوری نے کہا کہ امام ابن حصین نے اسے ضعیف قرار دیا...... امام ابن المدینی نے کہا کہ اس سے منکر احادیث روایت کی گئی ہیں۔ امام ابوحاتم اور امام بخاری نے اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے اور ثقہ نہیں ہے۔ معاویہ بن صالح نے امام ابن معین سے روایت کیا کہ یہ قوی نہیں ہے۔

برقانی نے امام دار قطنی سے روایت کیا کہ یہ متروک ہے امام ابواحمد حاکم نے اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ امام ابن حبان نے کہا کہ یہ غلطی کر جاتا تھا۔ (تہذیب التہذیب ص ۵۳ ج ۶)

امام ابن المدینی نے کہا کہ یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ محدث عباس نے امام یحییٰ بن معین سے اس کا ضعیف ہونا نقل کیا ہے۔ معاویہ نے امام یحییٰ سے نقل کیا کہ یہ قوی نہیں۔ امام نسائی نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۵۱۳ ج ۲)

امام بخاری نے اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ کتاب الصعفاء ص ۶۲۔

وہابی مولوی عبدالسلام بستوی لکھتے ہیں کہ بہت سخت جرح امام بخاری کی منکر الحدیث ہے اور امام بخاری کی اصطلاح ہے کہ جب وہ منکر الحدیث بولتے ہیں تو اس سے روایت حلال نہیں۔ قال ابن

القطان قال البخاری کل من قلت فیه منکر الحدیث لایحل الروایة عنه
(سیرت البخاری ص ۶۷ طبع ملتان)

حضرت امام بخاری کی متعلق یہ کلیہ محدث جلیل امام جلال الدین سیوطی نے بھی بیان فرمایا ہے۔
(تدریب الراوی ص ۳۵۸ ج ۱)

امام بخاری نے فرمایا کہ ہر وہ آدمی جس کے متعلق میں منکر الحدیث کہوں تو اس سے روایت لینا حلال نہیں۔ (فتح المغیث ص ۳۷۳ ج ۱، میزان الاعتدال ص ۶ ج ۱ ص ۲۰۲ ج ۲، علم رجال الحدیث ص ۱۶۷)

اس کلیہ کا بیان وہابی مولوی زاھدی نے بھی کیا ہے۔ (تحقیق الغایہ ص ۶۲)

ثانیاً: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غسل کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ آپ کو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا ہے۔ (المبسوط للامام محمد ص ۴۳۶ ج ۱، رد المحتار ص ۶۳۳ ج ۱)

ثالثاً: تمہاری پیش کردہ روایات میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے کا ذکر صراحتاً موجود ہے اور جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے غسل دینے کا ذکر ہے وہ مجازاً ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسباب غسل مہیا کیے۔ امام حلبی لکھتے ہیں کہ

لان الغسل مما یضاف الی السبب اضافة مشهورة تقرب الحقیقة فی کثرة الا ستعمال والشهرة یقال فلان غسل فلان کفنه و جهزه ولم یصدر من فلان ذلك شیء الا مباشرة الا سباب والقیام علیها

"غسل ان کاموں میں سے ہے جس کے سبب کی طرف اضافت مشہور و معروف ہو اور اس کا یہ احتمال حقیقت کی طرف ہو گیا ہے کیوں کہ کثرت استعمال اور شہرت اس میں ہو چکی ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں نے فلاں کو غسل دیا اور تجہیز و تکفین کی ذمہ داری پوری کی حالانکہ فلاں کی طرف سے یہ ان امور میں سے کوئی کام سرانجام نہیں پایا جاتا صرف ان کاموں کے اسباب مہیا کرتا ہے اور ان کا اہتمام ہی پایا جاتا ہے۔ (غنیۃ المستملی ص ۵۵۶)

رابعاً: یہ روایت اگر ثابت بھی ہو جائے تو یہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت پر محمول ہے۔

ولو ثبت انه غسلها فقد انكر علیه ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه حتیٰ قال له علی اما علمت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فاطمة زوجتك فی الدنیا ولآخرة فادعاه الخصوصیة دلیل علی انه كان معروفا بینهم ان

الرجل لا يغسل زوجته وقد قال عليه السلام كل سبب ونسب ينقطع بالموت الا سببي ونسبي فهذا دليل على الخصوصية في حقه وفي حق علي رضي الله تعالىٰ عنه

''اور اگر ثابت بھی ہو کہ غسل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے جب اچھا سمجھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر ارشاد فرمایا ہے کہ فاطمہ تیری دنیا و آخرت میں بیوی ہے لہٰذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنے لئے خصوصیت کا دعویٰ فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین یہ بات جانی پہچانی تھی کہ خاوند اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ حضور اقدس ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ سبب اور نسب موت کے ساتھ ٹوٹ جاتا ہے مگر میرا سبب اور نسب واقعی باقی رہتا ہے۔ پس یہ ارشاد مبارک آپ کے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے بھی خصوصیت کی دلیل ہے۔ (المبسوط للامام محمد ص ۴۳۶ ج ۱، ردالمحتار ص ۶۳۳ ج ۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت کی دلیل حدیث بالا حدیث کی متعدد کتب میں مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ رسول انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

کل سبب ونسب منقطع يوم القيامة الا سببي ونسبي

''ہر رشتہ اور نسب قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا میرا رشتہ اور نسب باقی رہے گا۔''

(مستدرک للحاکم ص ۱۵۲ ج ۳، تفسیر درمنثور ص ۱۵ ج ۵، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۶ ج ۲۰، سنن سعید بن منصور ص ۱۴۵ ج ۱)

خامسًا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غسل وصال باکمال کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے خود ہی وصال باکمال سے قبل غسل فرمایا تھا۔

یہ روایت مختلف سندوں سے مروی ہے۔ اس کے چند ایک حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(مسند امام احمد ص ۳۱۵ ج ۶، اسد الغابہ ص ۵۹۰ ج ۵، معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ص ۳۵۰۷ ج ۶، طبقات ابن سعد ص ۲۷ ج ۸، تاریخ المدینہ المنورۃ ص ۱۰۶ ج ۱، مصنف عبدالرزاق ص ۴۱۱ ج ۳، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ص ۴۳ ج ۲، المعجم للطبرانی ص ۳۹۹ ج ۳۲)

ہوسکتا ہے کہ کوئی وہابی کہے کہ یہ روایت ضعیف ہے ہم کہتے ہیں جو روایت تم نے پیش کی ہے وہ کب صحیح ہے، وہ بھی تو ضعیف ہے۔ اتنا تو بہر حال ثابت ہو گیا جہاں اتنے احتمال ہوں تو علم الکلام کا

اصول ہے۔

اذا اجار لاحتمال لبطل الاستدلال

دلیل سوم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ

احق الناس بغسل المراۃ والصلوٰۃ علیھا زوجھا

''عورت کو غسل دینے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق اس کا شوہر ہے۔ (ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق)

الجواب: اولاً

جب وہابیوں کے مذہب میں موقوف روایات حجت ہی نہیں تو ان موقوف روایات کو پیش کرتے ہوئے وہابیوں کو ویسے بھی شرم کرنی چاہئے مگر کیا کیا جائے بے حیائی وہابیت کی گھٹی میں شامل ہے۔

ثانیاً

یہ روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے اس روایت کی سند میں ایک راوی حجاج بن ارطاۃ ہے جو کہ سخت ضعیف کثیر الخطا متروک الحدیث اور مدلس ہے۔ امام بخاریؒ نے اسے متروک الحدیث لکھا ہے اور امام ابن مبارک کے حوالے سے مدلس لکھا ہے۔ (کتاب الضعفاء ص ۳۰)

امام نسائی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ حجاج بن ارطاط ضعیف ہے اس کی حدیث قابل احتجاج نہیں ہے۔ (سنن نسائی ص ۲۲۸)

علامہ مقدس نے بھی اسے ضعیف اور متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

(تذکرہ مقدس ص ۱۱ص ۲۵ص ۳۲، ص ۳۸، ص ۷۹، ص ۹۲، ۱۴۱)

امام زیلعی محدث کبیر نے بھی اسے ضعیف لکھا ہے۔ (نصب الرایہ ص ۱۳۸ ج ۱)

امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ حجاج بن ارطاۃ قابل احتجاج نہیں ہے۔ امام اصمعی فرماتے ہیں کہ حجاج بن ارطاط پہلا شخص ہے قضاۃ میں سے جس نے بصرہ میں رشوت لینی شروع کی۔ عیسیٰ بن یونس فرماتے ہیں کہ حجاج بن ارطاۃ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ (میزان الاعتدال ص ۴۵۹ ج ۱، ص ۴۶۰ ج ۱)

امام ابن حصین نے کہا کہ یہ قوی نہیں۔ صدوق تھا تدلیس کرتا تھا۔

یحییٰ بن یعلی محاربی نے کہا زائدہ نے ہمیں اس کی حدیث ترک کرنے کا حکم دیا۔ امام نسائی نے کہا یہ قوی نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۴۵۸ ج ا ص ۴۵۹ ج ا)

امام یعقوب بن شیبہ امام ساجی امام ابن سعد امام ابن خزیمہ امام حاکم ابواحمد، قاضی اسماعیل وغیرہ سب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں چنانچہ امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ امام ابن مبارک عبدالرحمٰن بن سعدی یحییٰ القطان یحییٰ بن معین اور امام احمد سب نے اس کو ترک کر دیا تھا۔

(تہذیب التہذیب ص ۱۹۸ ج ۲، میزان الاعتدال ص ۴۶۰ ج ا)

امام احمد بن حنبل سے اس کے متعلق پوچھا گیا کہ حجاج بن ارطاۃ محدثین کرام کے ہاں قوی کیوں نہیں؟ تو آپ نے فرمایا اس کی حدیث میں زیادت ہوتی ہے جو دوسرے محدثین کرام کے ہاں نہیں پائی جاتی۔ اس کی تقریباً کوئی حدیث بھی زیادت سے خالی نہ ہوگی۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۹۷ ج ۲)

امام ابن المدین نے کہا کہ میں نے عمداً حجاج کو ترک کر دیا ہے۔ امام ابوزرعہ ابوحاتم اور ابن مبارک اسے مدلس قرار دیتے ہیں۔ امام نسائی نے کہا قوی نہیں۔ امام یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ اس کی احادیث میں اضطراب کثیر ہوتا ہے۔ عیسیٰ بن یونس نے کہا کہ نماز جماعت کے ساتھ ادا نہیں کرتا تھا۔ امام ساجی نے کہا مدلس ہے۔ صدوق ہے مگر احکام و فروع میں حجت نہیں ہے۔ سئی الحفظ ہے ابن سعد نے کہا شریف مگر حدیث میں ضعیف تھا۔ امام ابواحمد حاکم نے کہا محدثین کے ہاں قوی نہیں ہے۔ حاکم نے کہا قابل احتجاج نہیں ہے۔ اس طرح دارقطنی نے کہا ہے قاضی اسماعیل نے کہا مضطرب الحدیث ہے۔ امام محمد بن نصر نے کہا کہ اس کی حدیث میں تدلیس و ارسال اور الفاظ کی ردوبدل غالب ہوتی ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۸-۱۹۷ ج ۲)

خود وہابیہ کے امام ابن قیم نے بھی حجاج بن ارطاۃ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (زاد المعاد ص ۷ طبع بیروت)

وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری نے اسے صدوق کثیر الخطاء اور مدلس لکھا ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ص ۲۳۱ ج ا، طبع ملتان)

وہابی مولوی عطاء اللہ حنیف نے بھی حجاج بن ارطاۃ کو ضعیف اور مدلس لکھا ہے۔

(التعلیقات السلفیہ ص ۲۵۶ ج ۲ طبع لاہور)

اس کا دوسرا راوی

اس روایت کی سند میں دوسرا راوی داؤد بن حصین ہے جو عکرمہ سے روایت کر رہا ہے۔ امام ابوزرعہ

فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہم اس کی حدیث سے گریز کرتے تھے۔ محدث عباس الدوری فرماتے ہیں کہ وہ میرے نزدیک ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۵ ج ۲)

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہم داؤد بن حصین کی حدیث سے گریز کیا کرتے تھے۔ امام ابودرعہ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا۔ امام ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ قوی نہیں تھا۔ امام ساجی کہتے ہیں کہ وہ منکرالحدیث تھا۔ محدث جوزفانی فرماتے ہیں کہ محدثین اُن کی حدیث کو قابل تعریف نہیں سمجھتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ص ۲-۱۸۱ ج ۳)

امام علی بن مدینی اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ داؤد بن حصین کی عکرمہ سے روایت منکر ہوتی ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۲-۱۸۱ ج ۳، میزان الاعتدال ص ۵ ج ۲)

وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بھی یہی لکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۱۷۳ ج ۳)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ''ثقۃ الا فی عکرمۃ'' ثقہ ہے مگر عکرمہ کی روایت میں ثقہ نہیں۔ (تقریب التہذیب ص ۹۵ ج)

امام ماردینی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (الجوہر النقی ص ۳۹۷ ج ۳)

ہماری زیر بحث روایت بھی عکرمہ سے مروی ہے پھر یہ لائق استدلال کیوں کر ہوسکتی ہے۔

امام بیہقی نے اس کی ایک روایت کے متعلق لکھا ہے کہ اس حدیث سے حجت نہیں قائم ہوسکتی۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ص ۳۳۹ ج ۷)

امام ابن حجر عسقلانی اس کی ایک روایت کو معمولی قرار دیتے ہیں۔ (تلخیص الحبیر ص ۲۱۳ ج ۳)

امام ذہبی اس روایت کو داؤد بن حصین کے مناکیر میں شمار کرتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ص ۶ ج ۲)

خلاصہ کلام یہ روایت ہرگز صحیح نہیں، ضعیف ہے۔ اس کے دو راویوں پر جرح آئمہ محدثین کرام کی مذکور ہوچکی ہے۔

مدلس کی معنعن روایت

پھر حجاج مدلس بھی ہے اور روایت مذکورہ بھی عن سے کر رہا ہے اور اصول حدیث میں کلیہ اور ضابطہ موجود ہے کہ مدلس کی معنعن (عن والی روایت) مقبول نہیں مردود ہوتی ہے مگر یہ کہ مدلس تحدیث و سماع کی صراحت کردے۔

(شرح المہذب ص ۱۵۷ ج ۲، جامع التحصیل ص ۱۱۲ ج ۱، التبصرہ والتذکرہ العراقی ص ۶-۱۸۵ ج ۱، فتح المغیث ص ۱۸۶ ج ۱)

امام ابن عدی تدلیس کے بارے لکھتے ہیں کہ امام شعبہ نے کہا ہر وہ حدیث جس میں اخبرنا حدثنا نہ ہو وہ سرکہ و ساگ ہے۔ (کامل ابن عدی ص ۴۸ ج ۱)

مدلس کے متعلق جو کلیہ اوپر مذکور ہوا اس کو متعدد آئمہ محدثین نے بیان کیا ہے۔
(مقدمہ صحیح ابن حبان ص ۱۵۰ ج ۱، کتاب المجروحین لابن حبان ص ۹۲ ج ۱، مقدمہ التمہید ص ۱۳ ج ۱، النکت ص ۶۳۴ ج ۲، الجامع الاخلاق للخطیب ص ۳۷۳ ج ۲، الرسالۃ امام شافعی ص ۳۸۰، الکوثر النبی ص ۳۰ ج ۱، الباعث الحثیث ص ۳۲)

اور اس کلیہ کو خود وہابی اکابر نے بھی تسلیم کیا ہے۔ وہابیہ کے مجتہد قاضی شوکانی نے (ارشاد الفحول ص ۵۴) وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی نے (حصول المامول ص ۵۱) وہابی محدث امیر یمانی نے (توضیح الافکار ص ۳۵۴ ج ۱) پر اس ضابطہ کو بیان کیا ہے۔

وہابیہ کے محدث حافظ محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے مدلس کا عنعنہ مطلقاً قبول نہیں مولف کی اصول حدیث سے بے خبری ہے۔ (التحقیق الراسخ ص ۱۹۷ طبع لاہور)

حالانکہ یہ خود وہابی محدث کی اصول حدیث سے جہالت ہے اس لئے کہ مدلسین کے طبقہ اولا و ثانیہ کی تدلیس مضر نہیں ہوتی بہر حال ہم نے یہ بات صرف ضمناً کی ہے ورنہ ہم تو صرف کلیہ کا اثبات وہابی اکابر سے کر رہے ہیں۔

وہابی ترجمان لکھتا ہے کہ اصول یہ ہے کہ جب مدلس عن سے روایت بیان کرے قابل حجت نہیں ہے۔ (ہفت روز اہل حدیث لاہور ۳ مئی ۱۹۹۱ ص ۱۴)

وہابیہ کے محدث ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں کہ مدلس کی معنعن روایت بالاتفاق صحیح نہیں۔
(توضیح الکلام ص ۴۱۵ ج ۲)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مدلس کی معنعن روایت مقبول نہیں ہوتی تو ہماری زیر بحث روایت بھی معنعن ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

ضروری تنبیہ

ہو سکتا ہے کوئی وہابی کہے کہ ان رواۃ کے متعلق بعض محدثین کرام نے صدوق تو کہا ہے تو یہ روایت صحیح ہونے کے لئے کافی ہے کیوں کہ یہ راوی ثقہ ثابت ہو گئے۔ اس کا جواب یہ کہ یہ ان وہابیوں کی جہالت ہے اصول حدیث سے اصل میں اصول و ضابطہ یہ ہے جس کو امام ابن رجب حنبلی نے بیان کیا ہے امام ترمذی نے ذکر فرمایا بعض اوقات آدمی بڑا صالح اور عبادت گزار ہوتا ہے مگر شہادت دینے کا اہل

نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کو یاد رکھ سکتا ہے ایسے ہی سی ء الحفظ اور کثیر الغفلت کی روایت (مقبول نہیں ہوتی)
(شرح العلل ص ۹۳ ج ۱)

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ آدمی نیک ہوتا ہے اور جھوٹا بھی یعنی وہ احادیث بغیر حفظ کئے بیان کرتا ہے۔ (شرح العلل ص ۹۴ ج ۱، الجرح والتعدیل ص ۳۴ ج ۱)

خود وہابیہ کے محدث حافظ محمد گوندلوی نے لکھا ہے کہ تطبیق ممکن ہے کہ ویسے تو سچا ہے عمداً جھوٹ نہیں بولتا۔ خرابی حفظ کی وجہ سے غلطی ہو جاتی ہے اور ہے بھی نیک اس سے حدیث میں تصحیح یہ اور متابعت میں قابل اعتبار ہونا کہاں سے لازم آتا ہے۔ (التحقیق الراسخ ص ۱۲۴)

وہابی مولوی عبدالمنان نور پوری لکھتے ہیں کہ راوی کے ثقہ ہونے کے لئے اس کے سچا (صدوق) ہونے کے علاوہ اور بھی صفات درکار ہیں۔ (مسئلہ رفع یدین ص ۱۰۳ طبع گوجرانوالہ)

ہماری اس تفصیلی گفتگو سے اس روایت مذکورہ کا ضعیف ہونا روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس سے استدلال وہابیوں کی جہالت وخباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

غسل میت کے دیگر مسائل

میت کو نہلانا فرض کفایہ ہے۔ بعض لوگوں نے غسل دے دیا تو سب سے ساقط ہو گیا۔
(فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵۸ ج ۱)

نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی یا تخت یا تختہ پر نہلانے کا ارادہ ہو اس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی جس چیز میں خوشبو سلگتی ہو اس سے اتنی بار چارپائی کے گرد پھرائیں اور اس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر استنجا کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں مگر میت کے وضو میں گھٹوں تک ہاتھ پہلے دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑھوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں یہ نہ ہو تو پاک صابن اسلامی کارخانہ کا بنا ہوا ہو یا بیسن یا کسی اور چیز سے ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کا پانی بہائیں کہ تختے تک پہنچ جائے پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر یوہی کریں اور بیری کے پتے جوش دیا ہوا پانی نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھریں اگر کچھ نکلے دھو ڈالیں وضو و غسل کا

اعادہ نہ کریں پھر آخر میں سر سے پاؤں کافور کا پانی بہائیں پھر اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ سے پونچھ دیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵۸ ج ۱، درمختار و ردالمحتار ۳۔۶۳۲ ج ۱)

ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت جہاں غسل دیں مستحب یہ ہے کہ پردہ کرلیں کہ سوا نہلانے والوں اور مددگاروں کے دوسرا نہ دیکھے نہلاتے وقت خواہ اس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں یا قبلے کی طرف پاؤں کر کے یا جو آسان ہو کریں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵۸ ج ۱)

نہلانے والا باطہارت ہو جب یا حیض والی عورت نے غسل دیا تو کراہت ہے مگر غسل ہو جائے گا اور بے وضو نے نہلایا تو کراہت بھی نہیں۔

نہلانے والے کے پاس خوشبو سلگانا مستحب ہے کہ اگر میت کے بدن سے بو آئے تو اسے پتہ نہ چلے ورنہ گھبرائے گا نیز اسے چاہئے کہ بقدر ضرورت اعضائے میت کی طرف نظر کرے بلا ضرورت کسی عضو کی طرف نہ دیکھے کہ ممکن ہے کہ اس کے بدن میں کوئی عیب ہو جسے وہ چھپاتا تھا۔ (جوہرہ ص ۱۳۱)

اگر وہاں اس کے سوا اور بھی نہلانے والے ہوں تو نہلانے پر اجرت لے سکتا ہے مگر افضل یہ ہے کہ نہ لے اور اگر کوئی دوسرا نہلانے والا نہ ہو تو اجرت لینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵۹ ج ۱، درمختار ص ۶۳۴ ج ۱)

جب والی یا حیض و نفاس والی عورت کا انتقال ہوا تو ایک ہی غسل کافی ہے کہ غسل کے واجب ہونے کے کتنے ہی اسباب ہوں سب ایک ہی غسل سے ادا ہو جاتے ہیں۔ (درمختار ص ۶۳۲ ج ۱)

مرد کو مرد نہلائے اور عورت کو عورت، میت چھوٹا لڑکا ہے تو اسے عورت بھی نہلا سکتی ہے اور چھوٹی لڑکی کو مرد بھی چھوٹے سے مراد یہ ہے کہ حد شہوت کو نہ پہنچے ہوں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۰ ج ۱)

جس مرد کا عضو تناسل یا انثیین کاٹ لے گئے ہوں وہ مرد ہی ہے یعنی اسے مرد ہی غسل دے سکتا ہے یا اس کی عورت۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۰ ج ۱)

عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے جبکہ موت سے پہلے یا بعد کوئی اور ایسا نہ واقع ہوا ہو جس سے اس کے نکاح سے نکل جائے مثلاً شوہر کے لڑکے یا باپ کو شہوت سے چھوایا بوسہ لیا یا معاذ اللہ مرتد ہو گی۔ اگر چہ غسل سے پہلے ہی مسلمان ہو گئی کہ ان وجوہ سے نکاح جاتا رہا اور اجنبیہ ہو گئی لہٰذا غسل نہیں دے سکتی۔ (عالمگیری ص ۱۶۰ ج ۱ وغیرہ)

عورت کو طلاق رجعی دی اور عدت میں تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو غسل دے سکتی ہے اور اگر بائن طلاق دی ہے تو اگر چہ عدت میں ہے غسل نہیں دے سکتی۔ (عالمگیری ص ۱۶۰ ج ۱، درمختار ص ۶۳۴ ج ۱)

عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اُتار سکتا ہے نہ منہ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔

عورت کا انتقال ہوا اور وہاں کوئی عورت نہیں کہ نہلا دے تو تیمّم کرایا جائے پھر تیمّم کرانے والا محرم ہو تو ہاتھ سے تیمّم کرائے اور اجنبی ہو اگرچہ شوہر تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر جنس زمین پر ہاتھ مارے اور تیمّم کرائے اور شوہر کے سوا کوئی اور اجنبی ہو تو کلائیوں کی طرف نظر نہ کرے اور شوہر کو اس کی حاجت نہیں اور اس مسئلہ میں جوان اور بڑھیا کا ایک حکم ہے۔ (درمختار ص ۶۳۵ ج ۱، عالمگیری ص ۱۶۰ ج ۱ وغیرہ)

مرد کا انتقال ہوا وہاں نہ کوئی مرد ہے نہ اس کی بی بی تو جو عورت وہاں ہے اسے تیمّم کرائے پھر اگر عورت محرم ہے یا اس کی باندی تو تیمّم میں ہاتھ کپڑا میں لپٹنے کی حاجت نہیں اور اجنبی ہو تو کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائے۔ (عالمگیری ص ۱۶۰ ج ۱)

مرد کا سفر میں انتقال ہوا اس کے ساتھ عورتیں ہیں اور کافر مرد مگر مسلمان مرد کوئی نہیں تو عورتیں اس کافر کو نہلانے کا طریقہ بتا دیں کہ وہ نہلا دے اور مرد کوئی نہیں چھوٹی لڑکی ہمراہ ہے کہ نہلانے کی طاقت رکھتی ہے تو عورتیں اس کو طریقہ سکھا دیں کہ وہ نہلائے یونہی اگر عورت کا انتقال ہوا اور کوئی مسلمان عورت نہیں کافرہ عورتیں موجود ہیں تو مرد اس کافرہ کو غسل کی تعلیم کرے اور اس سے نہلوائے یا چھوٹا لڑکا اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو اسے بتائے اور وہ نہلائے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۰ ج ۱)

ایسی جگہ انتقال ہوا کہ پانی وہاں نہیں ملتا تو تیمّم کرائیں اور نماز پڑھیں اور نماز کے بعد اگر قبل دفن پانی مل جائے تو نہلا کر نماز کا اعادہ کریں۔ (عالمگیری ص ۱۶۰ ج ۱ اور مختار ص ۶۳۴ ج ۱)

خنثیٰ مشکل کا انتقال ہوا تو اسے نہ مرد نہلا سکتا نہ عورت بلکہ تیمّم کرایا جائے۔ تو تیمّم کرانے والا اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے اور کلائیوں پر نظر نہ کرے۔ یونہی خنثیٰ مشکل کسی مرد اور عورت کو غسل نہیں دے سکتا۔ (عالمگیری ص ۱۶۰ ج ۱)

خنثیٰ مشکل چھوٹا بچہ ہو تو اسے مرد بھی نہلا سکتے ہیں اور عورتیں بھی یونہی عکس۔

مسلمان کا انتقال ہوا اور اس کا باپ کافر ہے تو اسے مسلمان نہلائیں۔ اس کے باپ کے قابو میں نہ دیں کافر مسلمان ہوا اور اس کی عورت کافر ہے تو اگر کتابیہ ہے تو نہلا سکتی ہے مگر بلا ضرورت اس سے نہلوانا بہت برا ہے اور اگر مجوسیہ یا بت پرست ہے اور اس کے مرنے کے بعد مسلمان ہو گئی تو نہلا سکتی ہے بشرطیکہ نکاح میں باقی ہو ورنہ نہیں۔ اور نکاح میں باقی رہنے کی صورت یہ ہے کہ اگر سلطنت اسلامی میں

ہے تو حاکم اسلام شوہر کے مسلمان ہونے کے بعد عورت پر اسلام پیش کرے مان لیا فبہا ورنہ فوراً نکاح سے نکل جائے گی۔ اگر سلطنت اسلامی نہیں تو اسلام شوہر کے بعد عورت کو تین حیض آنے کا انتظار کیا جائے گا اس مدت میں مسلمان ہوگئی فبہا ورنہ نکاح سے نکل جائے گی اور دونوں صورتوں میں پھر اگر چہ مسلمان ہوگئی غسل نہیں دے سکتی۔ (درمختار ص ۵-۶۳۴ ج ۱ وغیرہ)

میت سے غسل اتر جانے اور اس پر نماز صحیح ہونے میں نیت اور فعل شرط نہیں۔ یہاں تک اگر مردہ پانی میں گر گیا یا اس پر بارش برسی کہ سارے بدن پر پانی بہہ گیا غسل ہوگیا مگر زندہ پر جو غسل میت واجب ہے یہ اس وقت بری الذمہ ہوں گے کہ نہلائیں لہٰذا اگر مردہ پانی میں ملا تو بہ نیت غسل اسے تین بار پانی میں حرکت دے دیں کہ غسل مسنون ادا ہو جائے اور ایک بار حرکت دی تو واجب ادا ہوگیا مگر سنت کا مطالبہ رہا اور بلا نیت نہلانے سے بری الذمہ ہو جائیں گے مگر ثواب نہ ملے گا مثلاً کسی کو سکھلانے کی نیت سے میت کو غسل دیا واجب ساقط ہوگیا مگر ثواب غسل میت کا نہ ملے گا۔ غسل میت کے ہو جانے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ نہلانے والا مکلّف یا اہل نیت ہو لہٰذا نابالغ یا کافر نے نہلا دیا تو غسل ادا ہوگیا۔ یونہی اگر عورت اجنبیہ نے مرد کو یا مرد نے عورت کو غسل دیا اگر چہ ان کو نہلانا جائز نہ تھا۔

(درمختار ردمختار ص ۶۳۴ ج ۱)

کسی مسلمان کا آدھے سے زیادہ دھڑ ملا تو غسل و کفن دیں گے اور نماز جنازہ پڑھیں گے اور نماز کے بعد باقی ٹکڑا بھی ملا تو اس پر دوبارہ نماز نہیں پڑھیں گے اور آدھا دھڑ ملا اور اگر اس میں سر بھی ہے جب بھی یہی حکم ہے اور اگر سر نہ ہو یا طول میں سر سے پاؤں تک داہنا یا بایاں ایک جانب کا حصہ ملا تو ان دونوں صورتوں میں نہ غسل ہے نہ کفن نہ نماز بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کے دفن کر دیں۔

(عالمگیری ص ۱۵۹ ج ۱، درمختار ص ۶۳۴ ج ۱)

مردہ ملا اور یہ نہیں معلوم کہ مسلمان ہے یا کافر تو اگر اس کی وضع قطع مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے یا مسلمان کے محلّہ میں ملا تو غسل دیں اور نماز پڑھیں ورنہ نہیں۔ (عالمگیری ص ۱۵۹ ج ۱)

مسلمان مُردے کافر مُردوں میں مل گئے تو اگر ختنہ وغیرہ کسی علامت سے شناخت کر سکیں تو مسلمانوں کو جدا کر کے غسل و کفن دیں اور نماز پڑھیں اور امتیاز نہ ہوتا ہو تو نماز میں خاص مسلمانوں کے لئے دعا کی نیت کریں اور ان میں اگر مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کریں ورنہ علیحدہ۔ (درمختار ص ۶۳۵ ج ۱)

کافر مردے کے لئے غسل وکفن ودفن نہیں بلکہ ایک چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دیں یہ بھی جب کریں کہ اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا اسے لے نہ جائے ورنہ مسلمان نہ ہاتھ لگائے نہ اس کے جنازہ میں شرکت کرے اور اگر بوجہ قرابت قریبہ شریک ہو تو دور دور رہے اور اگر مسلمان ہی اس کا رشتہ دار ہے اور اس کا ہم مذہب کوئی نہ ہو یا لئے نہیں اور بلحاظ غسل وکفن ودفن کرے تو جائز ہے مگر کسی امر میں سنت کا طریقہ نہ برتے بلکہ نجاست دھونے کی طرح اس پر پانی بہائے اور چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دے۔ یہ حکم کافر اصلی کا ہے اور مرتد کا حکم یہ ہے کہ مطلقاً نہ اسے غسل دیں نہ کفن بلکہ کتے کی طرح کسی تنگ گڑھے میں دھکیل کر مٹی سے بغیر حائل کے پاٹ دیں۔ (درمختار ردمحتار ص ۶۳۵ ج ۱)

ذمیہ کو مسلمان کا حمل تھا اگر بچہ میں جان پڑ گئی تھی تو اسے مسلمانوں کے قبرستان سے علیحدہ دفن کریں اور اس کی پیٹھ قبلہ کو کر دیں کہ بچہ کا منہ قبلہ کو ہو اس لئے کہ جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کا منہ ماں کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے۔ (درمختار ص ۶۳۵ ج ۱)

میت کا بدن اگر ایسا ہو گیا کہ ہاتھ لگانے سے کھال اور ادھڑے گی تو ہاتھ نہ لگائیں صرف پانی بہا دیں۔ (عالمگیری ص ۱۵۸ ج ۱، درمختار ص ۶۳۶ ج ا وغیرہ)

نہلانے کے بعد اگر ناک کان منہ اور دیگر سوراخوں میں روئی رکھ دیں تو حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ نہ رکھیں۔ (فتاوٰی عالمگیری ص ۱۵۸ ج ۱)

میت کی داڑھی یا سر کے بال میں کنگھا کرنا یا ناخن تراشنا یا کسی جگہ کے بال مونڈنا یا کترنا یا اکھاڑنا ناجائز اور مکروہ تحریمیہ ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جس حالت میں ہے اس حالت میں دفن کر دیں ہاں اگر ناخن ٹوٹا ہو تو لے سکتے ہیں اور اگر ناخن یا بال تراش لئے تو کفن میں رکھ دیں۔

(درمختار المختار ص ۶۳۳ ج ۱ عالمگیری ص ۱۵۸ ج ۱)

میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں رکھیں سینے پر نہ رکھیں کہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ (درمختار ص ۶۳۳ ج ۱)

بعض جگہ ناف کے نیچے اس طرح رکھتے ہیں جیسے نماز کے قیام میں یہ بھی نہ کریں بعض جگہ دستور ہے کہ عموماً میت کے غسل کے لئے کورے گھڑے بدھنے لاتے ہیں اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ گھر کے استعمالی گھڑے لوٹے سے بھی غسل دے سکتے ہیں۔ بعض جگہ یہ جہالت یہ کرتے ہیں غسل کے بعد توڑ ڈالتے ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے کہ مال ضائع کرنا اور اگر یہ خیال ہو کہ نجس ہو گئے کہ یہ بھی فضول بات ہے کہ اولاً تو اس پر چھینٹیں نہیں پڑتیں اور پڑیں تو رائج یہ ہے کہ میت کا غسل نجاست حکمیہ دور کرنے کے

لئے ہے تو مستعمل پانی کی چھینٹیں پڑیں اور مستعمل پانی نجس نہیں جس طرح زندوں کے غسل اور وضو کے پانی اور اگر فرض کیا جائے کہ نجس پانی کی چھینٹیں پڑیں تو دھو ڈالیں دھونے سے پاک ہو جائیں گے اور اکثر جگہ وہ گھڑے بدھنے مسجدوں میں رکھ دیتے ہیں اور اگر نیت یہ ہو کہ نمازیوں کو آرام پہنچے گا اور اس کا مردے کو ثواب ملے گا تو یہ اچھی نیت ہے اور رکھنا بہتر اور اگر یہ نیت ہو کہ گھر میں رکھنا نحوست ہے تو یہ نری حماقت اور بعض لوگ گھڑے کا پانی پھینک دیتے ہیں یہ بھی حرام ہے۔

شیعہ مذہب کے چند مسائل

میدان جنگ میں پڑی نعشوں کے درمیان مسلمان اور کافر کا امتیاز کرنے کا طریقہ

اذا اختلط قتلی المسلمین با لمشرکین روی ان امیر المومنین علیہ السلام قال ینظر موتزرھم فمن کان صغیر الذکر ید فن فعلی ھذا ایصلی علی من ھذا صفتہ

جب مسلمانوں اور مشرکین کی میتوں کے درمیان غلط ملط ہو جائے اس بارے میں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کے درمیان امتیاز کے لئے ایک روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ان میتوں کے ازار بند کھول کر شرمگاہ دیکھی جائے پھر جب مردے کا آلہ تناسل چھوٹا ہو اس کو دفن کیا جائے پھر اس میت کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی جس کا آلہ تناسل چھوٹا ہوگا۔ (المبسوط ص ۱۸۲ ج ۱)

شیعہ مذہب میں غسل میت کی علت

سئل الصادق علیہ السلام لای علۃ یغسل المیت قال تخرج منہ النطفعہ التی خلق منہ تخرج من عینہ اومن فیہ وما یخرج احد من الدنیا حتی یری مکانہ من الجنۃ اومن النار

امام جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ میت کو غسل کس علت کی وجہ سے دیا جاتا ہے؟ فرمایا اس کی آنکھوں اور اس کے منہ سے وہ نطفہ نکلتا ہے جس سے اسے پیدا کیا گیا تھا۔ اس نطفہ کے نکلنے کی وجہ سے اسے غسل کی ضرورت پڑتی ہے اور جو شخص مرنے لگتا ہے اسے اس کا اخروی مکان چاہے جنت میں ہو یا دوزخ میں دکھایا جاتا ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۸۴ ج اطبع ایران باب

فی غسل المیت) ان کی دیگر کتب شیعہ میں بھی یہی علت بیان کی گئی۔

(انظر وسائل شیعہ ص ۶۸۷ ج ۲، علل الشرائع ص ۳۰۰ ج ۱، فروع کافی ص ۸۵ ج اطبع نولکشورہ ص ۱۶۳ ج ۳ طبع ایران)

شیعہ مذہب میں غسل میت کا طریقہ

واغسله بماء القراح کماغسلته فی المرتین الاولتین ثم یشفه بثوب طاهر واعمد الی قطن فذرعلیه شیئا من حنوط وضعه علی فرجه قبل و دبر واحش القطن فی دبره لئلا یخرج منه شی وخذ خرقة طویلة عرضا بشبر فشد بها حقوبانِ وضم فخذه شدیدًا اولفها فی فخذه ثم اخرج راسها من تحت رجلیه الٰی جانب الایمن واغزها فی موضع الذی لفت فیه الخرقة ویکون الخرقة طویلة وتلف فخذه من حقوبه الی رکبته لفا شدیدا۔

میت کو سادہ پانی سے غسل دو اسی طرح جس طرح پہلے دوبار دے چکے ہو پھر کس پاک کپڑے سے اس کا جسم خشک کرو پھر روئی لے کر اس میں تھوڑا سا کافور چھڑک دو یہ روئی میت کی اگلی پچھلی شرمگاہ پر رکھو اور پچھلی شرمگاہ (دبر) میں روئی اندر تک دبا دو تا کہ اندر سے کوئی چیز نہ نکلے پھر ایک کپڑا جو بالشت بھر لمبا ہو وہ لے لو اسے میت کے کولہوں پر باندھو اور اس کے دونوں ران اچھی طرح آپس میں ملاؤ اور دونوں کو بطور لنگوٹ کس کر باندھو پھر اس کپڑے کا سرا پاؤں سے نکالو اور دائیں طرف لے جاؤ اور لنگوٹ کی طرف باندھو یہ کپڑا بہت لمبا ہونا چاہئے جو دونوں رانوں اور گھٹنوں کو اچھی طرح لپیٹ دے۔ (فروع کافی ص ۱۴۲ ج ۳، طبع ایران ص ۷۳ ج ۱، طبع نولکشور، من لا یحضرہ الفقیہ ص ۹۲ ج ۱ تحفۃ العوام میں ہے کہ اگر خوف نکلنے کا خون یا نجاست کا ہو تو روئی فرج اور دبر میں رکھیں تحفۃ العوام حصہ اوّل ص ۲۱۹، طبع لکھنؤ)

شیعہ مولوی نجفی کی بددیانتی

شیعہ مذہب کے مشہور عالم مولوی غلام حسین نجفی نے اپنے شیعہ مذہب کے دفاع میں فقہ حنفی کے حوالہ سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ میت کی دبر میں بھی روئی رکھی جائے حوالہ میں فتاویٰ قاضی خان کا نام لکھا ہے حالانکہ یہ اس کا بدترین جھوٹ بھی ہے اور بددیانتی بھی۔ اس لئے کہ فتاویٰ قاضی خان میں اس عمل کا جواز ہرگز بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس عمل کو قبیح نہایت برا کہا گیا ہے۔ دیکھئے

(فتاویٰ قاضی خان برحاشیہ عالمگیری ص ۱۷۲ ج ۱ طبع مصر)

میت اکیلی ہو تو اس سے شیطان کھیلتا ہے

وقال صادق علیہ السلام لا تدعن میتك وحدہ فان الشیطن یعبث بدفی جوفه
اور امام جعفر صادق نے فرمایا کہ کوئی مرنے والا جب مر جاتا ہے اور اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے تو شیطان اس کے پیٹ کے ساتھ کھیلتا ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۸۶ ج ا طبع ایران)

عن ابی خدیجه من ابی عبداللّٰه علیه السلام قال لیس من میت یموت ویترك وحدہ الالعب الشیطان فی جوفه

''ابی خدیجہ نے امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی مرنے والا جب مر جاتا ہے اور اس کو اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس کے پیٹ کے اندر گھس کر شیطان کھیلتا ہے۔ (وسائل الشیعہ ص ۶۷۱ ج ۲)

کفن میت

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے اس لئے اس کے احترام و اکرام کا تقاضا ہے کہ اس کا آخری سفر عمدہ لباس میں باوقار ہو۔ سرور کائنات ﷺ نے میت کو کفن دینے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول ﷺ کے ہمراہ حالت سفر میں تھے کہ ایک شخص اپنی سواری سے گر کر فوت ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس کے متعلق حکم ارشاد فرمایا کہ اسے کفن دو۔

(صحیح بخاری ص ۲۴۹ ج ا، صحیح مسلم ص ۳۸۴ ج ا، جامع ترمذی ص ۱۸۸ ج ا، سنن نسائی ص ۲۲ ج ۲، سنن ابوداؤد ص ۱۰۵ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۳۰، شرح السنۃ ص ۱۸۴ ج ۴)

کفن میت کو چھپالے اس طرح کا ہو

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنے اصحاب میں ایک ایسے شخص کا تذکرہ فرمایا جس کی وفات کے بعد اس کو ایک حقیر کپڑے میں کفن دیا گیا (جس سے اس کا پورا جسم بھی نہ ڈھکا تھا) اور اسے رات کو ہی دفن کر دیا گیا پھر نبی کریم ﷺ نے رات کو ہی آدمی کو قبر میں اتارنے سے روکا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھ لی جائے مگر یہ کہ کوئی اس میں مجبوری ہو جائے آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اسے اچھا کفن دے۔

(صحیح مسلم ص ۳۰۶ ج ا، سنن ابوداؤد ص ۹۳ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۰۹ ج ا، سنن کبریٰ للنسائی ص ۲۰۲ ج ا، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۰۲ ج ۲، مسند امام احمد ص ۲۹۵ ج ۲، شرح السنۃ ص ۲۲۷ ج ۳، متدرک ص ۲۶۸ ج ا، المنتقی ابن ابی جارود ص ۱۹۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ کفن اچھا ہو کو بوسیدہ نہ ہو صاف ستھرا ہو اور اس قدر ضروری ہو کہ میت کو ڈھانپ سکے۔

عمدہ کفن ہونا چاہیے

کفن اچھا ہونا چاہیے یعنی مرد عیدین و جمعہ کے لئے جیسے کپڑے پہنتا تھا اور عورت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اس قیمت کا ہونا چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے کہ مردوں کو اچھا کفن دو کہ وہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور اچھے کفن سے تفاخر کرتے ہیں یعنی خوش ہوتے ہیں۔

(شرح الصدور ص ۲۵۹، درمختار ص ۲۳۶ ج ۱، بدائع الصنائع ص ۳۹ ج ۲ شعب الایمان للبیہقی باب فی الصلوۃ علی من مات)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اذاولی احد کم اخاہ فلیحسن کفنہ

"جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا ولی بنے تو اسے اچھا کفن دے"۔

(جامع ترمذی ص ۱۹۴ ج ۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۷)

پرانے کپڑے میں بھی کفن جائز ہے

پرانے کپڑے کا بھی کفن ہو سکتا ہے مگر پرانا ہو تو دھلا ہوا ہو کہ کفن ستھرا ہونا مرغوب ہے۔ (جوہرہ)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے بوقت وصال فرمایا میرے اس کپڑے کو دھو لینا (اس پر زعفران کا دھبہ تھا) اس کے ساتھ دو اور کپڑے ملا کر کفن مجھے دینا۔ میں نے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) عرض کیا یہ تو پرانا ہے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا زندہ انسان مردہ سے کپڑے نئے کا زیادہ حق دار ہے۔

(صحیح بخاری ص ۱۸۶ ج ۱، موطا امام مالک ص ۱۴۳، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۵ ج ۳)

سفید رنگ کا کپڑا کفن میں مستحب ہے

سفید کپڑے میں کفن دینا مستحب ہے جلیل القدر آئمہ محدثین کرام وفقہائے کرام یہی فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید لباس زیب تن کیا کرو یہ تمہارے کپڑوں میں بہترین اور عمدہ لباس ہے اور اپنے مرنے والوں کو بھی اس میں کفن دیا کرو۔

(جامع ترمذی ص ۱۹۳ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۱۸۵ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۷، مسند امام احمد ص ۲۴۷ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۲۴۵ ج ۳، مصنف عبدالرزاق ص ۴۲۹ ج ۳، مستدرک ص ۳۶۵ ج ۱، صحیح ابن حبان ص ۳۹۳ ج ۸، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۵۱ ج ۱۲، مشکوۃ المصابیح ص ۱۴۴)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید لباس

پہنو، کیوں کہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہے اور انہی کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

(جامع ترمذی ص ۱۰۸ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۵۸ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۲ ج ۳، متدرک ص ۴۶۵ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۰۲ ج ۳، المنتقیٰ لابن الجارود ص ۱۸۵)

کفن میت کے مال سے ہونا چاہیئے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا (اور وہ حالت روزہ میں تھے) تو آپ نے فرمایا کہ حضرت مصعب بن عمر رضی اللہ عنہما شہید کر دیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ایک چادر کے سوا ان کی کوئی ایسی چیز نہیں ملی کہ جس میں انہیں کفن دیا جا سکے اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ یا دوسرا شخص شہید ہوا اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھا۔ ایک چادر کے سوا ان کے لئے کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس میں ان کو کفن دیا جا سکے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہیں اس طرح نہ ہو ہمیں سکھ چین کے سامان جلدی سے دنیا میں دے دیئے گئے ہوں پھر وہ رونے لگے۔ (صحیح بخاری ص ۱۷۰ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۴)

حضرت جناب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم کے ساتھ صرف اللہ کے لئے ہجرت کی اب ہمیں اللہ تعالیٰ سے اجر ملنا تھا ہمارے بعض اصحاب انتقال کر گئے انہوں نے اپنے کئے کا (دنیا میں) کوئی پھل نہ دیکھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ انہی لوگوں میں سے تھے اور ہمارے بعض اصحاب کا میوہ پک گیا اور وہ اسے چن چن کر کھاتے رہے۔ (حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ) جنگ احد میں شہید ہوئے ہمیں ان کے کفن کیلئے (ان کے ترکے میں سے) ایک چادر کے سوا کوئی چیز نہ ملی اور وہ بھی اس طرح کی تھی کہ اس سے سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتے پاؤں چھپاتے تو سر کھل جاتا۔ یہ منظر دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا کہ سر کو چھپا لو اور پاؤں پر اذخر نامی گھاس ڈال دو۔

(صحیح بخاری ص ۱۷۰ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۵ ج ۱، جامع ترمذی ص ۲۲۴ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۱۰ ج ۱، سنن کبریٰ للنسائی ص ۲۰۳۰ ج ۱، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۰۱ ج ۳، نصب الرایہ ص ۲۷۴ ج ۲)

تین کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے اور اس میں قمیص شامل ہے

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین حولیہ کے ساختہ سوتی سفید رنگ کے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

(صحیح بخاری ص ۱۶۹ ج ۲، سنن مسلم ص ۳۰۵ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۵ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۰۹ ج ۱، سنن ابوداؤد ص ۹۳ ج ۲، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۳، صحیح ابن حبان ص ۱۷ ج ۶، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۴ ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۰۰ ج ۳، تلخیص الحبیر ص ۱۰۸ ج ۲، نصب الرایہ ص ۲۶۸ ج ۱)

احناف کے نزدیک کفن میں قمیص شامل ہے۔ اس کے دلائل درج کئے جاتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے۔ بحمداللہ احناف کے پاس ہر مسئلہ کے لئے احادیث میں دلائل موجود ہیں۔

عن انس بن مالك ان النبي صلى الله عليه وسلم كفن في ثلاثه اثواب احدها قميص

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ان میں سے ایک قمیص بھی تھی۔" (مجمع الزوائد ص ۲۳ ج ۳)

۲-عن ابراهيم ان النبي صلى الله عليه وسلم كفن في حلة يمانيه و قميص

حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یمنی حلہ اور قمیص سے کفن دیا گیا۔ (کتاب الآثار للامام محمد ص ۴۶، مصنف عبدالرزاق ص ۴۲۳ ج ۳)

۳-عن ابن عباس قال كفن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ثلاثة اثواب نجرانية حلة ثوبان و قميصهُ الذى مات فيه

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ دو چادریں (حلہ) اور وہ قمیص جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باکمال ہوا۔
(سنن ابوداؤد ص ۹۳ ج ۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴۰۰ ج ۳، نصب الرایہ ص ۲۶۹ ج ۲)

۴-عن عبد الله بن مغفل رضى الله تعالىٰ عنه انه قال كفنوني في قميض فان رسول الله كفن في قميصه الذى توفي فيه

"حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے میری قمیص میں کفن دینا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی قمیص مبارک میں کفن دیا گیا جس میں آپ کا وصال ہوا۔
(بدائع الصنائع ص ۳۷ ج ۲، مصنف عبدالرزاق ص ۴۲۳ ج ۲)

۵-عن جابر بن سمرة قال كفن النبي صلى الله عليه وسلم في ثلاثة اثواب قميص و ازار و لفافة

"حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ازار اور لفافہ۔ (کامل ابن عدی ص ۴۶ ج ۷، نصب الرایہ ص ۲۶۹ ج ۲)

۶-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا وصال باکمال ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفن کے لئے اپنی قمیص مبارک عطا فرمائی اور قبر میں اترے۔ جب مٹی برابر کی جاچکی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے آج آپ سے ایسا کام دیکھا جو آپ نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی قمیص کفن کے لئے اس لئے عنایت کی تا کہ یہ جنت کا لباس پہنے پھر ان کی قبر میں اترا تا کہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہیں کہ یہ ابوطالب کے بعد مجھ پر مخلوق خدا میں سب سے زیادہ احسان کرنے والی تھیں۔ (مجمع الزوائد ص ۲۵۷ ج ۹، کنز العمال ص ۶۷ ج ۱۲)

۷- عن سالم ان ابن عمر کان کفن اهله فی خمسه اثواب منها عمامة وقمیص و ثلاث لفاف

''حضرت سالم فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اہل کو دوسری روایت میں بیٹے کو پانچ کپڑوں میں کفن دیتے تھے۔ ان میں عمامہ قمیص اور تین لفافے ہوتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۴۲۴ ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۴۰۲ ج ۳، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۶ ج ۳ واللفظ الاول)

۸- سلیمان بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ میت کو طاق کپڑوں میں کفن دیا جائے ایک قمیص اور دو لفافوں میں قمیص پہنائی جائے اور ایک لفافہ دوسرے پر پھیلا دیا جائے اور لفافے میں لپیٹ دیا جائے اور قمیص کو ہٹایا نہ جائے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۴۲۶ ج ۳)

۹- عن عبداللہ بن عمرو بن عاص قال المیت یقمصُ ویوزر ویلف فی الثالث فان لم یکن الا ثوب واحد لف علیه

''حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میت کو قمیص پہنائی جائے چادر پہنائی جائے اور تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اگر تین کپڑے میسر نہ ہوں تو ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۴۲۶ ج ۳، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۶ ج ۳)

۱۰- عن ابراهیم قال یکفن الرجل فی ثلاثة اثواب القمیص والازار واللفافة

''حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ قمیص ازار اور لفافہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ ج ۳)

۱۱- عن ابراهیم انه کان یحب ان یکفن المیت فی قمیص له وازار وکان مثل الحی

امام ابن سیرین میت کو زندہ کی طرح قمیص اور چادر پہنانا مستحب قرار دیتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ ج ۳)

پھر حضور اقدس ﷺ کا عبداللہ بن ابی کے کفن کے لئے اپنی قمیص مبارک بھی عطا فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نمبر ۷ میں عمامہ کا بھی کفن میں ذکر موجود ہے۔ اس کی تفصیل فقہائے کرام نے یہ بیان کی ہے کہ عام میت کیلئے کفن کیلئے تو تین کپڑے ہی ہوں گے مگر علماء اشراف کے لئے پگڑی کا اضافہ اولیٰ ہے۔ متاخرین نے اسے مستحسن قرار دیا ہے۔ (درمختار ص ۶۳۶ ج ۱)

قتادہ سے عفان نے ہمیں حدیث سنائی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ میت کے سر کے درمیان عمامہ رکھا جائے پھر اس کی دونوں طرفوں (شملوں) کو دائیں بائیں کر دیا جائے یعنی ایک شملہ سینے پر اور دوسرا پشت کے نیچے۔ راوی نے کہا کہ امام ابن سیرین نے فرمایا کہ میت کو عمامہ زندہ کی طرح باندھا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۰ ج ۳)

اس سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ ان سے انکار نری جہالت و خباثت ہے اور جس روایت میں اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قمیص کا تذکرہ نہ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے چونکہ آپ ﷺ نے جو قمیص مبارک پہنی ہوئی تھی وہ اتاری نہ گئی تھی۔ اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اضافی کپڑوں کا ذکر فرمایا اور اس قمیص مبارک کا تذکرہ نہ فرمایا۔

عورت کا کفن پانچ کپڑوں میں ہونا سنت ہے

عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے۔ قمیص، چادر، دوپٹہ لفافہ اور سینہ بند۔ اس لئے کہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو عورتیں آپ ﷺ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں آپ ﷺ نے ان کو پانچ کپڑے (ان کے کفن کے لئے) دیئے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۹۱)

اس کے چند دلائل مزید درج کیے جاتے ہیں:

۱- عن لیلی بنت قائف الثقفیة قالت کنت فیمن غسل أم کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحقاء ثم الدرع ثم الخمار ثم الملحفة ثم ادرجت بعد فی ثوب الاخر

"لیلیٰ بنت قائف فرماتی ہیں کہ میں بھی ان عورتوں میں تھی جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں

چادر (تہبند) دیا۔ پھر قمیص پھر دوپٹہ پھر سینہ بند، پھر ایک کپڑا جس میں انہیں لپیٹ دیا گیا۔(سنن ابوداؤد ص ۹۴ ج ۲، مسند امام احمد ص ۳۸۰ ج ۶)

۲-عن الشعبی تکفن المراۃ فی خمسۃ اثواب فی درع و خمار ولفافۃ و خرقۃ تکون علی قطنہا

''حضرت امام شعبی فرماتے ہیں کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دو۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۸ ج ۳)

حضرت شعبی وہ ہیں جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے۔

۳- عن الحسن قال تکفن المراۃ فی خماسۃ اثواب درع وخمار حقو ولفافتین

''حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۸ ج ۳)

۴-عن عمر قال تکفن المراۃ فی خمسۃ اثواب فی المنطق فی الدرع وفی الخمار وفی اللفافۃ ولخرقۃ والتی تشد علیہا

''حضرت عمر نے فرمایا کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دو۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۸ ج ۳)

۵-عن ابن سیرین قال تکفن المراۃ فی خمسۃ اثواب فی الدرع وفی الخمار والرداء وفی الازار والخرقۃ

''حضرت ابن سیرین نے فرمایا کہ پانچ کپڑوں میں کفن دو۔(ابن ابی شیبہ ص ۱۴۸ ج ۳)

لہذا وہابیہ کا ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے بھی یہ باصرار کہنا کہ عورت ومرد کے کفن میں کوئی فرق نہیں، باطل ومردود ہے۔

خود وہابیہ کے شیخ الحدیث مولوی محمد یونس دہلوی قریشی دہلوی لکھتے ہیں کہ عورتوں کے کفن کے لئے چاہیں پانچ کپڑے لیکن پانچ میسر نہ ہوں تو جس قدر ہو سکے۔(دستور المتقی ص ۲۹۵)

شہید کو انہی کپڑوں میں کفن دیا جائے گا جن میں اس کی شہادت ہوئی

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

املوھم فی ثیابھم

انہیں ان کے کپڑوں میں ہی لپیٹ دو

دوسری روایت میں ہے کہ

املوھم مابھم

انہیں ان کے خونوں میں ہی چھپا دو۔(مسند امام احمد ص ۴۳۱ ج ۵، سنن نسائی ص ۲۱۹ ج ۱)

کفن پہنانے کا طریقہ

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں کہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے لیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہبند پھر کفن پھر میت کو اس پر لٹائیں اور کفن پہنائیں اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور مواضع سجود یعنی ماتھے ناک ہاتھ گھٹنے قدم پر کافور لگائیں پھر ازار یا تہبند لپیٹیں۔ پہلے بائیں جانب سے پھر داہنی طرف سے پھر لفافہ لپٹیں۔ پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے تا کہ دہنا اوپر رہے اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں تا کہ اڑنے کا اندیشہ نہ ہو اور عورت کو کفن پہنا کر اس کے بال کے دو حصے کر کے کفن کے اوپر سینے پر ڈال دیں اور اوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر منہ مثل نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے کہ اس کا طول نصف پشت سے سینہ تک ہے اور عرض ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے اور جو لوگ یہ کیا کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اڑھاتے ہیں۔ یہ محض بے جا اور خلاف سنت ہے پھر بدستور ازار و لفافہ لپٹیں پھر سب کے اوپر سینہ بند بالائے پستان سے ران تک لا کر باندھیں۔ (عالمگیری دُرمختار ص ۶۳۸ ج ۱، بہار شریعت ص ۸۷ ج ۴)

کفن میں تبرکات شامل کرنا اور ان کی برکات

تبرکات کے بے شمار فوائد اور اس کی برکتیں ہیں۔ بے شمار احادیث مبارکہ اس پر شاہد ہیں ان میں سے چند ایک درج کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک تہبند اپنے ہاتھ سے نہایت خوبصورت بن کر پیش کیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت ضرورت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قبول فرما لیا۔ اس تہبند کو باندھ کر ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے کہ اتنے میں ایک صحابی (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف یا حضرت سعد بن ابی وقاص نے تعریف کرتے ہوئے اسے طلب کر لیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ عطا فرما دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں ملامت کی کہ اس

وقت اس ازار شریف کے سوا حضور نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی دوسرا تہبند نہ تھا اور آپ جانتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کسی سائل کے کسی سوال کو کبھی رد نہ فرمایا تو پھر آپ نے کیوں مانگ لیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے واللہ استعمال کرنے کو نہ لیا بلکہ اس لئے کہ اس میں کفن دیا جاؤں۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کی میت پر انکار نہ فرمایا آخر اس میں کفن دیئے گئے۔ (صحیح بخاری ص ۱۷۰ ج ۱)

معلوم ہوا کہ سرور کائنات ﷺ کے جسم اقدس سے مس کپڑے میں کفن لینا صحابی نے نہایت بابرکت جانا۔

۲۔ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور رسول اقدس ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے کفن کے لئے اپنا ازار بند اتار کر دیا اور فرمایا اسے زینب کے لئے شعار بنا دو۔

(صحیح بخاری ص ۱۶۸ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۰۴ ج ۱، جامع ترمذی ص ۱۹۳ ج ۱، سنن ابن ماجہ ۱۰۶، سنن ابوداؤد ص ۹۲ ج ۲، سنن نسائی ص ۲۰۸ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ ج ۳، صحیح ابن حبان ص ۱۵ ج ۹، مسند امام احمد ص ۸۴ ج ۵، المنتقیٰ لابن الجارود ص ۱۸۴)

شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم کے ساتھ ملا ہو اور آپ ﷺ کا شعار بنوانے کا مقصد اپنے ازار مبارک سے تبرک عطا فرمانا تھا۔ محدث امام نووی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کے کفن کے لئے اپنی چادر مبارک انہیں برکت پہچانے کے لئے عطا فرمائی تھی۔ لہٰذا اس حدیث میں صالحین کے آثار اور لباس سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔ (شرح مسلم ص ۳۰۵ ج ۱، النووی)

محدث جلیل امام بدرالدین عینی نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ص ۱ ج ۸)

امام وشتانی مالکی نے بھی یہی تحریر کیا ہے۔ (اکمال کمال المعلم ص ۷۷ ج ۳)

دیوبندی شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم اور وہابیوں کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی نے سراج الوھاج میں یہی لکھا ہوا ہے۔ (فتح الملہم ص ۴۸۴ ج ۲، سراج الوھاج ص ۲۹۴ ج ۱)

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا وصال با کمال ہوا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے سرہانے تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا۔ اے میری ماں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ میری والدہ ماجدہ کے بعد آپ ہی تو میری ماں تھیں۔ آپ خود بھوکا رہ کر مجھے کھلایا کرتی تھیں خود کم پہن کر مجھے پہننے کو کپڑا مہیا کرتی تھیں۔ اپنی بجائے مجھے کھانا فراہم کرتی تھیں۔ اس میں اللہ کی رضا کے علاوہ آپ کو کچھ مطلوب نہ تھا۔ جب کفن دیا جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص مبارک اتار کر دی جسے ان کو پہنا دیا گیا

اور اس کے اوپر کفن پہنایا گیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُسامہ بن زید اور حضرت ابوایوب انصاری حضرت عمر اور ایک حبشی غلام رضی اللہ عنہم کو قبر تیار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ قبر کھودتے وقت رسول کائنات ﷺ اپنے دست اقدس سے لحد کھودتے اور مٹی باہر نکالتے رہے پھر آپ ﷺ قبر میں لیٹ گئے اور اپنے وسیلہ اور اپنے سے قبل ہونے والے انبیائے کرام علیہم السلام کے وسیلہ سے ان کی مغفرت اور وسعت قبر کے لئے دعا فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے آج وہ کام کیا ہے جو اس سے قبل نہیں کیا تو حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''میں نے اپنی قمیص مبارک کے کفن اس لئے دیا تا کہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور قبر میں ان کے ساتھ اس لئے لیٹا تا کہ وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہیں''۔

(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ج۱ ص ۲۷۸، المعجم الاوسط للطبرانی ج۱ ص ۱۵۲، مجمع الزوائد ج۹ ص ۲۵۹، ۲۰)

۴۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے۔ میں ایک مشکیزہ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے جسم مبارک کے ساتھ لگے ہوئے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا مجھے عنایت فرما دیا۔ اس کپڑے مبارک کو میں نے آج کے دن کے لئے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال اور ناخن تراشے اور ان مبارک بالوں اور ناخنوں کو بھی میں نے آج کے دن کے لئے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ جب میرا انتقال ہو جائے اس قمیص کو میرے جسم کے ساتھ لگا کر کفن میں شامل کرنا اور ان بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ، آنکھوں اور مواضع سجود پر رکھ دینا۔

(الاستیعاب ج۳ ص ۹۹۳، تاریخ مدینہ دمشق کبیر ج۱۶ ص ۸۵۵، تاریخ اسلام للذہبی ج۲ ص ۳۲۳، انساب الاشراف ج۴ ص ۱۳۱، تہذیب الاسماء واللغات ج۲ ص ۱۰۳، تاریخ ابن جریر ج۱ ص ۱۸۲، اسد الغابہ ج۴ ص ۳۷۸، البدایہ والنہایہ ج۸ ص ۱۴۱، مرقاۃ المفاتیح ج۱ ص ۲۶۷، الناھیہ ص ۲۱ واللفظ الاول)

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر مبارک جو زیب تن فرمائی ہوئی تھی ان کو عطا فرما دی۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان سے دس ہزار درہم میں یہ چادر مبارک خریدنے کی کوشش فرمائی مگر وہ نہ مانے۔ ان کے وصال کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اولاد سے بیس ہزار درہم میں یہ چادر لے لی تھی (سیرت حلبیہ ج۳ ص ۳۴۲)

۴۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے طلب فرمایا اور مجھے

ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ ابن سفیان بن نبیح متولی فلاں باغ میں مجھے قتل کرنے کے لئے فوج جمع کر رہا ہے تم جا کر ان کا قصہ تمام کرو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس کی نشانی ارشاد فرمائیں تا کہ میں اس کو پہچان سکوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اسے دیکھو گے تو شیطان یاد آئے گا۔ وہ کھردری اور سخت جلد والا ہے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس طرف چل دیا۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے ساتھ لڑائی میں نماز قضا ہو جائے اس لئے میں نے اس کی طرف چلتے رہنے کی حالت میں نماز شروع کر دی اور سر کے اشارے سے رکوع وسجود کرتا ہوا نماز پڑھتا گیا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا اس نے پوچھا تم کون ہو میں نے کہا کہ عرب کا باشندہ ہوں۔ میں نے تمہارے اور تمہاری جمعیت کے متعلق سنا ہے جو تم ان صاحب (حضور اقدس ﷺ) کے خلاف جمع کر رہے ہو۔ میں بھی اسی غرض سے آیا ہوں۔ اس نے کہا کہ ہاں میں اسی کام میں لگا ہوا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تھوڑا سا اس کے قریب ہوا یہاں تک کہ جب میں نے محسوس کر لیا کہ اب وہ پوری طرح میری زد میں آ گیا ہے تو میں تلوار کے ساتھ اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے قتل کر ڈالا (اسے جہنم واصل کر دیا) میں وہاں سے اس حالت میں نکلا کہ اس کی عورتیں اس پر گریہ رو رہی تھیں۔ جب میں رسول اللہ ﷺ کے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا یقیناً کامیاب چہرہ دکھائی دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے سچ کہا پھر حضور سید عالم ﷺ اٹھے اور مجھے اپنے کاشانہ اقدس میں لے گئے۔ آپ ﷺ نے مجھے ایک لاٹھی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا اے عبداللہ اسے سنبھال کر رکھنا۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے پاس باہر آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ لاٹھی کس لئے ہے۔ میں نے کہا یہ لاٹھی مجھے رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اسے سنبھال کر رکھنا۔ لوگوں نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ سے سوال کرو کہ یہ لاٹھی عطا فرمانا کس لئے ہے۔ میں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر ساری صورت حال عرض کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تا کہ یہ لاٹھی قیامت کے دن میرے اور تیرے درمیان نشانی کا کام دے کیونکہ اس روز کم ہی لوگ ہوں گے جن کے پاس اس قسم کا سہارا ہو گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے اپنی تلوار کے ساتھ باندھ لیا اور اس کو اپنے سے کبھی جدا نہ کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال بطور وصیت فرمایا کہ اسے میرے ساتھ دفن کر دیا جائے تو ان کی وصیت کے مطابق لاٹھی مبارک ان کے ساتھ

دفن کر دی گئی۔ (مسند امام احمد ج ۴ ص ۵۱، مسند ابی یعلی ج ۱ ص ۴۱۳، سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۲۹۳)

۵- ثابت لبنانی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ موئے مبارک حضور سید عالم ﷺ کا ہے اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو۔ میں نے رکھ دیا وہ یوں ہی دفن کئے گئے کہ موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے تھا۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۷۲ لابن حجر عسقلانی)

۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حضور سید عالم ﷺ کی ایک چھڑی مبارک تھی وہ ان کے سینہ پر قمیص کے نیچے ان کے ساتھ دفن کی گئی۔ (تہذیب تاریخ مدینہ دمشق ج ۵ ص ۷۵)

کفنی یا الفی کا لکھنا جائز ہے:

میت کے کفن یا پیشانی پر انگلی یا مٹی یا کسی چیز سے عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا جائز ہے۔ اس کے منع پر کوئی نص وارد نہیں ہے۔ جو منع کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ سے اس کا منع ہونا ثابت کرے اس کے جواز کے چند ایک دلائل یہ ہیں۔

امام ترمذی حکیم محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی ہے کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"من کتب ھٰذا الدعا، وجعله بین الصدر المیت وکفنه فی رقة لم یتله عذاب القبر ولایری منکرا ونکیرا وھو ھٰذا۔ لا اله الا اللّٰه واللّٰه اکبر لا اله الا اللّٰه وحده لاشریك له لا اله الا اللّٰه له الملك وله الحمد لا اله الا اللّٰه ولاحول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم"

جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے نہ اسے عذاب قبر ہو اور نہ منکر نکیر نظر آئیں (دعا اوپر عربی عبارت میں دیکھ لیں) (فتاویٰ کبریٰ لابن حجر مکی ج ۲ ص ۶ طبع بیروت)

امام ابن حجر مکی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ دعا اصل رکھتی ہے نیز ان بعض علماء نے نقل کیا کہ امام فقہیہ ابن عجیل اس کے لکھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے پھر خود انہوں نے اس کے جواز کتاب پر فتویٰ دیا۔ اس قیاس پر کہ زکوۃ کے چوپایوں پر لکھا جاتا ہے یہ اللہ کے لئے ہیں۔ (فتاویٰ کبریٰ ج ۲ ص ۱۲)

حضرت سیدنا فاطمہ بتول زہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال کے قریب امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اپنے غسل کے لئے پانی رکھوا دیا پھر غسل فرمایا، کفن منگوا کر پہنا اور حنوط کی خوشبو لگائی پھر مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد مجھے کوئی نہ کھولے اور اسی میں دفن کر دی جائیں۔

میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا۔ ہاں کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا کہ کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ﷺ
(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۳)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دعا (عہد نامہ) پڑھے فرشتہ اسے مہر لگا کر قیامت کے لئے رکھ لے گا۔ جب بندے قبر سے اٹھائے جائیں گے تو فرشتہ وہ توشہ ساتھ لا کر ندا کرے گا کہ عہد والے کہاں ہیں کہ ان کو یہ عہد نامہ دیا جائے گا۔ (نوادر الاصول ص ۲۱۷ طبع بیروت)

حضرت طاؤس (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد) کی وصیت سے یہ عہد نامہ ان کے کفن میں لکھا گیا۔ (تفسیر درمنثور ج ۴ ص ۲۸۶)

امام فقیہ ابن عجیل نے اس دعائے عہد نامہ کی نسبت فرمایا کہ جب یہ لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ اسے سوال نکیرین اور عذاب قبر سے امان دے۔ (فتاوی کبریٰ ج ۲ ص ۶)

پس امام فرماتے ہیں کہ جو یہ دعا میت کے کفن میں لکھے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت تک عذاب اٹھا لے وہ دعا یہ ہے۔

"اللھم انی اسئلك یاعالم السر یا عظیم الخطر یاخالق البشر یا موقع الظفر یامعروف الاثریا ذالطول والمن یاکاشف الضر ولمحن یااله الاولین والاخرین فرج عنی ھمومی واکشف عنی غمومی وصل اللھم علی سیدنا محمد وسلم" (فتاوی کبریٰ لابن حجر ج ۲ ص ۴)

امام ابن حجر مکی نے ایک تسبیح کے متعلق بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ جو اسے لکھ کر میت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دے اسے عذاب قبر نہ ہو اور نہ اس تک منکر نکیر پہنچیں اور اس دعا کی شرح بہت عظمت والی ہے اور وہ چین اور راحت کی دعا ہے (وہ دعا یہ ہے)

سبحان من ھو بالجلال موحد بالتوحید معروف وبالمعارف موصوف وبالصفة علی لسان کل قائل بالرب بالربوبیة للعالم قاھر وبالقھر للعالم جبار وبالجبروت علیم حلیم وباالحلم والعلم رؤف رحیم سبحنه کما یقولون وسبحنه کما ھم یقولون تسبیحا تخشع له السموات والارض ومن

علیھا ولحمدنی من حول عرشی اسمی اللہ وانا اسراع الحاسبین

(فتاویٰ کبریٰ ج۲، ص۶)

وجیز امام کرودی کتاب الاستحسان میں ہے کہ امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے اور عذاب قبر سے مامون کرے۔ امام نصیر نے فرمایا کہ یہ میت کے ساتھ عہد نامہ رکھنے کے جواب کی روایت ہے اور بے شک مروی ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اصطبل کے کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا ہوا تھا۔ وقف فی سبیل اللہ۔ (فتاویٰ بزازیہ ج۲، ص۳۷۹)

امام مصطفیٰ لکھتے ہیں کہ مردے کے عمامہ یا کفن یا پیشانی پر عہد نامہ لکھنے سے اس کی بخشش کی امید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ دیں، لکھ دی گئی پھر خواب میں نظر آئے۔ حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آئے۔ جب میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا دیکھا کہا تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار ج۱، ص۶۶۸)

کفن پر آیات واسماء وادعیہ لکھنے میں جو شبہ کیا جا سکتا تھا وہ یہی تھا کہ میت کا بدن شق ہونا اس سے ریم وغیرہ نکلنا ہے تو نجاست سے تلوث لازم آئے گا۔ اس کا نفیس ازالہ امام نفیس نے فرما دیا کہ اصطبل فاروق اعظم میں گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا حبس فی سبیل اللہ وقف فی سبیل اللہ

(ردالمحتار ج۱، ص۶۶۸، فتاویٰ بزازیہ ج۲، ص۳۷۹)

جو احتمال نجاست یہاں ہے وہاں بھی تھا معلوم ہوا کہ امر غیر موجود کا احتمال نیت صالح وغرض صحیح موجود فی الحال سے مانع نہیں آتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹، ص۱۱۹)

اس مسئلہ پر زیادہ تفصیلی بحث کے شائقین سیدی اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی حنفی قدس سرہ العزیز کی تصنیف لطیف الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن کا مطالعہ فرمائیں۔

ہم آخر میں بے ادبی کا اندیشہ بتانے والے دیوبندیوں، وہابیوں کے گھر سے دو حوالہ جات نقل کر رہے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہاں تو تمہیں خوف لاحق ہو گیا مگر دوسری طرف اپنے اکابر کے ان اقوال وعبارات پر بھی غور کرلو۔

دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے امساک کے لئے ایک عمل لکھا کہ ایک آیت کریمہ انگور

کے پتے پر لکھ کر بائیں ران پر باندھ دیں (اعمال قرآنی ص ۹۶، طبع لاہور)

قرآن مجید کی بڑی عزت ہو رہی ہے۔ دیوبندی مذہب میں، دیوبندیوں کو چاہئے کہ اپنے حکیم الامت کا یہ قول پڑھیں اور ڈوب مریں۔

وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی نے عورت کے لئے دردزہ میں ایک عمل آسانی کے لئے تحریک کیا کہ ایک آیت کریمہ لکھ کر کپڑے میں لپیٹ کر عورت کی بائیں ران میں باندھے

(الداء والدواء ص ۱۴۱ طبع لاہور)

کفن پر لکھنے سے بے ادبی کا اندیشہ بتانے والے وہابی اپنے گرو کا یہ قول و عمل پڑھیں اور ڈوب مریں۔

قارئین کرام بات ان کے ہاں ادب کی نہیں بلکہ اہل اسلام کی مخالفت ضروری ہے وگرنہ خود دیوبندی وہابی مذہب کا خود رب تعالیٰ اور حضور سید عالم ﷺ و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام، اہل بیت عظام اولیاء کرام کا گستاخ و بے ادب ہونا کس سے مخفی ہے۔

کفن کے دیگر ضروری مسائل

کفن کی تین قسمیں ہیں

۱۔ضرورت، ۲۔کفایت، ۳۔سنت۔

کفن کفایت مرد کے لئے دو کپڑے ہیں۔ لفافہ ازار اور عورت کے لئے تین لفافہ ازار اوڑھنی یا لفافہ، قمیص اوڑھنی کفن ضرورت دونوں کے لئے یہ کہ جو میسر آئے اور کم از کم اتنا ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔ (درمختار ج ۱، ص ۶۳۶)

لفافہ یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں اور ازار یعنی تہبند چوٹی سے قدم تک یعنی لفافہ سے اتنی چھوٹی جو بندش کے لئے زیادہ تھا اور قمیص جس کو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو اور جاہلوں میں جو رواج ہے کہ پیچھے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے۔ چاک اور آستینیں اس میں نہ ہو۔ مرد اور عورت کی کفنی میں فرق ہے۔ مرد کی کفنی مونڈھے پر چیریں اور عورت کیلئے سینہ کی طرف، اوڑھی تین ہاتھ کی ہونی چاہئے یعنی ڈیڑھ گز سینہ بند پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔

(عالمگیری ج ۱، ص ۱۶۰، ردالمحتار فتاویٰ شامی ج ۱، ص ۶۳۷)

بلاضرورت کفن کفایت سے کم کرنا ناجائز اور مکروہ ہے۔ (درمختار ج ۱ ص ۶۳۷)

بعض محتاج کفن ضرورت پر قادر ہوتے ہیں مگر کفن مسنون میسر نہ ہونے کی وجہ سے اس کے لئے لوگوں سے سوال کرتے ہیں۔ یہ جائز نہیں اس لئے کہ بلاضرورت سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ یہاں ضرورت نہیں ہے البتہ اگر کفن ضرورت پر بھی قادر نہ ہوں تو بقدر ضرورت سوال کریں زیادہ نہیں ہاں اگر بغیر سوال کرنے کے مسلمان کفن مسنون کا بندوست کر دیں تو انشاء اللہ ماجور و مثاب ہوں گے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۱۰۰)

ورثاء میں اختلاف ہوا کوئی کفن کے لئے دو کپڑوں کا کہتا ہے کوئی تین کپڑوں کا تو تین کپڑے ہی دیئے جائیں کہ یہ سنت ہے یا اس طرح کر لیا جائے کہ اگر مال زیادہ ہے اور وارث کم تو کفن مسنون دیا جائے اور اگر مال کم ہے اور وارث زیادہ تو کفن کفات دے دیا جائے۔ (جوہرہ ص ۱۳۵)

کسم یا زعفران کا رنگا ہوا یا ریشم کا کفن مرد کو ممنوع ہے اور عورت کے لئے جائز اس کو یوں سمجھ لیجئے جو کپڑا اس کی زندگی میں جائز تھا وہ جائز ہے اور جو ناجائز تھا وہ اب بھی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۱)

خنثیٰ مشکل کو عورت کی طرح پانچ کپڑے دیئے جائیں مگر کسم یا زعفران کا رنگا ہوا ریشمی کپڑے سے اسے کفن دینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اسے کفن میں دو کپڑے دیئے جائیں تو یہ وصیت جاری نہ کی جائے بلکہ تین کپڑوں میں ہی کفن دیا جائے اور اگر یہ وصیت کی کہ ہزار روپے کا کفن دیا جائے تو یہ بھی نافذ نہ ہو گی۔ متوسط درجہ کا کفن دیا جائے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۳۷)

جو نابالغ و شہوت کو پہنچ گیا ہو وہ بالغ کے حکم میں ہے۔ جتنے کپڑوں میں بالغ کو کفن دیا جاتا ہے اسے بھی اتنے ہی کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ اس سے چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑا اور چھوٹی لڑکی کو دو کپڑے میں کفن دے سکتے ہیں اور اگر لڑکے کو بھی دو کپڑوں میں کفن دیا جائے تو اچھا ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کو پورا کفن دیں، خواہ ایک دن کا ہی بچہ ہو۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۳۸)

میت اگر مقروض ہے تو قرض خواہ کفن کفایت سے زیادہ کو منع کر سکتا ہے۔ اگر منع نہ کیا تو اجازت مانی جائے گی۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۳۸)

مگر قرض خواہ کو ممانعت کا حق اس وقت ہے جب وہ تمام مال دین میں مستغرق ہو۔ دین و وصیت و میراث ان سب پر کفن مقدم ہے۔ دین وصیت پر اور وصیت میراث پر۔ (جوہرہ ص ۱۳۵)

میت نے مال نہ چھوڑا تو کفن اس کے ذمہ ہے جس کے ذمہ زندگی میں نفقہ تھا۔ اگر کوئی ایسا نہیں جس پر نفقہ واجب ہوتا ہے مگر نادار ہے تو بیت المال سے دیا جائے اور بیت المال بھی وہاں نہ ہو جیسے یہاں ہندوستان میں تو وہاں کے مسلمانوں پر کفن دینا فرض ہے اگر معلوم تھا اور نہ دیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔ اگر ان لوگوں کے پاس بھی نہیں تو ایک کپڑے کی قدر اور لوگوں سے سوال کر لیں۔

(جوہرہ ص۱۳۴، درمختار ج۱، ص۶۳۹)

عورت نے اگرچہ مال چھوڑا مگر اس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے۔ بشرطیکہ موت کے وقت کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے عورت کا نفقہ شوہر پر سے ساقط ہو جاتا اگر شوہر مرا اس کی عورت مالدار ہے تب بھی عورت پر کفن دینا واجب نہیں ہے۔ (عالمگیری ج۱، ص۱۶۱، درمختار ج۱، ص۶۳۹)

یہ جو کہا گیا کہ فلاں پر کفن واجب ہے اس سے مراد کفن شرعی ہے۔ یونہی باقی سامان تجہیز مثلاً خوشبو اور غسل دینے والے اور لے جانے والوں کی اجرت اور دفن کے مصارف سب میں شرعی مقدار مراد ہے باقی اور باتیں اگر میت کے مال سے کی گئیں اور ورثہ بالغ ہوں اور سب وارثوں نے اجازت بھی دی ہو تو جائز ہے ورنہ خرچ کرنے والے کے ذمہ ہے۔ (ردالمحتار ج۱، ص۶۳۹)

کفن کے لئے سوال کر کے لائے اس میں سے کچھ بچ رہا تو اگر معلوم ہے کہ فلاں نے دیا ہے تو اسے واپس کر دیں ورنہ کسی دوسرے محتاج کے کفن میں خرچ کر دیں یہ بھی نہ ہو تو صدقہ کر دیں۔

(درمختار ج۱، ص۶۳۹)

میت ایسی جگہ ہے جہاں صرف ایک شخص ہے اور اس کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہے تو اس پر یہ ضروری نہیں کہ اپنے کپڑے کا کفن کر دے۔ (درمختار ج۱، ص۶۳۹)

مرد کے بدن پر ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں جس میں زعفران کی آمیزش ہو۔ عورت کے لئے جائز ہے جس نے احرام باندھا ہے اس کے بدن پر بھی خوشبو لگائیں اور اس کا منہ اور سر کفن سے چھپایا جائے۔ (فتاوٰی عالمگیری ج۱، ص۱۶۱)

اور اگر میت کا کفن چوری ہو گیا تو اسے پھر کفن دیا جائے اور یہ اس صورت میں ہے کہ لاش ابھی تازہ ہو۔ اگر میت کا حال بدستور ہے تو اس سے ورنہ تقسیم کی صورت میں ورثہ کے ذمہ کفن دینا ہے۔ وصیت یا قرض میں دیا گیا تو ان لوگوں پر نہیں اور اگر کل ترکہ دین میں مستغرق ہے اور قرض خواہوں نے اب تک قبضہ نہ کیا ہو تو اسی مال سے دیں اور اگر قبضہ کر لیا ہے تو ان سے واپس نہ لیں گے بلکہ اس کے

ذمہ ہے جس کے ذمہ مال نہ ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور اگر صورت مذکورہ میں لاش پھٹ گئی تو کفن مسنون کی حاجت نہیں ایک کپڑا کافی ہے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۱ درمختار ص ۶۳۸)

اگر میت کو جانور کھا گیا اور کفن پڑا ملا تو اگر میت کے مال سے دیا گیا ہے تو اس کے ترکہ میں شمار ہوگا کسی اور نے دیا ہے اجنبی یا رشتہ دار نے تو دینے والا مالک ہے جو چاہے کرے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۲)

ہمارے ہاں کفن کے علاوہ ایک چادر وغیرہ بھی ساتھ خریدی جاتی ہے تو اس میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر تو میت کے وارث بالغ ہیں اور یہ ترکہ سے خریدی گئی تو ان کی اجازت ضروری ہے اور اگر نابالغ نہیں تو ان کا مال کسی صورت میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

جنازے کو اٹھانا اور اس کے ساتھ جانا' جنازے کو جلدی لے جانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اسرعوا بالجنازة کانت صالحة فربتموها الی الخیر وان کانت غیر ذالك کان شرا تضعونه عن رقابکم" جنازہ کو تیزی سے لے جاؤ اگر وہ نیک ہے تو تم اسے بھلائی کے قریب لے کر جا رہے ہو اور اگر وہ برا ہے تو تم برائی کو اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۶' جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۶' سنن نسائی ج ۱ ص ۲۱۰' سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۹۷' سنن ابن ماجہ ص ۱۰۷' مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۴' المنتقی ص ۱۸۶' شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۶۶' مسند امام احمد ج ۲ ص ۹۴' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۱' مسند حمیدی ج ۲ ص ۴۴۴' شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۳۱' مؤطا امام محمد ۱۶۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اذا مات احدکم فلاتحبسوه واسرعوا به الی القبر" جب تم میں سے کوئی آدمی فوت ہو جائے تو اسے روک کر مت رکھو اور اسے قبر تک لے جانے میں جلدی کرو۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۲۷۰' تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۳۸' کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۸۶' طبرانی المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۴۴۴' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۴)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (جنازہ لے کر) دوڑا (تیز چلا) کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۷' سنن نسائی ج ۱ ص ۲۱۱' مستدرک ج ۱ ص ۴۶۵' مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ایسی چال جو دوڑ سے کم ہو۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۷' جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۶' سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸' مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۶)

حضرت حصین بن وجداح انصاری سے بھی ایک روایت مرفوعاً مروی ہے کہ جلدی کرو مسلمان مردے کو نہ روکنا چاہیے۔ (ابوداؤد ج ۲، ص ۹۷)

جنازے کے ساتھ چلنا اور کندھا دینا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ میں شرکت کرنا، دعوت قبول کرنا، چھینک کا جواب دینا۔

(صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۶۶، صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۱۳، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۵، جامع صغیر ج ۱، ص ۲۲۷، مسند امام احمد ج ۲، ص ۵۴۰، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳، ص ۳۸۶، کنز العمال ج ۹، ص ۲۸، الادب المفرد ص ۱۹۱، نصب الرایہ ج ۲، ص ۲۵۷، الترغیب والترہیب ج ۳، ص ۱۴۵، کتاب الاذکار ص ۳۴۰، ص ۲۵۲، تعلیق التعلیق ص ۱۵۹، المغنی للعراقی ج ۲، ص ۱۹۱، اتحاف السادۃ المتقین ج ۶، شرح السنۃ ج ۲، ص ۱۳۸، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۳، صحیح ابن حبان ج ۱، ص ۴۰۴، المنتقیٰ لابن الجارود ص ۱۸۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"عودوا المریض واتبعوا الجنائز تذکرکم الآخرۃ"

بیمار کی عیادت کرو اور جنازوں میں شرکت کرو وہ تم کو آخرت کی یاد دلائیں گے

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴، ص ۷۴، الادب المفرد للبخاری ص ۷۵، موارد الظمآن ص ۷۰۹، مسند امام احمد ج ۳، ص ۲۷، شرح السنۃ ج ۱، ص ۱۶۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ

"من اتبع جنازۃ فلیحمل جوانب السریر کلھا فانہ من السنۃ ثم ان شاء فلیتطوع وان شاء فلیدع"

جو شخص جنازے میں شرکت کرے وہ (میت کی) چارپائی کے چاروں طرف کندھا یہ سنت ہے پھر چاہے تو نفلی طور پر کندھا دے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴، ص ۱۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۱۶۸، مسند ابوداؤد طیالسی ص ۴۴)

معلوم ہوا کندھا دینا سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کے جنازے کو کندھا دیا ہے۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"من حمل الجنازۃ بجوانبھا الاربعۃ فقد قضی الذی علیہ"

جس شخص نے جنازے کے چاروں طرف کو کندھا دیا اس نے اپنا حق ادا کر دیا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳، ص ۵۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۱۶۸)

جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے:

افضل یہ ہے کہ جنازے سے پیچھے چلیں دائیں بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اسے چاہئے کہ اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں شمار نہ کیا جائے اور سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص۱۶۲)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"المشي خلفها افضل من المشي امامها كفضل صلوٰة الرجل في جماعة على صلوٰته فذا"

جنازے کے پیچھے چلنا آگے چلنے سے اتنا ہی افضل ہے جتنا اکیلے کے بجائے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا افضل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۲۴۴ مسند امام احمد ج۱ ص۹۷ طحاوی ج۱ ص۳۲۵)

وہابیہ کے احمد شاکر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (شرح مسند احمد شاکر حدیث ۷۵۴)

وہابیہ کے محدث ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔

(احکام الجنائز ص۹۶ عربی ص۱۱۹ مترجم)

خود وہابیہ کے امام ابن حزم بھی جنازے کے پیچھے چلنا ہی افضل بتلاتے ہیں۔

(المحلی بالآثار ج۳ ص۳۹۳)

جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جنازے کے آگے چلنے کا ذکر ہے اس کا جواب یہ ہے۔

۱- عذر کی وجہ سے رخصت پر محمول ہے اس کی وجہ امام طحاوی نے بیان فرمائی ہے کہ

"عن ابراهيم قال كان الاسود اذا كان معها نساء واخذ بيدي فقد منا نمشي امامها فاذالم يكن معها نساء مشينا فهٰذا الاسود بن يزيد على طول صحبته بعبد الله بن مسعود وعلى صحبتهٗ لعمر رضي الله تعالىٰ عنهما قد كان قصده في المشي مع الجنازة من المشي خلفها الا ان يعرض لهٗ عارض فمشي امامها لذلك العارض لالان ذلك افضل عنده من غيره لكذلك عمر ماروينا عنه فيما فعله في جنازة زينب هوعلي هذا المعنى عندنا"

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب نماز جنازہ کے ساتھ عورتیں بھی ہوتیں تو حضرت اسود میرا ہاتھ تھام لیتے اور ہم جنازہ کے آگے آگے چلتے اور جب عورتیں شامل نہ ہوتیں تو ہم جنازہ کے پیچھے ہی چلتے۔ یہ حضرت اسود رضی اللہ عنہ (تابعی) جن کو حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صحبت میں کافی عرصہ رہنا نصیب ہوا۔ ان کی عادت کریمہ جنازے کے پیچھے چلنا تھی۔ ہاں اگر کوئی عارضہ پیش آ جاتا تو اس کی وجہ سے جنازے کے آگے بھی چلتے تھے۔ یہ آگے چلنا بوجہ اس عارضہ کے ہوتا تھا نہ اس بناء پر کہ آگے چلنا ان کے نزدیک افضل تھا۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق جو روایت ہم بیان کر چکے ہیں کہ لوگوں کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جنازے کے آگے چلنے کا حکم دے رہے تھے تو وہ بھی عذر کی بناء پر تھا۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۳۲۶ طبع کراچی)

وگرنہ جنازے کے پیچھے چلنا بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کتب حدیث میں مذکور ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸ شرح معانی الآثار ج ا ص ۳۲۴)

بلکہ حدیث میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازے سے پیچھے چلنے کا حکم موجود ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "الجنازة متبوعة وليست بتابعة ليس معها من تقدمها" جنازے کے پیچھے چلنا چاہئے نہ یہ کہ جنازہ کے ساتھ چلے تو جو کوئی جنازے کے آگے ہو وہ اس کے ساتھ نہیں ہے۔

(جامع ترمذی ج ا ص ۱۹۶ سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۷)

یہ حضرت ابن مسعود کے اپنے قول کے طور پر بھی موجود ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۶۴)

اور پھر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سات باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور سات سے رکنے کا ارشاد فرمایا (جن کا حکم دیا ہے ان میں جنازے کے پیچھے چلو دوسری بیمار کی عیادت کرو۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۶۵ نسائی ج ا ص ۲۱۳)

اور پھر یہ کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جو میں جانتا ہوں وہی حضرات شیخین کریمین (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی جانتے تھے یعنی یہ کہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا افضل ہے۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ا ص ۳۲۶)

ہمارے ان دلائل سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک اس کی تائید کرتا ہے کہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا افضل ہے اور وہابیہ کا اس افضلیت کا انکار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"لاتتبعوا الجنازہ بصوت والاتبار ولایمشی امامھا"

جنازہ کے پیچھے (اور ساتھ) بلند کردار (چلانا) اور آگ نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی جنازے کے آگے آگے چلنا چاہیے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۱۵۸)

مولوی عبدالحیٰ لکھنوی نے اس مسئلہ پر ایک یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ

"آخرج ابن ابی شیبہ عن عبداللہ بن عمرو بن عاص ان ایاہ قال لہ کن خلف الجنازۃ فان امامھا للملئکۃ وخلف لبنی آدم"

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ وہ جنازے کے پیچھے چلنے کا حکم دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ جنازے کا اگلا حصہ فرشتوں کیلئے اور پچھلا حصہ انسانوں کیلئے ہے۔ (حاشیہ مؤطا امام محمد ص ۱۶۸)

جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سوار ہونے کا جواز:

جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری پر ہو تو آگے چلنا مکروہ اور آگے ہو تو جنازے سے دور ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱، ص ۱۶۲، صغیری ص ۲۹۶)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ایک جانور لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت جنازے کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر سوار ہونے سے انکار فرمایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازے سے واپس لوٹے تو دوبارہ سواری پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار ہو گئے۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی تو ارشاد فرمایا کہ فرشتے پیدل چل رہے تھے ان کے چلتے ہوئے مجھے سوار ہونا گوارا نہ تھا۔ جب وہ چلے گئے تو میں سوار ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۹۷، مستدرک ج ۱، ص ۳۶۶)

جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے مگر سوار ہو کر جانا جائز ضرور ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ

"الراكب ليسير خلف الجنازة"

سوار جنازے کے پیچھے چلے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۷ کتاب الجنائز باب المشی امام الجنازة، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۱۳، مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۶۶)

جنازے سے واپسی پر سوار ہو کر آنے کا جواز:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری موجودگی میں ابن رحداح کی نماز جنازہ ادا فرمائی (دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جنازے کے لئے پیدل نکلے) پھر بغیر زین کے گھوڑا پیش کیا گیا جسے ایک آدمی نے تھام لیا۔ واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار ہو گئے اور اسے دھیمے دھیمے چلا رہے تھے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے "پھلوں کے کتنے ہی خوشے جنت میں ابن الدحداح کے لئے لٹک رہے ہیں"۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۱، جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۶، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۷، مسند امام احمد ج ۵ ص ۹۰، زوائد مسند امام احمد ج ۵ ص ۹۸، سنن للنسائی ج ۱ ص ۲۲۱، واللفظ الاول)

جنازہ کے لئے کھڑا ہونا اور جنازہ لحد میں رکھے جانے سے قبل تک کھڑا رہنا منسوخ ہو چکا ہے:

ابتداء میں یہ حکم تھا کہ جنازہ آتے دیکھ کر جنازہ کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس جنازہ کے لحد میں رکھنے جانے سے قبل تک کھڑا رہنے کا حکم تھا مگر بعد میں یہ منسوخ ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جنازہ دیکھ کر) جنازے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ہم لوگ بھی کھڑے ہوتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھنا کھڑا ہونا چھوڑ دیا تو ہم بھی نہیں اٹھتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲، مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۳۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۰، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۷)

دوسری روایت میں ہے کہ پہلے جنازے کی خاطر کھڑے ہوتے تھے پھر یہ طریقہ ترک کر دیا۔

(مؤطا امام مالک ص ۱۳۹، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۶)

ایک روایت میں یوں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جنازے کی خاطر کھڑے ہونے کا حکم دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے رہنے لگے اور ہمیں بیٹھے رہنے کا حکم دیا۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۳۲۸، مسند امام احمد ج ۱ ص ۸۳، صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۲۴)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ابتدأ) اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک جنازے کو لحد میں رکھ نہ دیا جاتا پھر ایک یہودی عالم گزرا۔ اس نے کہا کہ اس طرح تو ہم بھی کرتے ہیں۔ اس وقت آپ ﷺ نے بیٹھنا شروع کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم بھی بیٹھا کرو اور ان کی مخالفت کرو۔ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۸ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۶ سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲ تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۱۴)

اسماعیل بن مسعود بن حکم رزقی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں عراق کے ایک جنازے پر حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ بعض کھڑے ہو کر جنازے (لحد میں) رکھے جانے کا انتظار کر رہے ہیں پھر میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا تم بیٹھ جاؤ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہونے (کا حکم دینے) کے بعد بیٹھنے کا حکم دیا۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۴۸)

دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنازوں کے ساتھ کھڑے رہتے جب تک ان کو (لحد میں) رکھ نہ دیا جاتا اور آپ ﷺ کے ساتھ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی کھڑے رہتے پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے بیٹھنا شروع فرما دیا اور لوگوں کو بھی بیٹھنے کا حکم ارشاد فرما دیا۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۷)

جنازے کے ساتھ آگ یا دھونی لے جانا منع ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ آواز (چلانا) یا آگ میت کے پیچھے آئے۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث ۴۶۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آواز (نوحہ چلانا وغیرہ) اور آگ کے ساتھ جنازے میں شرکت نہ کی جائے۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۹۶ مسند امام احمد ج ۲ ص ۴۲۷)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ کے پیچھے بلند آواز (نوحہ و چلانا) اور آگ نہیں ہونی چاہئے اور نہ ہی جنازہ کے آگے آگے چلنا چاہئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کے مرنے کے بعد اس کے پیچھے آگ نہ لی جائی جائے یا اس کے جنازہ میں دھونی نہ دی جائے۔ (مؤطا امام محمد ج ص ۱۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بوقت وصال ارشاد فرمایا کہ آگ لے کر میرے (جنازے کے)

پیچھے نہ آنا۔ (مسند امام احمد ج ۲ ص ۵۷۵)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں فرمایا کہ جب میرا وصال ہو جائے تو نہ کوئی نوحہ کرنے والی میرے ساتھ ہو اور نہ آگ۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۹۸، صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۶، مسند امام احمد ج ۴ ص ۱۹۹)

عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا منع ہے:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا صحابیہ فرماتی ہیں کہ "نهينا عن اتباع الجنائز" ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کر دیا گیا۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۰، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۴، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴، مسند امام احمد ج ۶ ص ۴۰۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۷۷، المنتقیٰ لابن الجارود ص ۱۷۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن گھر سے نکلے تو راستے میں کچھ عورتوں کو بیٹھے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ کیوں بیٹھی ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم جنازے کا انتظار کر رہی ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ڈانٹتے ہوئے واپس لوٹ جانے کا حکم ارشاد فرمایا (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴)

اس کے جواز میں وہابیہ جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ ضعیف ہے۔ اس کو خود وہابیوں کے چوٹی کے محدث ناصر الدین البانی نے ضعیف قرار دیا ہے۔
(ضعیف الجامع ۳۹۷۸، ضعیف ابن ماجہ ص ۱۲۰، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعہ ج ۳ ص ۳۶)

حضرت ابن مسعود نے ایک جنازے میں عورتوں کو دیکھا تو فرمایا پلٹ جاؤ گناہ کے بوجھل ثواب سے او جھل تم زندوں کو فتنوں میں ڈالتی ہو اور مردوں کو اذیت دیتی ہو۔ (شرح الصدور ص ۲۰۸)

گریبان پھاڑنا، ماتم کرنا وغیرہ سب ناجائز ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں جس نے اپنے رخساروں کو پیٹا اور اپنے گریبانوں کو پھاڑا اور جاہلیت کی پکار کی۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲، ج ۱ ص ۴۹۹، صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۰، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۰، جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۵، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴، مسند امام احمد ج ۱ ص ۴۳۲، مسند ابوداؤد طیالسی ج ۱ ص ۲۵۴، مسند ابی یعلی ج ۲ ص ۱۲۰، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۶۴، شرح السنۃ ج ۳ ص ۳۸۸، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۰۶)

ماتم ہر صورت ناجائز اور حرام ہے۔ فقیر راقم الحروف نے ردّ شیعیت میں ایک مضمون بعنوان ماتم کی ممانعت کتب شیعہ کی روشنی میں تحریر کیا تھا جو ماہنامہ ماہِ طیبہ سیالکوٹ اور ماہنامہ نور ایمان شیخوپورہ میں شائع ہوا اور اب مقالات مناظر اسلام میں شائع ہوگا اس کتاب میں بھی شائع کر دیا گیا ہے۔

جنازے کے ساتھ کلمہ شریف کا ذکر اور نعت خوانی کا جواز:

ہمارے ہاں اہل اسلام جنازہ لے جاتے ہوئے کلمہ شریف کا ذکر خیر کرتے ہیں اور بعض جگہ نعت شریف پڑھتے ہیں۔ یہ یقیناً جائز ہے اس کے ناجائز ہونے کا دعویٰ باطل و مردود ہے اور اس کے منع پر نہ ہی کوئی آیت کریمہ موجود ہے اور نہ ہی کوئی حدیث مبارکہ وارد ہے۔

اس کے جواز کے چند ایک دلائل درج کئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر اصل مقصود واجل مقاصد و مغز جملہ عبادت ہے اور وہ ہر حال میں مطلوب' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یذکرون اللّٰہ قیامًا وقعودًا وعلٰی جنوبھم"

وہ کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

"فاذا قضیتم الصلٰوۃ فاذکروا اللّٰہ قیامًا وقعودًا وعلٰی جنوبکم" (سورۂ نساء۱۰۲)

پس جب تم نماز پوری کر چکو تو کھڑے بیٹھے ہوئے کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔

آیات مبارکہ میں ذکر کے لئے تقیید نہ فرمائی تو وہابیہ دیوبندیہ ذکر کے لئے قید لگا کر خود رب تعالیٰ کے مدمقابل ہو گئے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کے منع جنازہ کے ساتھ ذکر پر ایک ہی آیت پڑھ دو ایک ہی حدیث پڑھ دو اور انشاء اللہ وہ صبح قیامت تک نہ دکھلا سکیں گے۔ خود سرور کائنات ﷺ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ہی پسند فرماتے تھے۔

۲- "کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یذکر اللّٰہ فی کل احیانہ"

نبی کریم ﷺ سبھی اوقات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ (مستدرک ج۱ص ۴۹۹)

جب بلا قید خدا تعالیٰ کا ذکر مطہر جائز ہے تو جنازے کے ساتھ ذکر کی ممانعت کرنا وہابیوں کی جہالت وخباثت ہے اور پھر جنازہ کے ساتھ ذکر خود سرور کائنات ﷺ کی حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"اکثر وافی الجنازۃ قول لا الٰہ الا اللّٰہ"

جنازہ میں کثرت کے ساتھ پڑھا کرو قول لا الٰہ الا اللہ

(جامع صغیر ج۱ص ۴۵' کنوز الحقائق ص۴۹' کنز العمال ج۸ص ۹۹' مسند الفردوس لدیلمی ج۱ص ۳۲)

وہابی مولوی زبیر علی زئی کا اس روایت کو موضوع بتانا اس کی نری بکواس اور خباثت ہے وگرنہ بتلائے کہ بفرض محال کسی راوی کے مجہول ہونے سے کیا روایت موضوع ہو جاتی ہے۔ قارئین کرام یہ وہابیوں کا اس وقت سب سے بڑا محدث ہے اس کی اصول حدیث سے جہالت کو دیکھ کر غور کیجئے کہ اصول حدیث میں جب وہابیوں کا سب سے بڑا محدث اتنا بڑا جاہل ہے تو باقی وہابیوں کی جہالت وخباثت کا کیا کہنا۔ مولوی زبیر علی زئی نے اپنے رسالہ الحدیث دسمبر ۲۰۰۶ء میں اسی حدیث کے موضوع ہونے کا قول کیا ہے۔

۵- "زودوا موتاکم لا الہ الا اللّٰہ"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مرنے والوں کے لئے لا الہ الا اللہ کا سامان تیار کرو (طبقات المحدثین لابی الشیخ ج۴، ص ۳۱۱، کنز العمال ص ۸، ص ۹۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"لقنوا موتاکم لا الہ الا اللّٰہ"

اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔

(صحیح مسلم ج۱، ۳۰۰، جامع ترمذی ج۱، ص۱۹۲، سنن ابوداؤد ج۲، ص۸۸، سنن ابن ماجہ ص۱۰۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج۳، ص۳۸۲، المعجم الکبیر للطبرانی ج۲، ص۱۲۵، کنز العمال ج۹، ص۹۸، المسند العقیلی ج۳، ص۳۷، مجمع الزوائد ج۲، ص۳۲۳، حلیۃ الاولیاء ج۳، ص۳۱۰، جامع صغیر ج۲، ص۴۴۸، اتحاف السادۃ المتقین ج۵، ص۱۱، کامل ابن عدی ج۵، ص۲۷۷، تفسیر درمنثور ج۳، ص۴۹۸، شرح السنۃ ج۳، ص۱۱۷، مسند ابی یعلی ۱۰۹۶، عبد بن حمید ۹۷۳، مشکوٰۃ المصابیح ص۱۴۰، سنن نسائی ج۲، ص۲۰۲)

۶- "عن ابن عمر قال لم یکن یسمع من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو یمشی خلف الجنازۃ الاقول لا الہ الا اللّٰہ"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب رسول اللہ ﷺ جنازہ کے پیچھے چلتے تو آپ ﷺ سے کلمہ لا الہ الا اللہ کے علاوہ کچھ نہ سنا جاتا۔

(کامل ابن عدی ج۱، ص۲۶۹، نصب الرایہ ج۲، ص۲۹۹)

پھر مولوی زبیر علی زئی نے اس حدیث کو بھی موضوع کہنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ بفرض محال موضوع بھی ہو تو تمہارے گرو اسماعیل دہلوی نے فضائل میں موضوع کو بھی قابل حجت مانا ہے۔ (الاصول الفقہ ص۱۱) تم اس کو پڑھو اور ڈوب مرو جن فقہا کی عبارات میں ذکر مع الجنازہ کو مکروہ کہا ہے تو یہ احوال زمانہ کے اعتبار سے ہے کہ جس حال میں حاضرین موت احوال وقبر میں اس قدر مستغرق ہوں

کہ دیکھنے والا میت کا قریبی پہچانا نہ جاسکے مگر فی زمانہ لوگ احوال دنیا میں مشغول ہیں اس لئے فقہاء نے کہا ہے چونکہ لوگ دنیاوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں اس لئے ذکر کرنا' جنازہ کے ساتھ افضل ہے۔

امام عبدالغنی نابلسی نے حدیقۃ الندیہ میں امام شعرانی نے المہو د العمر روا مواقع الانوار القدسیہ میں اس کا جواز بیان کیا ہے۔

جنازے کے ساتھ ذکر اور دیوبند کے پیرومرشد:

دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب نے مرض الموت میں مولوی اسماعیل مقیم مکہ سے فرمایا میں نے اوروں سے تو کہا نہیں تم سمجھ دار ہو تم سے کہتا ہوں میرا یوں جی چاہتا ہے کہ میرے جنازے کے ساتھ ذکر جہر کیا جائے۔ انہوں نے کہا حضرت فقہاء نے مکروہ کہا ہے۔ حضرت نے فرمایا بہت اچھا جیسے مرضی ہو۔ جب حضرت کا جنازہ چلا ایک عرب کو خود بخود جوش آیا اور حاضرین سے کہا اذکروا اللہ اور بلند آواز سے ذکر شروع کر دیا پھر کیا تھا تمام مجمع ذکر میں مشغول ہو گیا۔ تب مولوی اسماعیل صاحب نے کہا کہ حضرت یہ ہی چاہتے تھے۔ میں نے حضرت کو تو منع کر دیا اب اس کو کون منع کرے۔ ایک بزرگ نے وصیت کی تھی کہ ہمارے جنازہ کے ساتھ کوئی خوش آواز پڑھتا ہوا چلے

مفلسا نیم آمدیم بکوئے تو شیئاً للہ ازجمال روئے تو
وست بکشا جانب زنبیل مار آفرین بروست وبربازوئے تو

حضرت سلطان جی کے جنازہ کے ساتھ ان کے ایک مرید نے ولولہ میں یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔

سرو سیمینا بصحرامی روی سخت بے مہری بے ماجی روی
اے تماشا. گاہ عالم روئے تو تو کجا بہرتماشامی روی

(افاضات الیومیہ ج ۳' ص ۳۰۹'۱۰ طبع ملتان

جنازے کے ساتھ ذکر اور اکابرین وہابیہ:

سوال: جنازہ اٹھاتے وقت باری باری بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھنا جائز ہے۔ اس طرح کا ذکر کا کوئی ثبوت ہے جو کہ بعض شہروں میں رواج پذیر ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں کلمہ پڑھنے کا......شوکانی فرماتے ہیں اس میں کچھ حرج نہیں کیونکہ یہ کلمہ

مستحب اذکار میں سے ہے اور اس میں کسی جگہ وقت کی قید نہیں ہے۔ صرف بلند آواز سے پڑھنا موجب کراہت نہیں......

متاخرین میں سے کسی نے اس کے جواز پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ بعض اوقات اس طرح باواز بلند پڑھنے کا ایک خاص فائدہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ موت کو یاد کرتے ہیں جبکہ آنحضرت ﷺ کا حکم بھی ہے کہ موت کو زیادہ یاد کرو و مزید برآں اس سے جنازہ اٹھانے والے محفوظ ہوں گے...... اہل حرمین شریفین کا شعار اس سلسلے میں بہتر ہے وہ جنازہ اٹھاتے وقت کہتے ہیں ''کان من اھل الخیر''

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵' ص ۱۳۲)

مردہ قبرستان لے جانے والوں سے کلام کرتا ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اسے اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں اگر نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ اور اگر بد ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ ہائے خرابی اس کی کہاں لے جاتے ہو۔ ہر شے اس کی آواز سنتی ہے مگر آدمی وہ سنے تو بے ہوش ہو جائے۔ (صحیح بخاری ج ۱' ص ۱۷۶' مسند امام احمد ج ۳' ص ۴۴' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴' ص ۲۱)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مردے کو جنازے پر رکھ کر تین قدم چلتے ہیں تو وہ ایک کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں جنہیں خدا چاہے جن و انس کے سوا' کہتا ہے اے بھائیو اے نعش اٹھانے والو! تمہیں دنیا فریب نہ دے جیسے مجھے دیا اور تم سے نہ کھیلے جیسے مجھ سے کھیلی' اپنا ترکہ تو میں اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ چلا اور بدلہ دینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا اور حساب لے گا تم میرے ساتھ چل رہے ہو اور اکیلا چھوڑ آؤ گے۔

(کنز العمال ج ۱۶' ص ۲۵۲' تاریخ جرجان ۱۷۸)

جنازہ لے چلنے کے دیگر مسائل:

جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے (جوہرہ ص ۱۳۹)

سنت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اٹھائیں۔ ایک ایک پایہ ایک ایک شخص لے اور اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا ایک سرہانے اور ایک پائینتی تو بلاضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہو تو حرج نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱' ص ۱۶۲)

سنت یہ ہے کہ چاروں پایوں کو یکے بعد دیگرے کندھا دے اور ہر بار دس دس قدم چلے' پوری سنت

یہ ہے کہ پہلے داہنے سرہانے کندھا دے' پھر داہنی پائینتی پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائینتی اور دس دس قدم چلے تو کل چالیس قدم ہوئے کہ حدیث میں ہے کہ جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ نیز حدیث میں ہے جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرما دے گا۔ (جوہرہ ص ۱۳۹' عالمگیری ج ۱' ص ۱۶۲' درمختار ج ۱' ص ۶۵۷)

جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھے' اسباب کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے۔ چوپایہ پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔ (عالمگیری ج ۱' ص ۱۶۲' غنیۃ ص ۵۴۴' درمختار ج ۱' ص ۶۵۷)

ٹھیلے پر لادنے کا بھی یہی حکم ہے۔

چھوٹا شیر خوار بچہ یا ابھی دودھ چھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا اس کو اگر ایک شخص ہاتھ میں اٹھا کر چلے تو کوئی حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لئے ہو جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا مردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔ (غنیۃ ص ۵۴۴' عالمگیری ج ۱' ص ۱۶۲)

جنازہ معتدل تیزی سے لے جائیں مگر نہ اس طرح کہ میت کو جھٹکا لگے۔ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ناجائز و مکروہ ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ ہو تو اسے سختی سے منع کیا جائے۔ اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سنت ترک کرے بلکہ دل سے اسے برا جانے اور شریک ہو۔ (درمختار ج ۱' ص ۶۵۸' صغیری کبیری ص ۵۴۵)

اگر عورتیں جنازہ کے پیچھے ہوں اور مرد کو یہ اندیشہ ہو کہ پیچھے چلنے میں عورتوں سے اختلاط ہوگا یا ان میں کوئی نوحہ کرنے والی ہو تو ان صورتوں میں مردوں کو آگے چلنا بہتر ہے۔ (درمختار ردالمختار ج ۱' ص ۶۵۸)

جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت کی حالت میں ہونا چاہئے۔ موت اور احوال و اہوال قبر کو پیش نظر رکھیں اور دنیا کی باتیں نہ کریں' نہ ہنسیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جنازہ کے ساتھ ہنستے دیکھا۔ فرمایا تو جنازہ میں ہنستا ہے تجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا اور ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں (اور بلحاظ حال زمانہ علماء نے ذکر جہر کی بھی اجازت دی ہے) (صغیری ص ۵۴۶' درمختار ج ۱' ص ۶۵۸)

جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے اور رکھنے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہ رہے اور اگر لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے لئے وہاں جنازہ لایا گیا تو جب تک رکھا نہ جائے کھڑے نہ ہوں۔ یونہی اگر کسی جگہ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرا تو کھڑا ہونا ضرور نہیں ہاں جو شخص ساتھ جانا چاہتا ہے وہ

اٹھے اور جائے۔ جب جنازہ رکھا جائے تو یوں نہ رکھیں کہ قبلہ کو پاؤں ہوں یا سر بلکہ آڑا رکھیں نہ داہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۲ درمختار ج ۱ ص ۶۵۸)

جنازہ اٹھانے پر اجرت لینا دینا جائز ہے جبکہ اور اٹھانے والے بھی موجود ہوں۔
(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۲)

مگر جو ثواب جنازہ لے چلنے کا حدیث میں بیان ہوا وہ نہ ملے گا اس نے تو بدلہ لے لیا۔

میت اگر پردیسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک شخص ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۲)

جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو اسے بغیر نماز پڑھے واپس نہ ہونا چاہئے اور نماز کے بعد اولیائے میت سے اجازت لے کر واپس ہو سکتا ہے اور دفن کے بعد اولیاء میت سے اجازت کی ضرورت نہیں۔
(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۵)

نماز جنازہ:

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے کہ ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہو گئے ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھی گناہ گار ہوا اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''صلوا علی کل میت'' ہر مسلمان میت کی نماز جنازہ پڑھو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱ کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے کلمہ طیبہ (حقیقی طور پر) پڑھا اس کی نماز جنازہ پڑھو۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۲ ص ۴۴۲ کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۸۰ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶۷ کشف الخفاء ج ۲ ص ۴۲ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۵۶ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۹۳ اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۱۷۹ العلل والمتناھیہ ج ۱ ص ۴۲۲ الدر المنتثرہ للحلمی ص ۱۰۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ تم پر واجب ہے خواہ نیکوکار ہو یا بدکار اگرچہ اس نے گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ کئے ہوں۔
(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۳ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۲۱ العلل والمتناھیہ ج ۱ ص ۴۲۵ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۵۶)

حضرت زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ ایک شخص خیبر کے روز فوت ہو گیا تو لوگوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''صلوا علی صاحبکم'' اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ یہ سن کر لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تمہارے ساتھی نے اللہ کے راستے میں خیانت کی ہے (راوی فرماتے ہیں) ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہمیں یہودیوں کا ایک ہار ملا جس کی قیمت دو درہم بھی نہ تھی۔

(سنن ابوداؤد ج ۲' ص ۱۴' مسند امام احمد ج ۴' ص ۱۱۴' مستدرک امام حاکم ج ۲' ص ۱۶۷' صحیح ابن حبان ج ۸' ص ۱۷۱)

سرکار دو عالم ﷺ کا یہ فرمان ذیشان بطور تنبیہ تھا کہ خود اس کی نماز جنازہ بطور تنبیہ نہ پڑھی مگر لوگوں کو اجازت ارشاد فرما دی۔ اسی طرح ایک مقروض کا جنازہ سرور کائنات ﷺ نے بطور تنبیہ نہ پڑھا مگر لوگوں کو حکم دیا "صلوا علی صاحبکم" اپنے صاحب کی نماز جنازہ پڑھو۔

(صحیح بخاری ج ۲' ص ۸۰۹' صحیح مسلم ج ۲' ص ۳۵' جامع ترمذی ج ۱' ص ۲۰۵' سنن نسائی ج ۱' ص ۲۱۵' سنن ابوداؤد ج ۲' ص ۱۱۹' سنن ابن ماجہ ص ۱۷۶' مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵۲' مسند امام احمد ج ۲' ص ۲۹۰' صحیح ابن حبان ج ۶' ص ۲۶)

اس لئے احناف کے نزدیک نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔

(شرح نقایہ ج ۲' ص ۲۳۲' بدائع الصنائع ج ۲' ص ۴۶' فتاویٰ شامی ج ۱' ص ۶۴۰' کبیری ص ۵۳۵)

نماز جنازہ کی ابتداء:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے آخری حیات طیبہ (ظاہری) میں جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر چار' حضرت امام حسن مجتبیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر چار' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر چار تکبیریں پڑھیں اور نماز جنازہ اسلام میں مدینہ طیبہ میں شروع ہوئی۔ (مستدرک ج ۱' ص ۴۹۴)

اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بغوی کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد سب سے قبل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔ اور سب سے پہلے آپ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲' ص ۴۶۸)

نماز جنازہ پڑھنے کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے اس کے لئے ایک قیراط ثواب اور جو دفن تک حاضر رہے تو دو قیراط ثواب ہے۔ عرض کیا گیا دو قیراط کتنے ہوتے ہیں جیسے دو بڑے پہاڑ جن میں چھوٹا اُحد کے۔

(مسند ابن الجعد ص ۴۱۶' المنتقیٰ الابن الجارود ص ۱۸۶' صحیح بخاری ج ۱' ص ۱۷۷' صحیح مسلم ج ۱' ص ۳۰۷' صحیح ابن حبان ج ۷' ص ۳۲)

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی (مسلمان) میت کو غسل دے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے، جنازہ اٹھائے، نماز پڑھے اور جو ناقص بات نظر آئے اسے چھپائے وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا اُس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

(سنن ابن ماجہ، ص ۱۰۶، الترغیب والترہیب للمنذری ج ۴، ص ۳۳۹، العلل المتناھیہ ج ۲، ص ۴۱۴، اللآلی المصنوعہ ج ۲، ص ۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے نماز جنازہ پڑھی اسے ایک قیراط ثواب ملے گا اور جس نے دفن تک انتظار کیا اسے دو قیراط ثواب ملے گا۔

(مسند البزار ج ۵، ص ۲۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۲۰۳)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے (کسی مسلمان کی) جنازہ کی نماز پڑھی اسے ایک قیراط ثواب ہے اور جو دفن تک حاضر رہا اسے دو قیراط ثواب ملتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیراط کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا احد پہاڑ کے برابر۔

(صحیح مسلم ج ۱، ص ۳۰۷، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲، مصنف عبدالرزاق ج ۳، ص ۴۴۹، تاریخ الکبیر للبخاری ج ۲، ص ۲۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۲۰۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳، ص ۴۱۳، فتح الباری ج ۷، ص ۵، الکنی والاسماء للدولابی ج ۲، ص ۵۶، اتحاف السادۃ المتقین ج ۳، ص ۴۵۵، الترغیب والترہیب ص ۳۴۲ ج ۴، مشکل الآثار ص ۱۰۲ ج ۲ العلل الحدیث ۱۰۵۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کسی جنازہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن ہو چکے اس کے لئے تین قیراط اجر لکھا جائے گا۔ دو قیراط احد کے برابر ہے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ج ۹، ص ۱۱۷، مجمع البحرین ص ۴۱۳۹)

نماز جنازہ کے لئے تین صفیں بنانا:

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی جنازہ پر تین صفوں نے نماز پڑھی اس کی مغفرت ہوگئی۔ (سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۹۵، جامع ترمذی ج ۱، ص ۲۰۰، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸، مستدرک ج ۱، ص ۳۶۲، مسند امام احمد ج ۴، ص ۷۹، مشکوۃ المصابیح ص ۱۴۷)

حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب جنازہ کی نماز پڑھتے اور لوگ کم ہوتے تو ان کو تین صفوں میں تقسیم فرما دیتے پھر فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس جنازہ پر تین صفوں نے نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

(جامع ترمذی ج ۱، ص ۲۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۲۰۳)

حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی صرف سات آدمی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی صف تین آدمیوں کی کی، دوسری صف دو کی اور تیسری ایک شخص کی۔ (مجمع الزوائد ج ۳، ص ۳۲)

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس میت پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز جنازہ پڑھ لیں اس کے لئے جنت واجب ہوگئی تو حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب جنازہ میں شریک لوگوں کی تعداد کم دیکھتے تو اسی حدیث کے پیش نظر لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم فرما دیتے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۹۵)

نماز جنازہ پڑھنے والے ایک سو مسلمان ہوں تو میت کی بخشش:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس میت پر سو مسلمان نماز جنازہ میں (اس کی) شفاعت کریں تو ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہوگی۔

(صحیح مسلم ج ۱، ص ۳۰۸، سنن نسائی ج ۱، ص ۲۱۸، سنن کبریٰ للنسائی ج ۱، ص ۳۴۷، جامع ترمذی ج ۱، ص ۲۰۰، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۵، مسند امام احمد ج ۶، ص ۴۰، اتحاف السادۃ المتقین ج ۲، ص ۴۵۶، جامع صغیر ص ۴۹۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۲۰۳، کنز العمال ج ۱۵، ص ۵۸۴، الاوسط لابن المنذر ج ۵، ص ۳۹۷، فردوس الاخبار ج ۲، ص ۳۲۹، الترغیب والترہیب للمنذری ج ۴، ص ۳۴۴، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴، ص ۳۰، مصنف عبدالرزاق ج ۳، ص ۵۲۷، مسند حمیدی ج ۱، ص ۱۰۹، مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۱۳، مسند ابی یعلی ج ۷، ص ۳۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس (مسلمان میت) پر سو مسلمان نماز جنازہ پڑھیں وہ بخش دیا جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸، کنز العمال ج ۱۵، ص ۵۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۲۰۴، مشکل الآثار ج ۱، ص ۱۰۵، تاریخ اصفہان لابی نعیم ج ۱، ص ۲۶۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس (مسلمان) میت پر سو آدمی (مسلمان) نماز جنازہ پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۱، ص ۱۵۷، تاریخ الکبیر ج ۵، ص ۱۱۳، مجمع الزوائد ج ۲، ص ۳۶، جامع صغیر ج ۲، ص ۴۹۰، کنز العمال ج ۱۵، ص ۵۹۹، الترغیب والترہیب ج ۴، ص ۳۴۳)

چالیس مسلمان نماز جنازہ میں شریک ہوں تو میت کی بخشش:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت کریب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک فرزند کا مقام قدید یا مقام عفان میں انتقال ہو گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اے کریب دیکھو (نماز جنازہ کے لئے) کتنے لوگ جمع ہو گئے۔ کریب فرماتے ہیں کہ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ باہر کافی لوگ جمع ہیں۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خبر دی تو انہوں نے فرمایا کہ تیرے اندازے کے مطابق چالیس ہیں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں تو فرمانے لگے جنازہ نکالو اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مسلمان کے جنازہ میں چالیس ایسے حضرات شریک ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت مسلمان میت کے حق میں ضرور قبول فرماتا ہے (میت کی بخشش فرما دیتا ہے)

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۸، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۶، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۰، مسند امام احمد ج ۱ ص ۲۷۷، شرح السنۃ ج ۵ ص ۱۵۰، جامع صغیر ج ۲ ص ۴۹۱، مشکل الآثار ج ۱ ص ۱۰۶، الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۳۴۳، کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۸۶، صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۳۴)

ایک گروہ مسلمان کے جنازہ پڑھنے سے میت کی بخشش:

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس (مسلمان) میت پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز جنازہ پڑھے ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہو۔

(سنن نسائی ج ۱ ص ۲۱۸، مسند امام احمد ج ۶ ص ۴۰، الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۳۴۴، جامع صغیر ج ۲ ص ۴۹۶، اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۳۵۶، کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۹۹)

صالح مومن کے جنازے میں شریک ہونے والوں کی بخشش:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے جو مومنین کو بدلہ دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام لوگوں کی بخشش ہو جاتی ہے جو ان کے جنازے میں شریک ہوئے ہوں۔

(جامع صغیر ج ۱ ص ۱۳۶، تنزیہ الشریعۃ ج ۲ ص ۳۷۰، کشف الخفاء ج ۱ ص ۳۰۸، کامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۸۴، المسند العقیلی ج ۴ ص ۲۰۴، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۳۸۲، الموضوعات لابن الجوزی ج ۳ ص ۲۲۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی اہل جنت میں سے انتقال کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ حیا فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو عذاب میں مبتلا کرے جو اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر رکھیں اور اس میں شامل ہوں اور جو اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔

(مسند الفردوس ج ۱ ص ۲۸۲، کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۹۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن کا پہلا تحفہ یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھنے والے کی بخشش کر دی جاتی ہے۔

(نوادر الاصول ص ۸۷، جامع صغیر ج ۱، ص ۱۶۷، العلل المتناھیہ ج ۳، ص ۲۲۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا سب سے پہلا تحفہ یہ ہے کہ ان تمام لوگوں کی بخشش کر دی جاتی ہے جو اس کے جنازے میں شریک ہوئے ہوں۔ (الموضوعات لابن الجوزی ج ۳، ص ۲۲۶، تاریخ بغداد ج ۵، ص ۲۷۴)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومنوں کو سب سے پہلی بشارت یہ دی جاتی ہے کہ تم اللہ کے ولی کو اس کی رضا اور جنت کی بشارت دو، تیرا آنا مبارک ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے جنازے میں شریک ہونے والوں کی بخشش و مغفرت فرما دی۔ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی دعا قبول فرمائی اور گواہی دینے والوں کی گواہی قبولیت کے درجے میں پہنچی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷، ص ۲۷۵، کنز العمال ج ۱۵، ص ۵۹۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن کو قبر میں داخل ہوتے ہی پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہونے والوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان ج ۷، ص ۷، کنز العمال ج ۱۵، ص ۵۹۵، جمع الجوامع ۶۳۶۹)

فاسق و فاجر کی نماز جنازہ:

ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اگرچہ وہ کیسا ہی گناہ گار و مرتکب کبائر ہو۔ نماز روزہ وغیرہ فرائض کا تارک ہو۔ زانی شرابی ہو وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے البتہ علماء مشائخ جن کے نماز جنازہ نہ پڑھنے سے لوگوں کو تنبیہ ہو اور وہ محرمات سے بچیں وہ علماء مشائخ ان بدکار لوگوں کی نماز جنازہ سے احتراز کریں۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی کا نماز جنازہ ادا فرمانے کی عرض کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے متعلق دریافت فرماتے اگر اچھی رائے بیان ہوتی (یہ نیکوکار صالح تھا وغیرہ) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا جنازہ ادا فرماتے اور اگر اچھی رائے نہ ہوتی تو اس کے اہل خانہ سے فرماتے خود ہی پڑھ لو۔ (مسند امام احمد ج ۵، ص ۲۹۹، مستدرک ج ۱، ص ۳۶۴)

اسی طرح جس نے خودکشی کر لی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھی

جائے گی اگرچہ قصداً خودکشی کی ہو۔ جو شخص رجم کیا گیا یا قصاص میں مارا گیا اسے غسل دیں گے اور نماز پڑھیں گے۔ (بہار شریعت ج ۴ ص ۸۱-۸۰)

فاسق وفاجر اور مرتکب کبائر کے نماز جنازہ کے جواز کی یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ تم پر واجب ہے خواہ نیکوکار ہو یا بدکار اگرچہ اس نے گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ کئے ہوں۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۲۱' العلل المتناھیہ ج ۱ ص ۴۲۵' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۵۶)

امام نووی لکھتے ہیں کہ حضرت حسن نخعی' قتادہ' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے آدمی کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس حدیث (کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ ادا نہ کی) کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زجر وتوبیخ کے لئے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تاکہ لوگ خودکشی سے باز رہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی نماز جنازہ ادا کرلی تھی۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا تاکہ لوگ فرض کی ادائیگی میں سستی سے باز رہیں۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی خواہ اس پر حد جاری ہو زخم کیا گیا ہو خودکشی کرنے والا ہو والد الزنا ہو۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ فساق فجار یا حد یافتہ ہو ان پر امام نماز جنازہ نہ پڑھے تاکہ لوگ برے کاموں میں ہاتھ ڈالنے سے ڈریں اور عام لوگوں میں سے کوئی شخص اس پر نماز جنازہ پڑھ لے۔ جو بچہ ناتمام پیدا ہوتا ہے اس کی نماز جنازہ ادا نہ کی جائے گی۔ پیدا ہونے کے بعد جس بچہ کی آواز سنی گئی یا کسی اور طریقہ سے اس کی زندگی کا علم ہوجائے اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۴)

قبر پر نماز جنازہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ رنگ عورت مسجد نبوی شریف میں جھاڑو لگاتی تھی یا ایک نوجوان تھا جو یہ کام سرانجام دیتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اس کو نہ پایا تو اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ راوی کہتے ہیں کہ شاید انہوں نے اس عورت یا مرد کو معمولی سمجھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا چلو مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی نشاندہی کی۔

آپ ﷺ نے اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ یہ قبریں اہل قبور کے لئے اندھیروں سے بھری ہوئی ہیں میری نماز سے ان میں روشنی ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم ج۱، ص ۳۰۹، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۵، التمہید ج ۶، ص ۲۶۳، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۱۰۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴، ص ۴۷، مسند امام احمد ج ۲، ص ۳۵۳، صحیح ابن حبان ج ۶، ص ۳۵، صحیح ابن خزیمہ ج ۲، ص ۲۷۲، مسند ابی یعلی ۶۴۲۹، واللفظ الاول، مسند ابوداؤد طیالسی ۲۷۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کی نماز جنازہ (اس کی قبر پر) پڑھی جسے گزشتہ رات دفن کر دیا گیا تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱، ص ۹-۱۷۸، صحیح مسلم ج ۱، ص ۳۰۹، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱، جامع ترمذی ج ۱، ص ۲۰۴، مسند امام احمد ج ۱، ص ۲۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۲۳۹، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴، ص ۴۵، حلیۃ الاولیاء ج ۵، ص ۹۳، مسند ابوداؤد طیالسی ج ۱، ص ۱۶۲)

حضرت یزید بن ثابت سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بقیع میں تشریف لا کر ایک عورت کی قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا کی۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱، سنن نسائی، صحیح ابن حبان ج ۶، ص ۳۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴، ص ۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۲۳۹)

قبر پر نماز جنازہ کا نہ مطلقاً جواز ہے اور نہ ہی عدم جواز۔ اگر بے نماز جنازہ دفن کر دیا گیا یا ولی نے نہ پڑھا یا بے غسل دفن کر دیا گیا ان سب صورتوں میں قبر پر نماز جنازہ جائز ہے رہا مدت کا سوال تو مدت کی تعین نہیں ہے بلکہ جب تک بدن میت کا صحیح سالم ہوتا مظنون ہو اس میں مدت احوال موسم کے اعتبار سے ہے۔ رہا مذکورہ بالا احادیث میں بے قید قبر پر نماز جنازہ مذکور ہونا یا تو یہ سرور کائنات ﷺ کی خصوصیت مبارکہ ہے جیسا کہ حدیث اول میں ہے اہل قبور کے لئے قبریں اندھیری ہوتی ہیں مگر میری نماز سے وہ روشن ہو جاتی ہیں یا پھر ان روایات میں ہمارے ذکر کردہ احتمال ضرور موجود ہیں اور عدم ذکر سے عدم شے متلزم نہیں ہوتی سوا قطعی چیزوں کے اور مذکورہ کلیہ بغیر استثناء کے خود وہابیہ کو بھی مسلم ہے البتہ وہابیہ کا سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف قبر پر نماز جنازہ کا مطلقاً عدم جواز منسوب کرنا ان کی جہالیت وحماقت ہے یا پھر ان کی نری خباثت ہے۔ ہم بعض عبارات فقہاء کرام درج کر رہے ہیں تا کہ کسی کو تذبذب نہ رہے۔ الامام شمس الآئمہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میت کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور میت کو قبر سے نہیں نکالا جائے گا کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا گیا اور وہ لوگوں کے پاس سے جا چکا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے لیکن چونکہ مسلمانوں نے اس پر نماز پڑھ کر اس

کا حق ادا نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ کا قبر پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے اس لئے اس وقت تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے جب تک یہ گمان ہو کہ اس کا جسم پھٹ نہیں گیا ہو گا کیونکہ نماز جنازہ میت پر مشروع ہے اس کے اجزاء پر نہیں...... دونوں کی حتمی اور یقینی تعداد کا تقرر نہیں ہے اس لئے کہ موسم گرما وسرما کے آثار مختلف ہوتے ہیں۔ میت کے بدن موٹاپے اور دبلے پن کے عوارض بھی مختلف ہوتے ہیں جو جسم کے جلد یا دیر سے ٹوٹ پھوٹ پر اثر انداز ہوتے ہیں اس لئے اس مسئلہ میں جہاں قبر ہو وہاں کے موسم اور میت کے احوال کے اعتبار سے لوگوں کے ظن غالب کا اعتبار کیا جائے گا۔ (المبسوط ج ۲ ص ۶۹)

امام حصکفی اور امام ابن عابدین شامی اور دیگر فقہاء نے تقریباً یہی بیان کیا ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار ج ۱ ص ۶۴۰، بہار شریعت ج ۴ ص ۸۱)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم شیخ الاسلام والمسلمین امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں کہ جب تک بدن میت کا سالم ہونا مظنون ہو اور یہ امر اختلاف موسم وحال زمین و حال میت سے جلدی و دیر میں مختلف ہو جاتا ہے۔ گرمی میں جلد بگڑ جاتا ہے، سردی میں بدیر زمین شور یا نمک میں جلد، سخت وغیر شور میں بدیر، فربہ مرطوب جلد خشک ولاغر بدیر، تو اس کے لئے مدت متعین نہیں کر سکتے (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۱۹۵ طبع جدید لاہور) صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔ (بہار شریعت ج ۴ ص ۸۶)

نماز جنازہ پڑھنے میں جلدی کرنا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی! تین چیزوں میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔

(۱) جب نماز کا وقت ہو جائے۔

(۲) جب جنازہ حاضر ہو۔

(۳) عورت کے نکاح میں جب مناسب رشتہ مل جائے۔ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۲۰۶)

حضرت احنف کے پاس لوگوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ جلدی نہ کرنا اور ہر کام کو تسلی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر کرنا اچھی بات ہے (مستحب ہے) یہ سن کر حضرت احنف نے فرمایا مگر تین باتوں میں جلدی بہتر ہے۔ جب جنازہ تیار ہو، جب عورت کے لئے مناسب رشتہ مل جائے، جب نماز کا وقت ہو جائے۔

(شعب الایمان ج ۷ ص ۷)

تین اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے:

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں منع فرماتے تھے تین اوقات میں نماز پڑھنے سے بھی اور مردوں کو دفن کرنے سے بھی۔ ایک تو جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ دوسرے جس وقت کو ٹھیک دوپہر ہو جب تک سورج ڈھل نہ جائے تیسرے جس وقت سورج غروب ہونے لگے جب تک پورا غروب نہ ہو جائے۔

(صحیح مسلم ج ۱، ص ۲۷۶، جامع ترمذی ج ۱، ص ۲۰۰، سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۹۹-۹۸، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۰، مسند امام احمد ج ۴، ص ۱۷۱، صحیح ابن حبان ج ۴، ص ۴۴، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۷، ص ۱۹۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲، ص ۴۵۴، شرح السنۃ ج ۲، ص ۱۶۵)

اگر ان تین اوقات میں جنازہ آ جائے جن میں تمام نمازیں پڑھنا خواہ فرض ہوں یا سنت و نفل مکروہ ہیں تو اس وقت بھی نماز جنازہ ادا کر دی جائے البتہ اگر جنازہ پہلے آ جائے اور کسی وجہ سے اتنی تاخیر ہو جائے اور وقت ان اوقات مکروہہ میں داخل ہو جائے تو پھر اسے مؤخر کیا جائے گا اور اس وقت جنازہ پڑھنا یقیناً مکروہ ہے۔ جنازہ اس وقت پڑھنا کہ ابھی سورج میں تغیر نہ ہو بہتر ہے اس کے بعد عندالغروب الشمس ناجائز و مکروہ ہے۔ تفصیل لکھ دی ہے۔

"عن ابی بکر یعنی ابن حفص قال کان عبداللہ ابن عمر اذا کانت الجنازہ صلی العصر ثم قال عجلوا بھا قبل الشمس"

ابو حفص بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول مبارک تھا کہ نماز عصر کے وقت اگر جنازہ حاضر ہو جاتا تو آپ نماز عصر ادا فرماتے اور حاضرین سے فرماتے جلدی جلدی نماز جنازہ پڑھو ایسا نہ ہو کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۱۷۳)

مجھے زیاد نے علی سے خبر دی کہ سورج کے پیلا پڑنے کے وقت ایک جنازہ بصری لوگوں کے مقبرہ میں رکھا گیا اس کی اس وقت (اوقات مکروہہ میں) نماز جنازہ نہ پڑھی گئی۔ غروب سورج کے بعد حضرت ابو برزہ نے منادی کروائی لوگ آئے اور آپ نے نماز مغرب کی امامت فرمائی۔ ان حاضرین میں حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو ہریرہ صحابی تھے ان سب نے پھر نماز جنازہ ادا فرمائی۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲، ص ۳۲)

اس موقف کے خلاف طبرانی الاوسط کی جو روایت پیش کی جاتی ہے کہ دیواروں تک سورج کے جھکنے

کے وقت آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کا جواب ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ امام ہیثمی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راوی حاکم بن سعید ہے جو ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۳، ص ۳۶)

نماز جنازہ کی دعائیں:

عموماً نماز جنازہ میں ایک ہی دعا پڑھی جاتی ہے مگر حدیث شریف میں مختلف دعائیں مذکور ہوئی ہیں ہم ان میں سے چند احادیث درج کر رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب نماز جنازہ پڑھاتے پڑھتے تو اس طرح دعا فرماتے تھے:

"اللهم اغفرلحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا واتثنا اللهم من احيية منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفهٗ على الايمان، اللهم لاتحرمنا اجره ولاتفتينا بعده"

اے اللہ! ہمارے زندوں اور مردوں، حاضر اور غائب، چھوٹے اور بڑے اور مرد و عورت کو بخش دے۔ اے اللہ! تو جسے زندہ رکھے ہم میں سے اسے زندہ رکھ اسلام پر اور جسے موت دے ہم میں سے اسے موت دے ایمان پر۔ اے اللہ! ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ رکھنا اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔

(جامع ترمذی ج ۱، ص ۱۹۸، سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۱۰۰، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۹، سنن نسائی ج ۱، ص ۲۱۷، مشکوٰۃ المصابیح ۱۴۶، مستدرک ج ۱، ص ۳۶۸، مسند امام احمد ج ۲، ص ۳۶۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴، ص ۴۱، کنز العمال ج ۱۵، ص ۵۸۶، مشکل الآثار ج ۱، ص ۴۲۴، مصنف عبدالرزاق ج ۳، ص ۴۸۶، السنۃ لابن ابی عاصم ج ۲، ص ۱۱۵، اتحاف السادۃ المتقین ج ۳، ص ۴۵۰، کتاب الاذکار ص ۱۳۳، صحیح ابن حبان ج ۶، ص ۲۹، عمل الیوم واللیلہ للنسائی ۵۸۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۱۷۷)

۱۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے راویت ہے "صل النبى صلى الله عليه وسلم على جنازة فحفظت من دعائه" کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی پس میں نے نبی کریم ﷺ کی دعا مبارک کو یاد کر لیا۔ آپ ﷺ رب تعالیٰ سے یوں دعا فرما رہے تھے۔

"اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله داراً خيراً من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيراً من زوجه وادخله

الجنة واعذه من عذاب القبر ومن فتنة القبر وعذاب النار قال تمنيت ان اكون انا ذلك الميت"

اے اللہ! اس میت کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اسے ہر بلا سے بچا اور اسے معاف کر اور اسے عزت کی مہمانی دے اور اس کی قبر کو کشادہ فرما اور اسے دھودے پانی اور برف اور اولوں سے اور اسے پاک کر دے گناہوں سے جیسے تو نے پاک کیا سفید کپڑا میل سے اور اسے بدل دے مکان بہتر اس کے مکان سے اور بدل دے گھر والے بہتر اس کے گھر والوں سے اور زوجہ بہتر عطا فرما اور اس کی زوجہ سے اور اسے داخل فرما جنت میں اور اسے پناہ دے قبر کے عذاب اور قبر کے سوال اور دوزخ کے عذاب سے۔ حضرت عوف فرماتے ہیں یہ سن کر مجھے اس بات کی تمنا ہوئی کہ کاش میں اس میت کی جگہ ہوتا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۱ جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۸ سنن ابن ماجہ ص ۱۰۹ سنن نسائی ج ۱ ص ۲۱۷ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۹۳ کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۹۸ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۷۶ مسند امام احمد ج ۵ ص ۲۷۱ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۸ ص ۷۷-۷۶ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۴۰ کتاب الاذکار ص ۱۳۳ شرح السنۃ ۹۶۳ مسند ابوداؤد طیالسی ۹۹۹ ابن الجارود ۲۶۴ صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۳۱)

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میت پر نماز جنازہ پڑھی پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔

"اللهم عبدك وابن عبدك كان يشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبدك ورسولك وانت اعلم به منا ان كان محسنًا فزد في احسانه وان كان سيئًا فاغفرله ولاتحرمنا اجره ولا تفتينا بعده"

اے اللہ! یہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا ہے۔ یہ گواہی دیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں اور تو اس کو ہم سے خوب جانتا ہے۔ اگر یہ نیک ہے تو اس کی نیکیاں اور زیادہ فرما اور اگر یہ بد ہے تو اس کی مغفرت فرما۔ ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور ہمیں اس کے بعد کسی آزمائش میں مبتلا نہ فرما۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۸ ص ۲۷۷ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸۷ مؤطا مالک ص ۱۳۶)

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے سنا تو یہ دعا پڑھ رہے تھے تو یہ دعا فرما رہے تھے۔

"اللهم انت ربها وانت خلقتها وانت هديتها للاسلام وانت قبضت روحها وانت الحكم بسرها وعلانيتها جئنا شفعاء فاغفرلها"

اے اللہ! تو اس کا رب ہے تو نے اسے پیدا کیا' تو نے اسے اسلام کی ہدایت کی تو نے ہی اس کی روح قبض فرمائی اور تو ہی اس کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔ ہم اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں اس کی مغفرت فرما۔

(سنن ابوداؤد ج ۲' ص ۱۰۱' مسند امام احمد ج ۲' ص ۳۴۵' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴' ص ۴۲' کتاب الاذکار ص ۱۳۴' کنز العمال ج ۱۵' ص ۵۸۷)

۵- امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک (نماز جنازہ میں) جنازہ پر یہ دعا فرمائی۔

"اللهم هذا عبدك ابن عبدك ابن امتك ناقذ فيه حكمك خلقته ولم يك شيئا مذكوراً انزل بك وانت خير منزول به اللهم القنه حجتهٗ والحقه نبيه صلى الله عليه وسلم وثبتة بالقول الثابت فانه افتقر اليك واستغنيت عنه كان يشهد ان لا اله الا الله محمد رسول الله فاغفرله وارحمه ولاتحرمنا اجره ولاتقنا بعد اللهم ان كان زاكيا فركه وان كان خاطئا فاغفرله"

اے اللہ! یہ تیرا بندہ تیرے بندے کا بیٹا تیری باندی کا بیٹا ہے نافذ اس میں حکم تیرا تو نے اس کو پیدا کیا اس حال میں کہ نہ تھا کوئی چیز اس کا نام تک کوئی لیتا۔ یہ تیرے یہاں اترا ہے اور تو بہتر ہے ان سب سے جن کے یہاں کوئی غریب الوطن اترے۔ اے اللہ تعالیٰ اس کو حجت سکھا دے اور اس کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا دے اور اسے ٹھیک بات پر ثابت قدم رکھ کہ یہ تیرا محتاج ہے اور تو اس سے غنی ہے۔ یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا عبادت کے لائق نہیں سوا اللہ تعالیٰ کے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے بعد آزمائش میں نہ ڈال۔ اے اللہ! اگر یہ پاک تھا تو اسے پاک فرما دے اور اگر یہ خطا کار تھا تو اس کی مغفرت فرما۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲' ص ۱۸۷)

۶- حضرت حارث بن نوفل سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نماز جنازہ اس

طرح سکھائی (نماز جنازہ میں دعا یوں تعلیم فرمائی)

"اللهم اغفر لاخواننا واخواتنا واصلح ذات بيننا والف بين قلوبنا اللهم هذا عبدك فلان ابن فلان ولانعلم الاخيرا وانت اعلم به منا فاغفرلنا وله"

اے اللہ! ہمارے بھائی اور بہنوں کی مغفرت فرما۔ ہمارے درمیان صلح قائم رکھ۔ ہمارے دلوں کو ملا۔ اے اللہ! یہ تیرا بندہ فلاح بن فلاں ہے ہم تو اس کے بارے میں بھلائی ہی جانتے ہیں اور تو بہتر جاننے والا ہے تو ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔ (کنز العمال ج ۱۵ ص ۷۱۴)

۷- حضرت ابراہیم بن اشہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی تو یہ دعا فرمائی۔

"اللهم اغفر لاولنا واخرنا وحينا وميتنا وذكرنا وانثنا وصغيرنا وكبيرنا وشاهدنا وغائبنا اللهم لاتحرمنا اجره ولاتفتنا بعده"

اے اللہ! ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی زندوں اور مردوں کی مردوں اور عورتوں کی چھوٹوں اور بڑوں کی حاضرین اور غائبین کی مغفرت فرما۔ (کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۸۶)

۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی تو یہ دعا فرمائی۔

"اللهم عبدك وابن امتك يشهد ان لا اله الا انت وحدك لاشريك لك ويشهد ان محمدا عبدك ورسولك اصبح فقيرا الى رحمتك واصبحت غنيا عن عذابه تخلى من الدنيا واهلها ان كان زاكيا فزكه وان كان مخطئا فاغفرله اللهم لاتحرمنا اجره وتضلنا بعده"

اے اللہ! یہ تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا گواہی دیتا ہے کہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں مگر اکیلا تو اور تیرا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں یہ محتاج ہے تیری رحمت کا اور تو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے' یہ اکیلا رہا دنیا اور دنیا کے لوگوں سے اگر یہ پاک تھا تو اسے پاک فرما دے اور اگر یہ خطا کار تھا تو اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ تو ہمیں محروم نہ کر اس کے ثواب سے اور گمراہ نہ کر اس کے بعد

(مجمع الزوائد ج ۳' ص ۳۲' المطالب العالیہ ۷۶۲)

۹- حضرت یزید بن رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی اور اس کے لئے اس طرح دعا فرمائی۔

"اللھم عبدك وابن امتك احتاج الی رحمتك وانت غنی عن عذابه ان کان محسنًا فزد فی احسانه وان کان سیئًا فتحاون عنه"

اے اللہ! تیرا بندہ ہے اور تیری بندی کا بیٹا ہے۔ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کو عذاب دینے سے بے نیاز ہے۔ اگر یہ نیکوکار ہے تو اس کی نیکیاں اور زیادہ فرما اور اگر یہ گناہگار ہے تو اس کو بخش دے۔ (مستدرک امام حاکم ج ۱ ص ۳۶۹، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۲)

۱۰- حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کی نماز جنازہ پڑھی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دعا سنی۔

"اللھم ان فلان ابن فلان فی ذمتك وجبل جوارك فقه من فتنة القبر وعذاب النار وانت اهل الوفاء الحق فاغفرلهٗ وارحمه انك انت الغفور رحیم"

اے اللہ! فلاں بن فلاں تیرے ذمہ کرم اور جوار رحمت میں ہے اور تو اسے امتحان قبر اور عذاب جہنم سے محفوظ فرما تو وعدہ پورا فرمانے والا اور حق فرمانے والا ہے اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما۔ بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۹، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۱)

۱۱- حضرت ابوحاصر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی تو فرمایا کیا میں تمہیں اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ میں کس طرح دعا فرماتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے کہ

"اللھم انك خلقنا ونحن عبادك انت ربنا والیك معادنا"

اے اللہ! بے شک تو نے ہمیں پیدا فرمایا ہم تیرے بندے ہیں اور تو ہمارا رب تعالیٰ ہے تیری ہی طرف ہمیں لوٹنا ہے (کنز العمال ج ۱۵ ص ۷۱۵)

۱۲- حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ کی نماز میں اس طرح دعا فرمائی۔

"اللھم اصبح عبدك هذا قد تخلی عن الدنیا وترکھا لاهلها وافتقر الیك

واستننیت عنه وقد کان یشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبدك ورسولك صلی الله علیه وسلم اغفرله وتجاوزه عنه والحقه بنبیه صلی الله علیه وسلم"

اے اللہ! تیرے اس بندے نے دنیا سے چھٹکارا حاصل کر لیا اور دنیا کو دنیا والوں کے لئے چھوڑ دیا۔ یہ تیرا محتاج ہے تو اس سے بے نیاز ہے۔ یہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اس کے گناہوں کو معاف فرما اور اس کو نبی کریم ﷺ کے جوار اقدس میں جگہ عطا فرما (مصنف عبدالرزاق ج ۳' ص ۴۸۷)

۱۳- حضرت سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوا۔ جب آپ نے اسے قبر میں رکھا تو پڑھا۔

"بسم الله وفی سبیل الله وعلی ملة رسول الله"

جب مٹی برابر کرنے لگے تو پڑھ رہے تھے۔

"اللهم اجرها من الشیطان ومن عذاب القبر اللهم احاف الارض عن جنبیها وصعد روحها منك رضوانا"

اے اللہ! اس کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھ اور عذاب قبر سے مامون فرما۔ اے اللہ! زمین کو اس کے پہلوؤں سے دور رکھ' اس کی روح کو بلندیوں پر پہنچا' اپنی رضا سے سرفراز فرما۔

میں نے عرض کیا کہ اے ابن عمر رضی اللہ عنہما! آپ نے اس سلسلہ میں حضور اقدس ﷺ سے کچھ سنا ہے یا اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں؟ فرمایا میں اس قول پر ہوں لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سب کچھ سنا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲)

نماز جنازہ پڑھاتے وقت امام کے کھڑے ہونے کی جگہ:

احناف کا مؤقف یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ میت کے سینہ کے سامنے امام کھڑا ہو۔

امام شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں کہ امام کے کھڑے ہونے کی بہترین جگہ جنازے کے سینے کے مقابل ہے کیونکہ انسان کے اعضاء میں اشرف سینہ ہے (المبسوط ج ۲' ص ۶۵)

امام مرغینانی نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک قول وروایت میں امام کے کھڑا ہونے کو عورت کے وسط کا بھی ذکر کیا ہے۔ (ہدایہ شریف ج ۱ ص ۱۳۹)

امام ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام عورت کے جنازے کے وسط میں کھڑا ہو اور مرد کے جنازہ میں سینہ کے مقابل کھڑا ہو۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۹۸ طبع دار الفکر بیروت)

قاضی ابوالولید مالکی لکھتے ہیں کہ ابن القاسم مالک فرماتے ہیں کہ مرد وعورت دونوں کے جنازے میں امام جنازہ کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۷۲)

قارئین کرام! احناف کے مؤقف پر وہابی بڑا شور کرتے ہیں بلکہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ ان کی جہالت پر دال ہے جو روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پیش کرتے ہیں اس میں یہ کہاں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اس پر عامل رہے۔ اگر وسط میں کھڑے ہونے پر ہمیشہ عامل ہوتے تو صحابہ کرام تابعین عظام میں اس مسئلہ میں اختلاف نہ ہوتا اور پھر اس مسئلہ میں امام کے وسط میں کھڑا ہونے عورت کے جنازے میں اور مرد کے جنازے میں سر کے مقابل کھڑے ہونے پر کوئی قولی حدیث موجود نہیں ہے تو ان وہابیوں کا اس مسئلہ پر شور برپا کرنا باطل ومردود ہے۔

اس مسئلہ میں صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔

امام ابن قدامہ حنبلی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ عورت کے جنازہ میں اس کے کندھے کے مقابل کھڑے ہوتے تھے اور حضرت واثلہ بن اسقع کا عمل نقل کیا ہے کہ وہ مرد کے جنازے میں اس کے وسط میں کھڑے ہوتے تھے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۹۸)

اور سینہ کے مقابل کھڑا ہونے پر تابعین کے آثار موجود ہیں مثلاً

"عن عطاء قال اذا صلی الرجل علی الجنازۃ قام عند الصدر"

حضرت عطاء مرد کے جنازے میں سینہ کے مقابل کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۶، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۶۹)

"عن ابراھیم قال یقوم الذی یصلی علی الجنازۃ عند صدرھا"

امام ابراہیم نخعی بھی جنازے پڑھتے وقت اس کے سینہ کے مقابل کھڑے ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۶)

سینہ کے مقابل کھڑے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دل ہوتا ہے جو محل ایمان ہے۔ اس ایمان

کی وجہ سے تو جنازہ پڑھنے والے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اس کے ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض روایات میں جو وسط کا ذکر ہے حافظ الحدیث سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف بھکھی شریف فرماتے تھے انسان کا وسط سینہ ہی ہوتا ہے اس لئے کہ اطراف کا شمار نہیں ہوتا۔

ہاتھ اور ٹانگیں شمار نہیں کی جاتیں اس اعتبار سے وسط سینہ ہے اور اگر ٹانگوں کا شمار کیا جائے تو ہاتھوں کو اٹھا کر ان کو بھی شمار کیا جائے گا اس اعتبار سے بھی وسط سینہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے۔

اولاً۔ تو یہ ہوسکتا ہے کہ یہ اتفاقی واقعہ ہو اس لئے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ہمیشہ کا عمل ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ میں اختلاف نہ ہوتا۔

ثانیاً۔ احناف کا ان دونوں روایات پر عمل ہو جاتا ہے اس لئے کہ سینہ کے مقابل کھڑا ہونے والا سر کے بھی قریب ہی ہوتا ہے جیسا کہ امام ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ ''وقال الخرقي يقوم عند صدر الرجل وهو قريب من القول الاول لقرب احدهما من الآخر'' امام خرقی نے کہا کہ امام آدمی کے سینہ مقابل کھڑا ہو اور یہ پہلے قول (سر کے مقابل) کے قریب ہے اس لئے کہ ایک دوسرے سے قریب ہے۔ (الشرح الکبیر ج ۲، ص ۳۴۴)

اس اعتبار سے احناف کا دونوں روایات پر عمل ہو جاتا ہے اور پھر وہابیوں کی جہالت کا اور ان کی کھلی خباثت کا اندازہ لگائیں کہ احناف کا نظریہ فقط ان تک محدود نہیں ہے بلکہ دیگر جلیل القدر آئمہ اور تابعین تبع تابعین کا بھی یہی نظریہ ہے مگر ان وہابیوں کا پراپیگنڈا صرف احناف کے بارے ہے انصاف سے کہئے کہ یہ ان کی خباثت نہیں تو کیا ہے۔

ثالثاً۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ عمل ہمیشہ کا ثابت نہیں ہے۔ یہی روایت ابوداؤد میں ان الفاظ میں ہے۔

''ويقوم عند رائس الرجل وعجيزة المراة''

اور یہ واضح ہے کہ عجیزہ وسط یقیناً نہیں ہوتا اور ترمذی میں وسط کے الفاظ ہیں۔ معلوم ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بھی عمل ایک طریقہ پر نہیں۔ آپ سے بھی مختلف عمل ثابت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ عجیزہ پر وسط

کا اطلاق کہا جا سکتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ سینہ پر وسط کا اطلاق کیوں نہیں ہو سکتا۔

بہرحال احناف کا موقف احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام تابعین تبع تابعین آئمہ کے مطابق ہے اور وہابیوں کا احناف پر حدیث دشمنی کا الزام لگانا باطل ومردود ہے۔ اور وہابی مولوی فاروق الرحمٰن یزدانی کی نری بکواس ہے۔

نماز جنازہ میں سلام دونوں طرف پھیرے اور اس کی کیفیت:

"عن ابی موسٰی قال صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی جنازۃ فسلم عن یمینہ وعن شمالہ"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک میت پر نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے دائیں اور بائیں جانب (دونوں طرف (سلام پھیرا)

(مجمع الزوائد ج ۳، ص ۳۴)

"عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خلال کان یفعلن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکھن الناس احدھن تسلیم الامام فی الجنازۃ مثل تسلیمہ فی الصلوٰۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جو کام کیا کرتے تھے جن کو اب لوگوں نے چھوڑ دیا ہے ان میں ایک نماز جنازہ میں اس طرح سلام پھیرنا ہے جس طرح (فرض) نماز میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر نے روایت کیا۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳، ص ۳۴، بیہقی سنن کبریٰ ج ۴، ص ۴۳)

"عن مرثد قال صلیت خلف جابر بن زید فلم تسلیمۃ اولھما عن یمینہ وآخرھما عن شمالہ"

مرثد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن زید کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی۔ انہوں نے دو سلام پھیرے۔ ایک طرف دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف (ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۱۹۰)

"عن حریث قال رایت عامر اصلی علی جنازۃ فسلم عن یمینہ وعن شمالہ"

حریث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عامر شعبی کو جنازہ پڑھتے دیکھا تو آپ نے ایک سلام دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب پھیرا (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۱۹۱)

"عن ابی الهشیم عن ابراهیم انه کان یسلم علی الجنازة عن یمینه وعن یساره"

ابوہشم نے امام ابراہیم نخعی سے روای کی ہے کہ وہ نماز جنازہ میں دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳' ص ۱۹۱)

اور چوتھی تکبیر کے بعد دونوں ہاتھ کھول دے پھر سلام پھیرے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱' ص ۲۲۴)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہاتھ باندھنا سنت اس قیام کی ہے جس کے لئے قرار ہو۔ "کما فی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار سلام وقت خروج ہے اس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹' ص ۱۹۳)

مزید فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد نہ قیام ذی قرار ہے نہ اس میں کوئی ذکر مسنون تو ہاتھ باندھے رہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے تکبیر رابع کے بعد خروج عن الصلوٰۃ کا وقت ہے اور خروج کے لئے اعتماد (ہاتھ باندے رہنا) کسی مذہب میں نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹' ص ۱۹۴' جدید طبع لاہور)

صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ (نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کے بعد) ہاتھ کھول کر سلام پھیرنا چاہئے۔ (فتاویٰ امجدیہ ج ۱' ص ۳۱۷' بہار شریعت ج ۴' ص ۸۴)

فقیہ ملت مولانا مفتی محمد جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول ج ۱' ص ۴۳۹)

مولانا نور اللہ نعیمی بصیرپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھے جائیں بعدازاں دونوں ہاتھ چھوڑ دے پھر دونوں (طرف) سلام کہے۔ (فتاویٰ نوریہ ج ۱' ص ۱۸۰)

نماز جنازہ صرف ایک ہی بار جائز ہے:

جنازہ کی نماز دومرتبہ ناجائز ہے سوا اس صورت کے کہ غیر ولی نے بغیر اذن ولی نماز جنازہ پڑھائی۔ معلوم ہوا کہ ایک بار نماز جنازہ پڑھ لی جائے تو اس میت پر دوبارہ نماز نہ پڑھی جائے۔ اگر دوبارہ نماز جنازہ جائز ہوتا تو سرورکائنات صاحب لولاک سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ اپنی قبر انور میں اس طرح موجود ہیں جس طرح رکھے گئے جو آدمی بھی قبرانور پر حاضر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کرتا مگر تعامل جمیع اہل اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ کوئی بھی یہ عمل نہیں کرتا۔ یہ چیز اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ دوبارہ نماز جنازہ جائز نہیں۔ اس پر متعدد دلائل نقل کئے جا

سکتے ہیں۔ ہم صرف چند دلائل پر اکتفاء کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''**لا تصلوا صلوٰۃ فی یوم مرتین**'' کوئی نماز ایک دن میں (ادا) دوبارہ نہ پڑھو۔

(مسند ابوداؤد ج ۱ ص ۸۶، مسند امام احمد ج ۲ ص ۲۰، جامع صغیر ج ۲ ص ۵۴۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۰۳، نصب الرایہ ج ۲ ص ۵۵، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۸۵، التمہید ج ۴ ص ۲۴۴، شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۳۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰۳، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۱۵)

اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے (نصب الرایہ ج ۲ ص ۵۵)

اس کے اصل الفاظ نقل کرنا ہی ضروری ہے ''**لا یصلی بعد صلوٰۃ مثلھا**'' ان احادیث کے بعد سیدی اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یہ حدیثیں بھی نماز جنازہ کی نفی تکرار پر صریح دال ہیں۔ حدیث ثانی تو عام مطلق ہے اور اوّل میں فی یوم کی قید اس نظر سے کہ مثلاً ظہر کی نمازوں کی تکرار سے تو آپ ہی مکرر ہوگی کل کی ظہر اور آج کی کہ ان کا سبب وقت ہے۔ جب وقت دوبارہ آیا دوبارہ آئی مگر ایک ہی سبب یعنی ایک ہی وقت میں مکرر نہ ہوگی۔ نماز جنازہ کا سبب مسلم میت ہے جب میت متکرر ہو نماز متکرر ہوگی مگر ایک ہی میت پر متکرر نہیں ہوسکتی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۴۸)

دوسری بات یہ کہ اگر نماز جنازہ میں تکرار کی اجازت ہو تو لوگ تعرف وکسل کی گھاٹی میں پڑیں گے۔ کہیں گے جلدی کیا ہے اگر ایک نماز ہو چکی تو ہم دوبارہ پڑھ لیں گے۔ اس تقدیر پر اگر لوگوں کا انتظار کیا جائے تو جنازہ کو دیر ہوتی ہے اور جلدی کیجئے تو جماعت ہلکی رہتی ہے۔ دونوں باتیں مقصود شرع کے خلاف لاجرم مصلحت شرعہ اس کی متقضی ہوئی کہ تکرار کی اجازت نہ ہو۔ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ نماز ہو چکی تو پھر نہ ملے گی اور ثواب عظیم ہاتھ سے نکل جائے گا تو خواہی نہ خواہی جلدی کرتے حاضر ہوں گے اور میت کے فائدے اور اپنے ثواب کے لئے جلد جمع ہوں گے اور شریعت کے مقاصد یا حسن وجوہ رنگ ظہور پائیں گے۔ مخلصاً (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے سے منع کردیا:

''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی جنازۃ فلما فرغ جاء عمر ومعہ قوم فاراد ان یصلی ثانیاً فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلاۃ علی الجنازۃ لاتعاد ولکن ادع للمیت واستغفر لہ''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ آ گئے اور ان کے ساتھ ایک جماعت تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ لوگوں کے ساتھ مل کر دوبارہ نماز جنازہ پڑھ لیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا جنازہ پر جب ایک بار نماز پڑھ لی جائے تو اس کا اعادہ نہیں لیکن تم میت پر دعا کرلو اور استغفار کر لو (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۸-۴۷' المحیط البرھانی ج ۲ ص ۳۳۲' التحقیق فی احادیث الخلاف الا بن الجوزی ج ۲ ص ۱۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول مبارک:

"عن نافع ان ابن عمر اذا انتھٰی الی الجنازۃ وقد صلی علیه دعا والنصرف ولم یعد الصلوٰۃ"

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز جنازہ کے لئے تشریف لاتے اور نماز پڑھی جا چکی ہوتی تو دعا کرتے اور واپس ہو جاتے تھے۔ دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے (الجوہر النقی ج ۴ ص ۴۸' مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۱۹)

حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول مبارک:

"عن ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنهما انهما فاستتهما الصلوٰۃ علیٰ جنازۃ فلما حضرا مازاد علی الاستغفار له"

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ وہ دونوں ایک میت کی نماز جنازہ سے پیچھے رہ گئے۔ جب وہ تشریف لائے تو دعا واستغفار سے زائد کچھ نہ کیا (یعنی دوبارہ نماز جنازہ نہ پڑھا) (المبسوط ج ۲ ص ۶۷' بدائع والصنائع ج ۲ ص ۴۸)۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا معمول مبارک:

"عبداللہ بن سلام فاتته الصلوٰۃ علیٰ جنازۃ عمر فلما حضرقال ان سبقتمونی بالصلوٰۃ فلا تسبونی بالدعا له"

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ سے رہ گئے۔ جب آپ حاضر ہوئے تو فرمایا اگر نماز میں تم مجھ سے آگے نکل گئے ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے آگے نہ بڑھو۔

(المبسوط ج ۲ ص ۶۷' بدائع الصنائع ج ۲ ص ۴۸' فتح اللہ المعین ج ۱ ص ۳۵۳)

"جاء عبداللہ بن سلام وقد صلی علی عمر فقال واللہ لئن کنتم سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ لاتسبقونی بالثناء علیہ"

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت تشریف لائے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی۔ پس آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر تم نماز جنازہ پڑھنے میں مجھ سے سبقت لے گئے ہو تو اب ثناء (دعا) کرنے میں تم مجھ سے نہ بڑھو۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۶۹، وبحوہ تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ج ۴۴ ص ۴۵۸)

ان دلائل احادیث و آثار سے ثابت ہو گیا کہ دوبارہ نماز جنازہ ہرگز جائز نہیں ہے۔

نماز جنازہ کے دیگر مسائل:

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہو گئے ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھی گناہ گار ہوا۔ اس کی فرضیت کا جو انکار کرے کافر ہے (درمختار ج ۱ ص ۶۴۰)

اس کے لئے جماعت شرط نہیں۔ ایک شخص بھی پڑھ لے تو فرض ادا ہو گیا۔ (عالمگیری)

نماز جنازہ کے واجب ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی قادر، بالغ، عاقل، مسلمان ہونا۔ ایک بات اس میں زیادہ ہے یعنی اس کی موت کی خبر ہونا۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۴۰)

نماز جنازہ میں دو طرح کی شرطیں ہیں۔ ایک مصلی کے متعلق اور دوسری میت کے متعلق۔ مصلی کے لحاظ سے تو وہی شرطیں جو جو مطلق نماز کی ہیں یعنی مصلی کا نجاست حکمیہ اور حقیقیہ سے پاک ہونا۔ نیز اس کے کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا، ستر عورت، قبلہ کو منہ ہونا، نیت، اس میں وقت شرط نہیں اور تکبیر تحریمہ رکن (فرض) ہے شرط نہیں جیسا پہلے ذکر ہوا۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۴۰)

بعض لوگ جوتا پہنے اور بہت لوگ جوتا پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ اگر جوتا پہنے پڑھی تو جوتا اور اس کے نیچے کی زمین دونوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ جنازہ تیار ہے۔ جانتا ہے کہ وضو یا غسل کرے گا تو نماز ہو جائے گی۔ تیمم کر کے پڑھے۔ امام طاہر نہ تھا تو نماز پھر پڑھیں اگر مقتدی طاہر ہوں اگر امام کی نماز نہ ہوئی تو کسی کی بھی نہ ہوئی اور اگر امام طاہر تھا اور مقتدی بلا طہارت تو اعادہ نہ کیا جائے کہ اگرچہ مقتدیوں کی نہ ہوئی امام کی تو ہو گئی۔ یونہی اگر عورت نے نماز جنازہ پڑھائی اور مردوں نے اس کی اقتداء کی تو لوٹائی نہ جائے کہ اگرچہ مردوں کی اقتداء صحیح نہ ہوئی مگر عورت کی نماز تو ہو گئی وہی کافی ہے اور نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ (درمختار ج ۱ ص ۶۴۰)

نماز جنازہ سواری پر نہ پڑھی تو نہ ہوئی اور نابالغ نے نماز جنازہ پڑھائی تو نہ ہوئی اس لئے کہ امام کا بالغ ہونا شرط ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ (درمختار ج ا ص ۶۴۰ عالمگیری ج ا ص ۱۶۳)

نماز جنازہ میں میت سے تعلق رکھنے والی چند شرطیں ہیں (۱) میت کا مسلمان ہونا (دیوبندی وہابی شیعہ قادیانی خدا اور رسول کے گستاخ بے ادب ہونے کی وجہ سے کافر ومرتد ہیں ان کی نماز جنازہ ان کے عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود پڑھنا کفر ہے (۲) میت سے مراد وہ ہے جو زندہ پیدا ہوا پھر مرگیا تو اگر مردہ پیدا ہوا بلکہ اگر نصف سے کم باہر نکلا اس وقت زندہ تھا اکثر باہر نکلنے سے بیشتر مرگیا تو اس کی نماز نہ پڑھی جائے۔

چھوٹے بچے کی ماں باپ دونوں مسلمان ہوں یا ایک تو وہ مسلمان ہے اس کی نماز پڑھی جائے اور اگر دونوں کافر ہیں تو نہیں (درمختار ج ا ص ۶۴۲) وغیرہ

مسلمان کو دارالحرب میں چھوٹا بچہ تنہا ملا اور اس نے اٹھالیا پھر مسلمان کے یہاں مرا تو اس کی نماز پڑھی جائے۔ (فتاوی عالمگیری ج ا ص ۱۶۳)

ہر مسلمان کی نماز پڑھی جائے اگرچہ وہ کیسا ہی گناہ گار اور مرتکب کبائر ہو مگر چند قسم کے لوگ ہیں کہ ان کی نماز نہیں یعنی (۱) باغی جو امام برحق پر ناحق خروج کرے اور اس بغاوت میں مارا جائے (۲) ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا نہ ان کو غسل دیا جائے نہ ان کی نماز پڑھی جائے مگر جبکہ بادشاہ اسلام نے ان پر قابو پایا اور قتل کیا تو نماز وغسل ہے یا نہ وہ پکڑے گئے نہ مارے گئے بلکہ ویسے ہی مر گئے تو بھی غسل ونماز ہے (۳) جو لوگ ناحق پاسداری سے لڑیں بلکہ جو ان کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور پتھر آ کر لگا اور مر گئے تو ان کی بھی نماز نہیں ہاں ان کے متفرق ہونے کے بعد مرے تو نماز ہے (۴) جس نے کسی شخص کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا اور (۵) جو شہر میں ہتھیار لے کر لوٹ مار کریں وہ بھی ڈاکو ہیں۔ اس حالت میں مارے جائیں تو ان کی بھی نماز نہ پڑھی جائے (۶) جس نے اپنی ماں یا باپ کو مار ڈالا اس کی بھی نماز نہیں (۷) جو کسی کا مال چھین رہا تھا اور اس حال میں مارا گیا اس کی بھی نماز نہیں۔

(عالمگیری ج ا ص ۱۶۳ درمختار ج ا ص ۶۴۲،۳) وغیرہما

۲۔ میت کے بدن وکفن کا پاک ہونا۔ بدن پاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسے غسل دیا گیا یا غسل ناممکن ہونے کی صورت میں تیمم کرایا گیا ہو اور کفن پہنانے سے بیشتر اس کے بدن سے نجاست نکلی تو دھو ڈالی جائے اور بعد میں خارج ہوئی تو دھونے کی حاجت نہیں اور کفن پاک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ

پاک کفن پہنایا جائے اور بعد میں اگر نجاست خارج ہوئی اور کفن آلودہ ہوا تو حرج نہیں۔

(درمختار ردالمحتار ج ا ص ۶۴۰)

بغیر غسل نماز پڑھی گئی' نہ ہوئی۔ اسے غسل دے کر پھر پڑھیں اور اگر قبر میں رکھ چکے مگر مٹی ابھی نہیں ڈالی گئی تو قبر سے نکالیں اور غسل دے کر نماز پڑھیں اور مٹی دے چکے تو اب نہیں نکال سکتے لہٰذا اب اس کی قبر پر نماز پڑھیں کہ پہلی نماز نہ ہوئی تھی کہ بغیر غسل کے ہوئی تھی اور اب چونکہ غسل ناممکن ہے اس لئے ہو جائے گی (ردالمحتار ج ا ص ۶۴۰) وغیرہ

۳- جنازہ کا وہاں موجود ہونا یعنی کل یا اکثر یا نصف مع سر کے موجود ہونا لہٰذا غائب کی نماز نہیں ہو سکتی۔

۴- جنازہ زمین پر رکھا ہو یا ہاتھ پر ہو تو قریب ہو اگر جانور وغیرہ پر لدا ہو تو نماز نہ ہوگی۔

۵- جنازہ مصلی کے آگے قبلہ کو ہونا اگر مصلی کے پیچھے ہوگا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ اگر جنازہ الٹا رکھا یعنی میت کا قدم امام کے داہنے ہو تو نماز ہو جائے گی مگر قصداً ایسا کیا تو گناہ گار ہوئے۔ (درمختار ج ا ص ۶۴۱)

اگر قبلہ کے جاننے میں غلطی ہوئی یعنی میت کو اپنے خیال سے قبلہ کو ہی رکھا تھا مگر حقیقتاً قبلہ کو نہیں تو موضع تحری میں اگر تحری کی نماز ہوگئی ورنہ نہیں۔ (درمختار ج ا ص ۶۴۱)

۶- میت کا وہ بدن کا حصہ جس کا چھپانا فرض ہے چھپا ہونا۔

۷- میت امام کے محاذی ہو یعنی اگر ایک میت ہے تو اس کا کوئی حصہ بدن امام کے محاذی ہو اور چند ہوں تو کسی ایک کا حصہ بدن امام کے محاذی ہونا کافی ہے۔ (ردالمحتار ج ا ص ۶۴۱)

نماز جنازہ میں دو رکن (فرض) ہیں ایک چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا جبکہ دوسرا قیام۔ بغیر عذر بیٹھ کر یا سواری پر نماز جنازہ پڑھی نہ ہوئی اور اگر ولی یا امام بیمار تھا اس نے بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدیوں نے کھڑے ہو کر پڑھی ہوگئی (درمختار ردالمحتار ج ا ص ۶۴۱)

نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت موکدہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا (۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف (۳) میت کے لئے دعا۔

اگر ماثور دعائیں اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جو دعا چاہے پڑھے مگر وہ دعا ایسی ہو کہ امور آخرت کے متعلق ہو۔ (جوہرہ ص ۱۳۷' عالمگیری ج ا ص ۱۶۳' درمختار ج ا ص ۶۴۲)

میت مجنون یا نابالغ ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے۔

''اللھم اجعلہ لنا فرطا وجعلہ لنا اجرا وذخرا وجعلہ لنا شافعًا ومشفعًا''
اورلڑکی ہوتو ''اجعلھا'' اور ''شافعۃً ومشفعۃ'' (جوہرہ)

مجنون سے مراد وہ مجنون ہے جو بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہے کہ وہ کبھی کبھی مکلّف ہی نہ ہوا اور اگر جنون عارضی ہے تو اس کی مغفرت کی دعا کی جائے جیسے اوروں کے لئے کی جاتی ہے کہ جنون سے پہلے تو وہ مکلّف تھا اور جنون کے بیشتر کے گناہ جنون سے جاتے نہ رہے (غنیۃ ص ۵۴۲)

نماز جنازہ کے سلام میں میت اور فرشتوں اور حاضرین نماز کی نیت کرے۔ اس طرح جیسے دوسری نمازوں کے سلام میں نیت کی جاتی ہے اتنی بات زیادہ ہے کہ میت کی بھی نیت کرے۔
(درمختار ردالمختار ج ۱ ص ۶۴۲)

خلاصہ تکبیر وسلام کو امام جہر کے ساتھ کہے باقی تمام دعائیں آہستہ پڑھی جائیں۔
(جوہرہ ص ۱۳۸ ' درمختار ج ۱ ص ۶۴۵)

جنازہ میں تمام صفوں میں سے پچھلی صف کو فضیلت حاصل ہے (درمختار ج ۱ ص ۶۴۵)

نماز جنازہ میں امامت کا حق بادشاہ اسلام کو ہے پھر قاضی پھر امام جمعہ پھر امام محلّہ پھر ولی کو۔ امام محلّہ کا ولی پر تقدم بطور استحباب ہے اور یہ بھی اس وقت کہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی بہتر ہے
(غنیۃ ص ۵۳۷ ' درمختار ج ۱ ص ۶۴۹)

ولی سے مراد میت کے عصبہ ہیں اور نماز پڑھانے میں اولیاء کی وہی ترتیب ہے جو نکاح میں ہے صرف فرق اتنا ہے کہ نماز جنازہ میں میت کے باپ کو بیٹے پر تقدم ہے اور نکاح میں بیٹے کو باپ پر البتہ اگر باپ عالم نہیں اور بیٹا عالم ہے تو نماز جنازہ میں بیٹا مقدم ہے اور اگر عصبہ نہ ہوں تو ذوی الارحام غیروں پر مقدم ہیں۔ (درمختار ردالمختار ج ۱ ص ۶۵۰)

میت کا ولی اقرب (سب سے زیادہ نزدیک کا رشتہ دار) غائب ہے اور ولی ابعد (دور کا رشتہ دار) حاضر ہے تو یہی ابعد نماز پڑھائے' غائب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنی دور ہے کہ اس کے آنے کے انتظار میں حرج ہو۔ (ردالمختار)

عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو شوہر نماز پڑھائے وہ بھی نہ ہو تو پڑوسی' یونہی مرد کا ولی نہ ہو تو پردیسی اوروں پر مقدم ہے (درمختار ج ۱ ص ۶۵۰)

غلام مرگیا تو اس کا آقا باپ اور بیٹے پر مقدم ہے اگرچہ یہ دونوں آزاد ہوں اور آزاد شدہ غلام میں باپ اور بیٹے اور دیگر ورثہ آقا پر مقدم ہیں (درمختار ردالمختار ج ۱ ص ۶۵۱)

مکاتب کا بیٹا یا غلام مرگیا تو نماز پڑھانے کا حق مکاتب کو ہے مگر اس کا مولیٰ اگر موجود ہے تو اسے چاہئے کہ مولیٰ سے پڑھوائے اور اگر مکاتب مرگیا تو اتنا مال چھوڑا کہ بدل کتابت ادا ہو جائے اور وہ مال وہاں موجود ہے تو اس کا بیٹا نماز پڑھائے اور مال غائب ہے تو مولیٰ (جوہرہ ص ۱۳۶)

عورتوں اور بچوں کو نماز جنازہ کی ولایت نہیں (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۳)

ولی اور بادشاہ اسلام کو اختیار ہے کہ کسی اور کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت دے دے۔
(درمختار ج ۱ ص ۶۵۱)

میت کے ولی اقرب اور ولیٰ ابعد دونوں موجود ہیں تو ولی اقرب کو اختیار ہے کہ ولی ابعد کے سوا کسی اور سے پڑھوا دے اور ابعد کو منع کرنے کا اختیار نہیں اور اگر ولی اقرب غائب ہے اور اتنی دور ہے کہ اس کے آنے کا انتظار نہ کیا جا سکے اور کسی تحریر کے ذریعہ ابعد کے سوا کسی اور سے پڑھوانا چاہے تو ابعد کو اختیار ہے کہ اسے روک دے اور اگر ولی اقرب موجود ہے مگر بیمار ہے تو جس سے چاہے پڑھوا دے ابعد کو منع کا اختیار نہیں (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۴)

عورت مرگئی' شوہر اور جوان بیٹا چھوڑا تو ولایت بیٹے کو ہے شوہر کو نہیں البتہ اگر یہ لڑکا اسی شوہر سے ہے تو باپ پر پیش قدمی مکروہ ہے اسے چاہئے کہ باپ سے پڑھوائے اور اگر دوسرے شوہر سے ہے تو سوتیلے باپ پر تقدم کر سکتا ہے کوئی حرج نہیں اور بیٹا بالغ نہ ہو تو عورت کے جو اور ولی ہوں ان کا حق ہے شوہر کا نہیں (جوہرہ ص ۱۳۶' عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۳)

دو یا چند شخص ایک درجہ کے ولی ہوں تو زیادہ حق اس کا ہے جو عمر میں بڑا ہے مگر کسی کو یہ اختیار نہیں کہ دوسرے ولی کے سوا کسی اور سے بغیر اس کی اجازت کے پڑھوا دے۔ اگر ایسا کیا یعنی خود نہ پڑھائی اور کسی اور کو اجازت دے دی تو دوسرے ولی کو منع کا اختیار ہے اگرچہ یہ دوسرا ولی عمر میں چھوٹا ہو اور اگر ایک ولی نے ایک شخص کو اجازت دی دوسرے کو جس کو بڑے نے اجازت دی وہ اولیٰ ہے۔
(عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۳)

میت نے وصیت کی تھی کہ میری نماز فلاں بڑھائے یا مجھے فلاح شخص غسل دے یہ وصیت باطل ہے یعنی اس وصیت سے ولی کا حق جاتا نہ رہے گا ہاں ولی کو اختیار ہے کہ خود نہ پڑھائے اس سے پڑھوا دے (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۳) وغیرہ

ولی کے سوا کسی ایسے نے نماز پڑھائی جو ولی پر مقدم نہ ہو اور ولی اسے اجازت بھی نہ دی تھی تو اگر

ولی نماز میں شریک نہ ہوا تو نماز کا اعادہ کر سکتا ہے اگر مردہ دفن ہو گیا ہے تو قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر وہ ولی پر مقدم ہے جیسے بادشاہ' قاضی و امام محلّہ کے ولی سے افضل ہو تو اب ولی نماز کا اعادہ نہیں کر سکتا اور اگر ایک ولی نے نماز پڑھا دی تو دوسرے اولیاء اعادہ نہیں کر سکتے اور ہر صورت اعادہ میں جو شخص پہلی نماز میں شریک نہ تھا وہ ولی کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اور جو شخص شریک تھا وہ ولی کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا ہے کہ جنازہ کی دو مرتبہ نماز ناجائز ہے سوا اس صورت کے غیر ولی نے بغیر اذن ولی کے پڑھائی۔
(عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۳' درمختار ج ۱ ص ۶۵۲' وغیرہما)

جن چیزوں سے تمام نمازیں فاسد ہوتی ہیں نماز جنازہ بھی ان سے فاسد ہو جاتی ہے سوا ایک بات کے کہ عورت مرد کے محاذی ہو جائے تو نماز جنازہ فاسد نہ ہو گی۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۴)

مستحب یہ ہے کہ میت کے سینہ کے سامنے امام کھڑا ہو اور میت سے دور نہ ہو۔ میت خواہ مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ یہ اس وقت ہے کہ ایک ہی میت کی نماز پڑھائی ہو اور چند ہوں تو ایک کے سینہ کے مقابل اور قریب کھڑا ہو (درمختار ردالمحتار ج ۱ ص ۶۴۶)

امام نے پانچ تکبریں کہیں تو پانچویں تکبیر میں مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے۔ جب امام سلام پھیرے تو اس کے ساتھ سلام پھیر دے (درمختار ج ۱ ص ۶۴۵)

بعض تکبیریں فوت ہو گئیں یعنی اس وقت آیا کہ بعض تکبیریں ہو چکی ہیں تو فوراً شامل نہ ہو۔ اس وقت ہو جب امام تکبیر کہے اور اگر انتظار نہ کیا بلکہ فوراً شامل ہو گیا تو امام کے تکبیر کہنے سے پہلے جو کچھ ادا کیا ہے اس کا اعتبار نہیں۔ اگر وہیں موجود تھا مگر امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کے وقت اللہ اکبر نہ کہا خواہ غفلت کی وجہ سے دیر ہوئی یا ابھی نیت ہی کرتا رہ گیا تو یہ شخص اس کا انتظار نہ کرے کہ امام دوسری تکبیر کہے تو اس کے ساتھ شامل ہو بلکہ فوراً ہی شامل ہو جائے (درمختار ج ۱ ص ۶۴۶' غنیۃ ص ۵۳۹)

مسبوق یعنی جس کی بعض تکبیریں فوت ہو گئیں وہ اپنی باقی تکبیریں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ دعائیں پڑھے گا تو پوری کرنے سے پہلے لوگ میت کو کندھے تک اٹھائیں گے تو صرف تکبیریں کہہ لے دعائیں چھوڑ دے (درمختار ج ۱ ص ۶۴۷)

لاحق یعنی جو شروع میں شامل ہوا مگر کسی وجہ سے درمیان کی بعض تکبیریں رہ گئیں مثلاً پہلی تکبیر امام کے ساتھ کہی مگر دوسری اور تیسری جاتی رہیں تو امام کی چوتھی تکبیر سے پیشتر یہ تکبیریں کہہ لے۔
(ردالمحتار ج ۱ ص ۶۴۷)

چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آیا تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ لے۔ (درمختار ج ۱ ص ۶۴۴)

کئی جنازے جمع ہوں تو ایک ساتھ سب کی نماز پڑھ سکتا ہے یعنی ایک ہی نماز میں سب کی نیت کر لے اور افضل یہ ہے کہ سب کی علیحدہ علیحدہ پڑھے اور اس صورت میں یعنی جب علیحدہ علیحدہ پڑھے تو ان میں جو سب سے افضل ہے پہلے اس کی پڑھے پھر اس کی جو اس کے بعد سب میں افضل ہے۔ علی ہذا القیاس (درمختار ج ۱ ص ۶۴۸)

چند جنازے کی ایک ساتھ پڑھائے تو اختیار ہے سب کو آگے پیچھے رکھیں یعنی سب کا سینہ امام کے مقابل ہو یا برابر برابر رکھیں یعنی ایک کی پائینتی یا سرہانے دوسرے کو اور اس دوسرے کی پائینتی سرہانے تیرے کو۔ علیٰ ہذا القیاس

اگر آگے پیچھے رکھے تو امام کے قریب اس کا جنازہ ہو جو سب میں افضل ہو پھر اس کے جو افضل ہو۔ علی ہذا القیاس اور اگر فضیلت میں برابر ہو تو جس کی عمر زیادہ ہو اسے امام کے قریب رکھیں یہ اس وقت ہے کہ سب ایک جنس کے ہوں۔ اگر مختلف جنس کے ہوں تو امام کے قریب مرد ہو اور اس کے بعد لڑکا پھر خنثیٰ پھر عورت پھر مراہق یعنی نماز میں جس طرح مقتدیوں کی صف میں ترتیب ہے اس کا عکس یہاں ہے اور اگر آزاد و غلام کے جنازے ہوں تو آزاد کو امام کے قریب رکھیں گے۔ اگرچہ نابالغ ہو اس کے بعد غلام کو اور کسی ضرورت سے ایک ہی قبر میں چند مردے دفن کریں تو ترتیب عکس کریں یعنی قبلہ کو اسے رکھیں جو افضل ہے جبکہ سب مرد یا سب عورتیں ہوں ورنہ قبلہ کی جانب مرد کو رکھیں پھر لڑکے کے پھر خنثیٰ کو پھر عورت کو پھر مراہقہ کو (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۵، درمختار ج ۱ ص ۶۴۹، ج ۱ ص ۶۴۹)

ایک جنازہ کی نماز شروع کی تھی تو دوسرا آ گیا تو پہلے کی پوری کر لے۔ اگر دوسری تکبیر میں دونوں کی نیت کر لی تب بھی پہلے کی ہوگی۔ اگر دوسرے کی کر لی تو دوسرے کی ہوگی۔ اس سے فارغ ہو کر پہلے کی پڑھے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۵)

نماز جنازہ میں امام بے وضو ہو گیا تو کسی کو خلیفہ کیا تو جائز ہے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۵)

کنویں میں گر کر مر گیا یا اس کے اوپر مکان گر پڑا اور مردہ نکالا نہ جا سکا تو اسی جگہ اس کی نماز پڑھیں۔ اور دریا میں ڈوب گیا اور نکالا نہ جا سکا تو اس کی نماز نہیں ہو سکتی کہ میت کا مصلی کے سامنے ہونا معلوم نہیں (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۴۷)

شارع عام اور دوسرے کی زمین پر نماز جنازہ پڑھنا منع ہے (ردالمحتار ج ا ص ۶۴۵)
یعنی مالک زمین منع کرتا ہو۔
جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا تو اگر جمعہ سے پہلے تجہیز و تکفین ہو سکے تو پہلے کر لے۔ اس خیال سے روک رکھنا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا مکروہ ہے (ردالمحتار ج ا ص ۶۴۴) وغیرہ
نماز مغرب کے وقت جنازہ آیا تو فرض اور سنتیں پڑھ کر نماز جنازہ ادا کریں یونہی کسی اور فرض نماز کے وقت جنازہ آئے اور جماعت تیار ہو تو فرض و سنت پڑھنے کے بعد نماز جنازہ پڑھیں بشرطیکہ نماز جنازہ کی تاخیر میں جسم خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔
(عالمگیری ج ا ص ۱۶۵، ردالمحتار ج ا ص ۶۴۲، فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۸۳)
نماز عید کے وقت جنازہ آیا تو پہلے عید کی نماز پڑھیں پھر جنازہ پھر خطبہ اور گہن کی نماز کے وقت جنازہ آئے تو پہلے نماز جنازہ ادا کریں پھر گہن کی نماز (درمختار ج ا ص ۶۴۲، جوہرہ ص ۱۲۴)
مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اس کا غسل و کفن دیں گے اور اس کی نماز پڑھیں گے ورنہ اسے ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے۔ اس کے لئے غسل و کفن بطریق مسنون نہیں اور نماز بھی اس کی نہیں پڑھی جائے گی یہاں تک کہ سر جب باہر ہوا تھا اس وقت چیختا تھا مگر اکثر حصہ نکلنے سے بیشتر مر گیا تو نماز نہ پڑھی جائے۔ اکثر کی مقدار یہ ہے کہ سر کی جانب سے ہو تو سینہ تک اکثر ہے۔ اور پاؤں کی جانب سے ہو تو کمر تک ہو۔
(درمختار ردالمحتار ج ا ص ۶۴۳)
بچہ کی ماں یا جنائی نے زندہ پیدا ہونے کی شہادت دی تو اس کی نماز پڑھی جائے مگر وراثت کے بارے میں ان کی گواہی نامعتبر ہے یعنی بچہ اپنے باپ فوت شدہ کا وارث قرار نہیں دیا جائے گا نہ بچہ کی وارث اس کی ماں ہوگی۔ یہ اس وقت ہے کہ خود باہر نکلا اور کسی نے حاملہ کے شکم پر ضرب لگائی کہ بچہ مرا ہوا نکلا تو وارث ہوگا اور وارث بنائے گا۔ (ردالمحتار ج ا ص ۶۴۳)
بچہ زندہ پیدا ہوا یا مردہ اس کی خلقت تمام ہوئی یا ناتمام بہر حال اس کا نام رکھا جائے اور قیامت کے دن اس کا حشر ہوگا۔ (درمختار ردالمحتار ج ا ص ۶۴۳)
کافر کا بچہ دارالحرب میں یا اپنی ماں یا باپ کے ساتھ قید کیا گیا اور وہ مر گیا اور اس کے ماں باپ میں سے کوئی مسلمان نہ ہوا تو اسے نہ غسل دیں گے نہ کفن خواہ دارالحرب میں مرا ہو یا دارالاسلام میں اور

اگر تنہا اسے دارالاسلام میں لائیں یعنی اس کے ماں یا باپ کو قید کر کے نہ لائے یوں نہ وہ بطور خود بچہ کے لانے سے پہلے ذمی بن کر آئے تو اسے غسل وکفن دیں گے اور اس کی نماز پڑھی جائے گی اور اس نے عاقل ہو کر کفر اختیار نہ کیا۔ (عالمگیری ج ا ص ۱۵۹، درمختار ج ا، ص ۶۴۵)

کافر کے بچہ کو قید کیا اور ابھی وہ دارالحرب میں تھا کہ اس کا باپ دارالاسلام میں اگر مسلمان ہو گیا تو بچہ مسلمان سمجھا جائے گا اگرچہ دارالحرب میں مر جائے اسے غسل وکفن دیں گے اور اس کی نماز پڑھیں گے۔ (ردالمحتار ج ا، ص ۶۴۵)

بچہ کو ماں باپ کے ساتھ قید کر کے لائے اور ان میں سے کوئی مسلمان ہو گیا یا وہ بچہ سمجھدار تھا اور مسلمان ہو گیا تو ان دونوں صورتوں میں وہ مسلمان سمجھا جائے گا۔ (تنویرالابصار ج ا، ص ۶۴۵)

کافر کے بچہ ماں باپ کے ساتھ قید کیا مگر وہ دونوں وہیں دارالحرب میں مر گئے تو اسے مسلمان سمجھا جائے مجنون بالغ قید کیا گیا تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو بچہ کا ہے۔ (ردالمحتار ج ا، ص ۶۴۵)

مسلمان کا بچہ کافرہ سے پیدا ہوا اور وہ اس کی منکوحہ نہ تھی یعنی وہ بچہ زنا کا ہے تو اس کی نماز پڑھی جائے۔ (ردالمحتار ج ا، ص ۶۴۵)

امام سے نماز جنازہ کی ایک تکبیر رہ جائے تو جنازہ نہ ہوا اس لئے کہ یہ جنازہ میں فرض تھا۔
(عالمگیری ج ا، ص ۸۴، ردالمحتار ج ا، ص ۶۴۲)

شیعہ مذہب کے چند مسائل

بے وضو اور جنبی بھی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے:

"عن یونس بن یعقوب قال سألت ابا عبداللہ علیہ السلام عن الجنازۃ اصلی علیھا غیر وضوء فقال نعم انما ھو تکبیرو تسبیح وتحمید وتحلیل کما تکبر وتسبح فی بیتك علی غیر وضوء"

یونس بن یعقوب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کیا میں نماز جنازہ بغیر وضو کے پڑھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ وہ تو تکبیر تسبیح تحمید اور تہلیل کا نام ہے جس طرح تم گھر میں بغیر وضو تکبیر تسبیح پڑھ سکتے ہو یہاں بھی درست ہے (وسائل الشیعہ ج ۲، ص ۷۹۹)

"عن رجل عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال سألتہ عن الحائض تصلی علی الجنازۃ فقال نعم ولاتقف معھم والجنب یصلی علی الجنازۃ"

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کیا حیض والی عورت نماز جنازہ پڑھ سکتی ہے۔ فرمایا ہاں پڑھ سکتی ہے اور اسے مردوں کے ساتھ نہیں کھڑا ہونا چاہئے اور جنبی بھی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں (وسائل الشیعہ ج ۲، ص ۸۰۰، تہذیب الاحکام ج ۳، ص ۲۰۴)

نماز جنازہ کے لئے ستر عورت بھی ضروری نہیں ہے:

"واشترط الاربعة لصحة الصلوٰة علی الجنازة الطھارة وستر العورة تماما کما فی الصلوٰة والمفروضة وقالِ الامامیة لیست الطھارة ولاستر الغورة بشرط للصحة (الصلوٰة) ولکنھما مستحبتان انما لیست صلوٰة فی حقیقتھا وانما ھی دعا"

آئمہ اربعہ نے نماز جنازہ کی صحت کے لئے طہارت اور ستر عورت دونوں کو شرائط قرار دیا ہے جس طرح یہ دونوں فرض نماز کے لئے شرط ہیں اور فقہ جعفریہ کے پیرو کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کی صحت کے لئے نہ ہی طہارت اور نہ ہی ستر عورت شرط ہے ہاں یہ دونوں مستحب ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ نماز جنازہ حقیقت میں نماز نہیں ہے بلکہ دعا ہے۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۶۳، تحریر الوسیلہ ج ۱ ص ۸۰، وسائل الشیعہ ج ۲ ص ۸۰۰)

سنی مسلمان کی نماز جنازہ نہ ہی پڑھی جائے اگر پڑھے دعائے مغفرت کے بجائے دعائے لعنت کرے (نعوذ باللہ)

"عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام انہ قال اذاصلیت علی عدواللّٰہ عزوجل فقل اللّٰھم انا لانعلم منہ الاانہ عدولك ولرسولك اللّٰھم فاحش قبرہ نارا واحش جوفہ نارا وعجل الی النار فانہ کان یوالی اعداك ویعادی اولیائك"

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جب تو اللہ کے دشمن (سنی) پر نماز جنازہ پڑھے تو یہ دعا کر کے اے اللہ ہم نہیں خیال کرتے ہیں اس کو مگر تیرا اور تیرے رسول کا دشمن اے اللہ اس کی قبر کو آگ کے ساتھ بھر دے اور اس کے پیٹ کو آگ سے بھر دے اور جلدی پہنچا اس کو آگ میں اس لئے کہ یہ تیرے دشمنوں سے محبت اور تیرے دوستوں سے دشمنی کرتا ہے۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۰۵، فروع کافی ج ۳ ص ۱۸۹، طبع ایران ج ۱ ص ۹۹، طبع نولکشور)

"یجب الصلوٰۃ علی کل مسلم وان کان مخالفا للحق علی الاصح ولایجوز علی الکافر باقسامہ حتی المرتد ومن حکم یکفرہ ممن انتحل بالاسلام کالنواصب والخوارج"

صحیح ترین مسئلہ یہ ہے کہ ہر مسلمان پر نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے اگرچہ وہ حق کے مخالف ہی کیوں نہ ہو اور کافر کی تمام اقسام پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے حتیٰ کہ مرتد کی بھی اور ان لوگوں کی بھی نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن ان پر کفر کا حکم لگا ہوا ہے جیسا کہ نواصب (اہل سنت) اور خارجی لوگ (تحریر الوسیلہ ج ۱ ص ۷۶)

ہم شیعہ بھی یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ناجی (سنی) ملعون منافق ہمارے جنازوں میں شریک ہو اور اگر کوئی ناجی اپنی بیٹی کا رشتہ ہمیں نہیں دیتا تو نہ دے کیونکہ ہم بھی کسی ناجیہ (سنی) کو اپنے گھر میں لا کر اپنے

آپ کو اور اپنے گھر کو نجس کرنا نہیں چاہتے (کیا ناصبی مسلمان ہیں ص ۳۸' از نجفی)
ان حضرات کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ جو لوگ شیعہ سے رشتہ داری کرتے اور ان کو مسلمان گردانتے ہیں۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک منافق کا جنازہ پڑھا آپ کے ظاہر باطن میں تضاد تھا (نعوذ باللہ)

"عن عامر بن السمط عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام ان رجلا من المنفقین مات فخرج الحسین بن علی صلوت اللّٰہ علیھما یحشی معہ خلقیہ مولیٰ لہ فقال لہ الحسین علیہ السلام ابن تذھب یافلاں قال فقال لہ مولاہ افرمن جنازۃ ھذا المنافق ان اصلی علیھا فقال لہ الحسین علیہ السلام انظر ان تقوم علی یمینی فما تسمعنی اقول فقل مثلہ فلما ان کبر علیہ ولیہ قال الحسین علیہ السلام اللّٰہ اکبر اللھم العن فلانا عبدك الف لعنۃ مواتلفۃ غیرمختلفہ اللّٰہ اخزعبدك فی عبادك وبلادك واصلہ حرنارك واذقہ اشد عذابك"

عامر بن سمط نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک منافق مر گیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام اس کا جنازہ پڑھنے کے لئے اس کی میت کے ساتھ ہو لئے۔ راستہ میں آپ کی اپنے آزاد کردہ غلام سے ملاقات ہوئی۔ امام نے پوچھا بھائی کدھر جا رہے ہو۔ کہنے لگا کہ میں اس منافق کی نماز جنازہ سے بھاگ رہا ہوں۔ امام نے فرمایا دیکھو میری دائیں طرف نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہو جانا اور جو مجھے کہتے ہوئے سنو وہی کہہ دینا پھر جب میت کے ولی نے نماز جنازہ کے لئے تکبیر تحریمہ کہی تو امام حسین نے اللہ اکبر کہا پھر یہ الفاظ کہے۔ اے اللہ! اس بندے پر ہزار لعنتیں بھیج اور وہ بھی اس طرح کہ لگاتار ہوں اور ان میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ اے اللہ! اپنے بندوں میں اسے ذلیل و رسوا کر اور اپنے شہروں میں۔ اے اللہ! بے آبرو کر اپنی آگ میں اسے جھونک اور اپنا شدید ترین عذاب اسے چکھا

(فروع کافی ج ۱ ص ۹۹' طبع نولکشور ج ۳' ص ۱۸۹' طبع ایران من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۰۵)

قارئین کرام انصاف سے کہئے کہ سرکار سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کتنا بڑا منافقت کا الزام ان شیعوں نے لگایا ہے کیا اسے محبت حسین کہتے ہیں (نعوذ باللہ)

شیعوں کے نزدیک بچے کی نماز جنازہ ضروری نہیں ہے:

"وان کان المیت صبیا اغسل کتغسیل الرجال وکفن کتکفینهم ویحنطهم فان کان قد بلغ ستة سنین فصا عدا اصلی علیه وان کان دون ذالك لم یجب علیه الصلوٰة ویجوز ذلك عندالتقیة"

اور اگر میت بچہ ہے تو اس کو بالغ مردوں کی طرح غسل وکفن اور دھونی لگائی جائے پھر اگر وہ چھ سال یا اس سے زیادہ کی عمر میں ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر چھ سال سے کم عمر کا ہے تو اس پر نماز جنازہ (پڑھنا) لازم نہیں ہے اور بطور تقیہ جائز ہے۔

(المبسوط ج ۱ ص ۱۸۰)

اس مسئلہ کے لئے ان شیعہ کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صاحبزادے کی نماز جنازہ نہ پڑھی بلکہ فرمایا نماز جنازہ اس کی ہے جو پانچ نمازیں ادا کرتا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۲ ص ۷۹۰)

احناف کے طریقہ نماز جنازہ کا ثبوت

نماز جنازہ کی تکبیر اولیٰ کے بعد:

نماز جنازہ کی نیت کر کے اللہ اکبر کہے اور ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے۔

نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا:

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا رسول کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ اس کے چند دلائل یہ ہیں۔

۱۔ **"عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه قال رایت النبی صلی الله علیه وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلوٰة تحت السرة"**

حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰، طبع کراچی ج ۱ ص ۴۶۷، طبع ملتان)

۲- "عن ابی جحیفة ان علیا قال من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوٰة تحت السرة"
حضرت ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں ہتھیلی پر ہتھیلی ناف کے نیچے رکھنا مسنون ہے۔
(سنن ابوداؤد مع عون المعبود ج ۱، ص ۲۷۴، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲، ص ۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۶۷، مسند امام احمد ج ۱، ص ۱۱۳، سنن دارقطنی ج ۱، ص ۲۸۶، نیل الاوطار للشوکانی وہابی ج ۲، ص ۱۹۵، سنن ابوداؤد ص ۱۲۳ ج الطبع بیروت)
۳ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "عن انس قال من اخلاق النبوة تعجیل الافطار وتاخیر السحور وضعک یمینک علی شمالک فی الصلوٰة تحت السرة"
(خلافیات بیہقی ص ۳۷، مخطوطہ مکتبہ ظاہریہ دمشق شام المحلی لابن حزم وہابی ج ۳، ص ۴۰)
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔ افطار جلدی کرنا، سحری تاخیر سے کرنا اور دوران نماز دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔
۴- "عن علی قال ثلثة من اخلاق الانبیاء تعجیل الافطار وتاخیر السحور وضع الاکف فی الصلوٰة تحت السرة"
حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہیں، افطار جلدی کرنا، سحری دیر سے کرنا، نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔
(منتخب کنز العمال ج ۲، ص ۳۵۰)
۵ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "عن عقبة بن صهبان ان سمع علیا یقول فی اللہ عزوجل فصل لربك وانحر قال وضع الیمنی علی الیسری تحت السرة"
حضرت عقبہ بن صہبان فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد فصل لربك وانحر کی تفسیر فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر (نماز میں) ناف کے نیچے رکھے۔ (التمہید ج ۲۰، ص ۷۸)
اس کے علاوہ بھی اس مسئلہ پر دلائل موجود ہیں ہم خوف طوالت سے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ مزید تفصیل کے شائقین برادر گرامی مولانا قاری محمد ارشد مسعود اشرف صاحب کی کتاب نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں ملاحظہ فرمائیں۔
نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا ہرگز سنت نہیں ہے خلاف سنت ہے اس مسئلہ میں وہابی جتنی روایات

پیش کرتے ہیں وہ ضعیف اور لائق استدلال نہیں ہیں۔

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا وہابی اکابر کی نظر میں:

وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں کہ مرزین در کتاب خود از علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کردہ کہ

"سنت وضع یدین ست زهرسره درنماز واز ابی جحیفه رضی الله تعالیٰ عنه آوردکه بفت علی کرم الله وجهه سنت وضع کف است بر کف درنماز بنصد آن هردورا زیرناف واخرجه رزین وابن حدیث صریح ست درزیرناف"

رزین نے اپنی کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہاتھوں کو نماز میں ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے اور ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے زیرناف باندھنا سنت ہے۔ اسے رزین نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث زیرناف ہاتھ باندھنے کے بارے صریح ہے۔

(مسک الختام ج ۱ ص ۲۰۲، طبع سانگلہ ہل)

۲- وہابیہ کے مجدد وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ ابوداؤد میں حضرت علی کا قول مذکور ہے کہ سنت ہے ایک کف کا دوسرے کف پر رکھنا ناف کے نیچے اور ابن ابی شیبہ نے وائل بن حجر سے مرفوعاً تحت السرۃ کو نقل کیا ہے (مؤطا امام مالک مترجم ص ۱۳۲ طبع لاہور)

۳- وہابیہ کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی لکھتے ہیں کہ (نماز میں) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا (احناف جہاں تک میرا ناقص مطالعہ ہے (اس) طرح ہو جاتی ہے۔ (تحریک آزادی فکر ص ۲۴۸، طبع لاہور)

نماز جنازہ میں ثناء پڑھنے کا مسئلہ:

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بعد ثناء پڑھے (جو عام طور پر نماز میں پڑھی جاتی ہے) اور بعض روایات میں جل ثناءک کا اضافہ بھی مذکور ہے مگر ان الفاظ کی تعیین و تخصیص احناف کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے ہاں اس کا ثبوت یقیناً موجود ہے۔ امام ابن ہمام لکھتے ہیں کہ "روی فی الجملة عن ابن عباس فی حدیث طویل من قوله ذکره ابن ابی شیبه وابن مردویة فی کتاب الدعاء له ورواه الحافظ ابوشجاع فی کتاب الفردوس عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه

وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك وجل ثناء ك ولا اله غيرك" یہ ثناء فی الجملہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور ابن ابی شیبہ ابن مردویہ اورحافظ ابوشجاع نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کلام یہ ہے کہ بندہ کہے "سبحنك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك وجل ثناء ك ولا الٰه غيرك"

(فتح القدیر ج ا ص ۲۵۲ طبع سکھر، غنیۃ المستملی (کبیری) ص ۲۹۵)

اور یہ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق وہابیہ کے مولوی داؤد غزنوی لکھتے ہیں کہ اس وقت ایک غالی غیر مقلد مولوی نے جو ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے دوران گفتگو حضرت ابن ہمام کی کچھ تنقیص کی تو مولوی صاحب یعنی مولانا نذیر حسین (دہلوی) نے ان کو ڈانٹا کہ یہ بڑے لوگ تھے ہمارا منہ نہیں کہ ان کی شان میں کچھ کہہ سکیں۔ (داؤد غزنوی ص ۳۸۰ طبع لاہور)

جل ثناء ک کے اضافہ پر وہابی بہت شور کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کی نری جہالت وحماقت ہے۔ اگر فتویٰ لگانا ہے تو ان محدثین کرام پر لگاؤ، دوسری بات یہ ہے کہ ہماری کس قابل اعتبار کتاب سے یہ دکھا دیں کہ یہ ثناء نماز جنازہ میں ضروری ہے۔

جو عام نماز والی ثناء پر وہابی نماز جنازہ کے لئے بہت زور دیتے ہیں اور جل ثناء ک کے اضافہ پر بہت شور کرتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے جل ثناء ک کا ثبوت طلب کرنے سے پہلے خود تم جو ثناء پڑھتے ہو کا ثبوت خاص طور پر نماز جنازہ میں پڑھنے کا صراحتاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو پھر ہم سے جل ثناء ک کا ثبوت طلب کریں۔

وہابیو خود تمہارے اکابر کے مقبول یہ ثناء (عام نماز والی) بھی نماز جنازہ میں ہرگز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہ ہے۔ چند وہابیہ کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱- وہابیہ کے مفتی اور ابوالبرکات آف گوجرانوالہ لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سبحانك اللّٰه کا ذکر حدیث میں نہیں آیا (فتاویٰ برکاتیہ ص ۷۰)

۲- وہابیہ کے محدث زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں دعائے استفتاح "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك الخ" پڑھنا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) ثابت نہیں ہے (دیکھئے مسائل ابی داؤد ص ۱۵۳، احکام الجنائز ص ۱۱۹، الاسئلہ والا جوبۃ الفقہیہ ج ا ص ۲۶۳، الاوسط ابن منذر ج ۵ ص ۴۳۱)

محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری کا مروجہ دعائے ثناء سیدنا فضالہ بن عبید کی حدیث سے جائز

سمجھنا (کتاب الجنائز ص ۵۲) مرجوع اور غلط ہے (ہفت روزہ الحدیث حضرو ماہ اکتوبر ۲۰۰۵ء ص ۳۹)

وہابیہ کے مولوی محی الدین بھی لکھتے ہیں کہ (نماز شروع جنازہ کے) تکبیر اول کہے پھر اس کے بعد جو سبحانک اللھم جو پڑھتے ہیں حدیث سے ثابت نہیں۔ (محمدی زیور ج ۱ ص ۷۰)

۳- وہابیہ کے محقق عمران ایوب اپنے محدث البانی کے حوالہ سے جنازہ میں ثناء کو غیر ثابت مانتے ہیں (جنازے کی کتاب ص ۲۰۸ طبع لاہور)

۴- وہابیہ کے مفتی عبدالستار حماد لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں ثناء پڑھنے کے متعلق تلاش بسیار کے باوجود مجھے کوئی ثبوت دستیاب نہیں ہوسکا۔ (فتاویٰ اصحاب الحدیث ج ۱ ص ۱۶۷ طبع لاہور)

جل ثناءک کے الفاظ کی وجہ سے احناف پر فتویٰ بازی کرنے والے وہابی اپنے ان اکابر کے فتاویٰ کو پڑھ کر ڈوب مریں۔ اِس نماز والی ثناء کا خود وہابیوں نے جنازہ میں پڑھنے کے لئے لکھا ہے (صادق سیالکوٹی نے نماز جنازہ ۲۸، خالد گرجاکھی نے صلوٰۃ النبی ص ۳۹۲ پر عبدالمنان نور پوری نے احکام ومسائل ج ۲، ص ۳۶۲، مبارکپوری نے کتاب الجنائز ص ۵۲ اور مولوی عبدالتواب ملتانی نے نماز نبوی ص ۶۱، اسحاق علوی نے صلوٰۃ محمدی ص ۸۷ میں لکھا ہے۔)

دوسری تکبیر:

دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھیں خواہ عام نماز والا ہو یا سلمت رحمت اور ترحمت کے اضافہ کے ساتھ پڑھ لیں۔ سلمت اور رحمت اور ترحمت کے الفاظ پر وہابی بہت شور کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے یہ تینوں الفاظ ثابت ہیں۔

سلمت کے الفاظ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دورد شریف میں ثابت ہیں۔

(القول البدیع، ص ۳۹، سعادت الدارین عربی، ص ۲۳۱، مترجم ج ۱ ص ۶۰۴)

رحمت کے الفاظ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہیں۔

(سعادت الدارین عربی، ص ۲۳۰، مترجم ج ۱ ص ۶۰۳)

رحمت کے الفاظ کا ثبوت امام سخاوی نے بھی نقل کیا ہے (القول البدیع، ص ۴۱)

ترحمت کے الفاظ درود شریف میں حضرت علی المرتضیٰ سے ثابت ہیں۔

(سعادت الدارین ص ۲۳۱، عربی ج ۱ ص ۶۰۳، مترجم، القول البدیع، ص ۳۹)

ترحمت کے الفاظ درود شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی ثابت ہیں (القول البدیع، ص ۳۷)

ترحمت کے الفاظ درودشریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہیں۔(القول البدیع، ص ۳۸)
ترحمت کے الفاظ کا ثبوت محدث طبری، عقیلی اور امام سخاوی نے بھی نقل کیا ہے۔(القول البدیع، ص ۴۱)
معلوم ہوا کہ جب ان الفاظ کا ثبوت درودشریف میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موجود ہے اس کے باوجود ان الفاظ کا انکار وہابیہ کی جہالت وخباثت ہے اور پھر نماز جنازہ میں درودشریف کی قید قرآن وحدیث میں نہیں ہے یہ وہابیوں کی ایجاد ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ''اذا صلیتم علی رسول اللّٰہ فاحسنو الصلوٰۃ علیہ'' جب تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو بہتر سے بہتر درود پڑھو۔
(سنن ابن ماجہ، ص ۶۵، کتاب الشفاء، ج ۲، ص ۵۲)

اور پھر دعائے ماثورہ درودشریف وغیرہ میں اضافہ کے متعلق وہابیہ کے امام عبدالجبار غزنوی لکھتے ہیں کہ میرے فہم میں یہ سب تشددات ہیں اگر کچھ الفاظ حسنہ زیادہ ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں...... بہت مواقع میں ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء اسلام الفاظ ماثورہ پر درودشریف اور دعوات میں بعض الفاظ زیادہ کرتے تھے اور یہ تعامل بلا تکبیر جاری رہا نماز میں بھی...... کوئی مضائقہ نہیں (فتاویٰ نذیریہ، ج ۲، ص ۱) اس پر وہابی مولوی نذیر حسین دہلوی اور عبدالرحمٰن مبارکپوری کے بھی دستخط ہیں، شمس الحسن عظیم آبادی کا بھی حوالہ لکھا ہے (عون المعبود ج ۴، ص ۴۰۹)

اور پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ تم اپنی خودساختہ تعیین کہ درود ابراہیمی ہی نماز جنازہ میں پڑھا جائے کا ثبوت صراحتاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کر کے دکھاؤ جو ہرگز ثابت نہیں ہے۔ خود وہابی محدث ناصرالدین البانی کو بھی اقرار ہے کہ نماز جنازہ میں درود کے لئے کوئی خاص الفاظ صحیح احادیث سے ثابت نہیں۔(احکام الجنائز، ص ۱۶۰، طبع لاہور)

وہابیوں کو اپنے گرو کا فتویٰ پڑھ کر ڈوب مرنا چاہئے۔

تیسری تکبیر:

اس کے بعد میت اور جمیع اہل اسلام کے لئے دعا کی جائے جو ہمارا معمول ہے
''اللھم اغفرلنا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا الخ'' یہ دعا خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ میں پڑھنا ثابت ہے۔
(سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۱۰۰، جامع ترمذی ج ۱، ص ۱۶۶، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۴۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴، ص ۴۱)

نابالغ بچے کی جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۰)
اس کا ثبوت خود وہابی عظیم آبادی نے حدیث سے لکھا ہے۔ (عون المعبود ج ۱ ص ۱۹۶)

چوتھی تکبیر:

چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام پھیرے۔ حضرت عبداللہ بن ابی ادنیٰ سے یہی حدیث منقول ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۴۳)

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ نماز جنازہ کا سلام عام نماز کی طرح ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۶۲)

قارئین کرام ہمارے ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ احناف کا طریقہ نماز جنازہ احادیث سے ثابت ہے۔ احناف کے خلاف وہابیہ کا دعویٰ باطل و مردود ہے یہ جو وہابیہ کا عمل ہے کہ ان کا امام دعائیں کرتا ہے اور مقتدی آمین کہے اس کا جواب خود وہابیہ نے لکھا ہے: نماز جنازہ کی دعاؤں پر مقتدیوں کے آمین کہنے کا ثبوت جہاں تک راقم کو معلوم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد صحابہ و تابعین سے نہیں ملتا بنابریں اس امر کو خلاف سنت کہا جائے گا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵ ص ۱۹۱، ج ۵ ص ۱۵۳)

نماز جنازہ میں چار تکبیروں کا ثبوت:

نماز جنازہ چار تکبیریں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اس پر عامل تھے۔ چند ایک دلائل درج کئے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے "التکبیر علی الجنازۃ اربعاً" نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنا اس کے تحت دو احادیث اسی مفہوم کی نقل ہیں کہ نماز جنازہ میں تکبیریں چار ہیں۔

"عن ابی هریرة ان رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلم نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیه وخرج بهم الی المصلی فصف بهم وکبر علیه اربع تکبیرات"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی روز حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر سنائی جس دن وہ فوت ہوئے اور لوگوں کے ساتھ جنازہ گاہ

تشریف لے گئے اوران کی صفیں بندھوائیں اوراس پر چار تکبیریں کہیں
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۹، جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۸، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۱۷، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۱، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۴۴، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۵، مسند امام احمد ج ۳ ص ۲۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۴، صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۴۰)

حدیث نمبر ۲:

"عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما قال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی اصحمة النجاشی فکبر علیہ اربعا"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اصحمہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی اوراس میں چار تکبیریں کہیں (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳)

حدیث نمبر ۳:

"عن الشعبی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی قبر بعد مادفن فکبر علیہ اربعا قال الشیبانی فقلت للشعبی من حدثك ھذا قال الثقة عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما" (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۹)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر دفن کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ شیبانی نے کہا تمہیں یہ حدیث کس نے بیان کی۔ انہوں نے فرمایا ایک معتبر وثقہ شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمائی۔

حدیث نمبر ۴:

"عن عبداللّٰہ ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما قال کان آخر ماکبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی الجنازۃ اربعا وکبر عمر علی ابی بکر اربعا وکبر عبداللّٰہ بن عمر علی عمر اربعا وکبر الحسن بن علی علی علی اربعا وکبر الحسین علی الحسن اربعا وکبرت الملائکة علی آدم علیہ السلام اربعا" (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۷۲، مستدرک ج ۱ ص ۳۸۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں آخری نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں اور فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چار تکبیرات جنازہ پر جمع فرمایا (اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں آپ کا آخری عمل نماز جنازہ میں چار تکبیرات کا تھا)

(تلخیص الحبیر ج ۲، ص ۱۲۱، الاوسط لابن المنذر ج ۵، ص ۴۳۰، سنن کبریٰ ج ۴، ص ۳۷)

حدیث نمبر ۵:

"عن عمران بن حصین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان اذاکم النجاشی توفی فقوموا صلوعلیہ فقام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وصفوا خلقہ فکبر اربعاً وھم لایظنون الا ان جنازۃ بین یدیہ"

(مسند امام احمد ج ۴، ص ۵۱۷، کنزالعمال ج ۱۲، ص ۱۵۰، مجمع الزوائد ج ۳، ص ۳۹، تاریخ بغداد ج ۵، ص ۲۳۵، صحیح ابن حبان ج ۶، ص ۴۰، التمہید لابن عبدالبر ۶، ص ۳۳۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا بھائی نجاشی انتقال کر گیا ہے اٹھو اس پر نماز پڑھو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیچھے صفیں باندھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (نماز جنازہ میں) چار تکبیریں کہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں سمجھتے تھے مگر یہی کہ ان کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہے۔

حدیث نمبر ۶:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نعی لھم النجاشی صاحب الحبشۃ فی الیوم الذی مات فیہ وقال استغفروا لہ فیکم وصف ھم فی المصلی فصلی علیہ وکبر علیھم اربعاً"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہ حبشہ حضرت

نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر اسی دن سنائی جس دن ان کا وصال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلیٰ الجنائز (جنازگاہ) میں صف بندی فرمائی اور نماز جنازہ پڑھتے ہوئے چار تکبیریں کہیں۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۹، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۱۷، التمہید ج ۶ ص ۳۲۴، صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۴۰)

حدیث نمبر ۷:

"حدثنا خارجه بن زيد عن عمه يزيد بن ثابت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على قبر امراة فكبر اربعا"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳، صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۳۹)

حضرت یزید بن ثابت فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔

حدیث نمبر ۸:

"عن ابی امامة بن سهل عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على قبر امرأة فكبر اربعا" (ترجمہ ہو چکا ہے صرف راوی کا فرق ہے)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳)

حدیث نمبر ۹:

"عن سعيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج الى البقيع فصلى على النجاشى فكبر عليه اربعا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳)

حضرت سعید سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع کی طرف تشریف لے گئے اور حضرت نجاشی پر نمازِ جنازہ پڑھتے ہوئے چار تکبیریں کہیں۔

حدیث نمبر ۱۰:

"عن عبدالرحمن بن ابزى قال ماتت زينب بنت جحش و كبر عليها عمر اربعا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۴)

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال باکمال

ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

حدیث نمبر ۱۱:

"عن عبداللہ بن یزید قال قال ابراھیم اختلف اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التکبیر علی الجنازۃ ثم اتفقوا بعد علی اربع تکبیرات"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۱۸۵)

امام ابراہیم نخعی تابعی فرماتے ہیں تکبیرات جنازہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف تھا بعد میں چار تکبیرات جنازہ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق ہو گئے تھے۔

ہم نے خود طوالت کی وجہ سے اپنی روایات پر اکتفا کیا ہے ورنہ ہمارے پاس بے شمار روایات موجود ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی ثابت کیا ہے۔

(تخلیص الحبیر ج ۲، ص ۱۲۱)

چار تکبیرات جنازہ کا کتب شیعہ سے ثبوت:

۱- وہم درایں سال فرماں گزار حبشہ نجاشی کہ مکرر شرح ذورایں کتاب مبارک مرقوم شد از تنگہائے ایں جہاں بجناں جاویداں خرامید و آنروز کہ او وداع جہاں گفت رسول خدا فرمود امروز مردے صالح از جہاں برفت برخیزید تا بروے نماز گزاریم اصحاب برخاستند و باد پیغمبر نماز بگذاشت و آنحضرت چہار تکبیر گفت۔ (ناسخ التواریخ ج ۳، ص ۲۵۴، طبع تہران)

اسی سال حبشہ کے حاکم حضرت نجاشی کا بھی انتقال ہوا اور نجاشی کے حالات وواقعات اسی کتاب میں کئی مرتبہ ذکر ہو چکے ہیں۔ جس دن ان کا وصال ہوا اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے ارشاد فرمایا کہ آج ایک صالح شخص کا انتقال ہو گیا ہے اٹھو تا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء وامامت میں نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں چار تکبیریں کہیں۔

۲- "عن زرارۃ فی حدیث ان ابناء لابی عبداللہ علیہ السلام فطیئامات فخرج ابوجعفر فی جنازتہ وعلیہ جنۃ خزصفراء وعمامۃ خز صفراء ومطرف خز اصفر الی ان کان فصل علیہ فکبر علیہ اربعا ثم امربہ فدفن"

زرارہ ایک حدیث بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ امام جعفر صادق کا ایک دودھ پیتا بیٹا فوت ہو گیا۔ اس وقت آپ نے زرد رنگ کا جبہ' زرد رنگ کا عمامہ اور زرد رنگ کی چادر زیب تن کی ہوئی تھی جو خز کی بنی ہوئی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ زرارہ نے کہا کہ حضرت امام باقر نے اس بچے کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی (وسائل الشیعہ ج ۲' ص ۷۹۰)

چار تکبیرات جنازہ سے زائد تکبیرات والی روایات منسوخ ہیں:

۱- مسند امام اعظم میں ہے کہ

"ان عمر ابن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ جمع اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فسألهم عن التکبیر قال لهم انظروا آخر جنازہ کبر علیہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فوجدوہ قد کبر اربعاً من قبض قال عمر فکبرو اربعا"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو جمع کیا اور تکبیرات نماز جنازہ کے متعلق ان سے سوال کیا کہ کتنی ہیں اور کہا یاد کرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری جنازہ جو پڑھایا تھا اس میں کتنی تکبیرات کہیں تھی (وہ پہلے عمل کے ناسخ ہو اور اس پر عمل قائم ہو) انہوں نے کہا چار تکبیرات کہیں تھیں۔ تب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہے جانے کا حکم دیا۔ (مسند امام اعظم' ص ۱۶۵)

۲- اس مفہوم کی روایت امام طحاوی نے بھی نقل کی ہے اور اس سے چار تکبیرات جنازہ سے زائد تکبیرات والی روایات کو منسوخ بتلایا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱' ص ۳۳۳)

۳- امام نووی نے پانچ تکبیرات والی روایت نقل کر کے لکھا ہے۔

"هذا الحدیث عند العلماء منسوخ دل الاجماع علی نسخه ان عبد البر وغیرہ نقلو الاحجاع علی انه الایکیر الیوم الاربعاء"

علماء کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس پر اجماع ہے۔ امام ابن عبدالبر وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اس کی ناسخ چار والی روایات ہیں (شرح مسلم ج ۱' ص ۳۱۰)

۴- امام ابن حجر عسقلانی نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا چار تکبیرات پر جمع فرمانا تحریر کیا ہے (جو کہ چار سے زائد تکبیرات والی روایات کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے)
(فتح الباری ج ۳' ص ۴۴۵)

۵- اسی طرح امام بیہقی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت نقل کر کے اس سے چار سے زائد تکبیرات جنازہ کی روایات کو منسوخ ٹھہرایا ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴، ص ۳۷)

۶- امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "قول الائمہ الاربعة بان تکبیرات الصلوٰۃ علی الجنازۃ اربع" آئمہ اربعہ کا قول ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیرات چار ہیں (میزان الکبریٰ، ص ۲۲۴)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چار تکبیروں پر اجماع کا ذکر مسند ابن الجعد میں بھی ہے (مسند ابن الجعد، ص ۱۰۹)

چلئے وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی کی سن لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں چار تکبیروں سے زائد تکبیریں کہنا بدعت ہے (بدور الاھلۃ، ص ۲-۹۱، طبع بھوپال)

نماز جنازہ آہستہ پڑھنا:

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز جنازہ آہستہ اور خفیہ آواز سے پڑھی جائے۔ بلند آواز سے پڑھنا خلاف سنت ہے اس پر متعدد دلائل موجود ہیں۔ چند ایک درج کئے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲-۱:

وہابیہ کے محدث ابن حزم نے حدیث شریف نقل کی ہے۔

"عن ابی امامة بن سهل بن حنيف و محمد سويد الدمشقي عن الضحاك بن قيس رضي الله عنهم قال الضحاك و ابوامامة رضي الله عنهما السنة في الصلوٰة على الجنازة ان يقرا في التكبير مخافتة ثم يكبر والتسليم عند الآخرة" (المحلی ج ۴، ص ۲۵)

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف صحابی اور محمد بن سوید الدمشقی سے روایت ہے انہوں نے ضحاک بن قیس سے روایت کیا ہے۔ ضحاک بن قیس اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے تکبیر کہنے کے بعد آہستہ خفیہ آواز سے پڑھے پھر باقی تکبیریں کہے اور آخری تکبیر کے ساتھ ہی سلام پھیر دے۔

حدیث نمبر ۳:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس میں بھی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مخافتۃ کے الفاظ موجود ہیں (سنن نسائی ج ۱، ص ۲۱۸، طبع کراچی)

وہابیہ کے محدث ناصر الدین الہانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۸)

حدیث نمبر ۴:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا اور انہوں نے ایک اور صحابی سے روایت کی ہے کہ "السنة فی الصلوٰة علی الجنازة...... سرا فی نفسه" (مسند امام شافعی ص ۳۵۹ طبع بیروت)

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ خفیہ اپنے دل میں پڑھے۔

حدیث نمبر ۵:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ضحاک بن قیس سے بھی اس کے مثل روایت نقل کی ہے۔

(مسند امام شافعی ص ۳۵۹)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی دیگر اسناد کے ساتھ تقویت کی ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۱۶۸ سنن کبریٰ ج ۴ ص ۳۹ طبع ملتان)

وہابیہ کے محدث ناصر الدین البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (ارواء الخلیل ج ۴ ص ۱۷۰ طبع بیروت)

حدیث نمبر ۶:

وہابیہ کے محدث ابن حزم نے صحابی رسول حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "هذا الصلوٰة عجماء" (المحلی ج ۴ ص ۳۵۲)

حدیث نمبر ۷:

"عن جابر قال ما اباح لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا ابوبکر ولا عمر فی شئی ما اباحوا فی الصلوٰة علی المیت یعنی لم یوقت"

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۹ مسند امام احمد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ہمارے لئے نماز جنازہ میں ہمارے لئے کوئی چیز مقرر نہیں فرمائی۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"وفسر اباح بمعنی قدر والذی وقفت علیه باح ای جهر"

(تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۲۳ طبع سانگلہ ہل)

اس حدیث میں لفظ اباح کی تفسیر قدر سے کی ہے جہاں تک میری معلومات ہیں باح کے معنی جہر کے ہیں گویا یہ معنی یہ ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز جنازہ میں بلند آواز سے نہیں پڑھا۔

امام نووی کا ارشاد:

شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"وقد اتفق اصحابنا علی انه ان صلی علیه بالنهار اسربالقرأة وان صلی باللیل ففیه وجهان الصحیح الذی علیه الجمهور یسر والثانی یجهر واماالدعا فیسر به بلاخلاف" (شرح مسلم ج۱ ص۳۱۱ طبع کراچی)

ہمارے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر نماز جنازہ دن میں پڑھی جائے تو آہستہ پڑھا جائے گا اور اگر رات میں پڑھی جائے تو اس کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ جو صحیح ہے اور جس پر جمہور کا عمل ہے وہ یہ ہے کہ رات میں بھی آہستہ ہی ہوگی اور دوسری وجہ جہر کی ہے۔ رہا معاملہ دعا کا تو وہ تو بغیر کسی اختلاف کے آہستہ ہی پڑھی جائے گی۔

ابن قدامہ حنبلی کا ارشاد:

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ

"ولیس القرأة والدعاء فی صلٰوة الجنازه لانعلم بین اهل العلم فیه خلاف" (المغنی ج۲ ص۴۸۶ طبع ریاض سعودیہ)

نماز جنازہ میں پڑھنا اور دعا آہستہ کہی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ہم اہل علم کے درمیان کوئی خلاف نہیں پاتے۔

یہ چند ایک حوالہ جات ہیں۔ اگر تمام فقہاء اسلام کے نظریات لکھوں تو ایک دفتر درکار ہے۔ خوف طوالت کی وجہ سے اس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ان دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ نماز جنازہ میں خفیہ آواز سے پڑھنا ہی سنت ہے۔ رہا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے وہابیہ کا استدلال اس لئے باطل ومردود ہے۔

اولاً: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بطور تعلیم پڑھا تھا۔ اس کا بطور تعلیم ہونا وہابیہ کے خود اکابر سے

بھی ثابت ہے۔حوالہ جات آگے آ رہے ہیں۔

ثانیاً: اگر جہر سنت ہوتا تو اس روایت میں متقدیوں کا تعجب کرنا نہ ہوتا۔تعجب صرف اس لئے تھا کہ یہ خلاف معمول ہوا ہے۔وہابیوں کی سنت دشمنی کا اس سے اندازہ لگایئے کہ انہوں نے ہمیشہ کی سنت کو ترک کر دیا جو خلاف سنت تھی اور بطور تعلیم صرف اس کا جواز تھا اس کو ہمیشہ کا معمول بنالیا۔اس کی مثال یوں سمجھیے کہ حضور ﷺ کبھی کبھار ظہر عصر میں قرأت کا کچھ حصہ بلند آواز میں قرأت فرما دیتے تھے تا کہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ قرآن مجید کہاں سے پڑھتے ہیں۔مسلم شریف میں ہے''ویسمعنا الایة احیانا''(صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۵)

تو کیا کوئی عقل منداس کو ہمیشہ کے لئے سنت قرار دے گا۔

اکابرین وہابیہ سے ثبوت

ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ نماز جنازہ میں اخفاء درود و دعا میں ہی مسنون ہے۔اب ہم اپنا مؤقف وہابیہ کے اکابر سے ثابت کر رہے ہیں تا کہ ان پر اتمام حجت کر دی جائے۔

قاضی شوکانی - ابن قیم:

وہابیہ کے مجتہد قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ

"وذهب الجمهور الى انه لايستحب الجهر فى صلاة الجنازة وتمسكوا بقول ابن عباس المتقدم لم اقرأ اى جهرا الا تعلموا انه سنة وبقوله حديث ابى امامة سرافى نفسه"

ترجمہ: جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ نماز جنازہ میں جہراً پڑھنا مستحب نہیں ہے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے جو پیچھے گزرا دلیل پکڑ لی ہے یعنی آپ نے فرمایا کہ میں نے جہراً اس لئے پڑھا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ طریقہ ہے اور جمہور نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے اس قول''خفیہ آواز میں دل میں پڑھے'' سے بھی استدلال کیا ہے(نیل الاوطار ج ۴ ص ۶۶ طبع لاہور، فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۶۶۴)

امام الوہابیہ ابن قیم نے بھی صرف بطور تعلیم ہی جواز کا ذکر کیا ہے(عموماً نماز جنازہ میں اذکار و دعا میں اخفاء ہی مسنون ہے)(زادالمعاد ۸۴ طبع بیروت)

شمس الحق عظیم آبادی:

وہابیہ کے محدث شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ

''وذهب اكثر العلماء الى انه يستحب الاسرار فى صلوٰة الجنازة''

(عون المعبود ج ۳' ص ۱۸۹' طبع ملتان)

اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ نماز جنازہ میں آہستہ آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔

عبدالرحمٰن مبارکپوری:

وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ نماز جنازہ میں...... جہر سے پڑھنا مستحب نہیں ہے (فتاویٰ نذیریہ ج ۱' ص ۶۶۴' فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵' ص ۱۰۷)

مزید لکھتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں...... آہستہ پڑھنا چاہئے اور درود کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے (کتاب الجنائز' ص ۵۴' طبع ملتان)

ناصرالدین البانی:

وہابیہ کے محدث ناصرالدین البانی لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ سری طور پر دل میں پڑھے۔

(احکام الجنائز مترجم' ص ۱۵۸' طبع لاہور)

مزید لکھتے ہیں کہ

''ويخافت فيما مخافتة'' (صفہ صلوٰۃ النبی' ص ۱۲۵' طبع لاہور' نماز نبوی' ص ۱۲۸)

نماز جنازہ سری آواز میں پڑھی جائے۔

مشہور وہابی محقق سید سابق مصری لکھتے ہیں کہ

''رأئى الجمهور ان القرأة والصلاة على النبى والدعا والسلام ليسن الاسرار بها الاالامام فانه ليسن له الجهر بالتكبير والتسليم للا علام''

(فقہ السنۃ ج ۱' ص ۳۴' طبع جدہ)

جمہور فقہاء اسلام کا مذہب یہ ہے کہ جنازے میں پڑھنا اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف اور دعا اور اسلام ان سب میں اخفاء ہی مسنون ہے البتہ تکبیرات وسلام کو بلند آواز سے کہنا امام کے لئے سنت ہے تا کہ مقتدیوں کو پتہ چلتا رہے۔

احمد عبدالرحمٰن البناء الساعاتی:

مشہور غیر مقلد محدث احمد عبدالرحمٰن البناء الساعاتی لکھتے ہیں کہ

"ذھب الجمھور الی انه لایستحب الجھر فی صلاۃ الجنازۃ"

(بلوغ الامانی ج ۷ ص ۲۴۳)

جمہور فقہاء اسلام اس طرف گئے ہیں کہ نماز جنازہ میں بلند آواز سے پڑھنا مستحب نہیں ہے۔

مولوی عبدالرؤف:

وہابی محقق حکیم اشرف سندھو کے پوتے مولوی عبدالرؤف لکھتے ہیں کہ

الحاصل نماز جنازہ سراً پڑھنی چاہیئے مالکیہ شافعیہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے کہ نماز جنازہ سرا پڑھی جائے بلکہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ نماز جنازہ......سرا پڑھنے میں اہل علم کے درمیان اختلاف کا ہمیں علم نہیں......جہراً پڑھانے والے کو سنت طریقہ (یعنی سرا) سے ضرور آگاہ کرنا چاہیئے۔

(القول المقبول ۱۱۷ طبع ہیڈ بلوکی)

زبیر علی زئی:

وہابیہ کے محدث زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ جنازہ سرا پڑھنا افضل ہے۔

(ماہنامہ الحدیث حضرو ماہ اکتوبر ۲۰۰۵ء ص ۳۹)

خالد گرجاکھی:

وہابیہ کے محقق شیخ الحدیث مولوی خالد گرجاکھی لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں......آہستہ پڑھنا چاہیئے یہی مذہب ہے۔ جمہور کا اور درود کو بھی آہستہ پڑھنا چاہیئے۔ (صلوٰۃ النبی ص ۳۹۴ طبع گوجرانوالہ)

ڈاکٹر شفیق الرحمٰن:

مشہور وہابی محقق و مناظر پروفیسر طالب الرحمٰن کے بھائی ڈاکٹر شفیق الرحمٰن لکھتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ......آہستہ پڑھی جائے (نماز نبوی ص ۲۹۵ طبع لاہور)

صادق سیالکوٹی:

مشہور وہابی محقق مولوی حکیم صادق سیالکوٹی لکھتے ہین کہ نماز جنازہ آہستہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

(صلوٰۃ الرسول ص ۴۴۰ طبع لاہور)

حافظ عمران ایوب:

وہابی محقق عمران ایوب نے بھی نماز جنازہ سراً پڑھنے کو جائز کہا ہے (جنازے کی کتاب، ص ۲۰۹ طبع لاہور)

مبشر ربانی:

وہابی محقق مجلۃ الدعوۃ کے مفتی مبشر ربانی لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ دلائل کی رو سے سراً پڑھنا زیادہ بہتر و اولیٰ ہے...... سری پڑھنا حدیث سے صراحتاً...... ثابت ہے لہٰذا آہستہ پڑھنا زیادہ قوی اور بہتر ہے (ماہنامہ الدعوۃ لاہور ستمبر ۱۹۹۶ء آپ کے مسائل ج ا ص ۲۴۴)

مسعود احمد بی ایس سی:

وہابیہ کے جماعت المسلمین کے امام مسعود احمد لکھتے ہیں کہ (نماز جنازہ میں) قرأت خفیہ آواز سے کرے۔ (صلوٰۃ المسلمین، ص ۲۹۲، طبع کراچی)

مفتی ثناء اللہ مدنی:

وہابیہ کے محدث ثناء اللہ مدنی لکھتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ نماز جنازہ سری پڑھی جائے۔
(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء)

محمد عبدہ فیروز پوری:

وہابیہ کے محدث محمد عبدہ فیروز پوری لکھتے ہیں جمہور علماء سری (نماز جنازہ) کے قائل ہیں۔
(احکام الجنائز، ص ۱۸۷، طبع فیصل آباد)

مفتی ہفت روزہ الاعتصام لاہور:

وہابیہ کا ترجمان لکھتا ہے کہ سنت یہی ہے کہ قرأت آہستہ پڑھی جائے جیسا کہ نسائی میں ہے بلند آواز سے...... تعلیم کے لئے جائز ہے...... اس کو عادت بنانا اور سنت سمجھنا صحیح نہیں۔
(الاعتصام جلد ۲۰، شمارہ ۱۹، فتاوی علمائے حدیث ج ۵ ص ۱۵۲، طبع خانیوال)

عبدالستار حماد:

وہابیہ کے محقق و مفتی محمد عبدالستار حماد لکھتے ہیں کہ ترجیح (نماز جنازہ) آہستہ پڑھنے کو ہے۔
(فتاوی اصحاب الحدیث ج ا ص ۱۶۸)

نماز جنازہ جہری پڑھنے کی ابتدا وہابی عبدالوہاب دہلوی نے کی:

وہابیہ کے مولوی عبدالوہاب دہلوی سے قبل خود وہابی بھی نماز جنازہ سری پڑھتے تھے جو خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے۔ مکمل نماز ص ۲۰ اور سب سے پہلے اس نے جہری نماز جنازہ کی بدعت کو رواج دیا۔

(تفسیر ستاری ج ۱ ص ط ی)

وہابیہ کو چاہئے ایک صحیح مرفوع حدیث پیش کریں کہ امام نماز جنازہ میں دعائیں بلند آواز سے پڑھے اور مقتدی آمین آمین کہیں پکاریں؟

مسجد میں نماز جنازہ بغیر شرعی عذر کے مکروہ ہے

نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا بغیر کسی عذر شرعی و مجبوری کے مکروہ و خلاف سنت ہے۔ اگرچہ کراہت کے ساتھ فرض کی ادائیگی ہو جائے گی البتہ کوئی عذر شرعی و مجبوری ہو تو کراہت بھی نہ رہے گی۔

مگر چونکہ وہابیہ کو ہر کام اہل اسلام کے خلاف ہی کرنا محبوب ہوتا ہے اس لئے وہ مسجد میں نماز جنازہ کو بڑی شد و مد سے پڑھتے ہی نہیں اس پر مصر ہوتے ہیں۔ احناف کے مؤقف پر دلائل شرعیہ نقل کئے جاتے ہیں تاکہ عامتہ الناس وہابیہ کے پراپیگنڈا کے شر سے محفوظ ہو سکیں۔

حبیب خدا ﷺ کا اعلان مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی اجر نہیں ہے:

۱- عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علی جنازة فی المسجد فلاشئی له"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے (بغیر عذر و مجبوری) مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کچھ چیز (اجر و ثواب) نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۹۸، سنن ابن ماجہ، ص ۱۱۰، مصنف عبدالرزاق ج ۳، ص ۵۲۷، شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۳۳۱، مسند امام احمد ج ۲، ص ۴۴۴، جامع الاصول ج ۶، ص ۲۳۵، مختصر خلافیات بیہقی ج ۲، ص ۴۲۰، اطراف الغرائب والافراد لدارقطنی ج ۵، ص ۲۰۶، کامل ابن عدی ج ۴، ص ۳۷۳، تقریب البغیہ ج ۱، ص ۴۵۰، حلیۃ الاولیاء ج ۷، ص ۱۰۱، العلل والمتناهیہ ج ۱، ص ۴۱۴، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴، ص ۵۶، اتحاف الخیرۃ المهرہ ج ۳، ص ۲۴۱، التمہید ج ۲۱، ص ۲۲۰، ص ۲۲۱، ناسخ والمنسوخ، ص ۳۴۶، جامع المسانید والسنن ج ۲، ص ۱۱۵، معجم الشیوخ الابن الاعرابی ج ۲، ص ۵۰)

۲- امام ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ

"عن صالح مولی التوامة عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علی جنازة فی المسجد فلاشئی له قال و کان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا تضالق بهم المکان الجموا ولم یصلوا"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۲۴۳، طبع ملتان)

حضرت صالح مولیٰ قوامہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز جنازہ مسجد میں پڑھی اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ راوی حضرت صالح فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وقت واپس چلے جاتے تھے جبکہ جگہ تنگ ہو جاتی تھی وہ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

۳- امام ابوداؤد طیالسی فرماتے ہیں کہ

"عن صالح مولیٰ التوامہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلاشئی لہ قال صالح وادرکت اجالا ممن اورکوا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابابکر اذاجاؤا فلم یجدوا الاان یصلوا فی المسجد رجعوا فلم یصلوا"

(اتحاف الخیرۃ ج ۳، ص ۳۴۱، منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ج ۱، ص ۱۶۵، طبع بیروت)

حضرت صالح مولیٰ توامہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کوئی اجر وثواب نہیں ہے۔ راوی حدیث حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پایا ہے دیکھا ہے جب وہ نماز جنازہ کے لئے تشریف لاتے اور ان کو نماز جنازہ کے لئے مسجد کے علاوہ کوئی اور جگہ نہ ملتی تو وہ واپس چلے جاتے تھے اور نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔

امام الجرح والتعدیل امام یحییٰ بن معین کی طرف سے حدیث مذکور کی تصحیح وتوثیق:

مشہور ناقد محدث امام ذہبی نے مذکورہ بالا حدیث ابوداؤد (**من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلاشئی لہ**) اور اس کے علاوہ دو احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

"فھذہ الاحادیث صحاح عند ابن معین علی ماقال"

پس یہ احادیث امام یحییٰ بن معین کے نزدیک صحیح ہیں جیسا کہ انہوں نے فرمایا۔

(میزان الاعتدال ج ۲، ص ۳۰۴، طبع سانگلہ ہل)

امام ابوداؤد کی توثیق:

خود وہابی اکابر کے بقول امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سنن میں صحت حدیث کے سلسلہ میں جس شرط

کا التزام کیا ہے اس کے مطابق بھی یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ضرور ہے۔
خود وہابیہ کے مجتہد قاضی شوکانی کے ہاں بھی امام ابوداؤد کا کسی حدیث پر سکوت اس کے صحیح ہونے کی علامت ہے۔ (نیل الاوطار ج ۱، ص ۲۲، طبع لاہور)
امام عراقی نے اس حدیث کی صحت پر تفصیلاً تحریر کیا ہے (تخریج احادیث احیاء العلوم الدین، ص ۵۶۸)

اکابرین وہابیہ کی طرف سے مذکور حدیث کی توثیق:

۱- وہابیہ کے امام ابن قیم نے مذکور حدیث ابوداؤد اور اس کے راوی صالح کی توثیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"قلت وصالح ثقة فی نفسه کما قال عباس عن ابن معین هو ثقة فی نفسه وقال ابن ابی مریم ویحییٰ ثقة حجت فقلت له ان مالك ترکه فقال ان مالکا ادرکه بعد ان خراف والثوری انما ادرکه بعد ان خراف فسمع منه لکن ابن ابی ذئب سمع منه قبل ان یحرف وقال علی بن المدینی هو ثقة الاانه خراف وکبر فسمع منه الثوری بعد ان خراف وسماع ابن ابی ذئب منه قبل ذلك وهذا الحدیث حسن فانه من روایة ابن ابی ذئب عنه وسماعه منه قدیم قبل اختلاطه فلایکون اختلاطه موجبا لرد ماحدث به قبل الاختلاط"

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ صالح بذات خود ثقہ ہے جیسا کہ عباس نے امام یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ صالح بذات خود ثقہ ہے۔ امام ابن ابی مریم اور امام ابن معین نے کہا کہ صالح ثقہ اور حجت ہے۔ میں (ابن ابی مریم) نے ابن معین سے کہا کہ امام مالک نے اسے ترک کیا ہے۔ ابن معین نے کہا کہ امام مالک نے اسے اس وقت پایا جب وہ بہت بوڑھا ہو (کر اس کی عقل میں فتور آ) گیا تھا اور امام ثوری نے بھی اسے اس وقت پایا جب وہ بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ تو اس سے حدیث سنی لیکن ابن ابی ذئب نے اس سے بہت بوڑھا ہونے سے قبل حدیث سنی تھی اور (امام بخاری کے استاد) امام علی بن المدینی نے کہا کہ وہ ثقہ ہے مگر بہت بوڑھا ہو کر اس کی عقل میں فتور آ گیا تھا تو ثوری نے اس سے اس کے بعد

حدیث سماعت کی لیکن ابن ابی ذئب نے اس اختلاط سے قبل حدیث سماعت کی تھی اور یہ حدیث حسن ہے اس لئے کہ صالح کی روایت کردہ یہ حدیث اس سے ابن ابی ذئب کی وساطت سے روایت ہوئی اور ابن ابی ذئب کا اس سے سماع قدیم ہے۔ اس وقت کہ جب ابھی وہ بہت بوڑھا نہیں ہوا تھا اس لئے صالح سے ابن ابی ذئب کے اس حدیث کے سماع کرنے کے بعد صالح کی عقل میں فتور آ جانا اس حدیث کو رد کرنے کی وجہ نہیں ہو سکتا جو صالح نے اختلاط سے قبل بیان کی تھی (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۵۸)

۲- وہابیہ کے محقق احمد بن عبدالرحمٰن البنا اشھیر بالساعاتی نے بھی اس حدیث کی توثیق اور راوی کی توثیق میں یہی کچھ لکھا ہے جو وہابیہ کے امام ابن قیم نے تحریر کیا۔ (بلوغ الامانی ج ۷ ص ۲۴۹ طبع بیروت)

۳- وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری اسی حدیث ابوداؤد کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"قلت الظاھران حدیث ابی داؤد حسن قال الحافظ فی التقریب صالح بن نبھان المدنی مولیٰ التوامة صدوق ن اختلط باخرہ قال ابن عدی لاباس بروایة القدماء عنه کا بن ابی ذئب وابن جریج وروی ابوداؤد وھذا الحدیث من طریق ابن ابی عن صالح مولیٰ التوامه" (تحفة الاحوذی ج ۲ ص ۱۴۶ طبع ملتان)

میں کہتا ہوں کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ حدیث ابوداؤد حسن ہے۔ حافظ (ابن حجر عسقلانی) نے تقریب میں فرمایا کہ صالح بن نبہان المدنی صدوق (بہت سچ بولنے والا) ہے اسے آخری عمر میں اختلاط عقل کا عارضہ ہو گیا تھا۔ ابن عدی نے کہا کہ ابن ابی ذئب اور ابن جریج جیسے قدیم شاگرد اس سے روایت کریں تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوداؤد نے (اس کے قدیم شاگرد) ابن ابی ذئب کے طریق سے ہی اس حدیث کو روایت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث قوی ہے)

۴- وہابیہ کے محدث زبیر علی زئی نے بھی حدیث "من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلاشئی له" کی سند کو حسن قرار دیا ہے (ماہنامہ الحدیث اکتوبر ۲۰۰۵ء ص ۴۱)

۵- وہابیہ کے محقق اشرف سندھو کے پوتے مولوی عبدالرؤف صاحب لکھتے ہیں کہ "تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ (حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) حسن درجے کی ہے" (القول المقبول ص ۷۱۳)

۶- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من صلی علی

جنازة فی المسجد فلیس له اجر" (التمهید ج ۲۱ ص ۲۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مسجد میں (بغیر عذر شرعی) نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کچھ اجر نہیں۔

راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک:

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ حدیث کا مفہوم راوی دوسروں سے زیادہ جانتا ہے (تحفۃ الاحوذی) ہم اس حدیث مذکورہ کی توضیح میں راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک پیش کرتے ہیں تا کہ کوئی اشکال نہ رہے۔

"قال صالح فرایت الجنازة توضع فی المسجد فرایت اباهریرة اذالم یجد موضعا الافی المسجد انصرف ولم یصل علیها"

صالح فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا جنازہ مسجد میں رکھا گیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسجد کے علاوہ جگہ نہ ملی تو وہ واپس چلے گئے اور نماز جنازہ نہ پڑھی۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۵۲ اتحاف الخیرۃ المھرۃ ج ۳ ص ۲۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد مبارک:

جلیل القدر صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مبارک ارشاد امام عبدالوہاب شعرانی نے نقل فرمایا کہ

"وکان ابن عمر رضی الله عنهما یقول من صلی علی جنازة فی المسجد فلاشئی له" (کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے تھے جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کوئی ثواب نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا عمل مبارک:

"انباء ابن جریج قال قلت لنا فع اکان ابن عمر یکره ان یصلی وسط القبور قال قدصلینا علی عائشة وام سلمة رضی الله عنهما وسط البقیع والامام یوم صلینا علی عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ابوهریرة رضی الله تعالیٰ عنه

وحضر ذلك ابن عمر" (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۳۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۵)

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے سوال کیا کہ کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں کے درمیان نماز پڑھنے کو مکروہ تصور فرماتے تھے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ بقیع کے درمیان پڑھی تھی۔ جب ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھی تو امام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

معلوم ہوا کہ عام حالات میں نماز جنازہ مسجد میں ادا نہ کی جاتی تھی۔

۲- "عن صالح مولی التوامة عمن ادرك ابا بكر وعمر انهم كانو اذا تضايق بهم المصلى انصرفوا ولم يصلوا على الجنازة فى المسجد"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۴۳)

حضرت صالح مولی توامہ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پایا ہے کہ جب نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ تنگ ہو جاتی تو وہ واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

۳- عن کثیر ابن عباس قال الاعرفن ما صليت على جنازة فى المسجد"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۴۳، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۷)

کثیر بن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ (عہد نبوی اور صحابہ کرام) میں کسی بھی نماز جنازہ کی نماز (بغیر عذر شرعی) مسجد نبوی نہیں نہیں پڑھی گئی۔

معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمول مبارک کے خلاف اور باعث نقصان اجر و ثواب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مستمرہ اور طریقہ معمولہ تمام عمر مبارک کے رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ نماز جنازہ خارج از مسجد پڑھا کرتے تھے البتہ عذر شرعی و مجبوری سے پوری ظاہری حیات طیبہ میں ایک آدھ مرتبہ کا عمل ہماری اس بحث سے خارج ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مستمرہ نماز جنازہ کو جنازگاہ میں ادا فرمانا ہے:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے قریب ہی میں ایک مستقل جگہ خاص نماز جنازہ پڑھنے کے

لئے مقرر فرمائی ہوئی تھی اور وہیں نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے کا معمول مبارک تھا۔

قابل غور امر یہ ہے کہ اگر مسجد میں نماز جنازہ بہتر اور سنت ہوتا تو خارج از مسجد ایک مستقل جگہ نماز جنازہ کے لئے مقرر فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ مسجد نبوی شریف کی موجودگی میں اس کے قریب ہی جنازگاہ کا تقرر اس امر کی واضح دلیل ہے کہ بغیر کسی عذر شرعی کے مسجد میں نماز جنازہ مکروہ اور باعث نقصان ثواب واجر ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری کے کتاب الجنائز میں ایک مستقل باب باندھا ہے۔

"الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد"

"جنازگاہ اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے بیان میں"

اس کے بعد حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے نماز جنازہ کے واقعہ کے متعلق حدیث شریف یوں بیان کی ہے۔

"عن ابن شهاب قال حدثنی سعید بن المسیب ان اباهریرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صف به المصلیٰ فکبر علیه اربعاً" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سعید بن مسیّب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلیٰ جنازہ میں لوگوں کی صف بندی فرمائی اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

دوسری جگہ اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا۔

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیه وخرج بهم الی المصلیٰ فصف بهم فکبر علیه اربع تکبیرات"

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۹، جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۸، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۱۷، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۴، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۵، مسند امام احمد ج ۳ ص ۲۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۴، صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی روز حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر سنائی جس دن وہ فوت ہوئے اور لوگوں کے ساتھ جنازگاہ تشریف لے گئے اور ان کی صف بندی فرمائی اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

معمول مبارک کے خلاف ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے حضرت نجاشی کے وصال باکمال کی خبر مسجد میں ارشاد فرمائی اور نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر جنازگاہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سمیت تشریف لائے۔ اگر مسجد میں نماز جنازہ ہی سنت ہوتا تو مسجد سے باہر لے جا کر نماز جنازہ پڑھنے کی کیا ضرورت تھی۔

جنازگاہ کی تصریح تو دوسری روایت میں بھی موجود ہے۔

"عن عبداللّٰہ بن عمر ان الیہود جاؤا الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم برجل منہم وامرأۃ ازنیا فامر بہما فرجما قریبا من موضع الجنائز عند المسجد" (صحیح بخاری ج۱ ص۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں اپنے ایک ایسے مرد وعورت کو لائے جنہوں نے زنا کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے سنگسار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پس انہیں موضع جنائز کے قریب مسجد نبوی شریف کے متصل جگہ میں سنگسار کیا گیا۔

اس حدیث کے تحت امام حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

"حکی ابن بطال عن ابن حبیب ان مصلی الجنائز بالمدینۃ کان لاصقا مسجد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ناحیۃ جہۃ المشرق...... دل حدیث ابن عمر المذکور علی انہ کان للجنائز مکان معد للصلوٰۃ علیہا یستفاد منہ ان ماوقع من الصلوٰۃ علی بعض الجنائز فی المسجد کان لامر عارض اولبیان الجواز" (فتح الباری ج۳ ص۴۴۳ طبع مصر قدیم)

ابن بطال نے ابن حبیب سے روایت کیا کہ جنازگاہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی شریف کے ساتھ جہت مشرق سے ایک کونے سے متصل واقع تھی...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مذکور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارکہ میں جنازوں کے لئے ایک خاص جگہ (جنازگاہ) کا انتظام موجود تھا جہاں نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی۔ اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ بعض دفعہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا واقعہ اتفاقاً پیش آیا (جو کہ معمول مبارک نہ تھا) کسی امر عارض (عذر وشرعی ومجبوری کے ساتھ) یا بیان

جواز (کہ کراہت کے ساتھ فرض ادا ہو جائے گا) کے لئے ہے۔

خود ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ والاشان حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نماز جنازہ جنازگاہ میں ادا کیا۔

"عن وائل بن داؤد قال سمعت لما مات ابراهيم بن النبي صلى الله عليه وسلم صلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم في المقاعد"

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۸)

وائل بن داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے...... سنا انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال باکمال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ مقاعد (جنازگاہ) میں پڑھی۔

امام نورالدین علی بن احمد السمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نبی کریم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں نماز جنازوں کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے ابن شبر کی طویل روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"ان النبي صلى الله عليه وسلم لما قدم المدينة كان اذا احتضر الميت اذنوه فحضره واستغفرله حتى اذا قبض اذا انصرف النبي صلى الله عليه وسلم ومن معه وربما قعد ومن معه فربما طالى حسن ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فلما خشينا مشقة ذلك عليه قال بعض القوم لبعض لوكنا لاتؤذون النبي صلى الله عليه وسلم باحد حتى يقبض فاذا قبض اذناه فلم يكن عليه في ذلك مشقة ولاحبس ففعلنا ذلك وكنا نؤذنه بالميت بعد ان يموت فياتيه فيصلى عليه فربما انصرف وربما مكث حتى يدفن فكنا على ذلك حيا فقلنا لولم نشخص رسول الله صلى الله عليه وسلم وحملنا جنائزنا اليه حتى يصلى عليها عندبية كان ذلك ارفق به ففعلنا فكان ذلك الامر الى اليوم" (وفاء الوفا ج ۲ ص ۵۳۱ طبع بیروت)

جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے (تو آپ ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا) جب کوئی مسلمان قریب المرگ ہوتا تو آپ ﷺ کو وہ بلاتے۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے جاتے اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرماتے۔ جب اس کی وفات ہو جاتی تو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتے واپس چلے جاتے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہیں رک جاتے تو یہ رکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کبھی دراز (گراں) ہو جاتا۔ صحابی رسول نے ارشاد فرمایا تو جب ہمیں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس توقف طویل کی گرانی محسوس ہوئی تو ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قریب المرگ کے پاس اس کی وفات ہونے سے قبل نہ بلایا کریں بلکہ اس کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا کریں تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہ تو گراں گزرے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ دیر رکنا پڑے تو ہم نے ایسا ہی کیا۔ جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا تو اس کے بعد ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے آتے اور کبھی دفن تک وہیں ٹھہر جاتے تو ایک عرصے تک ہمارا یہی معمول رہا پھر ہم نے سوچا کہ اگر ہم میت کے پاس جلوہ گری کی زحمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیا کریں بلکہ اپنے فوت ہونے والوں کے جنازے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں لے جایا کریں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نماز جنازہ اپنے مکان مبارک کے قریب ہی (جنازگاہ) میں پڑھایا کریں تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سہولت رہے گی۔ اس وقت سے آج تک یہی معمول ہے۔

یہی امام سمہودی بروایت امام ابن شہاب زہری روایت کرتے ہیں کہ

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا هلك الهالك شهده يصلي عليه حيث يدفن فلما ثقل رسول الله صلى الله عليه وسلم وبدن نقل اليه المومنون موتاهم فصل عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم على الجنائز عندبيته في موضع الجنائز اليوم ولم يزل ذلك جاريا"

(وفاء الوفا ج ۲ ص ۵۳۲)

امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ جب کسی کی وفات ہو جاتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بموقع دفن نماز پڑھانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک بوجھل ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جانا دشوار ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے میت کو آپ کے مبارک گھر کے قریب ہی لے جانا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مکان مبارک کے قریب موضع جنائز میں نماز جنازہ پڑھاتے۔ یہی دستور آج تک چلا آ رہا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا سرکارِ دوعالم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کبھی دستور نہیں تھا بلکہ مدینہ منورہ میں جلوہ گری کے ابتدائی دور میں تو میت کے گھر یا دفن کی جگہ کے قریب جہاں موقع ملتا جنازہ پڑھ لیا جاتا اس کے بعد آپ ﷺ کے مکان مبارک کے قریب جنازگاہ کا تقرر ہو گیا پھر نماز جنازہ پڑھنے کا جنازگاہ میں ہی معمول رہا پھر سرکارِ مدینہ ﷺ کے وصال باکمال کے بعد خلافت راشدہ کے مبارک دور میں بھی خلفائے راشدین اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول رہا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کے دس سالہ مدنی دور مبارک میں بیضا کے بیٹے کے جنازہ کے واقعہ کے علاوہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا کوئی واقعہ ذخیرہ حدیث میں نہیں ملتا۔ اسی طرح خلافت راشدہ کے پورے تیس سالہ دور میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جنازے کے سوا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی کوئی مثال دینے کو بھی نہیں ملتا بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سمیت کا ساری حیات طیبہ یہی معمول رہا کہ نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھتے تھے بلکہ جنازگاہ میں زیادہ ہجوم ہونے کی وجہ سے جگہ تنگ ہوتی تو وہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے بجائے واپس چلے جاتے تھے۔

ہوسکتا ہے کوئی یہ خیال کرے کہ جنازگاہ میں نماز جنازہ کے لئے جگہ تنگ ہونے پر مسجد میں جانا عجیب ہے تو اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی شریف کا قبلہ جنوب کی طرف ہے اور مسجد نبوی کے اندر جنوب مشرقی کونے کے ایک حصے اور روضۂ اطہر سے متصل ہی جنازگاہ واقع ہے جیسا کہ فتح الباری کے حوالہ سے لکھا جا چکا ہے اب سرکارِ دوعالم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں جنازگاہ کا یہ نقشہ سامنے رکھ کر نماز جنازہ کی صورت حال یہ بنتی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی میت پر نماز جنازہ کی ادائیگی کے لئے جنازگاہ میں صفیں بناتے تو یقیناً یہ صفیں قبلہ رخ کھڑی ہوتیں اور یوں اگلی صفوں کی دائیں طرف روضۂ اطہر و حجرہ اقدس اور پچھلی صفوں کی دائیں طرف مسجد نبوی شریف کا صحن مبارک واقع ہوتا تو اس لئے جنازگاہ میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے یہ سہولت ہوسکتی تھی کہ پچھلی صفیں مسجد کے صحن تک بڑھالی جائیں مگر احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو رہی ہے کہ جنازگاہ میں تنگی جگہ کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنازہ پڑھے بغیر واپس آ جاتے مگر مسجد میں نماز جنازہ ادا نہ فرماتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طرزِ عمل بھی ہمارے مؤقف کی مضبوطی کے لئے کافی وشافی ہے کہ مسجد میں بلاعذر نماز جنازہ مکروہ ہے۔ امام سمہودی مزید لکھتے ہیں کہ

”ان السلف انما كانو يصلون علي الجنائز خارج المسجد في شرقية في المواضع المعروف بذلك والواقف هناك يكون القبر الشريف عن عيينه“
(وفاء الوفاء ج۲ ص۳۵، ۵۳۴)

ان کی نماز جنازہ مسجد نبوی کی مشرقی دیوار کے پیچھے (جنازگاہ میں) پڑھی جاتی ہے کہ جب امام وہاں جنازہ پڑھائے (قبلہ رخ) کھڑا ہو تو نبی کریم ﷺ کا (روضۂ اطہر) اس کے دائیں طرف ہے۔

”عن ابن ابی ذئب عن المقبری انه رای حرس مروان بن حکم یخرجون الناس عن المسجد یمنعونهم ان یصلو فیه علی الجنائز“ (وفاء الوفا ج۲ ص۵۳۱)

ابن ابی ذئب نے سعید بن ابی سعید مقبری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے مروان بن حکم کے فوجیوں کو لوگوں کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے روکتے اور نکالتے ہوئے دیکھا ہے۔

”عن کثیر بن زید قال نظرت الی حرس عمر بن عبدالعزیز یطرؤن الناس من المسجد ان یصلی علی الجنائز فیه“ (وفاء الوفا ج۲ ص۵۳۱)

کثیر بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سپاہیوں کو نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے سے روکتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک مبارک:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

”قال وقال مالك واكره ان توضع الجنازة في المسجد فان وضعت قريبا المسجد للصلوٰة عليها فلاباس“ (المدونۃ الکبریٰ ج۱ ص۱۷۷)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنازہ کے مسجد میں رکھے جانے کو مکروہ سمجھتا ہوں ہاں اگر نماز جنازہ کے لئے مسجد کے قریب جنازہ رکھا جائے تو پھر اس شخص کے لئے نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

”قال محمد لایصلی علی جنازة فی المسجد وکذلك بلغنا عن ابی هريرة وموضع الجنازة بالمدینة خارج من المسجد وهو الموضع الذی کان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی جنازۃ فیہ" (مؤطا امام محمد، ص ۱۶۹، طبع کراچی)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ ایسے میں ہمیں پہنچا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مدینہ طیبہ میں موضع جنائز مسجد نبوی سے خارج ہے اور یہ وہی جگہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ

"وتکرہ الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد" (الجامع الصغیر، ص ۳۹۵)

مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔

فقہاء کرام کا فیصلہ:

۱۔ تنویر الابصار میں ہے۔

"کرھت تحریما فی مسجد جماعۃ ھی فیہ واختلف فی الخارجۃ والمختار الکراھۃ" (در مختار، ج ۱، ص ۶۵۲، ۳)

مسجد جماعت میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے جبکہ جنازہ مسجد کے اندر ہو اگر باہر ہے تو اس کے متعلق اختلاف ہے۔ مختار یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

۲۔ برجندی شرح نقایہ میں ہے۔

"کرھت صلوٰۃ الجنازۃ فی مسجد جماعۃ اتفاقاً" (شرح نقایہ للبرجندی ج ۱، ص ۱۸۱، طبع لکھنؤ)

مسجد جماعت میں نماز جنازہ جنازہ رکھ کر پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے۔

۳۔ الاشباہ والنظائر میں ہے۔

"منع ادخال المیت فیہ والصحیح ان المنع لصلوٰۃ الجنازۃ وان لم یکن المیت فیہ الالعذر مطر" (الاشباہ والنظائر ج ۲، ص ۲۲۰)

میت کو مسجد میں لے جانا منع ہے اور صحیح یہ ہے کہ ممانعت نماز جنازہ کی وجہ سے ہے اگرچہ میت مسجد کے اندر نہ ہو اگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو رخصت ہے۔

ہدایہ میں ہے۔

"لا یصلی علی میت فی مسجد جماعۃ لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا اجر لہ" (ہدایہ ج ۲، ص ۲۸۲، مع نصب الرایہ طبع لاہور)

مسجد جماعت میں کسی میت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد عالی شان ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے اجر نہیں۔

۵- غنیۃ شرنبلالیہ میں ہے۔

"قوله(یعنی الغرر) کرهت فی مسجد هوفیه قول والکراهة هنا باتفاق اصحابنا" (غنیۃ ذوی الاحکام ج ۱ ص ۱۶۵ طبع بیروت)

عبارت غرر مسجد میں جنازہ رکھا ہو تو اس میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں یہاں کراہت پر ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے۔

۶- امام ابن عابد بن شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"فقوله(صلی اللّٰه علیه وسلم) من صلی علی میت فی مسجد یقتضی کون المصلی فی المسجد سواء کان المیت فیه اولا فیکره ذلك اخذا من منطوق الحدیث ویؤیده ماذکره العلامة قاسم فی رسالته عن ان روی ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لما نعی النجاشی الی اصحابه خرج فصلی علیه فی المصلی قال ولوجازت فی المسجد لم یکن الخروج مص" (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۵۳ طبع کوئٹہ)

تو آپ ﷺ کا فرمان عالیشان جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی کہ جنازہ پڑھنے والا مسجد میں ہو اور میت خواہ مسجد کے اندر ہو یا باہر تو منطوق حدیث کے مطابق بہرحال نماز جنازہ (مسجد میں) مکروہ ہو گی اور مزید اس کی وہ بات بھی ہے جس کو امام علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے یعنی کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نجاشی کی وفات کی خبر دی تو آپ ﷺ (مسجد سے) باہر تشریف لے گئے اور ان کی نماز جنازہ جنازگاہ میں پڑھی۔ اگر نماز جنازہ مسجد میں (بلا کراہت) جائز ہوتی تو آپ ﷺ کے (مسجد سے) باہر تشریف لے جانے کا کیا مقصد تھا۔

۸،۷- بحرالرائق اور خلاصۃ الفتاویٰ میں بھی مسجد میں نماز جنازہ کے مکروہ ہونے کا بیان اور یہی مختار مذہب بیان کیا گیا (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۳، بحرالرائق ج ۲ ص ۱۸۷)

ہم نے احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسجد میں نماز جنازہ کے مکروہ ہونے کا ثبوت تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ آخر میں فقہاء کرام کے اقوال بھی اس لئے پیش کر دیئے گئے ہیں کہ ان

فقہاء کا یہ فیصلہ احادیث اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق ہے۔ وہابیہ کا احناف کے متعلق پراپیگنڈا جھوٹ اور بکواس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ احناف کے ہر مسئلہ کی دلیل قرآن وسنت اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ضرور موجود ہے البتہ وہابیہ کا قرآن حدیث سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ان کا مطلوب صرف اور صرف فتنہ وفساد اور اپنی یہ خدمت انگریز کے کھاتے میں ڈالنا ہے۔

حضرت شیخ اکبر کے حوالہ سے امام عراقی لکھتے ہیں کہ شیخ اکبر نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے مسجد میں نماز جنازہ پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

(تخریج احادیث احیاء العلوم الدین' ص ۵۲۹)

وہابی اکابر سے تائید:

بحمداللہ تعالیٰ احناف اہل سنت کا مؤقف دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اب ہم احناف کے مؤقف کی مضبوطی خود وہابی اکابر کے قلم سے تحریر کر رہے ہیں تا کہ فتنہ باز لوگوں کا منہ بند کیا جا سکے کہ ہماری نہیں مانتے نہ سہی اپنے بڑوں کی ہی مان لو۔ وہابی علماء نے بھی کم از کم یہ تسلیم کیا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ آپ ﷺ کی سنت اور معمول نہیں اسی لئے یہ افضل ہے کہ جنازہ مسجد سے باہر ہی ادا کی اجائے۔

چند ایک حوالہ جات درج کئے جاتے ہیں۔

امام الوہابیہ ابن قیم:

وہابیہ کے امام ابن قیم لکھتے ہیں کہ

"فکانوا هم يجهزون ميتهم ويعملونه اليه صلى الله عليه وسلم على سريره فيصلى عليه خارج المسجد ولم يكن عن هديه الراتب الصلوٰة عليه في المسجد وانما كان يصلى على الجنازة خارج المسجد وربما كان يصلى احيانا على الميت في المسجد كما صل على سهيل واخيه في المسجد ولكن لم يكن ذلك سنته وعادته" (زادالمعاد' ص ۱۵۸' طبع بیروت)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے انتقال کرنے والوں کی تجہیز وتکفین کرنے کے بعد اسے چار پائی پر اٹھا کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کرتے تو حضور سید عالم ﷺ مسجد سے باہر (جنازگاہ میں) اس کی نماز جنازہ پڑھاتے اور حضور ﷺ کی سنت مستمرہ اور دائمی معمول مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا نہ تھا بلکہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نماز جنازہ مسجد سے

باہر (جنازگاہ) میں پڑھتے تھے۔ ہاں کبھی کبھار مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھ لیتے تھے جیسا کہ سہیل اوران کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی (اس کے علاوہ پوری حیات طیبہ میں کوئی واقعہ حدیث سے ثابت نہیں) لیکن مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی عادت مبارکہ نہ تھا۔

مزید لکھتے ہیں کہ

''وان سنة وهديه الصلوٰة على الجنازة خارج المسجد الا لعذر وكلا الامرين جائز والافضل الصلوٰة عليها خارج المسجد'' (زادالمعاد، ص ۱۵۹، طبع بیروت)

اور بے شک آپ ﷺ کی سنت مبارکہ اور آپ کا معمول مبارک مسجد سے باہر ہی نماز جنازہ پڑھنا ہے مگر کسی عذر کی وجہ سے اور دونوں امر جائز ہیں (اس اعتبار سے کہ مسجد میں نماز جنازہ کراہت سے ہو جائے گا تا کہ فرض ساقط ہو جائے گا مگر ہو گا خلاف سنت) اور افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے۔

احمد بن عبدالرحمٰن البنا الساعاتی:

احمد بن عبدالرحمٰن البنا الساعاتی لکھتے ہیں کہ

''والظاهر من الادلة ان الصلوٰة على الجنائز في المسجد كانت قليلة غير مشهورة كان افضل كونها في غيره قال العلامه ابن رشد رحمه الله في بداية المجتهد انكار الصحابة على عائشة يدل على اشتهار العمل بخلاف ذلك عندهم يعني بخلاف الصلوٰة على الجنائز في المسجد قال ويشهدله بروزه صلى الله عليه وسلم للمصلى للصلوته على النجاشي''

(بلوغ الامانی ج ۷، ص ۲۵۰، طبع بیروت)

اور جو بات دلائل سے ثابت ہوتی ہے ظاہر ہوتی ہے (عہد رسالت اور عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین میں) مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا عمل شاذ و نادر اور غیر معروف تھا...... افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھا جائے۔ علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ نے بدایۃ المجتہد میں فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر انکار فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے زمانے میں مسجد میں نماز جنازہ کے برخلاف عمل معروف و مشہور عام

تھا۔ یہ بھی فرمایا کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کا حضرت نجاشی کی نماز جنازہ کے لئے (مسجد سے باہر) تشریف لے جانا بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

عبدالرحمٰن مبارکپوری:

وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی عادت نہیں کرنی چاہئے بلکہ نماز جنازہ کے واسطے مسجد کے علاوہ کوئی اور جگہ مقرر کرنی چاہئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد نبوی کے علاوہ ایک خاص جگہ نماز جنازہ کے لئے مقرر تھی (کتاب الجنائز، ص ۴۸، طبع ملتان)

وحیدالزماں حیدرآبادی:

وہابیہ کے مجتہد وحیدالزماں حیدرآبادی لکھتے ہیں کہ

"فان اعد اهل البلد موضعا للجنائز فالافضل الصلوٰة على الجنائز فيه لحديث ابن عمر" (ھدیۃ المھدی ج ۵، ص ۲۳۰، طبع بنارس)

پس اگر کسی شہر کے باشندوں نے (مسجد سے خارج) کوئی جگہ جنازوں کے لئے مقرر کر رکھی ہو تو افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ وہیں پڑھی جائے۔ بوجہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے۔ مولوی وحیدالزماں نے اپنی دوسری کتاب میں دونوں اقوال کو نقل کیا ہے یعنی جواز کے ساتھ کراہت کا بھی مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہونے کو بھی (نزل الابرار ج ۱، ص ۱۷۴)

ناصرالدین البانی:

وہابیہ کے محدث ناصرالدین البانی لکھتے ہیں کہ افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر جنازگاہ میں ادا کی جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں معمول تھا۔ عام طور پر یہی بات آپ کی سنت سے ثابت ہے (احکام الجنائز مترجم، ص ۱۵۲، طبع لاہور)

اس کی تقدیم و تصحیح کا کام وہابی محدث بدیع الدین راشدی نے کیا ہے۔

زبیر علی زئی:

مسجد میں نماز جنازہ کے متعلق وہابیہ کے محدث زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث "عن صلى على جنازة فى المسجد فلا شيء له" جو شخص مسجد میں جنازہ پڑھے...... کی رو سے افضل یہی ہے کہ مسجد سے باہر جنازہ پڑھا جائے۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو ماہ اکتوبر ۲۰۰۵، ص ۴۱)

خالد گرجاکھی:

وہابیہ کے نامو محقق اور شیخ الحدیث مولوی خالد گرجاکھی لکھتے ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی عادت نہیں کرنی چاہیے بلکہ نماز جنازہ کے واسطے مسجد کے علاوہ کوئی اور جگہ مقرر کرنی چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد نبوی کے علاوہ ایک خاص جگہ نماز جنازہ کے واسطے مقرر تھی۔

(صلوٰۃ النبی، ص ۳۸۷،۳۸۸، طبع گوجرانوالہ)

عمران ایوب:

وہابیہ کے محقق عمران ایوب نے ابن قیم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ آپ کا معمول تھا کہ مسجد سے باہر جنازگاہ میں جنازہ پڑھتے۔

(جنازے کی کتاب، ص ۱۹۴)

یہی صاحب البانی صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ مسجد سے باہر جنازگاہ جنازے کی نماز ادا کی جائے جیسا کہ اکثر و بیشتر نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایسا ہی ہوتا تھا۔

(جنازے کی کتاب، ص ۱۹۵، طبع لاہور)

مبشر ربانی:

وہابیہ کے الدعوۃ کے مفتی و مناظر مبشر ربانی صاحب لکھتے ہیں کہ آئمہ نے مساجد میں جنازہ ادا کرنا مکروہ قرار دیا ہے (آپ کے مسائل ج ۲، ص ۲۳۲)

وہابیہ کے دلائل اور ان کے جوابات

اب ہم وہابیہ کے اس مسئلہ میں دلائل ذکر کرنے کے بعد حقیقت حال کی وضاحت کرتے ہیں۔

دلیل اول:

حضور ﷺ نے بیضا کے بیٹوں سہیل اور اس کے ایک اور بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی۔

الجواب:

اولاً: سرور کائنات ﷺ کی پوری ظاہری حیات طیبہ کا معمول مبارک یہی تھا کہ آپ ﷺ نماز جنازہ خارج مسجد جنازگاہ میں پڑھتے تھے اور مذکورہ بالا واقعہ پوری حیات طیبہ ظاہری میں خلاف معمول ایک واقعہ حال ہے جو محض کسی مجبوری بارش وغیرہ کی وجہ سے ہوا یا صرف اس لئے کہ اگر تم ایسا

کروتو کراہت کے ساتھ فرض تمہارے سر سے اتر جائے گا وگرنہ سرورِ کائنات ﷺ سے تو مکروہ تو کجا خلاف اولیٰ بھی متصور وثابت نہیں ہوسکتا۔ اس سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ مسجد میں نماز جنازہ سنت ہے۔
امام سمہودی اس واقعہ کے تحت لکھتے ہیں کہ

"قلت يفهم منه ان ذلك نادر وان الكثير من قوله صلى الله عليه وسلم ماتقدمت الاشارة اليه" (وفاء الوفا ج ۲ ص ۵۳۲)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ یہ واقعہ (مسجد میں نماز جنازہ) نادراً (اتفاقیہ) پیش آ گیا وگرنہ آپ ﷺ کا معمولِ مبارک وہی ہے جس کا اشارہ گزر چکا ہے (جنازہ خارج مسجد پڑھتے تھے)

امام ابن حجر عسقلانی نے بھی اس واقعہ کو اتفاقیہ اور امر مجبوری کے ساتھ ہی پر محمول کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

"ان ما وقع من الصلوٰة على بعض الجنائز في المسجد كان لامر عاص اولبيان الجواز" (فتح الباری ج ۳ ص ۴۴۳)

کسی جنازے پر مسجد میں نماز پڑھنے کا جو واقعہ ہے اتفاقاً پیش آ گیا۔ کسی مجبوری کی وجہ سے تھا یا بیان جواز کے لئے (کہ کراہت کے ساتھ فرض سر سے اتر جائے گا) بلکہ خود وہابیہ کے امام ابن قیم نے بھی یہی لکھا ہے کہ

"صل على سهيل واخيه في المسجد ولكن لم يكن ذلك سنة وعادته"

(زاد المعاد ص ۱۵۸)

حضور ﷺ نے سہیل اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی لیکن یہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا آپ ﷺ کی سنت مبارکہ اور معمول مبارک نہ تھا۔

مزید لکھتے ہیں کہ

"ان سنته وهديه الصلوٰة على الجنازة خارج المسجد الالعذر" (زاد المعاد ص ۱۵۹)

بے شک آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کا طریقہ مبارک یہی تھا کہ نماز جنازہ مسجد کے باہر ہی پڑھا کرتے تھے مگر کسی عذر کی وجہ سے۔

معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات ﷺ کی حیات طیبہ ظاہری میں صرف ایک واقعہ وہ بھی بامر مجبوری تو

اس سے سنت ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اگر یہ سنت ہی ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سے استدلال کرتے ہوئے عموماً جنازے مسجد میں پڑھتے مگر خلافت راشدہ کے تیس سالہ دور میں صرف دو واقعات وہ بھی مجبوری پر محمول ہیں کے سوا متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ایسا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

ثانیاً: اس روایت کی سند متصل صحیح نہیں منقطع مرسل ہے جو وہابیہ کے نزدیک حجت نہیں۔ محدث دارقطنی، ابن وضاح اور امام ابوعمر ابن عبدالبر القرطبی وغیرہم محدثین کے نزدیک اس حدیث کی سند متصل صحیح نہیں بلکہ دراصل منقطع مرسل ہے (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۸)

ثالثاً: اس روایت میں اضطراب ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ کسی روایت میں سہیل بن بیضا اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ کا ذکر ہے (مسلم ج ۱ ص ۳۱۳، ج ۴، ص ۵۱) کسی روایت میں صرف سہیل کا نام درج ہے (مسلم ج ۱ ص ۳۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۲۴۲)

۲۔ کسی روایت میں سہیل کے بجائے سہل کا ذکر ہے (صحیح ابن حبان ج ٦، ص ۴۸)

۳۔ کسی روایت میں بیضا کے ایک بیٹے کی نماز جنازہ کا ذکر ہے (صحیح ابن حبان ج ٦، ص ۲۸)

۴۔ اور کسی روایت میں دو بیٹوں کی نماز جنازہ کا ذکر ہے حالانکہ بیٹا کے تین بیٹے تھے۔

۱: سہل کے متعلق واقدی کی تحقیق یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال با کمال کے بعد تک حیات رہے۔

۲: سہیل جنہوں نے ۸ میں وصال فرمایا۔

۳: صفوان جن کا وصال بدر میں ہوا۔ وہیں مدفون ہوئے گویا ان کا جنازہ مسجد تک لایا ہی نہیں جا سکا۔

محدث ابی نعیم کی تحقیق یہ ہے کہ سہیل کے سہل نام کے کوئی بھائی نہ تھے۔

رابعاً: جلیل القدر محدث امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔

امام طحاوی کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے:

محدث جلیل امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"کان ابوھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قد علم من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نسخ الصلوٰۃ علیھم فی المسجد یقول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الذی سمعہ منہ فی ذلک وان ذلک الترک الذی کان من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

علیه وسلم للصلوٰة علی الجنائز فی المسجد بعد ان کان یفعلها فیه ترک نسخ...... حدیث ابی هریرة اولیٰ من حدیث عائشة لانه ناسخ له"

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۳۱، طبع کراچی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز جنازہ کا مسجد میں ادا کیا جانا منسوخ ہونا جانتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ قول مبارک یاد تھا جو آپ نے سن رکھا تھا اور یہ امر ترک کر دینا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے جبکہ اس سے پہلے مسجد میں نماز جنازہ ادا کی جاتی رہی...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (مذکورہ بالا) سے اولیٰ ہے اس لئے کہ یہ (حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) اس کی ناسخ ہے''

قارئین کرام غور فرمایئے جلیل القدر محدث امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ تو اس روایت کو منسوخ قرار دیتے ہیں مگر آج وہابیہ بڑی شد و مد سے مسجد میں نماز جنازہ کو سنت قرار دیتے پھرتے ہیں بلکہ محدث جلیل امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بھی نازیبا الفاظ استعمال کرتے پھرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف نے مناسب خیال کیا کہ اس اعتراض کے جواب کے آخر میں ہم امام طحاوی کی عظمت وثقاہت بھی محدثین سے پیش کر دیں تاکہ مسئلہ مزید واضح ہو جائے۔

محدث جلیل امام طحاوی کی عظمت وثقاہت محدثین کرام کی زبانی

امام ابن عساکر کا فرمان:

امام ابن عساکر نے امام طحاوی کے متعلق فرمایا ہے کہ

''کان ثقة ثبتا فقیها عاقلالم یخلف مثله''

امام طحاوی ثقہ ثبت فقیہ اور دانشور تھے اپنی مثل پیچھے نہیں چھوڑی۔ (تاریخ مدینہ دمشق کبیر ج ۵ ص ۳۶۸)

امام حمزہ بن عباس:

امام طحاوی کے متعلق امام حمزہ بن عباس امام ابوسعید کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ

''کان ثقة ثبتا فقیها''

امام طحاوی ثقہ ثبت اور فقیہ تھے (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ج ۵ ص ۳۶۸)

محدث ابوالفضل احمد بن محمد:

امام طحاوی کے متعلق محدث ابوالفضل احمد بن محمد نے محدث ابن یونس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

"کان ثقة ثبتا فقیها عاقلا"

امام طحاوی ثقہ ثبت فقیہ اور دانشور تھے۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ج ۵ ص ۳۶۸)

امام ابوعبداللہ ابن مندہ:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام ابن مندہ اپنی سند سے لکھتے ہیں

"کان ثقة...... لم یخلف مثله"

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تھے انہوں نے اپنی مثل کسی کو نہیں چھوڑا۔

(تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ج ۵ ص ۳۶۸)

محدث ابوالقاسم بن السمر قندی:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق محدث ابوالقاسم بن السمر قندی فرماتے ہیں کہ

"والیه انتهت ریاسة اصحاب حنیفة بمصر"

آپ تک اصحاب حنیفہ کی ریاست مصر میں منتہا تک پہنچی (تاریخ مدینہ دمشق (کبیر) ج ۵ ص ۳۶۹)

محدث ابوبکر بن ابی نصر اللفتوانی:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق محدث ابوبکر بن ابی نصر اللفتوانی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی ثقہ ثبت فقیہ اور دانشور تھے۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ج ۵ ص ۳۶۸)

امام ابراہیم بن علی بن یوسف الشیر ازی:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام ابراہیم بن علی بن یوسف الشیر ازی اپنی کتاب طبقات الفقہا عن اصحاب حنیفہ میں لکھتے ہیں کہ

"والیه انتهت ریاسته اصحاب حنیفه بمصر"

امام طحاوی تک مصر میں امام ابوحنیفہ کے اصحاب کی ریاست منتہا تک پہنچی۔

(تاریخ مدینہ دمشق ج ۵ ص ۳۶۹)

امام ابواسحاق ابراہیم بن یونس:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام ابواسحاق ابراہیم بن یونس بن محمد الخطیب لکھتے ہیں کہ
"الفقهيه"
امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فقہیہ تھے (تاریخ مدینہ دمشق ج ۵ ص ۳۶۸)

امام ابی نصر بن ماکولا:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام ابی نصر ابن ماکولا لکھتے ہیں کہ
"الفقهيه"
امام طحاوی فقہیہ تھے (تاریخ مدینہ دمشق ج ۵ ص ۳۶۹)

امام ابن حجر عسقلانی:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ
"كان ثقة ثبتا فقيها لم يخلف مثله"
امام طحاوی ثقہ ثبت فقہیہ تھے اپنی مثل کسی شخص کو اپنے پیچھے نہیں چھوڑا۔
(لسان المیزان ج ۱ ص ۲۷۶)

امام ذہبی:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام ذہبی لکھتے ہیں کہ (امام ابن یونس کے حوالہ سے)
"كان ثقه ثبتا فقيها عاقلا لم يخلف مثله"
امام طحاوی ثقہ ثبت فقہیہ اور دانشور تھے اپنی مثل کسی کو نہیں چھوڑا (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۱)
مزید لکھتے ہیں کہ
"قلت من نظر في تواليف هذا الامام علم محله من العلم وسعة معارفتهٗ"
میں کہتا ہوں کہ جو آدمی بھی امام طحاوی کی تالیفات میں نظر کرے گا تو انہیں علم کا محل اور آپ کے منارف کی وسعت کو جانے گا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۳۰)

امام ابن عبدالبر:

امام طحاوی کے متعلق امام ابن عبدالبر مالکی فرماتے ہیں کہ
"كان من اعلم الناس ليسير الكوفيين واخبارهم مشاركة في جميع مذاهب

الفقهاء"
امام طحاوی تمام مذاہب فقہاء میں مشارکت کے ساتھ اہل کوفہ کی سیرت اور ان کے اخبار کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں (الحاوی فی سیرۃ الطحاوی، ص ۱۳، الکوثری)

امام ابن اثیر:

امام طحاوی کے متعلق امام ابن اثیر لکھتے ہیں کہ

"کان اماما فقیها فی المتقیین...... وکان ثقة ثبتا"

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ حنفی فقہیہ امام ہیں آپ ثقہ اور ثبت ہیں (اللباب فی تہذیب الانساب ج ۲، ص ۲۷۶)

امام جلال الدین سیوطی:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"کان ثقة ثبتا فقیها لم یخلف مثله انتهت الیه ریاسة اصحاب ابی حنیفة"

امام طحاوی ثقہ ثبت فقہیہ تھے آپ نے اپنی مثل پیچھے نہیں چھوڑی، اصحاب ابی حنیفہ کی ریاست آپ پر انتہا ہوگئی (طبقات الحفاظ، ص ۳۳۹)

امام ابن کثیر:

"احد الثقات ولاثبات والحفاظ والجهابدة"

امام طحاوی بے مثال حافظ حدیث اور ثقہ علماء سے تھے (البدایہ والنہایہ ج ۱۱)

امام ابن خلکان:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام ابن خلکان لکھتے ہیں کہ

"انتهت الیه ریاسة الحنفیة"

امام طحاوی پر احناف کی ریاست انتہا کو پہنچ گئی (الفوائد البہیہ، ص ۳۴)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت وعظمت کے اعتراف پر محدثین کے بے شمار اقوال موجود ہیں خوف طوالت سے ہم اکتفا کرتے ہیں۔

غور فرمائیے اتنے جلیل القدر محدث امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی ہم نے مسجد میں جنازہ کی نماز والی روایت کو منسوخ ہونا بیان کر دیا ہے۔

دلیل دوم:

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نماز جنازہ بھی مسجد میں ادا کی گئی۔

الجواب:

اولاً: ان روایات کی اسناد میں محدثین نے کلام کیا ہے مثلاً سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والی روایت کا ایک راوی اسماعیل الغنوی ہے۔ اس کو تو امام بیہقی نے خود مذکورہ روایت کے درج کرنے کے ساتھ ہی متروک لکھا ہے (سنن کبریٰ ج۴' ص۵۳)

اس لئے یہ روایت احتجاج کے لائق نہیں ہے۔ امام ماردینی نے اس پر یوں کلام کیا ہے اور اس کی دوسری کی سند کے راوی عبداللہ بن ولید پر جرح نقل کی ہے۔ امام عراقی نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے (تخریج احادیث احیاء العلوم الدین' ص۵۲۹)

اس کے پہلے راوی اسماعیل بن ابان الغنوی کے متعلق محدثین کی جرح ملاحظہ ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے متروک الحدیث قرار دیا۔ امام احمد اور دیگر محدثین نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا تھا۔ امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم نے کہا اس کی حدیث ترک کی جائے گی۔ جوزجانی نے کہا اس کا جھوٹ اظہر من الشمس ہے۔ امام نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے۔ امام ابن حبان نے کہا ثقات سے موضوعات بیان کرتا ہے۔ امام مسلم' نسائی' عقیلی' دارقطنی' ساجی اور بزار نے اسے متروک الحدیث قرار دیا۔ امام عجلی نے ضعیف کہا۔ امام حاکم واحمد نے ذاہب الحدیث کہا (تہذیب التہذیب ج۱' ص۲۷۱' میزان الاعتدال ج۱' ص۲۱۲'۲۱۱)

تقریب میں بھی متروک اور رامی بالوضع لکھا ہے (تقریب التہذیب' ص۳۱)

اس روایت کی ایک سند میں عبداللہ بن ولید ہے۔ اس کے متعلق امام ماردینی نقل کرتے ہیں کہ انہیں نے کہا کہ میں اسے نہیں جانتا۔ امام احمد اس سے احتجاج نہیں فرماتے تھے۔ ابن عدی نے کہا یہ جامع کے علاوہ اپنی دوسری کتاب میں غریب احادیث سفیان سے بیان کرتا ہے (الجوہر النقی ج۴' ص۵۲)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام ابن معین نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا اور میں نے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ امام ابوحاتم اسے قابل احتجاج نہیں مانتے۔ ابن عدی نے کہا سفیان سے غیر جامع میں غریب حدیثیں بیان کرتا ہے۔ امام ساجی نے ابن معین سے اس کا ضعیف ہونا نقل کیا ہے۔ امام بخاری نے مقارب کہا (تہذیب التہذیب ج۶' ص۷۰)

اس روایت کا راوی سفیان محمد ہے۔ امام ماردینی لکھتے ہیں کہ ابن عدی نے کہا کہ احادیث چرایا کرتا تھا۔ اس کی حدیث میں موضوعات بھی ہیں۔ رازی کہتے ہیں کہ میں اس کی احادیث بیان نہیں کرتا۔ ابن حبان نے کہا کہ اس کی روایت سے احتجاج جائز نہیں (الجوہر النقی ج ۴ ص ۵۲)

ثانیاً: یہ جنازے بھی عذر پر مبنی ہیں وگرنہ پورے خلافت راشدہ کے دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بالعموم اس پر عمل ترک کرنا ہی بات کو واضح کر رہا ہے۔ اس لئے کہ ان کو روضۂ اطہر میں دفن کرنا مقصود تھا اور وہاں تک پہنچنے کے لئے مسجد نبوی شریف کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ اس لئے ان حضرات کا جنازہ مسجد نبوی میں لانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناگزیر مجبوری تھی۔ وگرنہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح خود سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اپنا عمل مسجد میں جنازہ نہ پڑھنے کا تھا۔

امام شعرانی لکھتے ہیں کہ

"کان ابوبکر وعمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما اذا تضایق بهم المصلی انصرفوا ولم یصلوا علیها ولابن ابن شیبه فی الجنازة...... فی المسجد"

(کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۷۱)

دلیل سوم:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مسجد میں پڑھی۔

الجواب:

پہلے حدیث ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد ہم اپنی معروضات پیش کریں گے۔

امام مسلم نے روایت کی ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص کی وفات ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ان کا جنازہ مسجد میں لے آؤ تاکہ میں بھی ان کا جنازہ پڑھ لوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر انکار کیا اور اسے معیوب قرار دیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیضا کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۱۳)

اولاً: محدث دارقطنی امام ابوعمر ابن عبدالبر وغیرہم محدثین کے نزدیک اس کی سند صحیح متصل نہیں

منقطع مرسل ہے جو وہابیہ کے نزدیک حجت نہیں ہے۔

ثانیاً: اس کے متن میں بھی اضطراب ہے۔ کچھ کی تفصیل تو گزر چکی ہے مزید ملاحظہ فرمائیں۔
کسی روایت میں ہے حضرت سعد کا جنازہ مسجد میں لانے کا حکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیا تھا (مسلم ج۱ ص۳۱۳)

کسی روایت میں ہے کہ دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے فرمایا تھا (مسلم ج۱ ص۳۱۳)

کسی روایت میں ہے کہ وہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتی تھیں (مسلم ج۱ ص۳۱۳)

کسی روایت میں ہے کہ وہ ان کے لئے دعائے خیر کرنا چاہتی تھیں (مسلم ج۱ ص۳۱۳)

اس اضطراب کے ہوتے ہوئے یہ حدیث کیسے قابل حجت ہو سکتی ہے۔ مضطرب روایت کو تو خود وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بھی ضعیف قرار دیا ہے (ابکار المنن)

ثالثاً: اور پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انکار کرنا اور اسے معیوب قرار دینا بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ مسنون ہوتا تو اس پر انکار فرمانا چہ معنی وارد۔

رابعاً: اگر یہ مان بھی لیا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مسجد میں جنازہ پڑھا تھا تو بھی وہابیہ کو یہ مفید نہیں ہے اس لئے کہ یہ ایک زوجہ مطہرہ و صحابیہ کا فعل ہے اور وہابیہ کے نزدیک صحابی کا قول و فعل حجت نہیں ہوتا (عرف الجادی، ص۸۰، دلیل الطالب، ص۶۱۷، فتاویٰ نذیریہ ج۱ ص۳۴۰)

صحابی کی تفسیر بھی حجت کے لائق نہیں (بدور الاھلۃ، ص۱۳۹)۔

بلکہ خود سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فہم و قول کے متعلق وہابی محدث نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے فہم سے فرماتی ہیں اور فہم صحابہ حجت شرعی نہیں ہے۔
(فتاویٰ نذیریہ ج۱ ص۶۲۲)

وہابیوں کو چاہئے کہ وہ ڈوب مریں۔ روایت مذکورہ پیش کرنے سے قبل اپنے مذہبی اصول وضوابط دیکھ لیں۔

خامساً: جہاں تک ابن بیضا کے بیٹوں کے جنازہ کا تعلق ہے بعض جوابات مذکور ہو چکے۔ آخر میں ایک اور جواب ملاحظہ ہو کہ ان کی نماز جنازہ تو معمول کے مطابق خارج مسجد موضع الجنائز میں ہوئی تھی البتہ اس موقع پر لوگ زیادہ جمع ہونے کی وجہ سے مسجد میں آ گئے تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کو اس سے اشتباہ ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کسی صحابی سے اس مسئلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کی تصدیق منقول نہیں ہے۔ علامہ وشتانی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں۔ اثبات والی مذکورہ روایت کو انہوں نے بھی امام طحاوی کے حوالہ سے منسوخ بتلایا ہے (اکمال اکمال المعلم ج ۳، ص ۱۰۰، طبع بیروت)

حرفِ آخر

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ مدینہ منورہ میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے لئے مسجد نبوی کے باہر ایک جگہ موضع الجنائز مقرر تھی اور حضور سرور کائنات ﷺ کا ساری حیات طیبہ میں یہی معمول رہا کہ جنازہ اس جگہ پڑھتے تھے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس پر کاربند رہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی مسجد میں جنازہ لانا مکروہ ہے۔ خود سرور کائنات ﷺ نے اپنے صاحبزادے کا جنازہ خارج مسجد ہی پڑھا۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنازے خارج مسجد ہوئے کیا اس بات کی واضح دلیل نہیں ان سب کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ بحمد اللہ ہم نے احناف کا مؤقف احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت کر دیا اور آخر میں وہابی اکابر سے احناف کے مؤقف کی تائید بطور اتمام حجت لکھ دی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب حق ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اس مذہب حق اہل سنت پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین

تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کا مسئلہ:

احناف اہل سنت و جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہئے باقی تکبیرات کے ساتھ رفع یدین نہیں ہے۔

(شرح نقایہ ج ۱ ص ۱۳۵، غنیۃ المستملی، ص ۵۴۰، فتاویٰ قاضی خان، ص ۹۲)

حدیث نمبر ۱:

"عن ابی هریرة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کبر علی الجنازة فرفع یدیه فی اول تکبیرة ووضع الیمنٰی علی الیسرٰی"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو پہلی

تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے تھے۔
(جامع ترمذی ج ۱ ص ۲۰۶، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۷۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۸)

حدیث نمبر ۲:

"عن ابن عباس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرفع یدیہ علی الجنازۃ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۷۵ طبع مدینہ منورہ)

حدیث نمبر ۳:

"روی الدارقطنی من حدیث ابن عباس وابی ھریرۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذاصلی علی الجنازۃ رفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود"

دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث روایت کی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز جنازہ پڑھتے تو پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین فرماتے پھر رفع یدین نہیں فرماتے تھے (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۴۷)

"عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ انہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولیٰ ثم لایعود"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز جنازہ کی پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے پھر پوری نماز میں ہاتھ نہ اٹھاتے (مسند امام زید ص ۱۴۹)

حضرت ابراہیم نخعی کا عمل مبارک:

جلیل القدر امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک عمل ملاحظہ فرمائیے۔

"عن الولید بن عبداللّٰہ بن جمیع الزھری قال رایت ابراھیم اذاصلی علی جنازۃ رفع یدیہ فکبر ثم لایرفع یدیہ فیما بقی وکان تکبیر اربعا"

حضرت ولید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ نماز جنازہ پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلی تکبیر کہتے پھر باقی تکبیروں میں ہاتھ نہیں

اٹھاتے تھے اور آپ چار تکبیریں کہتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۱۸۰، طبع ملتان)

حضرت حسن بن عبیداللہ کا عمل مبارک:

"عن الحسن بن عبیداللّٰہ انه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة علی الجنازة"

حضرت حسن بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ وہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں ہی رفع یدین کرتے تھے (دو بار نہیں کرتے تھے) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۱۸۰)

امام مالک کا مسلک:

امام ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"وقال مالك بن انس ترفع الایدی فی الصلوٰة علی الجنازة فی اولالتکبیر قال ابن القاسم وحضرته غیرمرة یصلی علی الجنائز فما رایته یرفع یدیه الافی اول تکبیرة قال ابن القاسم وکان مالك لایری رفع الیدین فی الصلوٰة علی الجنازة الافی اول تکبیرة"

ترجمہ: حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر میں کیا جائے۔ امام ابن القاسم فرماتے ہیں کہ میں کئی دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نماز جنازہ پڑھا رہے تھے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کیا ہو۔ امام ابن القاسم فرماتے ہیں کہ امام مالک نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کو جائز نہیں سمجھتے تھے (المدونۃ الکبریٰ ج ا ص ۱۷۶)

قارئین کرام ان احادیث اور آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر میں کرنا چاہئے باقی تکبیرات میں رفع یدین کرنا جائز نہیں ہے۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول مبارک بھی یہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی سند صحیح متصل مرفوع روایت میں اس کے خلاف ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہے۔ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے باقی تکبیرات میں رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح جلیل القدر تابعین حضرت امام ابراہیم نخعی، امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت حسن بن عبیداللہ علیہ الرحمتہ بھی نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے باقی تکبیروں میں وہ بھی

رفع یدین نہ کرتے تھے۔ امام سفیان ثوری، امام مالک وغیرہم اکابر بھی اس کے قائل وعامل تھے۔

احناف کا مسلک:

ملک العلماء امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاترفع الایدی الافی سبع مواطن ولیس فیما صلوٰۃ الجنازہ وعن وابن عمر انھا قالا لاترفع الایدی فیما الاعند تکبیرۃ الافتتاح" (البدائع الصنائع ج۲، ص۵۳، طبع کوئٹہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ رفع یدین صرف سات جگہ مواقع پر کیا جائے۔ ان میں نماز جنازہ نہیں آتی۔ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے (باقی تکبیروں کے ساتھ رفع یدین نہیں) وہابی مولوی زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنے پر اجماع ہے۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو ماہ اکتوبر ۲۰۰۵ء، ص۴۲)

وہابی اکابر سے تائید:

احنافِ اہل سنت کے موقف کی مضبوطی کو خود وہابی اکابر نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چند ایک حوالہ جات درج کئے جاتے ہیں۔

امام الوہابیہ ابن حزم:

امام الوہابیہ ابن حزم لکھتے ہیں کہ

"ولاترفع الیدان فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ الافی اول تکبیرۃ فقط لانہ لم یات یرفع الایدی فیما عدا ذلك نص وروی مثل قولنا ھذا عن ابن مسعود وابن عباس وھوقول ابی حنیفۃ وسفیان"

نماز جنازہ کی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ پہلی تکبیر کے علاوہ دوسری تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کے متعلق کوئی نص نہیں آئی۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا گیا ہے (امام ابوحنیفہ اور امام بخاری کے استاد) امام سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے (المحلی بالآثار ج۳، ص۱۸۱)

قاضی شوکانی:

امام الوہابیہ قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ

"فی التکبیرۃ الاولٰی والحاصل انه لم یثبت شیء یصلح للاحتجاج به عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وافعال الصحابة واقوالهم لاحجة فیها فینبغی ان یقصر علی الرفع عند تکبیرۃ الاحرام لانه لم یشرع فی غیرها"

نتیجہ کلام یہ ہے کہ (نماز جنازہ میں) پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے متعلق نبی کریم ﷺ سے کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں جو قابل احتجاج ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے افعال واقوال حجت نہیں ہیں اس لئے مناسب و بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرنے پر اختصار کیا جائے کیونکہ پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین شرعاً ثابت نہیں ہے (نیل الاوطار ج ۴' ص ۶۷' طبع لاہور)

عبدالرحمٰن مبارکپوری:

وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ کی چار تکبیروں میں رفع یدین کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت نہیں ہے اور جو مرفوع حدیثیں اس بارے میں آئی ہیں وہ ضعیف ہیں

(کتاب الجنائز' ص ۵۵' تحفۃ الاحوذی ج ۲' ص ۱۶۵)

عبیداللہ رحمانی:

وہابیہ کے جید عالم عبیداللہ رحمانی لکھتے ہیں کہ تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع قولی یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے۔

(فتاوی ثنائیہ ج ۲' ص ۵۰' فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵' ص ۱۵۶)

ناصرالدین البانی:

وہابیہ کے محدث ناصرالدین البانی لکھتے ہیں کہ (نماز جنازہ میں) صرف پہلی تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے یہی بات شرعاً ثابت ہے (کتاب احکام الجنائز' ص ۱۵۶' مترجم)

وحیدالزماں حیدرآبادی:

وہابیہ کے مجتہد وحیدالزماں حیدرآبادی لکھتے ہیں کہ

"ولایرفع یدیه الافی تکبیرۃ الاولی"

(نماز جنازہ میں) سوائے پہلی تکبیر کے رفع یدین نہ کیا جائے۔ (کنز الحقائق، ص ١٧)

محمد عبدہ فیروز پوری:

وہابیہ کے شیخ الحدیث محمد عبدہ فیروز پوری لکھتے ہیں کہ علامہ البانی اپنے احکام میں لکھتے ہیں تکبیر اولیٰ کے ماسوا باقی تکبیرات میں رفع یدین کی مشروعیت پر ہمیں کوئی دلیل نہیں مل سکی لہٰذا یہ غیر مشروع ہے۔ جیسا کہ احناف کا مسلک ہے۔ امام شوکانی وغیرہ محققین نے بھی اسے اختیار کیا ہے اور یہی مسلک ابن حزم کا ہے (احکام الجنائز، ص ١٧٩، طبع فیصل آباد)

حافظ محمد عمران ایوب، سید سابق:

وہابیہ کے محقق حافظ محمد عمران ایوب نے اس مسئلہ میں اپنے اکابر کے نظریات نقل کئے ہیں مثلاً وہابی محدث البانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ "سنت میں ہمیں کوئی چیز ایسی نہیں ملی جو پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں میں رفع یدین (نماز جنازہ میں) کرنے پر دلالت کرتی ہو لہٰذا ہمارے نزدیک یہ مشروع نہیں ہے" وہابی امام قاضی شوکانی سے نقل کیا ہے "اس کے قائل ہیں (تکبیرات جنازہ سب میں رفع یدین نہ کیا جائے)" وہابی امام ابن حزم سے نقل کیا ہے "نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں نبی کریم ﷺ سے رفع یدین ثابت ہے لہٰذا (ہر تکبیر کے ساتھ) رفع یدین کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ نماز میں ایسا عمل ہے جس کے متعلق کوئی نص (دلیل) نہیں"

وہابی امام سید سابق کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ "سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے یہی ثابت ہے" (جنازے کی کتاب، ص ٢١٥، طبع لاہور)

وہابی محقق حافظ محمد عمران ایوب نے اپنا مؤقف یوں بیان کیا ہے کہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ سے (نماز جنازہ میں) صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا ثابت ہے (باقی میں نہیں)

(جنازے کی کتاب، ص ٢١٤)

خالد گرجاکھی:

وہابیہ کے شیخ الحدیث خالد گرجاکھی لکھتے ہیں کہ (نماز جنازہ میں) چاروں تکبیروں میں رفع یدین کرنا کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت نہیں (صلوٰۃ النبی، ص ٣٩٠، طبع گوجرانوالہ)

نماز جنازہ کی تکبیر اولیٰ کے علاوہ باقی تکبیروں کے ساتھ عدم رفع یدین کا کتب شیعہ سے ثبوت:

وہابیہ کی طرح شیعہ بھی نماز جنازہ میں تمام تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کے قائل وعامل ہیں۔ ہم اہلِ سنت و جماعت بریلوی کا مؤقف کتب شیعہ سے بھی ثبوت نقل کر رہے ہیں تا کہ عوام الناس کو حقانیت اہل سنت کا علم اغیار کے قلم سے معلوم ہو جائے۔

"عن غياث بن ابراهيم عن ابی عبدالله عليه السلام عن علی عليه السلام انه كان لايرفع يديه فی الجنازه الامرة واحدة يعنی فی التكبير (الاولیٰ)......
عن جعفر عن ابيه عليهما السلام قال كان اميرالمومنين علی ابن ابی طالب يرفع يديه فی اول التكبيرعلی الجنازة ثم لايعود حتی ينصرف"

ترجمہ: غیاث بن ابراہیم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نماز جنازہ میں صرف تکبیر اولیٰ کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے...... امام جعفر صادق اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز جنازہ پڑھتے وقت صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھایا کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ وہ نماز جنازہ سے فارغ ہو جاتے تھے۔

(وسائل الشیعہ ج۲، ص ۷۸۶، طبع ایران)

وہابیہ کے دلائل اور ان کے جوابات:

اب ہم وہابیہ کے دلائل اور ان کے جوابات درج کرتے ہیں۔

دلیل اوّل:

طبرانی الاوسط، مجمع الزوائد وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز اور جنازوں میں تکبیر پر رفع یدین کرتے تھے۔

الجواب:

اولاً: یہ روایت نماز جنازہ میں تمام تکبیرات میں رفع یدین پر صریح نہیں ہے اس لئے کہ تمام تکبیرات پر رفع یدین اس میں مذکور نہیں ہے۔

ثانیاً: اگر وہابیہ اس سے نماز جنازہ میں تمام تکبیروں کے ساتھ رفع یدین پر استدلال کرتے ہیں تو ان کو عام طور پر باقی نمازوں میں بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہیئے اس لئے کہ اس نماز جنازہ کے ساتھ ہر نماز میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے گویا یہ روایت خود وہابیہ کے خلاف ہوئی اور وہابیہ کا عمل خود اس کے مخالف ہوا۔

ثالثاً: یہ روایت صحیح بھی نہیں بلکہ سخت ضعیف ہے۔

۱-امام طبرانی کے استاد موسیٰ بن عیسیٰ الجزری کے حالات منقود ہیں۔

۲-صہیب بن محمد بن عباد اس روایت کا ایک راوی ہے جو مجہول ہے۔

۳-عباد بن صہیب البصری اس کا ایک راوی ہے جو متروک ہے (المغنی فی الضعفاء ج ۱ ص ۱۴ اللذھبی)

امام بخاری اور امام نسائی نے اسے متروک الحدیث قرار دیا (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۶۷)

امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا (تہذیب ج ۳ ص ۲۵۰ و ۲۵۱ بحوالہ آپ کے مسائل ج ۳ ص ۲۱۹)

امام بخاری نے ترکوہ لکھا ہے (کتاب الضعفاء للبخاری ص ۷۲)

یہی وجہ ہے کہ امام ابن حجر نے بھی اسے ضعیف کہا (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۴۶)

رابعاً: خود وہابیہ کے مبشر ربانی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند انتہائی ضعیف ہے۔
(آپ کے مسائل ج ۳ ص ۲۱۸ طبع لاہور)

خامساً: خود وہابیہ کے اکابر نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے دیگر حوالہ جات گزر چکے ہیں البتہ وہابیہ کے محدث مبارکپوری کی زبانی سن لیجئے وہ لکھتے ہیں کہ

"قلت لم اجد حدیثا مرفوعا صحیحا فی ھذا الباب"

میں کہتا ہوں کہ اس باب (تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کے متعلق) میں مجھے کوئی مرفوع صحیح روایت نہیں ملی (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۶۵)

وہابیہ کا اعتراض نمبر ۲:

امام دارقطنی نے علل میں بھی اپنی سند کے ساتھ یہی روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ کی تمام تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

الجواب:

اولاً: وہابیہ اتنے جاہل ہیں ان کو اتنا بھی علم نہیں کہ العلل نامی کتب میں وہی روایات درج کی

جاتی ہیں جن میں کوئی نہ کوئی علت ہو۔ امام دارقطنی کا علل میں اسے نقل کرنا ہی بات کو واضح کر رہا ہے۔

ثانیاً: اس روایت کو صرف عمرو بن شیبہ ہی نے مرفوع روایت کیا ہے۔ ایک جماعت محدثین نے اس کی مخالفت کی ہے۔ خود وہابیہ کے محدث شمس الحق عظیم آبادی بھی لکھتے ہیں کہ

''قال الدارقطنی هکذا رفعه عمرو بن شیبه و خالفه جماعة فروه عن یزید بن هارون موقوفاً'' (تعلیق المغنی ج۲ ص۷۵)

عمرو بن شیبہ نے اسے مرفوع بیان کیا حالانکہ ایک جماعت محدثین نے اس کی مخالفت کی اور اسے موقوف بیان کیا ہے۔

وہابی محدث مبارکپوری نے بھی یہی لکھا ہے (تحفۃ الاحوذی ج۲ ص۱۶۵)

وہابیہ کے علاوہ امام ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے (تلخیص الحبیر ج۲ ص۱۴۲)

اس کے باوجود وہابی مولوی مبشر ربانی ابن باز سے اس کی ثقاہت بیان کرنا نری خباثت ہے وگرنہ بتلایا جائے ابن باز کی محدثیت کو کون مسلمان مانتا ہے۔

ثالثاً: خود وہابی اکابر نے یہ تسلیم کیا کہ کوئی مرفوع روایت اس بات میں صحیح نہیں تو خود وہابیہ کو اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے شرم کرنی چاہئے پھر پوری اُمت کے مقابلہ میں ابن باز کی کیا حیثیت ہے۔

رابعاً: وہابیہ کے نزدیک چونکہ تقلید شرک ہے اس لئے کسی اُمتی کے قول سے کسی راوی کی ثقاہت اور روایت کی صحت پیش کرنے کے بجائے خدا اور اس کے رسول سے ثقاہت وصحت پیش کریں وگرنہ یہ تقلید محدث کر کے شرک ہو جائیں گے۔ نتیجہ کلام یہ ہے کہ یہ روایت کسی بھی صورت درست وصحیح نہیں ہے۔

وہابیہ کا اعتراض نمبر۳:

جزء رفع یدین میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ کی تمام تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

الجواب:

اولاً: وہابیہ کے مذہب میں تو موقوف روایت حجت ہی نہیں ہوتی تو ان روایات موقوفہ کو پیش کرنے کا کیا مطلب ہے۔ وہابیوں کو چاہئے کہ پہلے مذہب کے اصولوں سے واقف ہوں پھر آگے بات کریں۔

دیکھئے وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں کہ علامہ شوکانی در مؤلفات خود ہزار بار فی نوید کہ در موقوفات صحابہ حجت نیست۔

علامہ شوکانی اپنی تالیفات میں ہزار بار لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موقوفات میں حجت نہیں ہے (دلیل الطالب ص ۶۱۷)

اسی طرح نواب نورالحسن نے عرف الجادی میں بھی متعدد جگہ لکھا ہے کہ صحابی کا قول وفعل حجت کے لائق نہیں ہے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال خود وہابیہ کے اکابر کے نزدیک حجت وسند نہیں ہیں تو ان کو پیش کرتے وقت شرم سے ڈوب مرنا چاہئے۔

ثانیاً: یہ روایات صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں مثلاً اس کی ایک سند میں جریر بن حازم راوی واقع ہے۔ اس کے متعلق امام احمد نے کہا کہ یہ کثیر الغلط ہے کہ یہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ ثقہ مگر غلطی کر جاتا ہے ساجی نے کہا کہ سچا ہے مگر اس نے ایسی احادیث بیان کی ہیں جن میں اسے وہم ہوا ہے اور یہ احادیث اس کی مقلوبہ ہیں۔ یحییٰ بن سعید نے کہا اسے کچھ وہم بھی ہو جاتا ہے۔ ازدی نے کہا کہ اس نے مصر میں ایسی احادیث بیان کی ہیں جو اس کی مقلوبہ ہیں اور یہ خود حافظ نہیں تھا۔ ابن سعد نے کہا کہ ثقہ مگر آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا (ملخصاً) (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۲،۷۱)

امام ذہبی نے امام بخاری کا اس جریر بن حازم کے متعلق قول نقل کیا ہے۔

"قال البخاری ای ربما یھم فی شیء"

امام بخاری نے کہا کہ کبھی اس کو وہم بھی ہو جاتا ہے (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۹۳، علل ترمذی ج ۱ ص ۳۸۰)

امام بخاری کے اس قول کو وہابی محدث زبیر علی زئی نے بھی نقل کیا ہے (کتاب الضعفاء ص ۱۳۳)

معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے، صحیح ہرگز نہیں۔ وہابی مولوی زبیر علی زئی کا اس کی سند کو صحیح کہنا ہٹ دھرمی، سینہ زوری ہے (جزء رفع یدین ص ۱۰۸)

جزء رفع یدین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک اور اثر بابت رفع یدین عند التکبیرات علی الجنازہ نقل کیا ہے۔

اولاً: اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن عمرو بن حفص العمری ہے جو کہ ضعیف ہے۔ امام بخاری نے یحییٰ بن سعید کے حوالہ سے اس کا ضعیف ہونا نقل کیا ہے (کتاب الضعفاء ص ۶۰)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام علی بن مدینی اپنے باپ سے راوی کہ یہ ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا اس کی حدیث نہ بیان کی جائے۔ یعقوب بن شیبہ نے کہا اس کی احادیث میں اضطراب ہے۔ اگرچہ ثقہ وصدوق ہے۔ صالح نے کہا مختلط الحدیث ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ ضعیف ہے۔ امام حاکم نے کہا یہ حدیث قوی نہیں ہے۔ امام بخاری نے تاریخ میں یحییٰ بن سعید سے اس کا ضعیف ہونا نقل کیا ہے۔ امام احمد بھی اس سے راضی نہیں۔ اس کی احادیث میں بعض ضعف واضطراب ہوتا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۲۸)

نسائی نے کہا کہ یہ حدیث بھی قوی نہیں۔ علی بن مدینی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۶۵)

ثانیاً: جزء رفع یدین کے متن میں اس راوی کا نام عبداللہ مرقوم ہے مگر محشی نے کہا کہ یہ عبیداللہ ہے۔ ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی عبیداللہ لکھا ہے جس راوی کا ہی تعین نہ ہو سکے وہ صحیح کیسے ہو سکتا ہے بلکہ خالد گرجاکھی کے مترجم جزء رفع یدین میں بھی راوی عبیداللہ مرقوم ہے۔

تیسری روایت:

جزء رفع یدین میں تیسری روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تمام تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کرنے کی مذکور ہے۔

اس میں پہلے راوی احمد بن یونس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سماع ثابت نہیں ہے تو پوری سند مذکور نہ ہوئی۔ جب پوری مذکور نہ ہوئی تو اس روایت کو صحیح کہنا غلط ہوا۔ مولوی زبیر علی زئی وہابی کا احمد بن یونس سے امام بخاری کے سماع کا دعویٰ باطل ومردود ہے اس لئے کہ اختلاف نسخ کا بہانہ کر کے اس سے سماع ثابت کرنا نری جہالت وحماقت ہے۔ بفرض محال اختلاف نسخہ مان بھی لیا جائے تو بھی اس میں احتمال ہے تو علم الکلام کا مشہور قاعدہ کلیہ ہے "اذاجاء الاحتمال لبطل الاستدلال"

بخاری شریف میں بھی یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما موجود ہے۔ اس میں صرف یرفع یدیہ کے الفاظ ہیں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہرگز نہیں ہے۔ اس کے تحت امام المحدثین امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں کہ

"(ویرفع یدیه) مطلق یتناول الرفع فی اول التکبیرات ویتناول الرفع فی جمیعا وعدم تقیید البخاری ذلك یدل علی ان الذی رواه فی کتاب رفع

یدین غیر مرضی عنده ازلو کان رضی به لکان ذکره فی الصحیح اوقید / قد ذکرنا عن قریب ان ابن حزم قد حکی عن ابن عمر انه لم یرفع الافی الاولیٰ وقال لم یات فیها الاولیٰ''

ترجمہ: اور آپ ہاتھ اٹھاتے یہ مطلق ہے اور یہ ممکن ہے کہ آپ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ تمام تکبیرات میں ہاتھ اٹھاتے اور امام بخاری کا اس کی تقلید نہ کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ امام بخاری نے جو جزء رفع یدین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہر تکبیر جنازہ کے ساتھ رفع یدین کرنا روایت کیا ہے امام بخاری اس سے خوش نہیں ہیں اور اگر آپ اس کو صحیح نہیں سمجھتے تو اپنی صحیح بخاری میں اس کو نقل کرتے یا کم از کم اس میں اس کی تقلید کر دیتے۔ بیان کیا ہے کہ ابن حزم وہابی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے اور اس کے بعد نہیں کرتے تھے (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۴)

وہابیہ کی دلیل چہارم:

وہابی مولوی زبیر علی زئی وغیرہ نے چند تابعین تبع تابعین کے آثار نقل کئے ہیں کہ وہ تمام تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

الجواب:

قارئین کرام یہ وہابیوں کی نری جہالت وحماقت ہے کہ جب ان لوگوں کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اقوال وافعال حجت نہیں تو تابعین وتبع تابعین کے آثار پیش کرنے کا ان کا کیا جواز ہے۔ جب نہ مانیں تو قرآن وحدیث کا انکار کر دیں جب مانیں تو اس طرح بے اصولی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو یہ ان کی نری خباثت ہے۔

ایک طرف تو ان وہابیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اہل حدیث کے دو اصول اللہ کا قرآن نبی کی حدیث مگر دلیل ان کے پاس قرآن وحدیث سے کوئی نہیں ہے تو ثابت ہو گیا کہ قرآن وحدیث کا ان کا دعویٰ کرنا جھوٹ اور فراڈ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۱۔ جزء رفع یدین میں نافع بن جبیر کا ایک اثر مذکور ہے اس کا جواب یہ ہے۔ اس کی سند میں ایک

راوی ابوالحسن ثابت بن قیس راوی مذکور ہے۔ امام ابن معین نے اس کو ضعیف بھی کہا ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۶۶)

الاجری نے کہا کہ امام ابوداؤد نے کہا اس کی حدیث کسی کام کی نہیں۔ ابن معین نے کہا اس کی حدیث قوی نہیں ہے۔ حاکم نے کہا کہ یہ حافظ نہیں اور نہ ہی ضبط والا ہے۔ ابن حبان نے ضعفاء میں کہا کہ یہ قلیل الحدیث اور کثیر الوہم ہے اس سے حجت نہ پکڑی جائے۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۴ '۱۳)

ابن حبان نے کہا کہ یہ قلیل الحدیث اور کثیر الوہم ہے اس میں اس نے جو روایت کی ہے اس کی حدیث کے ساتھ حجت نہ پکڑی جائے۔ جب تک کوئی اس کا متابع موجود نہ ہو۔ امام یحییٰ بن معین سے اس کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ یہ ضعیف ہے۔ (کتاب المجروحین ج ۱ ص ۳۳۹)

۲- جزو رفع یدین میں ایک اثر عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرقوم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی ولید بن مسلم ہے جو کہ ضعیف ہے۔

مروزی نے کہا کہ امام احمد نے کہا کہ یہ کثیر الخطاء بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔ حنبل نے ابن معین سے بیان کیا کہ میں نے ابو مسھر سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ولید اوزاعی کی حدیث ابوالسفر سے لیتا ہے اور وہ کذاب ہے۔

(مذکورہ روایت بھی اس نے اوزاعی سے روایت کی ہے) امام احمد نے کہا کہ اس پر احادیث مختلط ہوگئی تھیں جو سنی تھیں وہ بھی اور جو نہیں سنی تھیں وہ بھی۔ اس کی کئی احادیث منکر ہیں۔ مومل نے کہا کہ ابو مسھر نے فرمایا کہ اوزاعی کی روایات کذاب لوگوں سے لیتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۵ '۱۵۴)

امام ذہبی نے بھی ابو مسھر کے قول کو نقل کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۴۸)

خود وہابی محدث ناصر الدین البانی نے کہا کہ یہ مدلس ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ج ۱ ص ۲۷۱)

اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن مثنیٰ ہے اس کے متعلق صالح بن محمد نے کہا صدوق ہے مگر اس کی عقل میں کچھ خرابی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۲۶ 'میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۴ 'جزء رفع یدین' ص ۱۱۰)

اور پھر غیلان بن انس راوی مذکور ہے یہ بھی مستور مجہول الحال راوی ہے۔ یہی وہاں زبیر زئی نے لکھا خود وہابیہ کے محدث زبیر علی زئی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

(جزء رفع یدین مترجم' ص ۱۱۰)

۳- جزء رفع یدین میں ایک اثر مکحول کا درج ہے کہ وہ تمام تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین

کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی زید بن حباب ہے۔ معاویہ بن صالح نے کہا کہ یہ کثیر الخطاء بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا مگر کہا کہ غلطیاں بھی کر جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۳، ص ۴۰۴)

بنانی نے کہا کہ اس میں نظر ہے (اس کی روایات محل نظر ہیں) (لسان المیزان ج ۲ ذص ۵۰۲)

امام احمد نے کہا کہ صدوق مگر کثیر الخطاء بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۰۰)

اس کی سند کا دوسرا راوی صالح بن عبید ہے۔ علی بن مدینی نے کہا کہ یہ مجہول ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۹۸)

امام ابوحاتم بھی مجہول بتلاتے ہیں (تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۳۹۷، کتاب الضعفاء والمتروکین ج ۲، ص ۴۹)

اور پھر جن صاحب کا یہ عمل مذکور ہے مکحول خود اس کے متعلق ابن سعد نے کہا کہ ایک جماعت (محدثین) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام ذہبی نے کہا کہ یہ مکحول صاحب تدلیس ہے اور قدری مذہب کے ساتھ کیا گیا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴، ص ۸، ۱۷۷)

پھر یہ مکحول مدلس ہے ابن حبان نے کہا ربما دس بعض اوقات اس نے تدلیس سے کام لیا (تہذیب التہذیب ج ۱۰، ص ۲۹۲) ابن حجر عسقلانی نے بھی مدلسین میں شمار کیا ہے (طبقات المدلسین، ص ۴۶، النکت علی مقدمہ ابن صلاح ج ۲، ص ۶۴۳) ذہبی نے کہا کہ امام نسائی نے مدلسین میں مکحول کو شمار کیا (سیر اعلام النبلاء ج ۷، ص ۴۷)

خود وہابی محدث البانی نے اسے مدلس قرار دیا (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ج ۱، ص ۱۷۱، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ج ۲، ص ۹)

وہابی محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بھی اسے مدلس لکھا ہے (ابکار المنن، ص ۶۰)

۴- جزء رفع یدین میں ایک اثر وہب بن منبہ کا مذکور ہے کہ وہ تکبیرات جنازہ سب کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

اس میں ایک راوی صالح بن عبید مذکور ہے اس پر جرح مذکور ہو چکی ہے۔ خود وہابیہ کے محدث زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ صالح بن عبید مجہول الحال راوی ہے۔ اسے ابن حبان کے سوا کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔ امام ابوحاتم رازی اور حافظ ذہبی اسے مجہول قرار دیتے ہیں۔ (جزء رفع یدین، ص ۱۱۰)

۵- جزء رفع یدین میں ایک اثر اس متعلق حضرت حسن بصری کا مذکور ہے اس کا جواب یہ ہے اس میں ایک راوی محمد بن ابراہیم بن ابی عدی مذکور ہے۔ امام ابوحاتم کہتے ہیں اس کے ساتھ دلیل نہ پکڑی جائے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹' ص ۱۳)

پھر اسی سند میں ایک راوی اشعث بن عبدالمالک ہے۔ اہل بصرہ نے حفص بن غیاث کو کہا کہ تین آدمیوں میں سے ہمیں حدیث بیان نہ کرنا۔ ان میں ایک امام اشعث بن عبدالمالک ہے۔ حفص بن غیاث نے کہا کہ میں تمہاری خاطر اس کو ترک کر دیتا ہوں۔

(تہذیب التہذیب ج ۱' ص ۳۵۷' میزان الاعتدال ج ۱' ص ۲۶۸)

۶- جزء رفع یدین میں سے ایک اثر امام زہری کا وہابیہ پیش کرتے ہیں ان کو تو پیش کرتے وقت ڈوب مرنا چاہئے۔ ان کے ہاں مقطوع روایات حجت نہیں تو دوسری طرف اس سے استدلال کرتے ہیں۔

نماز عید و جنازہ کے فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمّم کا مسئلہ

اعتراض: نماز جنازہ اور عید کے واسطے تیمّم کرنا جائز ہے اگرچہ پانی موجود ہو۔

(درمختار ج ۱' ص ۲۷۰' حقیقۃ الفقہ' ص ۲۰۵)

وہابیہ ایک طرف تو حدیث دانی کا بڑا دعویٰ کرتے ہیں مگر ان کے ہر مسئلہ میں حدیث کا دور سے بھی تعلق نہیں ہوتا۔ وہابیوں کو چاہئے کہ اس مسئلہ کے خلاف کوئی آیت یا حدیث صحیح پیش کرتے مگر ایسا ہرگز نہیں تو مخالفت حدیث کا دعویٰ احناف پر کس طرح درست ہوگا۔

بحمدہ تعالیٰ احناف نے اس مسئلہ میں بھی حدیث شریف اور اقوالِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استدلال کیا ہے۔ چند ایک دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱- "عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا جآء ت الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم" (کامل ابن عدی ج ۷' ص ۱۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنازہ آ جائے اور تم بے وضو ہو (وضو کرنے سے نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو) تو تیمّم کر لو۔

۲- "عن ابن عباس قال اذا خفت ان تفوتك الجنازة وانت علی غیر وضوء

فتيمم وصل ”(مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ص ۱۸۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب تمہیں خوف ہو کہ نماز جنازہ تمہاری فوت ہو جائے گی اور تم بے وضو ہو تو تیمّم کرلو اور نماز پڑھ لو۔

اس حدیث کے راوی حضرت مغیرہ کے سوا سب کے سب مسلم کے راوی ہیں۔ امام زیلعی نے کہا کہ وہ بھی ثقہ اور قابل حجت ہے۔

۳-”عن ابن عمر انه اتی بجنازة وهو على غير وضو فتيمم وصل عليها“ (الجواہر النقی ج۱ص ۲۳۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک جنازہ لایا گیا اور اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بے وضو تھے تو انہوں نے تیمّم کیا اور نماز جنازہ پڑھ لی۔

۴-”عن الحسن البصرى انه سئل عن الرجل فى الجنازة على غير وضوء فان ذهب يتوضا تفوته قال يتيمم ويصلى“ (راوہ سعید بن منصور)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو نماز جنازہ پڑھنا چاہتا تھا مگر بے وضو تھا اور اگر وضو کرنے کے لئے جائے تو نماز جنازہ چھوٹ جاتی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ تیمّم کر کے نماز جنازہ پڑھ لے۔

۵-”عن ابراهيم فى الرجل فجاه الجنازة وهو على غير وضوء قال يتيمم ويصلى عليها“ (شرح معانی الآثار ج۱ص ۶۴)

حضرت ابراہیم نخعی سے ایسے شخص کے متعلق روایت ہے کہ جس کے پاس اچانک جنازہ آ جائے اور وہ بے وضو ہے آپ نے فرمایا وہ تیمّم کرلے اور اس کی نماز جنازہ پڑھ لے۔

۶- انہی الفاظ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے (شرح معانی الآثار ج۱ص ۶۴)

۷-”عن عكرمة قال فجئتك الجنازة وانت على غير وضوء فتيمم وصل عليها“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ۱۸۸)

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ فرمایا تمہارے پاس جنازہ آ جائے اور تم بے وضو ہو پس تیمّم کرلو اور نماز اس پر پڑھ لو۔

۸-”عن ابراهيم اذا فجئتك الجنازة ولست على وضوء فان كان عندك ماء

فتوضا وصل وان لم یکن عندك مآء فتیمم وصل'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳' ص۱۸۸)

حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے فرمایا جب تمہارے پاس جنازہ آ جائے اور تم بے وضو ہو اگر تمہارے پاس پانی ہے تو وضو کرو اور نماز پڑھو اور اگر پانی نہیں تو تیمّم کر کے نماز پڑھو۔

۹۔''عن ابراھیم قال یتیمم اذا فشی الفوت'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳' ص۱۸۸)

حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے فرمایا جب نماز جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمّم کرلو۔

۱۰۔''عن عطاء قال اذا خفت ان تفوتك الجنازة فتیمم وصل''

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۳' ص۱۸۸' شرح معانی الآثار ج۱' ص۶۴)

حضرت عطاء سے روایت ہے فرمایا جب تمہیں نماز جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو پس تیمّم کرلو اور نماز پڑھ لو۔

۱۱۔''عن الشعبی قال یتیمم اذا فشی الفوت'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳' ص۱۸۸)

حضرت امام شعبی سے روایت ہے فرمایا جب تیمّم کرلو جب تمہیں نماز جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔

۱۲۔''عن الحکم قال اذا خفت ان تفوتك الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳' ص۱۸۸' شرح معانی الآثار ج۱' ص۶۴)

حضرت حکم سے روایت ہے فرمایا جب تمہیں نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو اور تم بے وضو ہو تو تیمّم کرلو۔ حضرت امام مالک کا مطلقاً نماز کے متعلق یہی ارشاد ہے۔

(المدونۃ الکبریٰ ج۱' ص۱۴۶)

وہابی اکابر سے احناف کی تائید:

ہم نے بحمدہ تعالیٰ اہل سنت والجماعت احناف کا مؤقف احادیث مبارکہ اور جمہور سے ثابت کر دیا ہے۔ اب احناف کے مؤقف کی تائید وہابی اکابر سے پیش کر رہے ہیں تا کہ ان کی بولتی بند کی جا سکے۔ ملاحظہ ہو۔

عبدالرحمٰن مبارکپوری:

وہابیہ کے محدث مولوی عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ علمائے سلف کی ایک جماعت نے نماز

جنازہ کے واسطے اس حالت میں بھی تیمم کو جائز رکھا ہے جبکہ وضو کرنے میں نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو (کتاب الجنائز، ص ۴۷، طبع ملتان)

زبیر علی زئی:

وہابیہ کے محدث مولوی زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ اگر جنازہ تیار ہو وضو کے لئے پانی نہ ملے اور جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ابراہیم نخعی عطاء میں ابی رباح اور حکم بن بخینہ کے نزدیک تیمم کر کے جنازہ پڑھنا جائز ہے (ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۳۰۵، ح ۱۱۴۶۹، سند صحیح، ح ۱۱۴۷۱، سندہ صحیح، ح ۱۱۴۷۳، سندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر تم بے وضو ہو اور جنازہ فوت ہونے کا ڈر ہو تو تیمم کر کے جنازہ پڑھ لو۔ (ابن ابی شیبہ ج ۳، ص ۳۰۵، ح ۱۱۴۶۷، سندہ حسن، ماہنامہ الحدیث حضرو ماہ اکتوبر ۲۰۰۵ء، ص ۴۰)

بوجہ جہت جامعہ کے نماز عید کا نماز جنازہ پر قیاس ہے۔ جہت جامعہ یہ ہے کہ جس طرح نماز جنازہ کا بدل نہیں اسی طرح نماز عید کا کوئی بدل نہیں ہے اس لئے نماز عید کا حکم بھی نماز جنازہ کی طرح ہے کہ اگر فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر کے پڑھ لے۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز عید کے لئے یہی نقل کیا ہے۔ ان احادیث و آثار سے احناف کا مسلک ثابت ہو رہا ہے۔ اتنے روشن دلائل کے باوجود وہابیہ کا احناف پر حدیث دشمنی کا الزام بے بنیاد نہیں تو کیا ہے۔ جن احادیث میں ہے "**لاصلوٰۃ الا بطھور**" تو وہ ہمارے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ تیمم بھی تو طہور ہی ہے۔ وہابیہ کی عقل میں نہیں آتا تو کسی کا کیا قصور ہے۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ احناف کے نزدیک میت کا ولی یعنی ایسے قریبی رشتہ دار جو کہ جس کو نماز جنازہ پڑھانے کا حق ہو اس طرح بادشاہ اور قاضی ہو ان تینوں صورتوں میں تیمم نہیں بلکہ وضو کرنا ہوگا اس لئے کہ ان کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ بطور قرأت پڑھنا جائز نہیں

احناف اہل سنت و جماعت کے نزدیک نماز جنازہ میت کے حق میں درحقیقت دعا و استغفار ہے۔ اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف اور پھر میت کے لئے دعا ہونی چاہیئے جیسا کہ دعا کا طریقہ ہے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ یا دوسری کوئی سورت بطور قرأت پڑھنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میت کے لئے نماز جنازہ میں دعا فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ یا کسی دوسری سورت کا پڑھنا بطور قرأت رسول کائنات

ﷺ سے پوری حیات طیبہ میں ایک دفعہ بھی پڑھنا کسی صحیح سند سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ نماز جنازہ کے اس مقصود کا اقرار خود امام الوہابیہ ابن قیم نے بھی کیا ہے لکھتے ہیں کہ،

و مقصود الصلوة علی الجنازة هو الدعاء للميت و كذلك حفظ عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم و نقل عنه مالم ينقل من قرأة الفاتحة و الصلوة عليه صلی الله عليه وسلم

نماز جنازہ سے مقصود میت کے لئے دعا کرتا ہے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ سے جنازہ دعائیں اس کثرت سے نقل کی گئی ہیں کہ فاتحہ اور آپ ﷺ پر درود شریف کا پڑھنا۔ اسی طرح نقل نہیں کیا گیا۔ (زادالمعاد ص ۱۶۰ طبع بیروت)

خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہی ثابت ہے البتہ احناف کے نزدیک سورۃ فاتحہ بطور دعاء و ثناء کا جواز ہے مگر دوسری طرف وہابیہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ بطور قرأت پڑھنے کو فرض بتلاتے ہیں اور سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز جنازہ کو باطل بتلاتے ہیں حالانکہ ان کا یہ نظریہ و موقف باطل و مردود ہے اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

ہم احناف کے موقف کے دلائل نقل کرتے ہیں تاکہ عوام الناس وہابیہ کی شر سے محفوظ رہ سکیں۔

نماز جنازہ میں مخصوص الفاظ پڑھنا مقرر و ضروری نہیں

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ نے نماز جنازہ میں مخصوص الفاظ پڑھنے کو مقرر و ضروری قرار نہیں دیا۔ احادیث و آثار اس پر دال ہیں جب مخصوص الفاظ کا تقرر اور ضروری ہونا شارع شریعت ﷺ نے نہ کیا تو سورۃ فاتحہ کیسے فرض ہوگئی۔ فیاللعجب چند ایک دلائل درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن جابر قال ما اباح لنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم ولا ابوبكر ولا عمر فی شیء ما ابا حوا فی الصلوٰة علی الميت يعنی لم يوقت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے لئے نماز جنازہ

میں پڑھنے کے لئے کوئی چیز مقرر نہیں فرمائی۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۹، مسند امام احمد ج ۳ ص ۳۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عن ابن مسعود انه سئل عن صلٰوة الجنازة هل يقرا فيها فقال لم يوقت لنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم قولا ولا قراة و فى رواية دعاء ولا قرأة كبر ما كبر الامام و اختر من اطيب الكلام ما شئت و فى رواية و اختر من الدعا اطيبة

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ان سے نماز جنازہ میں قرأت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے کوئی خاص کلام اور قرأت مقرر نہیں فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کوئی خاص دعا اور قرأت مقرر نہیں فرمائی۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جو اچھے سے اچھا کلام (ثناء و دعا) وغیرہ چاہو اختیار کرو اور ایک روایت میں ہے کہ جو بہتر سے بہتر دعا ہے وہ اختیار کرو۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۲، المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۴۸۵)

عن عبداللّٰه ابن مسعود قال لم يوقت لنا فى الصلوة على الميت قرأة ولا قول

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہمارے لئے نماز جنازہ میں نہ قرآن مجید کی قرأت کو مقرر کیا گیا ہے نہ کسی اور کلام کو (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۷) یہی قول وہابی محدث عیسانی نے بھی نقل کیا ہے، (سبل السلام ج ۲ ص ۱۰۳)

جلیل القدر اکتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقف

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عن ثلاثين من اصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم انهم لم يقوموا على شىء فى امر الصلوة على الجنازة

عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نماز جنازہ میں کسی معین چیز کے ساتھ قیام نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۸)

تابعین تبع تابعین کے آثار

عن موسى الجهني قال سالت الحكم و الشعبي و عطاء و مجاهدا في الصلوة على الميت شيء موقت فقالوا لا انما انت شفيع فاشفع باحسن ما تعلم

حضرت موسیٰ جہنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حکم، حضرت امام شعبی حضرت عطاء حضرت مجاہد علیہم الرحمتہ سے پوچھا، کہ نماز جنازہ میں (پڑھنے کے لئے) کوئی چیز مقرر ہے پس انہوں نے فرمایا نہیں تم صرف شفاعت کرنے والے ہو پس اچھی دعا کے ساتھ شفاعت کرو

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۹)

عن عمران بن جدير قاله سالت محمد اعن الصلوة على الميت فقال ما تعلم له شيئا موقتا فادع باحسن ما تعلم

حضرت عمران بن جدیر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے نماز جنازہ کے متعلق سوال کیا پس آپ نے فرمایا میں اس میں کسی چیز کے مقرر ہونے کو نہیں جانتا پس جو تمہیں اچھی دعا معلوم ہو وہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۹)

عن ابی عبداللہ قال ليس في الصلوة على الميت شيء موقت

ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں پڑھنے کے لئے کوئی چیز مقرر نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۹)

عن ابی سلمۃ قال سمعت الشعبي يقول في الصلوة على الميت شيء موقت

ابی سلمہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی سے سنا وہ فرماتے تھے۔ نماز جنازہ میں پڑھنے کے لئے کوئی چیز مقرر نہیں کی گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۷)

قارئین کرام! جب حضور سرور دو عالم ﷺ نے نماز جنازہ میں پڑھنے کے لئے کسی چیز کا تقرر نہ فرمایا تو سورۃ فاتحہ کی فرضیت کس طرح ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ وہابیہ کا سورفاتحہ کو بطور قرأت نماز جنازہ میں فرض کہنا خدا اور رسول کی شریعت پر ان وہابیوں کا بہتان ہے اور یہ فرضیت ان کی خودساختہ ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نماز جنازہ سورۃ فاتحہ کے بغیر ادا کرنا

اب ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام کا نماز جنازہ سورۃ فاتحہ کے بغیر ادا فرمانا درج کرتے ہیں جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ سورۃ فاتحہ کی فرضیت کا دعویٰ وہابیہ کا کرنا باطل و مردود ہے۔

ا — عن ابی امامۃ بن سھل بن حنیف انہ اخبرہ رجال من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان السنۃ فی الصلوۃ علی الجنازہ ان یکبر الامام ثم یصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و یخلص الدعاء فی التکبیرات الثلاث ثم یسلم تسلیما خفیا والسنۃ ان یفعل من وراء ہ مثل ما فعل امامہ

حضرت ابوامام بن سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض نے بتلایا کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے پھر درود پڑھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور پھر خلوص سے دعا کرے بقیہ تین تکبیرات میں پھر خفیہ طور پر سلام پھیرے۔ جیسے امام کرے مقتدی بھی ویسا ہی کریں۔

(تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۲۰، مستدرک ج ۱ ص ۴۷۰)

۲ — عن العلاء بن السیب عن ابیہ عن علی انہ کان اذا صلی علی میت یبدأ بحمد اللّٰہ ویصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم یقول اللھم اغفر لا حیائنا و اموا تنا و الف بین قلوبنا و اصلح ذات بیننا و اجعل قلوبنا علی قلوب خیارنا

علاء بن میّب نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز جنازہ پڑھتے تو پہلے اللہ کی حمد بیان کرتے (ثناء پڑھتے) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتے پھر دعا کرتے اللھم اغفر لاحیائنا و افواتنا و الف بین قلوبنا و اصلح ذات بیننا و اجعل قلوبنا علی قلوب خیارنا

(مؤطا امام محمد ص ۱۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۱، مسند امام فرید ص ۱۴۹)

۳ — مالک عن سعید بن ابی سعید المقیری عن ابیہ انہ سأل ابا ھریرۃ

كيف تصلى على الجنازة فقال ابوهريرة انا لعمر الله اخبرك اتبعها من اهلها فاذا وضعت كبرت و حمدت الله وصليت على نبيه ثم اقول اللهم انه عبدك و ابن عبدك و ابن امتك كان يشهد ان لا اله الا انت و ان محمداً عبدك و رسولك و انت اعلم به اللهم ان كان محسنا فزد فى احسانه و ان كان مسيئا فتجاوز عنه سيأته اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعدهٗ

حضرت امام مالک حضرت سعید مقبری سے ا۔ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ آپ نماز جنازہ کس طرح پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ۔ بخدا میں تمہیں ضرورت بتاؤں گا۔ میں جنازہ والے گھر سے ہی جنازہ کے ساتھ ہو لیتا ہوں۔ اس کے بعد کا ترجمہ وہابیہ کے مجتہد مولوی وحید الزماں حیدر آبادی کی زبانی سن لیجئے کہ

پھر جب رکھا جاتا ہے تو میں تکبیر کہہ کر اللہ کی تعریف کرتا ہوں (ثناء پڑھتا ہوں) پیغمبر پر اس کے درود بھیجتا ہوں پھر کہتا ہوں یا اللہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا اور تیری لونڈی کا بیٹا اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ کوئی معبود سچا تیرے سوا نہیں ہے اور بے شک حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے پیغمبر ہیں اور تو اس کا حال خوب جانتا ہے۔ اے پروردگار اگر وہ نیک ہو تو اور زیادہ کر اجر اس کا اور جو گنہگار ہو تو درگزر کر گناہوں سے اے پروردگار مت محروم کر ہم کو اس کے ثواب سے اور مت فتنہ میں ڈال بعد اس کے (مؤطا امام مالک ص ۱۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۹)

ترجمہ: وہابی مجتہد وحید الزماں کے قلم سے نقل کیا گیا ہے۔ (مؤطا امام مالک مترجم ص ۱۸۷ طبع لاہور)

٤۔ عن اشعث عن الشعبى قال فى التكبيرة الاولىٰ يبدأ بحمد الله و الثناء عليه والثانية صلاة على النبى صلى الله عليه وسلم و الثالثة دعا للميت و الرابعة للتسليم

اشعث سے روایت ہے کہ امام شعبی نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں اللہ کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے۔ دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرے۔ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے۔ مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۱۷۹، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

٥ عن ابی ھاشم عن الشعبی قال سمعته یقول فی الاولیٰ ثناء علی اللّٰہ تعالیٰ و فی الثانیة صلاۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم و فی الثالثة دعا للمیت وفی الرابعة تسلیم

ابی ہاشم سے روایت ہے کہ امام شعبی سے میں نے سنا وہ فرماتے تھے کہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں اللہ تعالیٰ کی ثناء پڑھے۔ دوسری میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے اور تیسری تکبیر میں میت کے لئے دعا کرے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۰)

قارئین کرام! اگر سورۃ فاتحہ کی فرضیت ہوتی تو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کبھی اس امر کو نظرانداز نہ کرتے۔ اب یہ تو وہابیہ ہی بتلائیں گے کہ اگر سورۃ فاتحہ بطور قرأت فرض ہے۔ بقول ان کے تو ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کی نماز جنازہ باطل ہوئیں اور وہ صحابہ و تابعین کو بغیر جنازے کے ہی دفن کرتے رہے؟

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ بطور قرأت جائز نہیں

جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی تھا کہ نماز جنازہ میں بطور قرأت سورۃ فاتحہ یا کسی سورت کی قرأت ہرگز جائز نہیں چند ایک دلائل درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

عن نافع ان ابن عمر کان لا یقرأ فی الصلاۃ علی المیت حضرت نافع سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۲، مؤطا امام مالک ص ۱۳۶)

اس روایت کو وہابیہ کے امام ابن حزم نے بھی نقل کیا ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۵ ص ۱۳۱)

اس قول کے تحت وہابیہ کے مجتہد وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ "ف" یعنی (ابن عمر) سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے۔ یہی قول ہے ابوحنیفہ اور مالک کا (مؤطا امام مالک مترجم ص ۱۸۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں کہ

و نقل عن ابی هریرۃ و ابن عمر لیس فیها قرأۃ

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔ یہی عبارت و روایت وہابی محدث امیر یمانی نے بھی نقل کی ہے۔

(سبل ا . . . ن ۲ ص ۱۰۳، فتح الباری ج ۳ ص ۴۴۷ طبع مصر)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

عن عبدالرحمن بن عوف و ابن عمر انهما قالا لیس فیها قرأۃ شئ من القرآن

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں قرآن مجید میں سے کسی چیز کی قرأت (جائز) نہیں۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۲، المبسوط سرخسی ج ۲ ص ۶۴)

حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن موسیٰ بن علی عن ابیه قال قلت لفضالة بن عبیدة هل یقرؤا علی المیت شئ قال لا

موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ نماز جنازہ میں قرأت کی جا سکتی ہے۔ فرمایا نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۲)

وہابیہ کے امام ابن حزم نے یوں نقل کیا ہے۔

عن فضالة بن عبیدة سئل القرأ فی جنازة بشئ من القرآن قال لا

حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ کیا نماز جنازہ میں قرآن مجید میں سے کوئی چیز سورت پڑھی جا سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں (المحلی بالآثار ج ۵ ص ۱۳۱)

حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن سعید بن ابی بردہ عن ربیه قال قال له رجل اقرأ علی الجنازة بفاتحة الکتاب فقال لا تقرأ

سعید بن ابوبردہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ کیا میں نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھوں فرمایا مت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳)

امام بدرالدین یحییٰ نے بھی نماز جنازہ میں قرأت کے مانعین میں حضرت عمر ابن خطاب حضرت ابو ہریرہ حضرت علی المرتضیٰ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر کیا ہے (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۳۹)

وہابیہ کے محدث امیر یمانی اور نواب صدیق حسن بھوپال نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قرأت علی الجنازہ فی الصلوٰۃ کے عدم جواز کے قائل ہونے کا نقل کیا ہے۔

(سبل السلام ج ۲ ص ۱۰۳، مسک الختام ج ۲ ص ۲۴۹)

حضرت عمر بن خطاب، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت علی ابن ابی طالب اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا موقف

عن عمر ابن الخطاب و علی ابن ابی طالب و عبداللّٰہ بن عمر و عبید بن فضالة و ابی هریرة و جابر بن عبداللّٰہ و واثلة بن اسقع ...... انهم لم یکونوا یقرؤن فی الصلوة علی المیت

حضرت عمر ابن خطاب، حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبیدہ بن فضالہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نماز جنازہ میں قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۴)

امام محمد بن سیرین علیہ الرحمتہ

عن ایوب عن محمد انه کان لا یقرأ علی المیت

ایوب کہتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۲)

حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن حجاج قال سالت عطاء عن القرأة علی الجنازة فقال ما سمعنا بهذا

حجاج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے سوال کیا کہ نماز جنازہ میں قرأت کے متعلق پس آپ نے فرمایا کہ ہم نے یہ نہیں سنا (یعنی ناجائز ہے) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳)

حضرت طاؤس: حضرت عطاء

عن ابی طاؤس عن ربیه و عطاء انهما کانا ینکران القرأة علی الجنازة

حضرت ابوطاؤس اپنے والد حضرت طاؤس اور حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات نماز جنازہ میں قرأت کا انکار فرماتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳)

حضرت سالم بن عبداللہ

حدثنا محمد بن عبداللّٰه بن ابی سارة قال سالت سالماً فقلت القرأة على الجنازة فقال لا قرأة على الجنازة

محمد بن عبداللہ بن ابی سارہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم سے سوال کیا کہ کیا نماز جنازہ میں قرأت ہے۔ پس آپ نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳)

امام شعبی : امام ابراہیم نخعی

عن عبداللّٰه بن ایاس عن ابراهيم و عن ابی الحصين عن الشعبی قالا ليس فی الجنازة قرأة

امام ابراہیم نخعی اور امام شعبی فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳)

عن حماد عن ابراهيم قال سالته ايقرأ على الميت اذا صلى عليه قال لا

حضرت حماد نے امام ابراہیم نخعی سے پوچھا کیا نماز جنازہ میں قرأت کی جا سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

حضرت ابوالعالیہ

عن ابی المتهال قال سالت ابا العالية عن القرأة فی الصلاة على الجنازة بفاتحة الكتاب فقال ما كنت احسب ان فاتحة الكتاب تقرأ الا فی صلاة فيها ركوع و سجود

ابوالمتہال کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالعالیہ سے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا کہ میرے گمان میں سورۃ فاتحہ صرف اس نماز میں پڑھی جاتی ہے جس میں رکوع اور سجود ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۲)

حضرت بکر بن عبداللہ

عن اسحاق بن سوید عن بکر بن عبداللہ قال لا اعلم فیھا قراۃ بکر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز جنازہ میں قرأت کو نہیں جانتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳)

حضرت میمون

عن مفضل قال سالت میمونا علی الجنازۃ قرأۃ اور صلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما علمت

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت میمون سے نماز جنازہ میں قرأت یا درود کے متعلق پوچھا فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۸۳)

حضرت قاسم حضرت سعید بن مسیّب، حضرت ربیعہ، حضرت یحیٰی بن سعید

عن ...... القاسم و سالم بن عبداللہ و ابن المسیب و ربیعۃ و عطاء و یحییٰ بن سعید انھم لم یکونوا یقرؤن فی الصلوٰۃ علی المیت

حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبداللہ حضرت سعید بن میسّب، حضرت ربیعہ حضرت عطاء حضرت یحیٰی بن سعید نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۴)

حضرت امام مالک

قال سحنون قلت عبدالرحمن بن القاسم ای شئ یقال علی المیت فی قول مالک قال الدعاء للمیت قلت فھل یقرأ علی الجنازۃ فی قول مالک قال لا ...... و قال مالک لیس لک بمعمول بہ انما ھو الدعاء ادرکت اھل بلادنا علیٰ ذلک

حضرت سحنون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم سے پوچھا کہ حضرت امام مالک کے قول میں میت پر کیا پڑھنا چاہئے۔ فرمایا میت کے لئے دعا، میں نے عرض کیا کہ کیا نماز جنازہ میں امام مالک کے قول میں قرأت جائز ہے۔ فرمایا نہیں حضرت امام مالک نے فرمایا ہمارے شہر (مدینہ طیبہ) میں اس پر عمل نہیں (قرأت علی الجنازہ پر) نماز جنازہ صرف دعا ہے۔ میں نے اپنے شہر مدینہ منورہ کے اہل علم کو اس پر پایا ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۴)

دعوت غور وفکر

قارئین کرام! مذکورہ بالا دلائل شرعیہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح و ثابت ہوگئی کہ نماز جنازہ میت کے لئے دعائے مغفرت کا نام ہے۔اس لئے اس میں رب تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی حمد وثناء پھر نور مجسم سید عالم ﷺ پر درود شریف اور پھر میت کے لئے خلوص کے ساتھ دعا کرنی چاہئے۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ میں کسی چیز کے پڑھنے کا تقرر نہ فرمایا۔اگر سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہوتا تو ضرور اس کی فرضیت کا اعلان کیا جاتا مگر کتب احادیث میں یہ نہ تو سرور کائنات ﷺ سے ثابت اور نہ ہی خلفائے راشدین سے اس کا کہیں بسند صحیح ثبوت موجود اور پھر سرور دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز جنازہ ادا کرنا بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شارع شریعت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک نماز جنازہ میں نہ سورۃ فاتحہ کی قرأت ہے اور نہ اس کی فرضیت وگرنہ ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ وہابیو بتلاؤ، ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نمازوں کا کیا ہوا جو سورۂ فاتحہ جنازوں میں نہ پڑھتے تھے کیا ان کی نماز جنازہ باطل و بے کار گئیں۔(نعوذ باللہ) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے خود سرور کائنات ﷺ سے نماز جنازہ کا طریقہ سیکھا۔دین خود سرور دو عالم نبی رحمت شارع شریعت ﷺ سے سیکھا۔وہ تو قرأت کے ہرگز فرضیت کے قائل نہ ہوئے۔ان کو اس کی فرضیت کا علم نہ ہوسکا اور تمہیں چودہ صدیوں کے بعد اس کا علم ہوا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

؎ شرم تم کو مگر نہیں آتی

جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کے ہرگز قائل نہ تھے پھر اس کے بعد تابعین تبع تابعین بھی نماز جنازہ میں قرأت کے ہرگز قائل نہ تھے۔جیسا کہ باحوالہ ثبوت نقل ہو چکا ہے۔

ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہوگیا کہ خیر القرون کے دور میں اسلام کے بنیادی مرکز مدینہ طیبہ میں ہرگز نماز جنازہ میں قرأت کا بالکل رواج نہ تھا۔جیسا کہ حضرت امام مالک، حضرت سالم سعید بن مسیّب حضرت قاسم بن محمد علیہم الرحمتہ کے بیان سے ظاہر ہے پھر دوسری طرف اسلامی مرکز مکہ معظّمہ میں بھی اس پر تابعین تبع تابعین عامل وقائل نہ تھے جس طرح حضرت عطاء کا قول گزرا اور حضرت عطاء وہ تابعی ہیں جو ۲۰۰ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ملاقات کا شرف رکھتے ہیں۔وہ بھی نماز جنازہ میں قرأت کے ہرگز قائل نہ

تھے۔

کوفہ بھی بہت بڑا اسلامی مرکز تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ امام شعبی امام ابراہیم نخعی، حضرت میمون بن مہران حضرت امام ابوحنیفہ بھی نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ یا کسی دوسری سورت کی قرأت کے ہرگز قائل نہ تھے۔ امام شعبی اور دیگر جلیل القدر تابعین اس پر فتویٰ دیتے تھے اور یہ امام شعبی وہ شخصیت ہیں جن کو پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ملاقات کا شرف حاصل ہے۔

بصرہ میں حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد رشید اور فیض یافتہ امام محمد بن سیرین بھی نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ یا کسی دوسری سورت کی قرأت کے قائل و عامل نہ تھے۔

ان دلائل و شواہد سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ خیر القرون کے دور مبارک میں نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ یا کسی دوسری سورت کی قرأت کا کہیں بھی رواج و معمول نہ تھا۔

ہمیں بتلایا جائے کہ کیا ان سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین عظام تبع تابعین سب کی نمازیں باطل و کالعدم ہو گئیں کہ یہ سب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تابعین تبع تابعین مسلمانوں کو بغیر جنازہ کے ہی دفن کر دیتے رہے؟

قارئین کرام! اس سے معلوم ہوا کہ وہابیت کے غلط فتوؤں سے ہم تو کجا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین عظام تبع تابعین خیر القرون کے حضرات علماء و فقہاء بھی نہیں بچ پائے۔ اس لئے کہ وہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل و عامل نہ تھے خود وہابی مفتی عبدالستار لکھتے ہیں کہ بعض آثار صحابہ سے اس کا نہ پڑھنا (فاتحہ علی الجنازۃ) بھی آیا ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج اص ۱۲۸ طبع کراچی)

وہابیہ کے دلائل اور ان کے منہ توڑ جوابات

اب ہم وہابیہ کے دلائل نقل کر کے ان کے استدلال کا پوسٹ مارٹم کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

وہابیہ کی دلیل اوّل

بخاری مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی اور سورۃ فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے للتعلموا انها سنة

الجواب

اولاً: تو یہ روایت ہی وہابیوں کے مذہب کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ یہ تو نماز جنازہ میں سورۃ

فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہیں چنانچہ وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں کہ

وچوں نماز جنازہ یکیے از نماز ھاست کہ دراں رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب ارشاد فرمود و پس ایں قدر در فرضیت قرأت فاتحہ دریں نماز بلکہ در شرطیتش کہ عدمش عدم نماز باشد کافی است

ترجمہ: چونکہ نماز جنازہ بھی نمازوں میں سے ایک نماز ہے کہ جن کے بارے میں رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب پس اتنی بات ہی نماز جنازہ کے اندر سورۃ فاتحہ کے فرض ہونے بلکہ شرط ہونے کے لئے کہ جس کے نہ پائے جانے سے نماز ہی نہ ہو کافی ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۹۲ طبع بھوپال)

وہابیہ کے شیخ الحدیث مولوی یونس قریشی بھی لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں ...... سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے ...... اگر امام یا مقتدی نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہوگی۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵ ص ۱۸۵)

جب وہابیہ کا دعویٰ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کے فرض ہونے کا ہے تو اس روایت مذکورہ سے استدلال کرتے ہوئے ان کو شرم کرنی چاہئے اس لئے کہ اس میں تو اسے سنت کہا گیا ہے تو وہابیہ کے دعویٰ اور دلیل میں ہرگز مطابقت نہ ہے یہ تو وہی معاملہ ہے سوال گندم جواب چنا۔

وہابیوں کو چاہئے کہ وہ یا تو اپنا مذہب فرضیت والا ترک کر دیں یا اس روایت سے استدلال کو چھوڑ دیں۔

ثانیا: پھر اس روایت میں ایک صحابی کا قول و فعل ہی ہے جبکہ وہابیہ کے مذہب میں صحابی کا قول و فعل حجت نہیں ہے۔ اس کی تصریح ان کے اکابر نے اپنی متعدد کتب مثلاً عرف الجادی دلیل الطالب، روضۃ الندیہ، فتاویٰ نذیریہ طریق محمدی التاج المکلل، نیل الاوطار وغیرہ کتب میں کر دی ہے تو اس روایت سے استدلال کرنا ان کا حسن نہیں ہے اور نہ ہی وہ اسے دلیل بنا سکتے ہیں۔

ثالثاً: اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے بطور ثناء پڑھا ہو اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت کے ہرگز قائل نہ تھے جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ابوحمزہ کو نماز جنازہ کا طریقہ سکھایا تو فرمایا

تصلی علی الجنازۃ و تسبیح و تکبیر ولا ترکع ولا تسجد

کہ نماز جنازہ میں تسبیح و تکبیر ہے رکوع اور سجدہ نہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۷۶)

اس میں آپ نے سورۃ فاتحہ کا ذکر تک نہیں کیا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ فرض ہے نہ سنت بلکہ آپ کبھی اسے بطور ثناء پڑھ لیتے ہوں گے۔

رابعاً: اس حدیث میں لتعلموا کا لفظ قابل غور ہے اگر حضور ﷺ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو فرض یا سنت ٹھہرا لیا ہوتا تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کو تعجب نہ ہوتا اور نہ ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کو عذر پیش کرنے کی ضرورت پڑتی کہ لتعلموا انها سنة بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام ان کے لئے بالکل نیا تھا اور یہ تعجب اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا بطور قرأت کو فرض واجب یا سنت نہیں جانتے تھے اور نہ ہی اسے پڑھتے تھے۔ اب سوچنے کی بات ہے یہ کیسی اہم سنت ہے یا فرض کیسا ہے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کی اتنی بڑی تعداد سرے آشنا ہی نہیں۔

خامساً: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس موقع پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے تین احتمال ہیں بطور ثناء پڑھنا، بطور قرأت پڑھا بطور دعا پڑھا اور ہمارا دعویٰ کہ آپ نے سورۃ فاتحہ کو بطور ثناء پڑھا دلائل وشواہد سے زیادہ قوی ہے اور وہابیہ کا بطور قرأت کے احتمال پر اصرار کرنا جسے ترجیح بلا مرجح کہتے ہیں۔ ناجائز اور باطل ہے اس لئے کہ اس احتمال' بطور قرأت کو صراحتاً کسی قول وفعل نبوی کی تائید حاصل نہیں بلکہ بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا ممنوع ہونا ضروری ہوا تو بطور ثناء پڑھنا خود ہی متعین ہو گیا اور یہی اہل سنت احناف کا موقف ہے اور وہابیہ کا اس سے استدلال باطل ومردود ہے اور حق اہل سنت احناف کے ساتھ ہے۔ الحمد للہ

سادساً: اس روایت میں فقراء بفاتحۃ الکتاب مذکور ہے ف تعقیب وتراخی کا تقاضہ کرتی ہے تو اس سے تو اختلاف ہی ختم ہو گیا اور معنی یہ بنا کہ آپ نے نماز جنازہ کے بعد بطور ایصال ثواب سورۃ فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ سنت ہے۔ اس سے تمام روایات میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے اور اختلاف بھی ختم ہو جاتا ہے اور یہ بھی فقیر راقم الحروف کی اپنی ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ شیخ المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

و احتمال وارد بر جنازه بعد از نماز ...... بقصد بترك خوانده باشد چنانچه آلان متعارف است

چنانچہ احتمال یہ ہے کہ آپ (ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے نماز جنازہ کے بعد جنازہ پر برکت کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھی جیسا کہ آج بھی رواج ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۶۸۶)

اور یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ وہ شخصیت ہیں کہ جن کے متعلق جمعیت اہلحدیث کے امیر ساجد میر کے دادا وہابیہ کے امام العصر محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ مجھ عاجز کو آپ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کے علم وفضل سے اور خدمت علم حدیث اور صاحب کمالات ظاہری و باطنی ہونے کی وجہ سے حسن عقیدت ہے۔ آپ کی کئی ایک تصانیف میرے پاس موجود ہیں جن سے ہمیں بہت سے علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۴۷ طبع سرگودھا)

وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی خدمت علم حدیث اور ہندوستان میں علم حدیث کو اولین طور پر پھیلانے پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ص ۶-۱۴۵ طبع بیروت)

وہابیہ کے حکیم عبدالرحیم اشرف ایڈیٹر المنبر لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی حکمت نے تین عظیم المرتبت شخصیتوں کو پیدا فرمایا جو اس ظلمت کدہ میں اسلام کے مسخ شدہ چہرہ کو اپنی اصلی نورانیت کے جلوہ میں پھر سے ظاہر کریں۔ ان حضرات نے قرآن وسنت کے خشک سوتوں کو از سر نو جاری کر دیا۔ اسلام کے عقائد کو اس شکل میں پیش کیا جو داعی اسلام فداہ روحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پیش کیے گئے تھے۔ علماء سوء کو بے نقاب کیا گیا ان کی اجارہ داری کو چیلنج کیا گیا اور واشگاف کیا گیا کہ ان کے اقوال اس قابل تو ضرور ہیں کہ انہیں جڑے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے لیکن اس لائق ہرگز نہیں کہ انہیں اسلام کی تعبیر وتفسیر کے طور پر حجت شرعی بنالیا جائے۔ یہ عظیم تجدیدی کارنامے تین پاکباز نفوس نے سرانجام دنے ان کے اسم گرامی یہ ہیں۔ اول حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ جنہیں دنیائے اسلام مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ دوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی جنہوں نے اس ملک میں حدیث نبوی کے علوم کو عام کیا۔ سوم الشیخ احمد بن عبدالرحیم جنہیں عالم اسلام شاہ ولی اللہ کے نام سے پکارتا ہے۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص ۵، ۱۹ مارچ ۱۹۵۴)

وہابیہ کی اہل حدیث کانفرنس دہلی کے خطبہ استقبالیہ میں ہے کہ دسویں صدی ہجری میں حضرت شاہ

عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نشر واشاعت قرآن وحدیث میں کافی توجہ فرمائی۔
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ص ۲۱۵، اپریل ۱۹۴۴ء)

قارئین کرام! ہم نے وہابیہ کے اکابر سے شیخ محقق کی عظمت بھی لکھ دی ہے اب تو یہ متعین ہو گیا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ کے بعد سورۃ فاتحہ بطور دعا پڑھی تھی۔ اب تو وہابیہ کے لئے اور بھی مصیبت بن گئی کہ اس سے نماز جنازہ کے بعد دعا کا بھی ثبوت ہو گیا۔

سابعاً: مذکورہ بالا دلائل وشواہد جو ابتداء میں مذکور ہوئے کی بناء پر یہ کہنا ناگزیر ہو گیا۔ اس روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں لفظ سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ ومعمول کے معنیٰ میں ہرگز نہیں آیا بلکہ یہاں سنت طریقہ مسلوکہ کے معنوں میں متعین ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بعض اوقات اپنے معمولات کو بھی سنت فرماتے ہیں۔ اس لئے قوی یہی ہے کہ مذکورہ روایت میں بھی ایسا ہو یا کسی بھی صحابی سے مرفوع صحیح روایت وہابیہ بیان کریں تاکہ اختلاف ختم ہو سکے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک ارشاد مبارک ہے کہ

السنة سنتان من نبی و من امام عادل

سنت دو قسم کی ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور امام عادل کی سنت۔
(جامع صغیر ج ۲ ص ۱۷، فردوس الاخبار لدیلمی ج ۲ ص ۲۹۰)

معلوم ہوا کہ مطلقاً لفظ سنت سے ضروری نہیں کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہی مراد ہو۔

خلفائے راشدین کے طریقہ کو خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت قرار دیا ہے، ارشاد فرمایا کہ

علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدین

تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔
(جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۲، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹، سنن ابن ماجہ ص ۵، صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۶-۱۶۵، مسند امام احمد ج ۴ ص ۱۶۰، مستدرک ج ۱ ص ۱۹۸، سنن دارمی ج ۱ ص ۵۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۴، شعب الایمان للبیہقی ج ۶ ص ۶۷، الاعتقاد للبیہقی ص ۲۲۹، المسند المستخرج علی صحیح الامام المسلم ج ۱ ص ۳۵، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۲۰، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۸ ص ۲۴۵، مسند الشامیین ج ۱ ص ۲۵۴، کتاب الثقات لابن حبان ج ۱ ص ۴، السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۲۹، السنۃ للمروزی ص ۷-۲۶، السنن الواردۃ فی الفتن ج ۲ ص ۲۷۴، الشریعۃ للآجری ص ۴۶، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰)

پھر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کے طریقہ کو بھی سنت کہا فرمایا کہ جلد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین و ابوبکر اربعین و عمر ثمانین و کل سنۃ

نبی کریم ﷺ نے شراب پینے والے کو چالیس کوڑے مارے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی (۸۰) کوڑے مارے یہ سب سنت ہیں۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۲، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۹، سنن دارمی ج ۲ ص ۲۳۰، مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۳)

معلوم ہوا کہ مطلقاً سنت کا لفظ بولنے سے رسول پاک ﷺ کی سنت ہونا ضروری نہیں ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ صحابی کے سنت بولنے پر محدثین (کی ایک جماعت) مرفوع کا حکم دیتے ہیں حالانکہ یہ تیرا تحکم ہے۔ اس لئے کہ سنت طریقہ اور شریعت سے تعبیر ہے اللہ کے اس قول کی دلیل کے ساتھ سنۃ من ارسلنا قبلک من رسلنا (المنخول من تعلیقات الاصول ص ۲۷۸)

محدث امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمتہ نے اس مسئلہ کہ کوئی صحابی سنت کا لفظ بولے تو مرفوع مراد ہو گی یا نہیں۔ پر کافی تفصیل بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ محل اختلاف تب ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی صحابی ایسا کہے اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا کہیں تو وہ یقیناً مرفوع ہے۔ (النکت علی مقدمہ ابن صلاح ج ۱ ص ۵۲۱)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ اس مذہب کو بیان کیا ہے۔ ابن اثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں اور یہی مقبول ہے۔

پھر اس کے آگے تفصیل بیان کرتے ہوئے اسے مرفوع ماننا امام شافعی کا فقط مذہب بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

و مقابل الاصح خلاف الصیر فی من الشافعیۃ والکرخی والرازی من الحنفیۃ و ابن حزم ظاھری بل حکاہ امام الحرمین فی البرھان من المحققین

امام شافعی کے صحیح مقابل جنہوں نے اختلاف کیا ہے ان میں سے امام صرفی شوافع میں سے امام کرخی اور رازی احناف میں سے اور (ظواہر میں) ابن حزم ظاہری ہیں بلکہ امام الحرمین نے اپنی کتاب البرہان میں محققین علماء سے یہی مذہب نقل فرمایا ہے (کہ صحابی جب سنت کا لفظ بولے تو ہر جگہ) یہ مرفوع نہیں ہے۔ (النکتۃ علی مقدمہ ابن صلاح ج ۲ ص ۵۲۳)

جہاں تک امام شافعی علیہ الرحمتہ کا تعلق ہے آپ کے بھی اس مسئلہ میں دو قول ہیں امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اور اس میں اتفاق نقل کرنا (صحابی سنت کا لفظ بولے تو مرفوع ہوگا) اس میں نظر ہے۔ اس مسئلہ میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ (شرح نخبۃ الفکر ص ۹۶)

اس عبارت کے حاشیہ میں مولانا محمد عبداللہ ٹونکی نے لکھا ہے کہ **ففی القدیم ان ذلك مرفوع اذا صدر من الصحابی و التابعی ثم رجع عنه وقال فی الحدیث لیس بمرفوع**

اور امام شافعی کے قدیم قول میں تھا کہ جب صحابی یا تابعی اس طرح (کذا لسنۃ) کے الفاظ ہوں تو وہ مرفوع ہوگی لیکن بعد میں امام شافعی نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا اور فرمایا کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔

امام سخاوی علیہ الرحمتہ نے بھی اس پر (حوالہ بالا) تفصیلی گفتگو کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اور ان میں سے جو اس کے خلاف گئے ہیں جو ہم نے بیان کیا شافعیہ میں سے ابوبکر العرفی صاحب ادلائل اور حنفیہ میں سے ابوالحسن کرخی اور صرف لفظ السنۃ میں امام شافعی ایک جدید قول کے مطابق جیسا کہ امام رافعی نے اس پر جرح کیا ہے دونوں قول ان سے بیان کرنے کے ساتھ اور ایک پوری جماعت نے اس کو راجح کہا ہے بلکہ امام الحرمین نے تو البرہان میں اس مذہب کو محققین سے نقل کیا ہے (لفظ السنۃ سے مرفع ہونا ثابت نہیں ہوتا) (فتح المغیث ج اص ۴-۱۱۳)

امام ماردین بھی یہی لکھتے ہیں کہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں رسول اللہ ﷺ کی سنت ہونے کی تصریح نہیں ہے۔ (الجوہر النقی ج ۴ ص ۳۸)

اس مسئلہ میں خود وہابیہ کے امام ابن حزم نے وہابیہ کے موقف کا بطلان خوب واضح کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ

اور صحابی جب کہے کہ یہ سنت ہے یا ہمیں ایسا حکم دیا گیا ہے تو یہ مرفوع نہیں ہے اور نہ ہی یہ قطعی بات ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے ہے اور کسی ایک سے بھی جو الفاظ ضروری نہیں ان کو آپ کی طرف منسوب کیا ہے کہ آپ کا یہ قول ہے اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہے (ترجمہ)

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۷۲)

وہابی امام ابن حزم نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی الفاظ السنۃ کے نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ

یہاں سنت سے مراد مرفوع نہیں ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد نہیں ہے بلکہ زیر بحث حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی نقل کر کے واضح لکھا کہ یہ مرفوع نہیں اور یہ صدر اول کے علماء (متقدمین) کا مذہب ہے۔ (الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۷۳)

بلکہ ابن حزم نے ایک روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس کے ایک طرق میں سنۃ نبیکم کے واضح الفاظ ہیں نقل کر کے لکھا ہے کہ پوری امت میں کسی کو بھی اس میں اختلاف نہیں کہ یہ اللہ کے نبی سے واقعہ نہیں ہوا تو یہ سنت رسول کیسے ہو سکتی ہے۔ (الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۷۲)

ابن حزم نے متعدد احادیث سے اس طرح کی مثالیں نقل کر کے ثابت کیا کہ سنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت نہیں ہے۔

نتیجہ کلام

مذکورہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہابیہ کا موقف ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ ہمارے مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ دعویٰ باطل و مردود ہے۔ مولوی زبیر علی زئی اور دیگر اس جیسے نااہل نام نہاد محدثین کا اس روایت سے اپنا موقف ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرنا نری ہٹ دھرمی اور سینہ زوری ہے اور ان کا موقف غلط باطل و مردود ہے۔

ہم تو حیران ہیں ایک طرف تقلید کو شرک کہنے والے پھر پناہ بھی تقلید کی لیتے ہیں وہ محدثین کی تقلید چھوڑ کر صراحتاً ہمیں خدا اور رسول کے صریح حکم سے اپنا موقف ثابت کر کے دکھائیں۔ کوئی مرفوع روایت بسند صحیح صریح متصل غیر معارض سے اپنا دعویٰ ثابت کریں اور کسی امتی کی تقلید کر کے بزعم خود مشرک نہ بنیں اور غیر صریح روایات سے قیاس کر کے شیطان نہ بنیں یا کوئی قرآن کی آیت یا حدیث مرفوع صحیح متصل غیر معارض ایسی پیش کریں کہ آئمہ کی تقلید شرک' محدثین کی تقلید جائز ہے وگرنہ شرم سے ڈوب مریں کل خدا اور اس کے رسول کے ہاں کیا جواب دیں گے۔

وہابیہ کی دلیل دوم:

نسائی سے روایت پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور ضم سورۃ جہراً پڑھی اور پوچھنے پر اسے سنت کہا۔

الجواب: اس کے جواب میں ہماری درج ذیل باتوں پر غور فرمائیں۔

اولاً: اس روایت سے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت کا دعویٰ باطل ومردود ہے۔ اس لئے کہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت کہاں ثابت ہوتی ہے۔

ثانیاً: اس میں فاتحہ کو سنت کہا جارہا ہے مگر وہابیہ کی الٹی عقل کا اندازہ لگائیے کہ یہ اس سے فرضیت کے استدلال کرر ہے ہیں یہ تو وہی معاملہ ہے سوال گندم جواب چنا

ثالثاً: اس روایت کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن سعد واقع ہے اور وہ متکلم فیہ ہے۔

(تقریب التہذیب ص ۲۰)

امام یحییٰ بن سعید نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۲۳، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۴)

امام یحییٰ بن سعید القطان نے اسے لین الحدیث (حدیث میں ضعیف) قرار دیا۔

(معرفۃ الرواۃ ص ۵۵)

صالح نے کہا کہ زہری سے' اس کی حدیث کسی کام کی نہیں یعنی ضعیف ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۲۲)

ازوی نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۸۸)

اس روایت کی سند میں دوسرا راوی سعد بن ابراہیم ہے جس کو امام مالک نے ضعیف قرار دیا ہے امام حاکم نے کہا کہ امام مالک نے اس کی حدیث کو ترک کردیا تھا۔ (التجریح والتعدیل لمن فرجہ البخاری)

سعد بن ابراہیم بھی متکلم فیہ ہے۔ امام مالک کے نزدیک ضعیف اور متروک ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۶۵)

رابعاً: اس روایت میں جو سورۃ فاتحہ کا ذکر ہے پھر اس کے ساتھ ضم سورۃ کا بھی ذکر ہے ضم سورۃ کے ذکر کے متعلق امام بیہقی نے کہا کہ یہ غیر محفوظ ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۸، تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۱۹)

اسے وہابی مجدد نواب صدیق حسن نے بھی نقل کیا۔ (مسک الختام ج ۲ ص ۲۵۱)

معلوم ہوا کہ یہ روایت نہ تو سنداً صحیح ہے اور نہ متناً۔

خامساً: اور پھر اس روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا اظہار تعجب بھی مسئلہ کو واضح کررہا ہے اس لئے کہ اگر یہ فرضیت یا وجوب ان کے سامنے ہوتا یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کہیں بھی اس کا معمول ہوتا تو اس طرح حیرت سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال نہ کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ کام ان کے لئے بالکل نیا ہے جس کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو وضاحت کرنا پڑی کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

وہابیہ کی دلیل سوم:

نسائی وغیرہ کتب میں بھی حضرت ابوامام کی ایک روایت ہے جس میں سورۃ فاتحہ کو سنت کہا گیا نماز جنازہ میں۔

الجواب:

اولاً: یہ بھی خبر واحد ہے اس سے فرضیت کس طرح ثابت ہوئی۔ یہ وہابیوں کی نری جہالت وحماقت ہے۔ ان کو چاہئے کہ یہ فرض کی تعریف کریں اور بتائیں کہ فرضیت ثابت کرنے کے لئے کس طرح کی دلیل شرعی کی ضرورت ہوتی ہے پھر اس طرح کی دلیل شرعی سے سورۃ فاتحہ کا نماز جنازہ میں فرض ہونا ثابت کر کے دکھائیں۔

ثانیاً: پھر یہ روایت وہابیہ کے موقف کے ہی خلاف ہے۔ یہ وہابی قرأت سورۃ فاتحہ فی الجنازہ کو فرض کہتے ہیں اور اس روایت مذکورہم میں اسے سنت کہا گیا ہے۔ وہابیہ کو چاہئے کہ وہ اس طرح کی دلیل سے فرضیت ثابت کرتے ہوئے ڈوب مریں۔ سوال گندم جواب چنا کا ثبوت نہ دیں۔

ثالثاً: اس روایت کی سند میں ایک راوی قتیبہ بن سعید ہے۔ خطیب بغدادی نے کہا کہ وہ حدیث کی روایت کرنے میں متکر ہے۔ متکر روایات بیان کرنا ہے۔ (الی ان قال) جب یہ سند کے راوی کے متعلق غلطی کر سکتا ہے تو متن کے بارے میں بھی غلطی کر سکتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۶۰،۱)

اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن سوید ہے جو کہ مجہول ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۷۶)

وہابیہ کی دلیل چہارم:

ترمذی اور ابن ماجہ سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی۔

الجواب:

اولاً: یہ روایت بھی خبر واحد ہے اس سے فرضیت کا ثبوت دینے کی کوشش کرنا وہابیہ کا باطل ومردود ہے۔ وہابیہ کے دعویٰ فرضیت قرأت فاتحہ علی الجنازۃ فی الصلوٰۃ کے لئے یہ ثبوت ناکافی ہے۔

ثانیاً: یہ روایت سخت قسم کی ضعیف ہے۔

اس کی سند میں ایک راوی زید بن حباب ہے جو کہ ضعیف ہے۔ معاویہ بن صالح نے کہا کہ یہ کثیر

الخطاء بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔ مفضل نے کہا کہ ابن معین بیان کرتے تھے کہ یہ ثوری کی حدیثوں میں تقلیب کرتا تھا۔ ابن حبان نے ثقات میں شمار مگر ساتھ کہا کہ غلطی بھی کر جاتا ہے۔ مجہول راویوں سے بھی روایت کرتا تھا جن میں منکر حدیثیں ہوتی تھیں۔ (تہذیب التھذیب ج ۳ ص ۴۰۴)

بنانی نے کہا کہ اس میں نظر ہے (اس کی روایات محل نظر ہیں) (لسان المیزان ج ۲ ص ۵۰۲)

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ابن معین نے کہا کہ ثوری سے مقلوب حدیثیں بیان کرتا ہے۔ امام احمد نے کہا صندوق مگر کثیر الخطاء ہے بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۰۰)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام ثوری کی حدیثوں میں خطاء غلطی کر جاتا ہے۔ (تقریب التھذیب ص ۱۱۲)

ثالثاً: محدثین نے اس روایت کے ضعیف ہونے کا واضح طور لکھا ہے۔ امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کی سند قوی نہیں (ضعیف ہے) (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۹)

امام ابن حجر عسقلانی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے (ضعیف ہے) (فتح الباری ج ۳ ص ۴۴۷)

ابن حجر عسقلانی اس روایت کے ایک راوی کو سخت ضعیف لکھتے ہیں۔ (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۱۹)

رابعاً: اس روایت کو خود وہابی اکابر نے بھی ضعیف کہا ہے وہابیہ کے محدث امیر یمانی لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں (ضعیف ہے) (سبل السلام ج ۲ ص ۱۰۴)

واہبی مولوی عبدالرؤف لکھتے ہیں کہ یہ سند سخت ضعیف ہے، (القول المقبول ص ۲۰۶)

وہابی محدث زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (سبل الوصول ص ۲۶۶)

وہابی مجدد نواب صدیق حسن بھوپال لکھتے ہیں۔ اس روایت کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے۔ (مسک الختام ج ۱ ص ۲۵۱)

خامساً: وہابی محدث دہلوی عبدالرؤف نے اس روایت کے ضعف کی ایک اور وجہ اس روایت کا انقطاع ہونا بھی بتلایا ہے۔ (القول المقبول ص ۲۰۶)

الغرض یہ روایت ہر طرح سے ضعیف ہے۔ اس سے استدلال وہابیہ کا باطل و مردود ہے۔

وہابیہ کی دلیل پنجم:

ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا

ہے ام شریک کی روایت ہے۔

الجواب

اولاً: یہ بھی وہابیہ کے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ یہ روایت خبر واحد ہے اور وہابیہ کا دعویٰ نماز میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت کا ہے اور فرضیت کے لئے دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت چاہئے لہٰذا اس روایت سے وہابیہ کا اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کرنا باطل ومردود ہے۔

ثانیاً: اس روایت میں نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ وہابی اکابر نے بھی تسلیم کیا ہے کہ مسئلہ ہذا میں حکم دینا (کی حدیث) صحیح نہیں ہے چنانچہ امام الوہابیہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ

ویذکر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ امر ان یقراء علی الجنازۃ بفاتحہ الکتاب ولا یصح اسنادہ

اور نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں۔ (زاد المعاد ص ۱۵۹ طبع بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مذکورہ بالا روایت ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ اس سے وہابیہ کا استدلال کرنا ہی ان کی خباثت وجہالت ہے۔

ثالثاً: یہ روایت سند کے اعتبار سے بھی سخت ضعیف ہے اس کی سند میں ایک راوی ابو عاصم ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے ایک راوی ابو عاصم کو لین الحدیث (حدیث میں ضعیف کہا ہے)
(تقریب التہذیب ص ۴۱۳)

ابو عاصم العبادانی المراتی البصری کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ امام عقیلی نے کہا کہ وہ منکر الحدیث تھا۔ امام ابن حبان نے کہا خطا کرتا تھا۔
(تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۱۴۳)

ابو عاصم الفتوی کے متعلق امام ابوحاتم نے کہا کہ نہ میں اس کو جانتا ہوں اور نہ اس کے نام کو جانتا ہوں اور نہ ہی اس سے حماد کے سوا کسی نے روایت کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۱۴۳)

اس کے علاوہ بھی ابو عاصم کی کنیت والے راوی ہیں جن میں بعض ثقہ اور بعض مجروح ہیں وہابیہ کو چاہئے کہ وہ مذکورہ بالا روایت میں ابو عاصم کو متعین کر کے اس کی توثیق خدا ورسول سے پیش کریں اس

لئے کہ ان کے ہاں امتی کی تقلید شرک ہوتی ہے۔ اس لئے آئمہ محدثین کے اقوال تعدیل کی تقلید کر کے مشرک نہ بنیں۔

۲- اس روایت کی سند کا ایک راوی حماد بن جعفر العبدی ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے اسے لین الحدیث، حدیث میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۸۱)

امام ابن عدی نے کہا کہ وہ حماد بن جعفر منکر الحدیث ہے اور ابن ماجہ اس کی ایک حدیث لائے ہیں وہ جنازہ میں سورۃ فاتحہ کے متعلق ہے۔ امام ازدی نے کہا کہ یہ راوی ضعف کی طرف منسوب ہے۔
(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۵۰۶)

امام ابن عدی نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ اس کی دو حدیثوں کے علاوہ میں نے اس کی کوئی حدیث نہیں پائی۔ (میزان الاعتدال ج ا ص ۵۸۹)

۳- اس روایت کی سند میں ایک راوی شہر بن حوشب ہے امام ابوحاتم نے کہا کہ یہ قابل احتجاج نہیں ہے۔ امام ابن عون نے کہا کہ محدثین نے اس راوی شہر بن حوشب کو ترک کر دیا تھا، امام نسائی اور امام ابن عدی نے کہا کہ یہ قوی نہیں ہے۔ یحییٰ بن کبیر نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے بتایا ہے کہ اس راوی شہر بن حوشب نے بیت المال پر ڈیوٹی کے دوران چند درہم کی تھیلی چوری کر لی تھی۔ امام یحییٰ بن کید اس کی حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ شعبہ نے اس شہر بن حوشب کو ترک کر دیا تھا۔ ابن عدی نے کہا کہ اس سے احتجاج درست نہیں اور اس کی حدیث کو قبول نہیں کیا جاتا۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۸۳)

امام نضر نے کہا کہ محدثین نے اس شہر بن حوشب کو ترک کر دیا تھا یعنی وہ اس کو مطعون قرار دیتے تھے۔ امام شہالیہ امام شعبہ سے ناقل ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں اس راوی شہر کا اعتبار نہیں کرتا۔ عمرو بن علی نے کہا کہ امام یحییٰ اس سے روایت نہیں کرتے تھے۔ موسیٰ بن ہارون نے کہا کہ یہ راوی شہر بن حوشب ضعیف ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ یہ قوی نہیں ہے۔ امام ابوحاتم نے کہا کہ یہ قابل احتجاج نہیں ہے۔ امام ساجی نے کہا کہ اس میں ضعف ہے اور یہ حدیث کا حافظ نہیں ہے۔ امام شعبہ تو اس کے خلاف گواہی دیتے تھے کہ اس نے ملک شام کے ایک ساتھی سے خیانت کی تھی۔ امام ابن حبان نے کہا کہ یہ ثقہ راویوں سے متصل ہے اور ثبت راویوں سے مقلوب روایات لاتا تھا۔ امام حاکم ابواحمد نے کہا محدثین کے ہاں سے قوی نہیں ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ راوی شہر بن حوشب قوی نہیں ہے۔ حدیث میں، اس کی حدیث قابل احتجاج نہیں ہے۔ یہ متدمین بھی نہیں ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں کہ ضعیف ہے، امام یحییٰ

القطان عباد بن منصور سے ناقل ہیں کہ اس شہر بن حوشب نے ہمارے ساتھ حج کیا تو دوران سفر اس نے ہمارا سامان چرا لیا تھا۔ امام ابن عدی نے کہا کہ یہ بہت ضعیف ہے۔ ابن حزم نے کہا ساقط ہے...... ثقات سے منکرات روایت کرتا ہے (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۷۰،۲)

معلوم ہوا کہ یہ روایت استدلال کے لائق نہیں ہے۔ اتنے مجروح قسم کے روات والی روایت کو وہابی مولوی زبیر علی زئی کا حسن کہنا باطل و مردود ہے اور یہ اس نام نہاد محدث کی خباثت و جہالت اور سینہ زوری ہے۔

رابعاً: اس حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف امام ابن حجر عسقلانی بھی اشارہ کرتے ہیں۔ (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۱۹)

امام ابن حجر کی اس روایت کی تضعیف کو وہابی محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں اور مولوی عبدالرؤف نے القول المقبول میں بھی نقل کیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۴۲، القول المقبول ص ۷۰۷)

خامساً: مذکورہ بالا روایت کو خود وہابی اکابر نے بھی ضعیف تسلیم کیا ہے۔

۱- وہابیہ کے محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعیف ابن ماجہ ص ۱۱۴)

۲- وہابیہ کے محدث امیر یمانی نے بھی ضعیف ہونا اس روایت کا تسلیم کیا ہے۔ (سبل السلام ج ۲ ص ۱۰۴)

۳- وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپال نے بھی اس روایت کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (مسک الختام ج ۲ ص ۲۵۱)

۴- وہابیہ کے محدث عبدالرؤف بن عبدالحنان بن حکیم اشرف سندھو نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (القول المقبول ص ۷۰۶)

سادساً: یہ روایت نہ صرف سند کے اعتبار سے ضعیف ہے بلکہ اس روایت کے متن میں اضطراب و اختلاف ہونے کی وجہ سے بھی یہ ضعیف ہے۔ خود وہابیہ کے مولوی عبدالرؤف لکھتے ہیں کہ اس کی سند اور متن میں اختلاف پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ ضعیف ہے۔ (القول المقبول ص ۷۰۶)

اس اختلاف کی صورت میں ان کی حدیث (مذکورہ بالا) کو حسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (القول المقبول (۷۰۷)

سابعاً: اس روایت کی راویہ ام شریک ہے۔ گویا اس روایت میں عورتوں کو نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ عورتیں جن پر نماز جنازہ پڑھنا فرض نہیں ہے۔ ان کو تو

آپ ﷺ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیدیا لیکن مرد حضرات جن پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے۔ان کو ایک مرتبہ بھی فاتحہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

اور پھر عورتوں کو نماز جنازہ پڑھنا تو کجا ان کو تو جنازہ کے ساتھ جانے سے بھی منع کر دیا گیا چنانچہ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ:

عن ام عطیه انها قالت نهينا عن اتباع الجنائز (صحیح بخاری ج۱ص۱۷۰)

اس کا ترجمہ وہابی مجتہد وحید الزماں کے قلم سے ملاحظہ فرمالیجئے کہ،

امام عطیہ سے (روایت) انہوں نے کہا کہ ہم کو جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا۔

(تیسیر الباری ج۱ص۴۹۵)

اور مردوں کو نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کے حکم کی ایک روایت بھی موجود نہ ہے۔ بہر حال ہماری اس تفصیلی گفتگو سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ یہ روایت ہرگز ہرگز صحیح یا حسن نہیں ہے بلکہ ضعیف ہے اور اس روایت سے وہابیہ کا استدلال کرنا جہالت وحماقت ہے۔

سنن کبریٰ للبیہقی کی روایات کا جواب

وہابیہ کی دلیل ششم: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ فاتحہ نماز جنازہ میں پڑھی۔ اس پر سوال کرنے پر فرمایا کہ یہ سنت اور حق ہے۔

الجواب

اولاً: یہ قول وفعل صحابی ہے مرفوع روایت ہرگز نہیں ہے۔ جب وہابیہ کے مذہب میں قول وفعل صحابی حجت نہیں ہے تو اس سے استدلال کرنے کا ان وہابیوں کو کیا حق حاصل ہے۔ اس روایت سے ان کا استدلال کرنا اپنے مؤقف پر باطل ومردود ہے۔

ثانیاً: یہ روایت بھی خبر واحد ہے۔ اس سے فرضیت ثابت کرنا وہابیوں کی جہالت وحماقت ہے۔ ان کے دعویٰ ودلیل میں مطابقت ہرگز نہیں ہے۔

ثالثاً: اس روایت میں لفظ سنت' رسول کریم ﷺ کی سنت کے لئے ہرگز متعین نہیں ہے۔ تفصیلی بحث اس پر گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کرلیں۔

رابعاً: یہ روایت سنداً بھی صحیح نہیں ہے۔ اس میں ایک راوی ربیع بن سلیمان بصری ہے۔ امام ابن

معین نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے (ثقہ و معتبر نہیں ہے) (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۱)

اس کے ایک راوی ابراہیم بن سعد پر جرح گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

خامساً: اور پھر مقتدیوں کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین عظام کا معمول نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہنا پڑا کہ یہ طریقہ مسلوکہ ہے۔

سادساً: اس روایت میں ایک سند میں ضم سورۃ کا بھی ذکر ہے جسے امام بیہقی نے خود ہی رد کر دیا ہے کہ اس کا ذکر غیر محفوظ ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۸، تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۱۹)

وہابیہ کی دلیل ہفتم:

امام بیہقی نے دوسری سند کے ساتھ بھی یہ روایت نقل کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی، اسے سنت کہا۔

الجواب

اولاً: یہ روایت بھی خبر واحد ہے۔ اس سے فرضیت و رکنیت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرنا وہابیوں کا قابل مذمت ہے۔ ہم تو حیران ہیں کہ یہ وہابی کتنی جہالت کا پلندہ ہیں کہ ان کو دعویٰ و دلیل میں مطابقت کا ہی علم نہیں ہے۔

ثانیاً: یہ صحابی کا قول و فعل ہے۔ جو وہابی مذہب میں قابل حجت نہیں ہوتا۔ قارئین کرام وہابیوں کے لوٹا مذہب کو دیکھئے۔ ایک طرف یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں ہے پھر اپنی باری آنے پر اس سے استدلال کرتے ہیں۔

ثالثاً: یہ روایت سند کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔

۱- اس روایت کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن اسحاق ہے۔ امام ذہبی نے اس نام کے دو راوی بتائے ہیں۔ ایک کے متعلق لکھتے ہیں عقیلی نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ دوسرے اسماعیل بن اسحاق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ امام ابوزرعہ نے کہا کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۲۱)

۲- اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن کثیر ہے۔

اگر اس سے مراد محمد بن کثیر قرشی کوفی ہے تو اس کے متعلق امام احمد نے کہا کہ ہم نے اس کی روایت

کردہ حدیث کو جلا دیا تھا اور امام بخاری اس کو منکر الحدیث قرار دیتے ہیں۔ امام ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی حدیث کا ضعف واضح ہے۔ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ امام ابو حاتم نے کہا یہ ضعیف الحدیث ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۱۸، میزان الاعتدال ج ۴ ص ۸-۱۷)

امام بخاری نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ (تاریخ الکبیر ج ۱ ص ۲۱۷)

اگر اس سے مراد محمد بن کثیر العبدی البصری ہے تو اس کے متعلق امام ابن معین نے کہا کہ اس کی حدیث نہ لکھا کرو اس لئے کہ یہ ثقہ نہ تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۸)

ابن معین نے کہا کہ ثقہ نہ تھا۔ ابن قانع نے کہا یہ ضعیف ہے۔ ابن معین نے کہا اس کی حدیث میں کمزوری ہے گویا ضعیف ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۱۸)

اور اگر اس سے مراد محمد بن کثیر ثقفی ہے تو امام احمد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ یہ قوی نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۸)

امام بخاری نے کہا کہ امام احمد نے اسے ضعیف قرار دیا عبداللہ بن احمد نے کہا کہ وہ بہت ضعیف ہے۔ منکر الحدیث بھی ہے۔ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ صالح بن احمد نے کہا کہ وہ میرے نزدیک ثقہ نہیں ہے۔ امام حاتم بن لیث نے کہا امام احمد نے فرمایا یہ معتبر و ثقہ نہیں ہے۔ یہ ایسی منکر احادیث روایت کرتا ہے جن کی کوئی اصل نہیں۔ امام اجری نے کہا کہ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ امام بخاری نے کہا بہت ضعیف تھا۔ امام نسائی نے کہا کہ وہ قوی نہ تھا بلکہ خطا کرتا تھا۔ امام حاکم نے کہا کہ وہ محدثین کے نزدیک قوی نہ تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۷-۴۱۶)

امام بخاری نے کہا کہ امام احمد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تاریخ کبیر ج ۱ ص ۲۱۸)

اگر مراد محمد بن کثیر مروان ہے۔ ابن معین نے کہا کہ ثقہ نہیں تھا۔ ابن عدی نے کہا کہ باطل احادیث روایت کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۰)

ابن معین نے کہا کہ ثقہ نہیں تھا۔ علی بن جنید نے کہا کہ منکر الحدیث تھا۔ ازدی نے کہا کہ متروک الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا باطل احادیث روایت کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۱۹)

اگر اس سے مراد محمد بن کثیر سہیل رازی ہے تو امام ذہبی نے کہا کہ اس کی پہچان نہیں ہو سکی (مجہول ہے) (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۰)

اگر اس سے مراد محمد بن کثیر اسلمی البصری مراد ہے تو اس کے متعلق ابن الحدین نے کہا کہ ذاہب

الحدیث ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ ضعیف ہے۔ بخاری ونسائی نے کہا کہ منکر الحدیث ہے، عقیلی نے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۱۹)

امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا۔ (کتاب الضعفاء ص ۱۰۱)

قارئین کرام! ہم نے تہذیب اور میزان سے اس نام کے روات پر جرح نقل کر دی ہے۔ ہمارا مدعا بہر حال ثابت ہے کہ یہ حدیث استدلال کے لائق نہیں بلکہ سخت ضعیف ہے۔

۳- اس سند کے ایک راوی سفیان سعید ہیں۔ امام ذہبی نے کہا یہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۶۹)

قارئین کرام! ثابت ہو گیا کہ یہ روایت بھی ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ ضعیف ہے۔

وہابیوں کی دلیل ہشتم:

امام بیہقی نے ایک اور سند سے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی تو ان سے سوال ہوا تو انہوں نے جواباً کہا کہ یہ سنت ہے۔

الجواب

اولاً: یہ بھی خبر واحد ہے اس سے فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ وہابیہ کو چاہئے کہ اپنے دعویٰ فرضیت کے لئے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت سے ثبوت پیش کریں۔

ثانیاً: یہ قول وفعل صحابی ہے جو کہ وہابیہ کے مذہب میں حجت وسند نہیں ہے لہٰذا ان کو پیش کرتے وقت ڈوب مرنا چاہئے۔ ان کو تو مرفوع صحیح متصل غیر معارض روایت پیش کرنی چاہئے۔

ثالثاً: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بعد از نماز جنازہ سوال کیا جانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین عظام کے ہاں یہ معمول نہ تھا بلکہ نئی چیز دیکھ کر ان کو سوال کرنا پڑا۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابی ہیں اور لامحالہ ان کی اقتداء کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں یا تابعین عظام تو گویا خیر القرون کے مبارک دور میں اس کا نام ونشان بھی نہ تھا ورنہ ان کو سوال کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

رابعاً: اس روایت میں لفظ سنت طریقہ مسلوکہ کے معنوں میں متعین ہے۔ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مراد لینا دیگر دلائل وشواہد کی روشنی میں غلط ہے۔ تفصیلی بحث پیچھے گزر چکی ہے وہاں

ملاحظہ فرمالیں۔

خامساً: یہ روایت سند کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔ ان میں ایک راوی ابوالحسن علی بن احمد بن عمر المقری ہیں جن کا ترجمہ میزان اور تہذیب اور تقریب میں مفقود ہے۔ گویا مجہول ہے۔ اس میں ایک راوی عبدالملک بن محمد ہے۔ امام ذہبی نے اس نام کے چار راوی گنوائے ہیں۔ ان میں ایک بارے لکھا کہ امام ابوحاتم نے کہا کہ یہ قوی نہیں ہے۔ ایک کے متعلق لکھا کہ اس کی پہچان نہیں ہوسکی۔ ایک کے متعلق لکھا کہ دارقطنی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے۔ ایک کے متعلق لکھا کہ دارقطنی نے کہا کہ کثیرالوہم ہے۔ اس سے احتجاج نہ کیا جائے۔ صدوق ہے مگر کثیر الخطاء ہے بہت زیادہ غلطیاں کر جاتا ہے۔

(میزان الاعتدال ج۲ ص۶۶۳)

عبدالملک بن محمد مذکورہ روایت کا جو راوی ہے۔ اس کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام دارقطنی نے کہا کہ احادیث کی اسناد اور ان کے متن میں بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔ کثیر الخطاء ہے اس کی روایت میں کثیر اوہام ہوتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۶ ص۴۳۰)

معلوم ہوا کہ یہ روایت قابل استدلال نہیں ضعیف ہے۔ وہابیہ کا اس روایت سے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت ثابت کرنا باطل ومردود ہے۔

وہابیہ کی دلیل نہم:

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ایک اور سند سے بھی نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں جہری طور پر سورۃ فاتحہ پڑھی سوال ہونے پر فرمایا کہ یہ سنت ہے۔

الجواب

اولاً: یہ ایک صحابی کا قول وفعل ہے جو کہ وہابی مذہب میں حجت وسند کے لائق نہیں ہے۔ وہابیہ کو اس طرح کی روایات پیش کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

ثانیاً: یہ بھی خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوا کرتی۔ فرضیت کے ثبوت کے لئے تو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت چاہئے لہٰذا اس سے وہابیہ کا فرضیت ثابت کرنا باطل ومردود ہے۔

ثالثاً: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مقتدی یقیناً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین عظام تھے اور ان کا ازراہ تعجب اس پر سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ ان میں معمول بہا نہ تھی۔ اس

لئے تو ان کو سوال کرنے کی ضرورت پڑی تھی۔ یہ کیسا فرض ہے کہ جس سے اتنی تعداد جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کی نا آشنا ہے۔ کتنے ظلم کی بات ہے کہ آج چودہ صدیوں کے بعد ان وہابیوں کو نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت کا علم ہو گیا مگر خیر القرون کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اس سے ناواقف لاعلم رہے۔

رابعًا: اس روایت میں سنت کا لفظ نبی کریم ﷺ کی سنت کے لئے نہیں بلکہ یہ طریقہ مسلوکہ کے معنوں میں متعین ہے۔ تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

خامساً: اس میں یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بطور ثناء سورۃ فاتحہ پڑھی ہو۔

سادساً: یہ روایت دیگر روایات کے خلاف ہے جن میں جہری کا ذکر نہیں ہے لہٰذا دیگر روایات بلکہ صحیح بخاری کی روایت کے مقابلہ میں یہ روایت مقبول نہیں ہے۔

سابعاً: یہ روایت سند کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔ اس میں ربیع بن سلیمان راوی ہے۔ اس پر جرح گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔

لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ اس سے استدلال درست نہیں بلکہ اس سے فرضیت کا ثبوت دینا وہابیہ کی نری جہالت وحماقت ہے۔

وہابیہ کی دلیل دہم

امام بیہقی اور دیگر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ کی تکبیر اولیٰ کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھی۔

الجواب

اولاً: یہ بھی خبر واحد ہے اس سے فرضیت ثابت کرنا جہالت وحماقت ہے۔ اس لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ان الوهابية قوم لا يعقلون

ثانیاً: یہ روایت سند کے اعتبار سے بھی ضعیف ہے۔ اس میں ایک راوی ابراہیم بن محمد ہے جس پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ امام ذہبی نے اس نام کے تقریباً ستائیس راوی بتلائے ہیں۔ تقریباً ہر ایک کے ضعف کا بیان کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۴، ۵۳)

اس روایت میں ایک راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے جو سخت ضعیف ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

ابن سعد نے اہل مدینہ کے چوتھے طبقہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ اہل مدینہ اس کی حدیث سے احتجاج نہیں کرتے۔ امام یعقوب نے کہا کہ ابن عقیل صدوق مگر اس کی حدیث میں شدید ضعف ہوتا ہے۔ امام ابن عیینہ نے کہا کہ قریش کے چار اشخاص کی حدیث متروک ہے۔ یہ بھی ان میں شامل ہے جس نے کہا کہ امام احمد نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ محدث دوری نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ ابن عقیل کی حدیث قابل احتجاج نہیں ہے۔ معاویہ بن صالح نے امام ابن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف الحدیث ہے۔ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے علی بن مدینی سے نقل کیا ہے کہ وہ ابن عقیل ضعیف ہے۔ ساجی نے کہا کہ وہ حدیث میں مضبوط نہ تھا۔ خطیب نے کہا کہ اس کا حافظہ برا تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ اس کا حافظہ ردی تھا۔ اس لئے اس کی حدیثوں سے اجتناب ضروری ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ٦ ص ١٤،٥)

امام ذہبی لکھتے ہیں کہ

ابن معین سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ امام ابوحاتم نے کہا کہ لین الحدیث، حدیث میں کمزور ہے۔ ابن خزیمہ نے کہا کہ میں اس سے احتجاج نہیں کرتا ہوں۔ ابن حبان نے کہا کہ ردی حافظے والا ہے۔ امام احمد الحاکم نے کہا کہ محدثین کے نزدیک مضبوط نہیں ہے۔ ابوزرعہ نے کہا کہ اسناد میں اس سے اختلاف کیا گیا ہے۔ امام فسوی نے کہا کہ اس کی حدیث میں ضعف ہے۔ ابن المدینی نے کہا ضعیف تھا۔ (میزان الاعتدال ج ٢ ص ٥،٤٨٤)

اس قدر مجروح قسم کے راوی سے استدلال وہابیوں کا ہی طرہ امتیاز ہے اور اصول حدیث سے ان کی جہالت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ثالثاً: اس روایت کو امام ابن حجر عسقلانی نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٢٤٧، تلخیص الحبیر ج ٢ ص ١١٩)

اس روایت کے ضعیف ہونے کے باوجود وہابیہ کا اس سے فرضیت فاتحہ علی الجنازہ کا ثبوت دینا نری جہالت و خیانت ہے۔

رابعاً: اس روایت کو خود وہابی اکابر نے بھی ضعیف تسلیم کیا ہے۔

۱- وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔
(مسک الختام ج ۲ ص ۲۴۹)

۲- وہابی محدث امیر یمانی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (سبل السلام ج ۲ ص ۱۰۳)

۳- وہابیہ کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بھی اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔
(تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۴۲)

نتیجہ کلام: ہمارے ان دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ روایت سخت ضعیف ہے اور قابل استدلال نہیں ہے چہ جائیکہ اس سے فرضیت ثابت کی جائے۔

وہابیہ کی گیارہویں دلیل:

حضرت ابوامامہ بن سہل نے کہا کہ مجھے ایک صحابی نے کہا کہ سنت جنازہ یہ ہے کہ امام تکبیر کہے پھر سورۃ فاتحہ پڑھے، دل میں پہلی تکبیر کے بعد پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر اخلاص سے دعا کرے، میت کے لئے تکبیروں میں باقی تکبیرات میں قرأت نہ کرے پھر سلام پھیرے دل میں۔

الجواب

اولاً: خبر واحد ہے فرضیت ثابت کرنے کی کوشش کرنا وہابیوں کی الٹی منطق ہے۔

ثانیاً: سنت کا لفظ صراحتاً رسول پاک ﷺ کی سنت کے لئے نہیں ہے۔ اس لئے یہ بھی موقوف ہوئی اور موقوف وہابی مذہب میں حجت نہیں ہے۔

ثالثاً: یہ حدیث خود وہابیوں کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ اس میں دل میں پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ عموماً وہابیہ جہری جنازہ پڑھتے ہیں۔ وہابیوں کو چاہئے پہلے اپنا عمل تو حدیث کے موافق کر لو، دوسروں کو فتویٰ بازی میں بعد میں ملوث کرنا۔

رابعاً: اس روایت میں پہلی تکبیر میں ہی درود شریف پڑھنے کا ذکر ہے۔ باقی تکبیروں میں صرف میت کے لئے دعا کا ذکر ہے۔ اس اعتبار سے بھی یہ روایت وہابیوں کے خلاف ہوئی۔

خامساً: یہ روایت سند کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ضعیف ہے۔ اس میں ایک راوی ربیع بن سلیمان ہے جس پر جرح گزر چکی ہے اور اس میں ایک راوی مطرف بن مازن ہے۔ امام ابن معین نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے اور دوسرے کئی حضرات نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۲۵)

بیہقی کی اس روایت کی دوسری سند میں بھی یہی راوی ہے جس پر جرح نقل ہو چکی ہے۔ ثابت ہو گیا کہ یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس دوسری سند میں ایک راوی محمد الفہری ہے۔ ابن معین نے کہا ثقہ نہیں تھا۔ علی بن جنید نے کہا منکر الحدیث تھا۔ ازدی نے کہا کہ متروک الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا باطل روایات روایت کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۱۹)

وہابیہ کی دلیل بارہویں

حضرت سہل بن حنیف نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی۔

الجواب

اولاً: جب موقوف اور مقطوع روایت وہابی مذہب میں حجت ہی نہیں تو ان کو پیش کرنے کا کیا مطلب ہے۔

ثانیاً: وہابیوں کی عقل کا اندازہ لگائیں اس سے کیا فرضیت ثابت ہو رہی ہے۔ فرضیت کا ثبوت دو اور وہ بھی مرفوع صحیح متصل غیر معارض اور قطعی الدلالت اور قطعی الثبوت سے۔

ثالثاً: یہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ ضعیف ہے۔ اس کا ایک راوی علی بن عمر ہے جس کے متعلق امام ذہبی لکھتے ہیں کہ معلوم نہیں ہو سکا یہ کون ہے۔ (گویا مجہول ہے) (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۴۸)

اس روایت کا دوسرا راوی ہے۔ ابوبکر نیشا پوری جس کا اصل نام ہے محمد بن ابراہیم بن منذر۔ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ امام مسلمہ بن قاسم اندلسی نے کہا کہ یہ حدیث اچھی طرح بیان نہ کر سکتا تھا۔ امام عقیلی کی طرف منسوب ہے کہ وہ اس پر غضبناک تھے اور اس کی نسبت جھوٹ کی طرف کرتے تھے۔

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۵۰)

اس روایت کا ایک راوی ابوالازہر ہے۔ ابن حبان نے کہا ثقہ مگر غلطی کر جاتا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۳)

ابن معین کے نزدیک متہم ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۸۴)

ایک راوی اس سند میں ابراہیم بن سعد ہے۔ اس پر جرح مذکور ہو چکی ہے۔ اس سند میں ایک راوی محمد بن ابراہیم بن حارث ہے۔ امام عقیلی عبداللہ بن احمد سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ اس کی حدیث میں کچھ خرابی ہے اور یہ منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۶)

الغرض ہرطرح سے یہ روایت ضعیف ہے۔ محمد بن ابراہیم کے بارے امام ذہبی نے امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۴۵)

ثابت ہو گیا کہ یہ روایت ضعیف ہے وہابیہ کا اس سے استدلال جہالت وسینہ زوری ہے۔

طبرانی کی روایات کے جواب

وہابیہ کی تیرہویں دلیل:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ جہری پڑھی۔ تکبیر اولیٰ کے بعد اور دوسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کی اور چوتھی تکبیر کہی پھر سب مرد وزن کے لئے دعا فرمائی۔

الجواب

یہ روایت بھی سخت ضعیف ہے۔ اس میں ایک راوی یحییٰ بن یزید بن عبدالملک ہے۔ امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کے ساتھ ہی لکھ دیا کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۲)

امام ذہبی اس راوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ یہ راوی منکر الحدیث ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ نہ تو میں اس کی کسی حدیث کو جانتا ہوں اور نہ اس کے باپ کو، امام ابن عدی نے کہا کہ اس کی حدیث میں ضعف ظاہر وواضح ہے اور میرے نزدیک اس کے باپ کا ضعف اجماعی ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۱۴)

معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس سے استدلال کرنا وہابیوں کی جہالت وحماقت ہے۔

وہابیوں کی چودھویں دلیل:

حضرت اسماء بنت یزید راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا حکم دیا۔

الجواب

اولاً: عورتوں پر جنازہ فرض نہیں ان کو حکم دیا ہو اور جن مردوں پر نماز جنازہ فرض ہے۔ ان کو ایک مرتبہ بھی یہ حکم نہ دیا ہو کیسی عجیب بات ہے۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

ثانیاً: اس روایت کی سند میں ایک راوی معلیٰ بن حمران ہے جو مجہول ہے۔ خود امام ہاشمی اس روایت کو

نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم اسے یہ روایت کس نے سنائی۔ (مجمع الزوائد ج۲ص۳۲)

معلوم ہوا یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس سند میں دوسرے کئی راوی بھی ضعیف ہیں۔

مستدرک حاکم کی روایات اور اس کا جواب

مستدرک حاکم میں کل تین روایات اس موضوع پر موجود ہیں۔ پہلی دو روایات کا جواب اور ان پر جرح گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔

پہلی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سورۃ فاتحہ علی الجنازہ پڑھنے کی ہے جس کے متعدد جوابات گزشتہ اوراق میں مرقوم ہو چکے اور اس کے بعض راویوں پر جرح بھی کی جا چکی ہے۔

دوسری روایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ہے۔ یہ روایت بھی ضعیف ہے اس پر جرح بھی گزشتہ اوراق میں اس باب میں مذکور ہو چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

تیسری روایت: شرجیل بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مقام ابواء پر ایک نماز جنازہ پڑھی۔ آپ نے تکبیر اولیٰ کے بعد جہری طور پر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ الخ

الجواب

اولاً: یہ روایت ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ اس روایت کی سند میں مرکزی راوی شرجیل بن سعد پر محدثین کرام نے جرح کی ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام ابن معین نے کہا کوئی (معتبر) شے نہیں۔ ضعیف ہے۔ ابن سعد نے اختلاط کے بعد اس کی احادیث قابل احتجاج نہیں ہیں۔ امام ابوزرعہ نے کہا لین کمزور ہے۔ امام نسائی اور دارقطنی نے ضعیف کیا۔ (تہذیب التہذیب ج۴ص۳۲۱)

امام ذہبی لکھتے ہیں کہ ابن معین نے کہا ضعیف ہے۔ امام مالک نے کہا ثقہ نہیں۔ امام ابوزرعہ نے کہا لین حدیث میں کمزور ہے۔ امام ابن سعد نے کہا کہ اختلاط کے بعد اس کی احادیث قابل احتجاج نہیں۔ امام نسائی اور دارقطنی نے ضعیف کہا ابن عدی نے کہا کہ منکر روایات روایت کرتا ہے۔ ضعف کے زیادہ قریب ہے۔ (میزان الاعتدال ج۲ص ۲۶۶،۲۶۷)

معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ ہرگز قابل استدلال نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس سے فرضیت کے ثبوت کا دعویٰ کیا جاسکے۔

ثانیاً: خود وہابی اکابر نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ا- وہابیہ کے محدث زبیر علی زئی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (تسہیل الوصول ص ۲۶۵)

۲- وہابیہ کے محدث مولوی عبدالرؤف بن عبدالحنان بن حکیم اشرف سندھو اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ

اس کی سند ضعیف ہے۔ (القول المقبول ص ۷۰۴)

ثالثاً: اس روایت کی سند میں ایک راوی موسیٰ بن یعقوب زمعی ہے جو سئی الحفظ ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۳۵۳)

امام علی بن المدینی نے اسے ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ قوی نہیں (حدیث میں) (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۷۸، میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۲۶)

موسیٰ بن یعقوب کا سئی الحفظ ہونا وہابی مولوی عبدالرؤف کو بھی تسلیم ہے۔ (القول المقبول ص ۷۰۶)

معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے ہرگز قابل احتجاج نہیں۔ چہ جائیکہ اس سے فرضیت فاتحہ فی الجنازہ کا ثبوت پیش کیا جائے۔ وہابی مولوی داؤد ارشد کا اس روایت کو حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمتہ کے جواب میں بطور حجت پیش کرنا نری جہالت وحماقت اور خباثت کا واضح ثبوت ہے۔ قارئین کرام! مولوی داؤد ارشد کی کتاب نام نہاد دین الحق اس طرح کی خیانتوں دھوکہ دہی سے بھری پڑی ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایات اور اس کا جواب

پہلی روایت: ابی الفہان کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی۔ فراغت کے بعد میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا آپ نے یہ کیا کیا۔ فرمایا میں نے اس پر سورۃ فاتحہ پڑھی۔

الجواب

اولاً: اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا معمول ہوتا تو امام حسن بن علی کی اقتداء کرنے والوں کو امام حسن سے اس پر ازراہ تعجب پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی کہ آپ نے یہ کیا کیا۔ یہ سوال ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا معمول

یہ ہرگز نہ تھا۔

ثانیاً: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام حسن نے اسے بطور ثناء یا دعا پڑھا ہو۔

ثالثاً: یہ روایت بھی ضعیف ہے اس روایت کی سند میں ایک راوی عمر بن ناصر ہے۔ اس پر محدثین کی جرح ملاحظہ ہو۔ ابوطالب نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ امام ابن معین نے کہا کہ ضعیف ہے حفص بن غیاث نے اس سے روایت لینا ترک کر دیا تھا۔ امام اجری نے کہا کہ امام ابوداؤد سے روایت ہے کہ یہ عمر بن عامر ضعیف ہے۔ امام نسائی نے کہا ضعیف ہے امام ساجی نے کہا کہ یہ حدیث میں قوی نہیں۔ اس میں ضعف ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۴۶۷)

دوسری روایت

حضرت ابن مسعود کا فرمان ہے کہ میں نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوں۔

الجواب

یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی رجل حسن ہمدان مجہول ہے۔ اس لئے یہ روایت بھی درست نہیں اور قابل احتجاج نہیں۔ چہ جائیکہ اس سے فرضیت فاتحہ علی الجنازہ ثابت ہو سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ موقوف روایت جب وہابیہ کے نزدیک حجت ہی نہیں تو اسے پیش کرنے کا کیا مطلب ہے۔

تیسری روایت

اولاً: یہ روایت خود وہابیوں کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے کہ اس میں نماز جنازہ میں تمام تکبیرات میں سورۃ فاتحہ کا ذکر ہے جبکہ وہابی صرف تکبیر اولیٰ کے بعد سورۃ فاتحہ کی قرأت کرتے ہیں۔ وہابیوں کو چاہئے کہ یا تو اپنا مذہب اس روایت کے مطابق کریں یا اس سے استدلال کرنا چھوڑ دیں۔

ثانیاً: جب مقطوع روایت وہابیوں کے مذہب میں حجت ہی نہیں تو اس کو پیش کرنے کا کیا مطلب؟ ان کو تو پیش کرتے وقت ڈوب مرنا چاہئے۔

ثالثاً: یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عون ہے جس پر محدثین کی جرح ملاحظہ ہو۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام ابن معین اور امام ابوداؤد نے کہا کوئی شے نہیں۔ امام بخاری

نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ امام نسائی نے کہا ثقہ نہیں متروک الحدیث ہے۔ امام ابوزرعہ نے کہا یہ ضعیف الحدیث ہے اور قوی نہیں۔ امام ابوحاتم نے کہا یہ ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔ دولابی اور ازدی نے کہا کہ متروک الحدیث ہے۔ عقیلی نے اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ص ۳۸۴)

ان میں سے بعض اقوال امام ذہبی نے بھی نقل کئے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۳ص ۶۷۶)

معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ استدلال کے قابل نہیں مگر یہ وہابیوں کی جہالت ہے کہ اس سے استدلال کر کے فرضیت کے ثبوت کے چکر میں ہیں۔

چوتھی روایت

ضحاک نے کہا میں نماز جنازہ کی پہلی دو تکبیروں میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوں۔

الجواب

۱- یہ روایت خود وہابیوں کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ اس میں نماز جنازہ کی پہلی دو تکبیروں میں سورۃ فاتحہ کا ذکر ہے جبکہ خود وہابی صرف تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ وہابیوں کو چاہیئے یا تو اپنا مذہب روایت مذکور کے مطابق بنالیں یا اس سے استدلال کی بات چھوڑ دیں۔

۲- جب وہابیوں کے نزدیک تابعین کے آثار مقطوع روایات قابل حجت نہیں تو اس کو پیش کرنے کا کیا مطلب ہے۔ یہ وہابیوں کے کذاب ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ اس لئے کہ ہمیں تو کہتے ہیں کہ یہ آثار قابل حجت نہیں اور اپنی باری پر یہی آثار بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

۳- پھر مقطوع روایات سے بھی کبھی فرضیت ثابت ہوا کرتی ہے۔ یہ وہابیوں کی نری جہالت و حماقت ہے۔

۴- پھر اس روایت کی سند میں ایک راوی سلمہ ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ یہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ص ۱۵۹)

پانچویں روایت

حضرت سعید بن میسّب نے فرمایا سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے۔

الجواب

۱- ممکن ہے کہ نماز جنازہ میں بطور ثناء مراد ہو۔ حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، جیسا

کہ دلائل وشواہد سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

۲- اس روایت میں سنت کا لفظ رسول کریم ﷺ کی سنت کے لئے نہیں بلکہ طریقہ مسلوکہ کے معنوں میں متعین ہے جیسا کہ دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

۳- اس روایت میں ایک راوی عبدالاعلیٰ ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ یہ (حدیث) میں قوی نہیں ہے ...... آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔ امام احمد نے کہا یہ قدری تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۹۶)

۴- پھر جب مقطوع روایت وہابی مذہب میں حجت نہیں تو اسے پیش کرنے کا کیا مطلب ہے۔ اس لئے سچ کہتے ہیں کہ وہابیوں کا لوٹا مذہب ہے جدھر چاہا ادھر گھما دیا۔

چھٹی روایت

مکحول نماز جنازہ کی پہلی دو تکبیروں میں سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

الجواب

۱- یہ روایت خود وہابیوں کے مذہب کے ہی خلاف ہے۔ پہلے اپنے عمل کو تو حدیث کے مطابق ثابت کر کے دکھائیں۔ یہ روایت تمہارے مذہب کی نفی کر رہی ہے اس لئے کہ اس میں نماز جنازہ کی پہلی دو تکبیروں میں سورۃ فاتحہ کا ذکر ہے مگر وہاں صرف تکبیر اولیٰ کے بعد ہی سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں۔

۲- مقطوع و موقوفات سے حجت لینا وہابیوں کا نرا فراڈ ہے۔ اس لئے کہ یہ تو ان کے مذہب میں حجت ہی نہیں ہیں۔

۳- اس روایت کی سند میں وہی عبدالاعلیٰ ہے۔ امام احمد نے کہا کہ قدری تھا۔ ابن سعد نے کہا کہ حدیث میں قوی نہیں تھا۔ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۹۶)

ساتویں روایت

حضرت سہل بن حنیف نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

الجواب

۱- یہ روایت موقوف ہے اور وہابی مذہب میں موقوف روایات حجت نہیں ہوتیں۔ تو اس کا پیش کرنا وہابیوں کی نری حماقت اور سینہ زوری ہے

۲- کیا اس سے فرضیت ثابت ہو سکتی ہے۔ وہابی عجیب جانور ہیں ان کو دلائل شرعیہ اور ان کی

حیثیت کا ہی علم نہیں ہے۔

محمد بن اسحاق پر جرح

۳- یہ روایت سنداً بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں پہلے راوی عبدالاعلیٰ ہیں جن پر جرح مذکور ہو چکی ہے۔

دوسرے راوی محمد بن اسحاق بن یسار ہیں۔ ان کو بعض نے ثقہ بھی کہا اور بعض محدثین نے اس پر جرح بھی کی ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔
(کامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۱۱۶، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۶۹، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۱)

معتمر فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ سلیمان تیمی نے کہا ابن اسحاق سے روایت نہ کر کیوں کہ یہ کذاب ہے۔ (کامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۱۱۶، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۶۹)

امام یحییٰ القطان فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسحاق کی حدیث کو ترک نہیں کیا مگر اللہ کی رضا کے لئے۔ (کامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۱۲۶)

امام اعمش کہتے ہیں کہ ابن اسحاق نے جھوٹ بولا۔ (حوالہ بالا)

امام ازواعی برا قول کرتے تھے محمد بن اسحاق اور ثور کے متعلق۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۷۴)

وھیب بن خالد نے اسے کذاب اور جھوٹا قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۵)

امام یحییٰ القطان نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۷۱)

ہشام بن عروہ کہتے ہیں وہ محمد بن اسحاق کذاب ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۶۹)

حماد بن سلمہ نے کہا اگر اضطراری حالت نہ ہوتی تو میں اس سے روایت نہ کرتا۔
(کامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۱۱۶)

امام نسائی نے کہا کہ یہ (حدیث میں) قوی نہیں۔ امام دارقطنی نے کہا کہ اس سے احتجاج نہ کیا جائے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۶۹)

امام ابن عدی کہتے ہیں کہ میں محدث فریابی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے محمد بن اسحاق کی ایک حدیث کے بارے پوچھا گیا تو وہ ان پر انکار کرتے تھے۔ جب بار بار سوال کیا گیا تو فرمایا کہ محمد بن اسحاق زندیق (بے دین) ہے۔ (کامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۱۱۶)

امام ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ مرغوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۷۱)
وھیب بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے محمد بن اسحاق کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا میں اس کو متھم قرار دیتا ہوں۔ محدث عباس عنبری نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا میں بھی اسے متھم قرار دیتا ہوں۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۲۳)

امام مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں محمد بن اسحاق کے پاس بیٹھا تھا وہ کالا خضاب لگاتا تھا۔ صفات باری تعالیٰ میں احادیث ذکر کیں۔ میں اس کی طرف لوٹ کر نہ گیا اور اس کی حدیث کو ترک کر دیا اور بے شک میں تہران میں اس سے بیس مجلسیں سن چکا تھا۔ (امام الکلام ص ۲۶۷)

امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق قوی نہیں۔ ضعیف الحدیث ہے۔
(کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۱۹۴)

امام نسائی نے کہا کہ وہ قوی نہیں۔ (ضعفاء صغیر ص ۵۲، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۴)

امام مالک نے اسے کذاب بھی قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۳۲)

حنبل بن اسحاق راوی کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ابن اسحاق حجت نہیں۔
(تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۳۰، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۴)

امام علی بن مدینی نے کہا میرے نزدیک صرف اس بات نے ابن اسحاق کو ضعیف کر دیا کہ وہ یہود و نصاریٰ سے روایات لے کر بیان کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۵)

جریر بن عبدالحمید کہتے ہیں مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں گا جس میں لوگ محمد ابن اسحاق کی احادیث سماعت کریں گے۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۰۶)

ابن ابی خثیمہ کہتے ہیں کہ امام ابن معین نے کہا ابن اسحاق کسی کام کا نہیں۔ ضعیف ہے۔ قوی نہیں

میمونی کہتے ہیں کہ ابن معین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۴، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۳۱)

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ بھلا محمد بن اسحاق کے متعلق کوئی صحیح نظریہ قائم کیا جا سکتا ہے؟
(توجیہ النظر ص ۲۸۰)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے احفظ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے محمد بن اسحاق کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۶۷)

امام ذہبی لکھتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک محمد بن اسحاق اور حجاج بن ارطاۃ سے حجت نہ پکڑی جائے۔
(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۹۷)

امام محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں کہ محمد بن اسحاق محدثین کے ہاں پسندیدہ نہیں ہے۔
(تہذیب الآثار ج ۲ ص ۱۴۶)

قارئین کرام! ہم نے قدرے تفصیل سے محمد بن اسحاق پر جرح نقل کر دی ہے۔ ابھی بھی متعدد اقوال محدثین کے جرح کے محفوظ ہیں۔ بعض محدثین نے اس سے احتجاج کرنا لکھا ہے۔ توثیق بھی کی ہے۔ اس میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ حلت وحرمت احکام میں حجت نہیں۔ مغازی میں حجت ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ محمد بن اسحاق احکام کی روایات میں حجت نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ متفرد ہو۔ (درایہ ص ۱۹۳)

امام ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ حلال وحرام میں حجت نہیں ہے۔ بالکل کمزور بھی نہیں۔
(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۷۳)

ابن حجر لکھتے ہیں کہ یہ مغازی میں حجت ہے نہ کہ احکام میں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۷)

اور پھر یہ مدلس بھی ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یہ سخت تدلیس والا ہے تو میں نے عرض کیا کہ جب حدثنی یا اخبرنی کہے تو ثقہ ہے۔ امام احمد نے فرمایا اخبرنی یا حدثنی کہنے کے باوجود بھی وہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۲ ص ۲۸)

اور یہ طے شدہ اصول ہے کہ مدلس کی معنعن روایت قابل حجت نہیں ہوتی اور ہماری بحث میں مذکورہ روایت بھی معنعن ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔ محمد بن اسحاق کا مدلس ہونا تو خود وہابی اکابر کو بھی تسلیم ہے۔ (دلیل الطالب از نواب صدیق حسن بھوپالی ص ۲۳۹، نیل الاوطار از قاضی شوکانی ج ۴ ص ۴۳، تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۹۱، ابکار المنن ص ۴۵ از عبدالرحمٰن مبارکپوری تعلیق المغنی ج ۱ ص ۱۲۰، از شمس الحق عظیم آبادی)

محمد بن اسحاق وہابی اکابر کی نظر میں

محمد بن اسحاق پر محدثین نے جو جرح کی ہے وہ آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ اب بطور اتمام حجت ہم وہابی اکابر کے نظریات پیش کر رہے ہیں تاکہ وہابیوں کا منہ بند ہو سکے۔

امام الوہابیہ ابن قیم

امام الوہابیہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ

امام احمد نے محمد بن اسحاق کی حدیث کو منکر کہا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے۔ (زاد المعاد ص ۱۶۲ طبع بیروت)

قاضی شوکانی

ابن اسحاق لیس بحجة لاسیّما اذا عنعن

محمد بن اسحاق کی روایت حجت نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ عنعنہ سے روایت کرتا ہو۔

(نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۳۴)

نواب صدیق حسن بھوپالی

وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں کہ در سندش نیز ہماں محمد بن اسحاق است محمد بن اسحاق حجت نیست

اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے اور محمد بن اسحاق حجت نہیں ہے۔ (دلیل الطالب ص ۲۳۹)

امام الوہابیہ ابن تیمیہ

وہابیہ کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ

امام احمد نے محمد بن اسحاق کی حدیث پر جرح کی ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۳۱۳)

حکیم فیض عالم صدیقی:

وہابیہ کے محقق حکیم فیض عالم صدیقی لکھتے ہیں کہ،

محمد بن اسحاق جس کے متعلق امام مالک کا قول ہے کہ وہ ثقہ اور معتبر نہیں۔ امام بخاری نے اس سے کوئی روایت نہیں لی۔ علی المدینی اسے ضعیف الروایۃ کہتے ہیں ابو حاتم کے نزدیک وہ غیر مستند تھا۔ نسائی اسے ضعیف کہتے تھے۔ (اختلاف اُمت کا المیہ ص ۱۲۷)

ارشاد الحق اثری

وہابیہ کے محدث ارشاد الحسن اثری لکھتے ہیں کہ،

بلا شبہ ابن اسحاق الصحیح کی مشروط کے مطابق نہیں۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۲۴۸)

علامہ ذہبی بھی فرماتے ہیں کہ بہت سے علماء نے ابن اسحاق کی حدیث سے بوجوہ استدلال سے اجتناب کیا ہے۔ ان میں سے ایک اس کا شیعہ ہونا قدریہ کی طرف منسوب ہونا اور مدلس ہونا ہے......

(السیر ج ۳ ص ۳۹، توضیع الکلام ج ۱ ص ۲۶۴)

خواجہ محمد قاسم

وہابیہ کے محقق خواجہ محمد قاسم نے ایک روایت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ روایت حنفیہ کے کام کی نہیں کیونکہ اس میں محمد بن اسحاق ہے اور یہ الفاظ نقل کرنے میں متفرد ہے۔ (حی علی الصلوٰۃ ص ۱۹۳)

مولوی محمد اعظم گوجرانوالہ

وہابیہ کے جید عالم محمد اعظم آف گوجرانوالہ لکھتے ہیں کہ محمد بن اسحاق ضعیف ہے۔ قال یحییٰ بن القطان اشہدان محمد بن اسحاق کذاب قال مالک دجال من دجاجلۃ محمد بن اسحاق جھوٹا اور دجال ہے۔
(ماتم اور کربلا ص ۳۰)

تیسرے راوی اس سند میں محمد بن ابراہیم ہے۔ اس پر جرح گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارے ان تمام دلائل وشواہد سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ ہرگز قابل احتجاج نہیں چہ جائیکہ اس سے فرضیت فاتحہ علی الجنازۃ کا ثبوت ہو سکے۔ وہابیہ کی حماقت ہے کہ ایسی روایات سے استدلال کر کے فرضیت ثابت کرنے کے چکر میں ہیں۔

آٹھویں روایت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں جہری قرأت کی اور (بعداز فراغت) فرمایا کہ میں نے اس لئے ایسا کیا تاکہ تم جان لو کہ اس میں (جنازہ میں) قرأت ہے۔

الجواب

ا۔ موقوف روایت وہابی مذہب میں حجت ہی نہیں تو استدلال کرنا ان کا نری خباثت و جہالت ہے۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو وضاحت اس لئے کرنا پڑی کہ عموماً اس کا معمول نہ تھا کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم اس سے آشنا نہ تھے۔ یہ بات اس سے واضح ہے کہ خیر القرون کے ان اکابر کے نزدیک نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔

۳۔ یہ روایت سنداً بھی صحیح نہیں ہے۔ اس میں ایک راوی ابو خالد الاحمر ہے۔ اس کا پورا نام سلیمان بن حیان ہے۔

محدث عباس الدوری نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ یہ صدوق ہے مگر قابل حجت نہیں ہے۔
ابن عدی نے کہا کہ (آخر میں) سی الحفظ تھا۔ خلط ملط کر دیتا تھا اور غلطی کر جاتا تھا اور یہ حافظ حدیث نہیں تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۸۱،۲)

ابن معین اور یحییٰ نے کہا کہ صدوق مگر لائق احتجاج نہیں۔ (میزان الاعتدال ج ص ۲۰۰)

اس روایت کی سند میں دوسرا راوی ابن عجلان ہے جس کا پورا نام ثابت بن عجلان ہے۔ عقیلی نے اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ عبدالحق نے کہا احکام میں لائق احتجاج نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰)

امام احمد نے کہا کہ میں اس میں توقف کرتا ہوں امام عقیلی نے اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ عبدالحق نے کہا کہ قابل حجت نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۶۴،۵)

معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے ہرگز قابل احتجاج واستدلال نہیں ہے۔

نویں دسویں روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جمع فرماتے لوگوں کو الحمد پر اور جنازے پر تین تکبیریں کہتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازے پر سورۃ فاتحہ پڑھی۔

الجواب

۱۔ یہ روایات وہابیہ کے مؤقف پر صریح نہیں ہیں۔ اس میں احتمال ہے کہ آپ نے نماز جنازہ کے علاوہ میت پر سورۃ فاتحہ پڑھی بطور ایصال ثواب، اس لئے کہ ان دونوں روایات میں نماز میں پڑھنے کا ذکر ہرگز نہیں ہے۔ ایک روایت میں پہلے اور دوسری میں مطلقاً پڑھنے کا ذکر ہے نماز میں پڑھنے کا ذکر ہرگز نہیں ہے پھر اس میں تین تکبیرات جنازہ کا ذکر ہے جبکہ وہابیہ بھی تین کے قائل نہیں ہیں گویا یہ روایت ان کے لئے مفید نہیں پھر یہ صحابی کا فعل ہے جو ان کے مذہب میں حجت نہیں ہے۔

گیارہویں روایت

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ سورۃ فاتحہ پڑھی گئی ان پر

الجواب

۱۔ یہ روایت بھی مرفوع نہیں موقوف ومقطوع روایات وہابی مذہب میں حجت نہیں تو اس سے

استدلال کرنا وہابیہ کی ہٹ دھرمی اور سینہ زوری ہے اور خلاف اصول بھی۔

۲- پھر یہ روایت ان کے مؤقف پر صریح نہیں اس میں احتمال بہرحال موجود ہیں اور علم الکلام کا مشہور کلیہ قاعدہ ہے۔

اذا جآء الاحتمال لبطل الاستدلال

لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

۳- یہ روایت صحیح بھی نہیں ہے اس میں ایک راوی شریک بن عبداللہ القاضی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ اس پر محدثین کی جرح ملاحظہ فرمائیں۔ امام بخاری اسے "**کثیر الغلط و الوھم**" بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا اور اوہام والا ہے۔ (علل الترمذی ج اص ۲۲۱)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

امام یحییٰ بن سعید اس سے روایت حدیث نہیں لیتے تھے۔ یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ صدوق ثقہ مگر سئی الحفظ جداً بہت زیادہ برے حافظے والا ہے جوزجانی نے کہا برے حافظے والا اور مضطرب الحدیث ہے۔ امام ابوزرعہ نے کہا کہ کثیر الخطاء بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے...... باطل احادیث روایت کرتا ہے۔ عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ بہت غلطیاں کرنے والا ہے ابن عدی نے کہا اس کو ضعف کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ابن سعد نے کہا بہت حدیث والا مگر غلطی کر جاتا ہے۔ ابراہیم بن سعید جوہری نے کہا کہ اس نے چار سو احادیث میں غلطی کی ہے۔

امام نسائی نے کہا کہ حدیث میں قوی نہیں تھا۔ ساجی نے کہا تشیع کی طرف منسوب ہے۔ ازدی نے کہا کہ یہ برے حافظے والا بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا اور مضطرب الحدیث ہے۔ عبدالحق نے کہا کہ تدلیس کرتا تھا۔ ابن القطان نے کہا کہ مشہور ہے تدلیس کرنے میں۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۷-۳۳۵)

امام ذہبی نے لکھا ہے کہ

امام یحییٰ بن سعید اس کی بہت تضعیف کرتے تھے۔ ابن مبارک نے کہا کہ اس کی حدیث کچھ نہیں (ضعیف ہے) جوزجانی نے کہا برے حافظے والا اور مضطرب الحدیث ہے۔ ابراہیم بن سعید جوہری نے کہا اس نے چار سو احادیث میں غلطی کی ہے۔ کذاب لوگوں سے روایت کرتا ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۷۰)

معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ لائق احتجاج و استدلال نہیں مگر وہابیوں کی جہالت وحماقت اور

سینہ زوری دیکھئے کہ ایسی روایات سے سورۃ فاتحہ کو نماز جنازہ میں فرض ثابت کرتے ہیں۔ اس لئے تو کہا گیا ہے۔

(ان الوهابية قوم لا يعقلون)

بحمد اللہ مصنف ابن ابی شیبہ کی تمام روایات جو اس موضوع پر تھیں سب کا جواب مکمل ہو گیا۔

صحیح ابن حبان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات میں۔ ابراہیم بن سعد اور اس کا باپ سعد بن ابراہیم راوی ہیں جن پر جرح نقل ہو چکی ہے۔ یہ روایات بھی ضعیف ہیں۔

حرف آخر

قارئین کرام! نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ یا دوسری کسی سورۃ کو بطور قرأت پڑھنے کے عدم جواز پر ہم نے تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ احناف کے مؤقف کے دلائل بھی نقل کر دیئے ہیں اور وہابیہ اس مسئلہ میں جتنی روایات پیش کرتے ہیں ان سب کا جواب باصواب بھی ہم نے دیدیا ہے۔ معروف کتب حدیث میں جتنی روایات وہابیہ پیش کرتے ہیں ان سب کے جواب اور ان کا ضعیف ہونا معتبر کتب اسماء الرجال کے حوالہ سے ثابت کر دیا۔ ان سب کے رواۃ پر محدثین آئمہ جرح و تعدیل کے اقوال جرح نقل کر دیئے اگر ہم سے کوئی روایت رہ گئی ہو تو اس کے راوی بھی وہ ہیں جن پر ہم جرح کر چکے ہیں۔ یا پھر آئندہ ایڈیشن میں کر دیں گے۔

بحمد اللہ...... احناف اہل سنت کا مذہب قرآن و حدیث کے مطابق ہے اور وہابیہ ملعونہ کا مذہب خلاف قرآن و حدیث ہے۔

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ جائز ہے

خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے مگر اس کا مرتکب اگر مسلمان ہو تو اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ اس کے چند دلائل درج ذیل ہیں۔

۱- امام مالک فرماتے ہیں کہ

قال علی بن زیاد عن سفیان عن عبداللہ بن عون عن ابراهیم النخعی قال السنة ان یصلی علی قاتل نفسه

حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ سنت ہے کہ خودکشی کرنے والے کا نماز

جنازہ پڑھا جائے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۵۴)

ابراہیم نخعی تابعی ہیں اس لئے یہ روایت مرفوع مرسل کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ اصول حدیث کی رو سے تابعی کا وہ قول جس کا تعلق اجتہاد سے نہ ہو وہ قول حدیث مرفوع مرسل کے حکم میں ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں کہ

فان صدر ذلك من التابعی فهو مرفوع مرسل یعنی اگر ایسا غیر اجتہادی قول تابعی سے ہو تو وہ حدیث مرفوع مرسل کے حکم میں ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۸۱)

۲۔ حضرت امام مالک سے ایک عورت کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنا گلہ دبا کر خودکشی کر لی تو آپ نے فرمایا کہ اس کی نماز جنازہ ادا کرو۔ اس لئے کہ خودکشی کا گناہ اس عورت پر ہے۔ حضرت وھب نے فرمایا کہ امام مالک نے حضرت عطاء بن ابی رباح کے ارشاد کے موافق فرمایا۔

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۵۴)

۳۔ امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جس نے خودکشی کر لی اس کی اور رجم کئے گئے کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ (۵۳۶)

۴۔ حضرت عمران فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی سے پوچھا کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی یا نہیں۔ فرمایا یہ نماز تو سنت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۱)

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ زنا سے بچہ جنم دینے والی عورت اور شراب سے مرنے والے کی بھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ...... ہر کلمہ گو (مسلمان) کی نماز جنازہ ہے خواہ اس نے خودکشی کی ہو۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۵۷، فردوس الاخبار ج ۲ ص ۸، ۱۳۷)

جن روایات میں خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا عمل مبارک ہے۔ وہ بطور تنبیہ ہے اور وہ اولی الامر سے ہے اور یہ جواز کو مانع نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جس نے جان بوجھ کر خودکشی کر لی ہو تو اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ یہی امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول مبارک ہے اور یہی اصح ہے۔ (فتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۷۳)

شیخ الامام شمس الآئمہ امام ابومحمد عبدالعزیز احمد ہوائی نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ صحیح

قول یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (المحیط البرہانی ج۲ص۳۱۵)

بحرالرائق میں امام ابن نجیم نے بھی اسی قول کو اصح قرار دیا ہے۔ (البحرالرائق ج۲ص۳۵۰)

امام بدرالدین عینی نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج۳ص۲۷۹)

اور خودکشی کبیرہ گناہ ہونے کے باوجود قابل معافی جرم ہے یعنی اس سے وہ کافر نہیں ہوتا۔ خودکشی کرنے والے کے لئے سرور کائنات ﷺ کا دعا مغفرت فرمانا ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ کو قلعہ کی ضرورت ہے اور دوس کے قلعہ کی ضرورت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے انکار فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کو زیادہ فرما دیا اور حضرت طفیل بن عمرو اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے ایک آدمی نے ہجرت کی پس وہ بیمار ہو گیا اور ترکش کے قریب پہنچا اور تیر کا پھل لے کر اس نے اپنی رگ کاٹ لی۔ اور وہ فوت ہو گیا۔ حضرت طفیل بن عمرو نے اس شخص جس نے خودکشی کی تھی کو خواب میں دیکھا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ اس نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت کر دی۔ حضرت طفیل بن عمرو نے کہا کہ تیرے ہاتھوں کو کیا ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ کہا گیا ہے کہ ہم ٹھیک نہیں کریں گے وہ جس کو تو نے خود خراب کیا ہے۔ حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورا واقعہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے بیان کیا اور اس کے دونوں ہاتھوں کے بارے میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ اس کے دونوں ہاتھوں کو بخش دے اور دعا کے لئے حضور اقدس ﷺ نے دونوں مبارک ہاتھ اٹھائے۔ (جزء رفع یدین ص۹۴، الادب المفرد ص۹۱، صحیح مسلم ج۱ص۷۴، مسند امام احمد ج۳ص۳۷۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خودکشی کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ضرور ہے مگر اس سے کافر نہیں ہوتا لہٰذا اس کی نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے۔

کفار مرتدین منافقین بدعقیدہ کسی کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره (توبہ:۸۴)

اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا (کنزالایمان)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے

ما کان لنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کان اولی قربی (توبہ ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کو لائق (جائز) نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں۔ اگر چہ وہ رشتہ دار ہوں۔

(کنز الایمان)

قرآنِ آیات سے واضح ہو گیا کہ کفار مشرکین منافقین کی نماز جنازہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر امت میں کچھ مجوس ہوتے ہیں اور میری اُمت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں۔ اگر یہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔ (مسند امام احمد ج ۲ ص ۸۷، کنز العمال ج ۱ ص ۷۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے میرے اصحاب و اصہار چن لئے اور عنقریب ایک قوم آئے گی کہ انہیں بُرا کہے گی اور ان کی شان میں تنقیص کرے گی۔ تم ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا، نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔
(المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۳۲، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۱، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۹۹، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۴۱، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۷ ص ۱۴۰، جمع الجوامع ۴۶۲۹، السنۃ ج ۲ ص ۴۸۳، تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۲۹۷)

معلوم ہوا کہ عقائد باطلہ کے حاملین دیوبندی وہابی شیعہ قادیانی وغیرہم سب کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ اگر ان کو مسلمان سمجھ کر ان کے عقائد کفریہ سے مطلع ہونے کے باوجود پڑھے گا تو خود کافر ہو جائے گا بلکہ ان کے کفر میں شک کرنے والا کافر و مرتد ہے۔

تمام اکابرین اسلام نے دیوبند وہابیہ کی کفریہ عبارات جو شان رسالت میں تنقیص پر مبنی ہیں کی وجہ سے ان پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ حسام الحرمین الصوارم الہندیہ اور الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہم ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا ان کا نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے اگر ان کے کفر سے واقف ہو کہ ان کا جنازہ پڑھا تو خود کافر ہو جائے گا۔ فتاویٰ رضویہ دیگر کتب اکابر میں یہی مرقوم ہے۔

قادیانی حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے مرزا قادیانی کے پیروکار ہونے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے ان کے کفریات کے رد میں مستقل متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں۔

اس طرح شیعہ تحریف قرآن کے قائل اور حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین کرتے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت اور ان کی تنقیص شان کرتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل قرار دیتے ہیں۔ علماء امت نے ان پر بھی کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ نے ان کے کفر پر مستقل کتب مثل رد الرفضہ تصنیف فرمائی ہیں اور علمائے امت کے ان پر فتاویٰ کفر کو جمع کر دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دیوبندی وہابی شیعہ قائدین سب کفار و مرتدین ہیں۔ ان سے میل جول حرام ہے ان کی نماز جنازہ پڑھنا، ان کے کفر سے واقف ہونے کے باوجود خود کفر ہے جو پڑھے تجدید اسلام و نکاح کرے۔ ان سے اہل اسلام کا اصولی اختلاف ہے۔ فروعی اختلاف نہیں ہے۔ ان کے عقائد باطلہ و کفریہ ہم اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

وہابی توحید......لمحہ فکریہ

اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (نعوذ باللہ)

وہابیہ کے شاہ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد الی قولہ الا لازم آید کہ قدرت انسانی زائد از قدرت ربانی باشد، ترجمہ: پس ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ محال بالذات ہو ورنہ لازم آئے گا کہ انسانی قدرت اللہ کی قدرت سے زیادہ ہے۔ (یک روزہ فارسی ص ۱۷، ۱۸، وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ امکان کذب باری (تعالیٰ) کفر نہیں ہے۔ (شمع توحید ج ۲ ص ۱۲)

اللہ تعالیٰ جہت اور مکان سے پاک نہیں ہے (نعوذ باللہ)

وہابیہ کے شاہ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات (الی قولہ) ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است یعنی اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان وغیرہ سے پاک ماننا حقیقی بدعت ہے۔ (ایضاح الحق ص ۳۵)

اللہ تعالیٰ مکار ہے (نعوذ باللہ)

شاہ اسماعیل دہلوی نے لکھا کہ سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہیے۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۶)

اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ علم غیب نہیں (نعوذ باللہ)

شاہ اسماعیل دہلوی رقمطراز ہیں کہ سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۰)

برے وقت میں پہنچنا اللہ کی شان ہے (نعوذ باللہ)

اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ برے وقت میں پہنچنا اللہ کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۰ مطبوعہ دہلی)

اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر موجود ہے (نعوذ باللہ)

وہابیہ کے امام ابن قیم نے لکھا ہے کہ میرا عقیدہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ عرش اور کرسی کے اوپر موجود ہے۔ اللہ نے دونوں قدم کرسی پر رکھے ہیں۔ (قصیدہ نونیہ ص ۳۱)

وہابیہ کے علامہ وحید الزماں مترجم صحاح ستہ لکھتے ہیں کہ اللہ جب آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے تو عرش اس سے خالی رہتا ہے۔ یہ قول زیادہ صحیح ہے (ہدیۃ المھدی ج ۱ ص ۱۰ مطبوعہ دہلی)

وہابیہ کے مولوی ابوالحسن مصنف فیض الباری بھی لکھتے ہیں کہ اللہ عرش پر ہے۔ (فقہ محمدیہ ج ۱ ص ۷)

وہابیہ کے امام عبدالستار دہلوی رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو وصف اپنی ذات کے لئے فرمایا ہے (جسے عرش عظیم پر مستوی ہونا) جس نے اس کا انکار کیا وہ بھی کافر ہوا۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۸۵)

اللہ کے وزن سے کرسی چر چر کرتی ہے (نعوذ باللہ)

وہابیہ کے علامہ وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ جب وہ (اللہ) کرسی پر بیٹھتا ہے تو چار انگل بھی بڑی نہیں رہتی ہے اور اس (اللہ) کے بوجھ سے چر چر کرتی ہے۔ (تفسیر وحیدی ص ۵۶)

اللہ مجسم ہے

وہابیہ کے علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں کہ و لہ (تعالیٰ) وجہ و عین و ید و کف و قبضۃ و اصابع بمساعد و ذراعا و صدر و جنب و حقود قدم و رجل و ساق و کنف کما تلیق بذاتہ المقدسۃ (ہدیۃ المھدی ص ۹)

اللہ اپنی مثل پیدا کر سکتا ہے (نعوذ باللہ)

وہابیہ کے عبداللہ غزنوی کے شاگرد قاضی عبدالاحد خانپوری نے اپنے سردار اہل حدیث ثناء اللہ

امرتسری کا عقیدہ لکھا ہے کہ رب تعالیٰ اپنی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے۔ (الفیصلۃ الحجازیہ ص ۲۳)

اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کا انکار (نعوذ باللہ)

وہابیہ کے امام عبدالستار دہلوی لکھتے ہیں کہ خدا کو ہر جگہ ماننا معتزلہ وجہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا باطل عقیدہ ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۸۴) وہابیہ کے ہفت روزہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ذوالعرش اپنی ذات سے عرش اعظم پر مستوی اور موجود ہے۔ وہ ہر مکان میں موجود نہیں ہے بلکہ عرش بریں پر تمام مخلوق سے الگ اور جدا ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص ۷، ۳۰ دسمبر ۱۹۵۵ء)

اللہ تعالیٰ کی صفات حادث ہیں (نعوذ باللہ)

وہابیہ کے علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں کہ (اللہ کی) صفات افعالیہ کا حدوث اور تغیر اہل حدیث کے نزدیک جائز ہے۔ (تیسر الباری شرح بخاری ج ۴ ص ۷۴)

ہمارے اکثر بزرگوں کے نزدیک اللہ کی صفات حادث ہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۰ یہی کنز الحائق ص ۳ پر لکھا)

آخرت میں دیدارِ الٰہی کا انکار (نعوذ باللہ)

وہابیہ کے قاضی عبدالاحد خانپوری نے لکھا ہے کہ آخرت میں دیدار باری تعالیٰ نہیں ہوگا۔ (الفیصلۃ الحجازیہ ص ۲۷)

اللہ جس صورت میں چاہے ظہور فرما سکتا ہے (نعوذ باللہ)

وہابیہ کے وحید الزماں نے لکھا ہے کہ والظہور فی ای صورۃ شآء۔ اللہ جس صورت میں چاہے ظہور فرماتا ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۷) تو کیا بیل گدھے کی صورت میں بھی...... موصوف نے یہ بھی لکھا کہ اللہ عرش سے اس طرح اترتا ہے کہ جس طرح ہم منبر سے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱)

قبر کی طرف منہ کر کے نماز

وہابیہ کے مولوی ابوالحسن لکھتے ہیں کہ قبروں میں نماز پڑھنا درست نہیں۔ خواہ قبر نمازی کے آگے ہو یا پیچھے یا ان کے درمیان لیکن اگر پڑھ لے تو درست ہے۔ (فقہ محمدیہ ج ۱ ص ۱۰۹)

اللہ کا ذکر بدعت ہے

عورتوں کا جمع ہو کر اللہ اللہ کرنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۶۶)

پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ جائز ہے

فقہ محمدیہ ص ۱۰، ۱۱، جماع کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے (فقہ محمدیہ ج اص ۱۰) قبلہ کی طرف پاؤں کر کے سونا جائز ہے (فتاویٰ ستاریہ ج اص ۱۳۰) پاخانہ اور جماع کے وقت اللہ کا ذکر کرنے والا گنہگار نہیں ہوتا۔ (فقہ محمدیہ ۱۳ اص ۱۲)

وہابی تراجم

چند آیات کے وہابی تراجم ملاحظہ ہوں۔ یہودیوں نے مخفی داؤ کئے خدا نے ان سے داؤ کیا۔ (ترجمہ قرآن ثناء اللہ امرتسری ص ۶۷) کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں۔ (کتاب التوحید مترجم ص ۲۷۷) (اللہ) کے مکر سے بے خوف ہونا (الخ) (کتاب التوحید ص ۲۷۰) جو لوگ ایمان لائے، اللہ ضرور ان کو معلوم کر کے رہے گا (ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ص ۴۹۴) معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو داؤ مارنے والا چالباز اور مکار ثابت کیا۔ یہ ہے وہابی توحید۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں   زبان میری ہے بات ان کی

وہابیت کی حقیقت عقائد وہابیہ

نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا بیل گدھے کے خیال سے بھی کئی درجے بدتر ہے (نعوذ باللہ)

وہابیہ کے امام اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ

از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجۂ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان می چپید بخلاف خیال گاؤ خر کہ نہ آں قدر چپیدگی می بود نہ تعظیم بلکہ یہاں و محترمی بود ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ مقصود من شود بشرک می کشد (صراط مستقیم ص ۸۶ مطبوعہ مکتبہ السلفیہ لاہور)

ترجمہ (نماز میں) زنا کے وسوسے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں۔ اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی

کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چپید گی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ (صراط مستقیم اردو ص ۱۶۹، ۱۷۰ از ترجمہ اکرم جامعی)

امام الانبیاء علیہ السلام اور تمام انبیاء چمار سے بھی ذلیل اور ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں (نعوذ باللہ)
اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۵ مطبوعہ مکتبہ السلفیہ لاہور)

اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔
(تقویۃ الایمان ص ۸۷)

حضور علیہ السلام اور تمام انبیاء بڑے بھائی ہیں (نعوذ باللہ)

اولیاء انبیاء امام امام زادے پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی۔ وہ بڑے بھائی ہوئے (تقویۃ الایمان ص ۹۲)

حضور علیہ السلام کی گنوار جیسی حیثیت (نعوذ باللہ)

اشرف المخلوقات محمد رسول ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۸۷)

انبیاء و اولیاء کو سفارشی ماننے والا ابوجہل جیسا مشرک ہے (نعوذ باللہ)

جو کسی (انبیاء و اولیاء) کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے، سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔
(تقویۃ الایمان ص ۲۸ مطبوعہ مکتبہ السلفیہ)

رسول علیہ السلام کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (نعوذ باللہ)

(تقویۃ الایمان ص ۸۹ مطبوعہ مکتبۃ السلفیہ لاہور)

حضور علیہ السلام کو قبر و حشر کے حالات حتیٰ کہ اپنے حال کا بھی علم نہیں (نعوذ باللہ) جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا، خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا (تقویۃ الایمان ص ۵۱)

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (نعوذ باللہ) (تقویۃ الایمان ص ۱۸، ۴۱)

خدا چاہے تو کروڑوں محمد علیہ السلام کے برابر پیدا کر ڈالے (نعوذ باللہ)

اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ جبریل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے (تقویۃ الایمان ص ۵۵)

نبی گاؤں کے چودھری جیسا (نعوذ باللہ) جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۹۶)

نبی ولی کی تعریف عام آدمی سے بھی کم کرو (نعوذ باللہ)

کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو۔ سو اس میں بھی اختصار ہی کرو (تقویۃ الایمان ص ۹۶)

حضور علیہ السلام کسی چیز کے بھی مختار نہیں (نعوذ باللہ)

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ الایمان ص ۶۸)

حضور علیہ السلام کفار جیسے ہیں (نعوذ باللہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بشریت میں ان مشرکوں کے برابر کیوں کر دیا جن کی نجاست قرآن سے ثابت ہے۔ (خط ملحقہ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ص ۲۳۱ از اسماعیل دہلوی)

اسماعیل دہلوی کون؟

وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے لکھا کہ شاہ اسماعیل شہید ہو چکے۔ اہلحدیث تھے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۳۸۴) احسان الٰہی ظہیر نے اسماعیل دہلوی اور اس کی کتاب تقویۃ الایمان کی اپنی کتاب ''البریلویہ'' میں تعریف کی ہے۔ وہابیہ کا ہفت روزہ ترجمان لکھتا ہے کہ اللہ غریق رحمت کرے جناب مولانا اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ کو جن کے فیض سے اسلام کا یہ غریب خطہ بھی محروم نہ رہا آج جو کچھ بھی اسلام کا چرچا ان دیہات میں نظر آ رہا ہے یہ آپ ہی کے شاگردوں رحمہم اللہ کی کوششوں کا ثمرہ ہے جس کے طفیل مذہب اہلحدیث کے نام ہواؤں کی تعداد بھی تقریباً چالیس گاؤں تک پہنچ گئی ہے۔
(اہلحدیث امرتسر ۲۳ نومبر ۱۹۲۸ء)

یا رسول اللہ یا علی کہنے والوں کو قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا جائز ہے (نعوذ باللہ) (تحفہ وہابیہ ص ۵۹)

نبی مر کر مٹی میں ملنے والا ہے (نعوذ باللہ)

یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی ملنے والا ہوں اسے حضور علیہ السلام کی طرف منسوب کیا۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۱) ہم دنیائے وہابیت کو چیلنج کرتے ہیں ایسی حدیث جس میں مذکورہ بالا الفاظ ہوں دکھا کر منہ مانگا انعام حاصل کرو۔

نبی کو زندہ ماننے والے کا ایمان بے کار ہے (نعوذ باللہ) (اصلاح عقائد ص ۱۴۰ از وہابی رفیق پسروری)

حضور علیہ السلام حرام مال استعمال فرماتے رہے (نعوذ باللہ)

وہابیہ کے مناظر عبدالقادر روپڑی کے چچا اور سسر مولوی عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ دوسروں کا قرض اتارنے کے لئے حرام مال کو بھی استعمال میں لاتے رہے ہیں۔ (بکراد یوی ص ۳۱)

حضور علیہ السلام مُردار خور تھے (نعوذ باللہ) وہابیہ کے فقیر اللہ مدراسی نے اپنے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری کا عقیدہ لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام مردار خور تھے (تفسیر السلف ص ۱۷)

آیات کے نزول سے پہلے حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فاسقہ زانیہ سمجھ لیا تھا (نعوذ باللہ) وہابیہ کے نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں کہ جب منافقین نے بہتان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر باندھا۔ ایک مدت تک رسول اللہ ﷺ کو کس قدر اہتمام تحقیق برات صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں رہا اور قلب مبارک سے شک ذنب کا ان سے قبل از نزول آیات برات کے بارگاہ قدوس سے رفع نہ ہوا جب آیات برات نازل ہوئیں تب یقین ہوا۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۴)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا وظیفہ اور ذکر جائز نہیں (نعوذ باللہ) وظیفہ مجموعۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ثابت نہیں ہے۔ وظیفہ کے واسطے صرف لا الٰہ الا اللہ ہے۔ (فتاویٰ نذیر ج ۱ ص ۴۴۹ مطبوعہ دہلی)

انبیاء لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت جاننے کے محتاج ہیں (نعوذ باللہ)

(کتاب التوحید ص ۳۷ از محمد بن عبدالوہاب نجدی)

حضور علیہ السلام کی قبر انور سے جو آوازیں آئیں وہ شیطان کی چالیں تھیں (نعوذ باللہ)

(کتاب الوسیلہ ص ۵۱ از ابن تیمیہ)

حضور علیہ السلام کا انسانی شکل میں مدد کرنا شیطان کا مدد کرنا ہے (نعوذ باللہ)

(کتاب الوسیلہ ص ۱۴۱ مطبوعہ مکتبہ السلفیہ لاہور)

حضور علیہ السلام کو ہجرت سے قبل غلبہ نہ تھا (نعوذ باللہ) (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۵۹)

حضرت زکریا و ابراہیم نامرد تھے (نعوذ باللہ) (عیون زمزم ص ۱۱۶ از عنایت اللہ اثری گجراتی)

حضور علیہ السلام کو معراج جسمانی نہیں ہوئی بلکہ خواب ہیں (نعوذ باللہ)

(العطر البلیغ ص ۱۴۱ از عنایت اللہ اثری)

نبی پاک علیہ السلام کی قبر مبارک بت ہے (نعوذ باللہ) وہابیہ کی طرف سے سعودی عرب نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں یہ لکھا ہے شرح الصدور حاشیہ ص ۲۵ وہابیہ کے محمد بن عبدالوہاب نجدی نے بھی انبیاء و اولیاء کی قبور کو بت لکھا ہے (کتاب التوحید ص ۱۰)

حضور علیہ السلام کے روضۂ مبارک کو گرانا واجب ہے (نعوذ باللہ)

(عرف الجادی ص ۶۰ از نور الحسن بن نواب صدیق)

حضور علیہ السلام کے روضۂ مبارک کی نیت سے سفر شرک ہے (نعوذ باللہ)

(فتح المجید ص ۲۱۵، تقویۃ الایمان ص ۲۵)

ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کے روضۂ مبارک کی نیت سے سفر کرنا نہیں چاہئے بلکہ مسجد نبوی کی نیت سے سفر کرے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۷۸) حافظ عبداللہ روپڑی نے بھی یہی لکھا ہے

(مسئلہ زیارت قبر نبوی ص ۱۷ اسماع موتی ص ۱۲)

حیض و نفاس کی حالت میں ذکر اور درود شریف پڑھنا جائز (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۳۵۷)

حضور علیہ السلام اپنے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں (نعوذ باللہ)

(کشف الشبہات ص ۱۰ از محمد بن عبدالوہاب)

مزید تفصیل راقم کی کتاب وہابیت کے بطلان کا انکشاف میں ملاحظہ کریں۔

لمحہ فکریہ

قارئین کرام! انصاف کیجئے کہ یہ کسی مسلمان کے عقائد ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں یہ وہابیت کی حقیقت ہے۔ ہم ان کی کتب معتبرہ سے حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔ ہمارا وہابیہ سے یہی اختلاف ہے۔

میرے عبدالمصطفیٰ احمد رضا تیرا قلم   دشمنانِ مصطفیٰ کے واسطے شمشیر ہے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب

اُس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

علمائے دیوبند کی توحید

اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (نعوذ باللہ) دیو بندی حضرات کے امام اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ
پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد الی قولہ الا لازم آید کہ قدرت انسانی زائد از
قدرت ربانی باشد،
ترجمہ: پس ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اللہ کا جھوٹ محال بالذات ہو ورنہ لازم آئے گا کہ انسانی
قدرت اللہ کی قدرت سے زیادہ ہو جائے گی (یک روزہ فارسی ص ۱۷، ۱۸)
دیوبندی قطب العالم رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم
فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر با اختیار خود اس کو نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲۷)

دیوبندی محدث خلیل احمد سہارنپوری کے نزدیک بھی اللہ کذب پر قادر ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۲۷۸)
اللہ تعالیٰ جہت اور مکان سے پاک نہیں ہے (نعوذ باللہ) مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ:
تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات (الی قولہ) ہمہ از قبل
بدعات حقیقہ است
یعنی اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان وغیرہ سے پاک ماننا حقیقی بدعت ہے۔
(ایضاح الحق الصریح فارسی ص ۳۵ مطبوعہ دہلی امداد الفتاح ترجمہ ایضاح الحق ص ۴۵ مطبوعہ دیوبند)
اللہ تعالیٰ مکار ہے (نعوذ باللہ) مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہیے۔
(تقویۃ الایمان ص ۴۶)
اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ علم غیب نہیں (نعوذ باللہ) اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ سو اس طرح غیب کا دریافت
کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۰)
برے وقت میں پہنچنا اللہ کی شان ہے (نعوذ باللہ) اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ برے وقت میں
پہنچنا اللہ کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۰ مطبوعہ دہلی)
تمام برے کام اللہ کی ذات میں ممکن ہیں (نعوذ باللہ) دیوبندی حضرات کے شیخ الہند محمود الحسن لکھتے
ہیں کہ افعال قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہیں۔ (الجہد المقل ج ا ص ۸۳، افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ
مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم کرتے ہیں (الجہد المقل ج ا ص ۴۱)

اللہ تعالیٰ سے چوری اور شراب خوری ہو سکتی ہے (نعوذ اللہ) چوری وشراب خوری وجہل وظلم سے معارضہ کم فہمی سے ناشی ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام دستگیر کے نزدیک خدا کی قدرت بندہ سے زائد ہونا ضرور نہیں حالانکہ یہ کلیہ مسلمہ اہل کلام ہے کہ جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۱۴۶)

اللہ کی خطرناک بے ادبی (نعوذ باللہ) دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ناز میں آ کر اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک خاص کلمہ فرما دیا اور وہ مجھے معلوم ہے مگر میری زبان سے نکل نہیں سکتا۔ کسی نے وہ کلمہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ کے سامنے نقل کر دیا۔ سن کر بحیرت پوچھا کیا یہ فرمایا کہا جی ہاں فرمایا وہ انہیں کا درجہ ہے جو سن لیا گیا ہم ہوتے تو کان پکڑ کر نکال دیئے جاتے۔ (افاضات الیومیہ ج ۹ ص ۲۵۵)

اللہ تعالیٰ کو پہلے بندوں کے کاموں کی خبر نہیں (نعوذ باللہ) رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور دیوبندی شیخ القرآن غلام اللہ خان کے استاد مولوی حسین علی لکھتے ہیں کہ اور انسان خود مختار ہے اچھے کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے اس سے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا اور آیات قرآنیہ جیسا کہ ولیعلم الذین وغیرہ بھی اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر منطبق ہیں۔

(بلغۃ الحیران ص ۱۵۷، ۱۵۸ مطبوعہ گوجرانوالہ)

دیوبندی بزرگوں کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے (نعوذ باللہ) بعض صوفیا سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل ہیں (اشرف علی تھانوی کا بیان) (افاضات الیومیہ ج ا ص ۲۷۶ مطبوعہ ملتان)

غیر اللہ کو سجدہ عشق میں کوئی ضابطہ نہیں (نعوذ باللہ) تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے بہت ہی اچھا جواب دیا کہ اس کو نہ پوچھو، اس وقت تو شاید سجدہ میں گر جاؤں مگر کیا سجدے میں گر جانا جائز ہو جائے گا۔ یہ عشق کے کرشمے ہیں یہاں پر ضابطے سے کام نہیں چلتا۔ (افاضات الیومیہ ج ا ص ۱۵۳)

اگر سجدہ بزرگ کی طرف ہو اور نیت خدا کی ہو تو حرج نہیں (نعوذ باللہ) تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ممکن ہے مسجود حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ جہت سجدہ ہو جیسے سجدہ الی الکعبہ میں حضرت حق تعالیٰ ہیں اور کعبہ جہت سجدہ ہے (بوادر النوادر ص ۱۲۸ مطبوعہ دیوبند)

بزرگ کو سجدہ کرنے والے کو برا نہ جانو (نعوذ باللہ) تھانوی صاحب رقمطراز ہیں کہ نعم لا یلام علیہم ...... سجدہ کرنے والے پر بھی بوجہ لغزش کے ملامت نہ کریں گے اور معذور سمجھیں گے۔

(بوادر النوادر ص ۱۳۶)

۔ سجدہ تعظیمی کے متعلق امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی کا موقف، سجدہ کسی صورت اللہ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں امام اہل سنت نے سجدہ تعظیمی کے رد میں زبدۃ الزکیہ کتاب لکھی۔

دیوبندی تراجم:

مختلف آیات کے تراجم چند ایک یہ ہیں۔ منافق اللہ کو فریب دیتے ہیں اور وہی (اللہ) ان کو فریب دے گا (ترجمہ قرآن احمد علی لاہوری ص ۱۵۹) مکر کیا انہوں نے مکر کیا اللہ نے (ترجمہ محمود الحسن ص ۷۲) اور وہ چال چلے اور اللہ بھی چال چلا اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔ (ترجمہ فتح محمد ص ۲۴۸، ۱۷۴، ۲۷۴) منافق جو ہیں اللہ کو دغا دیتے ہیں اور وہی (اللہ) ان کو دغا دے گا (ترجمہ محمود الحسن ص ۱۵۰)

استنجاء کے وقت کعبہ کو پیٹھ کرنا جائز ہے (نعوذ باللہ)

(اشرف علی تھانوی کا فتویٰ امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ کراچی)

لمحہ فکریہ

معتبر دیوبندی کتب سے حوالہ جات حاضر ہیں۔ آخر میں ہم انصاف کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔

انصاف کیجئے کہ...... اللہ تعالیٰ کو فریبی، مکار، چالباز، دغاباز لکھنے والے مسلمان ہیں؟

علمائے دیوبند سے اختلاف کیوں؟

نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا بیل گدھے کے خیال سے بھی کئی درجے بدتر ہے (نعوذ باللہ)

دیوبندی حضرات کے امام اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ

از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از تعظیم معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گا وخر خود است کہ خیال آں با تعظیم واجلال بسویدائے دل انساں می پیچید بخلاف خیال گاؤ خر کہ نہ آں قدر چپیدگی می بود نہ تعظیم بلکہ مہاں ومحترمی بود ایں تعظیم واجلال غیر کہ در نماز ملحوظ مقصود می شود بشرک می کشد (صراط مستقیم ص ۹۷ مطبوعہ دیوبند)

ترجمہ (نماز میں) زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ﷺ ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور

بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ (صراط مستقیم ص ۱۵۰)

مطبوعہ دیوبند یعنی نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال بیل گدھے کے خیال سے بھی بدتر ہے (نعوذ باللہ)

امام الانبیاء علیہ السلام اور تمام انبیائے کرام چمار سے بھی ذلیل اور ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں (نعوذ باللہ) اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۴) اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۶)

حضور علیہ السلام اور تمام انبیائے کرام بڑے بھائی ہیں (نعوذ باللہ) اسماعیل دہلوی رقمطراز ہیں کہ اولیاء انبیاء امام امام زادے پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۰)

حضور علیہ السلام کی گنوار جیسی حیثیت (نعوذ باللہ)

اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۶)

انبیاء اولیاء کو سفارشی ماننے والا ابوجہل جیسا مشرک ہے (نعوذ باللہ)

جو کسی (انبیاء اولیاء) کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے اور نذر و نیاز کرے گو اس کو اللہ کا بندہ مخلوق ہے سمجھے۔ سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۸)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (نعوذ باللہ) تقویۃ الایمان ص ۵۸

حضور علیہ السلام کی قبر و حشر کے حالات حتیٰ کہ اپنے حال کا بھی علم نہیں (نعوذ باللہ) جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۷)

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (تقویۃ الایمان ص ۱۸)

خدا چاہے تو کروڑوں محمد علیہ السلام کے برابر پیدا کر ڈالے (نعوذ باللہ) اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ جبریل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۱)

نبی گاؤں کے چودھری جیسا (نعوذ باللہ) جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۴)

نبی ولی کی تعریف بشر سے بھی کم کرو (نعوذ باللہ) کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو۔ جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو، سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۳)

حضور علیہ السلام کسی چیز کے بھی مختار نہیں (نعوذ باللہ) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۷)

حضور علیہ السلام کفار جیسے ہیں (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بشریت میں ان مشرکوں کے برابر کیوں کر دیا جن کی نجاست قرآن مجید سے ثابت ہے۔ (خط ملحقہ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ص ۲۳۱)

حضور علیہ السلام کو پاگلوں، حیوانوں جیسا علم ہے (نعوذ باللہ) دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص ۸ مطبوعہ دیوبند)

حضور کے علم مبارک سے شیطان کا علم زیادہ ہے شیطان کا علم نص سے ثابت ہے نبی کا نہیں؟ (نعوذ باللہ) دیوبندی محدث خلیل احمد سہارنپوری رشید احمد گنگوہی کی تصدیق سے لکھتے ہیں کہ غور کرنا چاہے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے (براہین قاطعہ ص ۵۵) دیوبندی شیخ الاسلام حسین احمد مدنی لکھتے ہیں کہ ایک خاص علم کی وسعت آپ ﷺ کو نہیں دی گئی اور ابلیس لعین کو دی گئی ہے۔ (شہاب الثاقب ص ۱۱۳ مطبوعہ دیوبند)

حضور علیہ السلام کی ختم نبوت کا انکار (نعوذ باللہ) بانی مدرسہ دیوبند محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ اگر

بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔
(تحذیر الناس ص ۲۸ مطبوعہ دیوبند)

حضور علیہ السلام کی صفت خاتم النبیین صفت خاصہ نہیں (نعوذ باللہ) ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے۔ (تحذیر الناس ص ۳۵) اور زمینوں کے خاتم النبیین بھی آپ ﷺ سے اس طرح مستفید و مستفیض ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۳۶)

انبیاء سے اُمتی عمل میں بڑھ جاتے ہیں (نعوذ باللہ) انبیاء اپنی اُمت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۵)

نبی پاک علیہ السلام کی حیات بالذات کی طرح دجال بھی حیات بالذات ہے (نعوذ باللہ) یہی نانوتوی لکھتے ہیں کہ جیسے رسول اللہ صلعم بوجہ منشائیت ارواح مومنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں۔ متصف بحیات بالذات ہوئے۔ ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشائیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ متصف بحیات بالذات ہوگا۔ (آب حیات ص ۱۹۵ مطبوعہ ملتان)

انبیائے کرام معصوم نہیں ہیں (نعوذ باللہ) نانوتوی نے ہی لکھا کہ بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شانِ نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ خالی غلطی سے نہیں۔ (تصفیۃ العقائد ص ۲۸)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی قطب عالم لکھتے ہیں کہ مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء سے بعد نبوت بھی اتفاقاً جائز رکھا گیا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۸) اشرف علی تھانوی نے لکھا کہ یہ ایک واقعہ کی تحقیق کی غلطی ہے جو علم و فضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے۔ (بوادر النوادر ص ۱۹۷ امداد الفتویٰ ج ۵ ص ۲۷۰)

رحمۃ اللعٰلمین ہونا حضور علیہ السلام کی صفت خاصہ نہیں (نعوذ باللہ) لفظ رحمۃ اللعٰلمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۱۸ از رشید احمد گنگوہی) گنگوہی نے اپنے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو رحمۃ اللعٰلمین قرار دیا۔ (افاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۶۱، اشرف السوانح ج ۳ ص ۱۵۳)

خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی لینا جاہلوں کا خیال ہے عقل مندوں کا نہیں (نعوذ باللہ) نانوتوی نے لکھا کہ سو عوام کے خیال رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخیر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت

نہیں۔ (تحذیر الناس ص ۳)

حضور علیہ السلام پر بہتان:

یعنی میں (محمد علیہ السلام) بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۱)

حضور علیہ السلام کا ارشاد بتایا کہ ''مجھ کو بھائی کہو'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹۸) دیوبندی مولوی حسین علی نے لکھا کہ حضور علیہ السلام نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق ہو جانے کے بعد زینب سے بلا عدت نکاح پڑھ لیا۔ (بلغۃ الحیران ص ۲۶۷) حالانکہ تمام کتب کتب احادیث میں ان باتوں کا وجود نہیں ہے تو ہین پر تو ہین خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں کہ نفس بشریت میں مماثل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ بنی آدم ہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۷)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھائی کہنا نص کے موافق ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۷)

حضور علیہ السلام بہروپیا تھے (نعوذ باللہ) اشرف تھانوی کے خلیفہ عنایت علی لکھتے ہیں کہ بشر نور رب العلیٰ بن کے آیا نئے رنگ میں جا بجا بن کے آیا، بڑے کھیل کھیلے بڑے روپ بدلے زمانہ میں بہروپیا بن کے آیا۔ انبیاء و اولیاء سب براتی جب کہ دولہا حبیب خدا بن کے آیا (باغ جنت ص ۳۲۴)

لمحہ فکریہ

انصاف قارئین پر چھوڑا بتایئے کیا اس طرح کے عقائد کسی مسلمان کے ہو سکتے ہیں۔

علمائے دیوبند کے بیان کردہ خواب

علمائے دیوبند کی معتبر و مسلم کتب سے حوالہ جات حاضر ہیں۔ انصاف کیجئے کیا حضور علیہ السلام سے محبت کا یہ تقاضا ہے۔ یاد رہے کہ حوالہ جات کے مفہوم پر اکتفا کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی گود میں (نعوذ باللہ) بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی نے ایام طفلی میں خواب دیکھا تھا کہ گویا میں اللہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں۔

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۱۳۲، تذکرہ مشائخ دیوبند ص ۱۴۳، مبشرات ص ۶۵، سوانح عمری ص ۳)

قرآن پاک پر پیشاب (نعوذ باللہ) ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ میں نعوذ باللہ قرآن پر پیشاب کر رہا ہوں۔ فرمایا بہت اچھا اور مبارک خواب ہے۔

(افاضات الیومیہ ج ۹ ص ۲۳۳، فرید المجید ص ۶۶، قصص الاکابر ص ۱۸)

حضور علیہ السلام کا غیر عورت سے بغل گیر ہونا (نعوذ باللہ) تھانوی صاحب نے اپنی مریدی کا خواب لکھا ہے کہ مریدی نے کہا کہ خواب میں حضور علیہ السلام مجھ سے بغل گیر ہوئے اور اس زور سے

بھیج دیا کہ تخت سارا ہل گیا جس پر کھڑے تھے۔ (اصدق الرؤیا ج ۲ ص ۲۳)

حضور علیہ السلام اُردو میں علماء دیوبند کے شاگرد (نعوذ باللہ) ایک صالح نے حضور علیہ السلام کو خواب میں اُردو بولتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی۔ فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔
(براہین قاطعہ ص ۲۶)

حضور علیہ السلام علمائے دیوبند کے باورچی (نعوذ باللہ) ایک دن حاجی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ان کی بھاوج کھانا پکا رہی ہیں۔ اتنے میں حضور علیہ السلام تشریف لائے فرمایا کہ اٹھ اس قابل نہیں کہ اس کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔ اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا کیونکہ اس کے مہمان علماء ہیں۔ (تذکرۃ الرشید ج اص ۴۶، تذکرہ مشائخ دیوبند ص ۱۱۳، امداد المشتاق ص ۱۷، شائم امدادیہ ص ۱۵)

حضور علیہ السلام کو دیوبندی مولوی نے پل صراط سے گرنے سے بچایا (نعوذ باللہ) رشید احمد گنگوہی کے شاگرد، غلام اللہ خان کے استاد مولوی حسین علی لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو پل صراط سے گرنے سے میں نے بچالیا۔ (مبشرات ملحقہ بلغۃ الحیران ص ۸، دلائل السلوک ص ۱۹۶)

حضور علیہ السلام تھانوی کی شکل میں (نعوذ باللہ) خواب میں حضور علیہ السلام کو تھانوی کی شکل میں دیکھا۔ (اصدق الرؤیا ص ۲۵)

حضور علیہ السلام دیوبندی مولوی کے پیچھے بیٹھے (نعوذ باللہ) خواب میں حضور علیہ السلام دیوبندی مولوی کے پیچھے بیٹھے تھے۔ (اصدق الرؤیا ج ۲ ص ۲۶)

حضور علیہ السلام کا جسم مبارک نانوتوی کے جسم میں سما گیا، خواب میں حضور علیہ السلام کا جسم مبارک قاسم نانوتوی کے جسم میں سمانا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام کا ہر عضو مبارک نانوتوی کے عضو میں سما گیا۔ (سوانح قاسمی ج ۳ ص ۱۲۹)

تخت پر تھانوی کا وعظ کرنا اور حضور علیہ السلام کا نیچے بیٹھنا (نعوذ باللہ) خواب دیکھا کہ تھانوی صاحب تخت پر وعظ کر رہے ہیں اور نیچے عام لوگوں کی مجلس میں محمد رسول اللہ ہیں۔ (اصدق الرؤیا ج ۲ ص ۳۹)

حضور علیہ السلام سے صفات میں مشترک (نعوذ باللہ) ایک شخص نے اپنا کشف بیان کیا تو جواب میں مولانا یعقوب نانوتوی نے فرمایا کہ بعض صفات میں ہم اور حضور علیہ السلام مشترک ہیں۔
(افاضات الیومیہ ج ۱۰ ص ۱۷۱)

حضور علیہ السلام مقتدی اور تھانوی امام (نعوذ باللہ) خواب دیکھا کہ تھانوی جمعہ پڑھا رہے ہیں حضور علیہ السلام نے احقر کا ہاتھ پکڑ کر اپنی صف سے اگلی صف میں احقر کو کر دیا۔ (اصدق الرؤیا ج ۲ ص ۲۴)

حضور علیہ السلام کے فرمان کی بے وقعتی (نعوذ باللہ) ایک شخص نے تھانوی کو لکھا کہ خواب میں حضور علیہ السلام نے مجھے لڑکی کی شادی جلدی کرنے کا حکم دیا۔ آپ اس کے الٹ کہتے ہیں جلدی شادی نہ کرنا آپ کی حکم عدولی تو نہ ہوگا۔ تھانوی نے کہا کہ بیداری میں حضور کے مشورے ہوتے ہیں جو وہ ارشاد فرمائیں جن پر عمل کرنے سے انسان خود مختار ہوتا ہے۔ (افاضات الیومیہ ج ۵ ص ۷۳)

نانوتوی کعبے کی چھت پر (نعوذ باللہ) نانوتوی نے خواب دیکھا کہ میں کعبے کی چھت پر بیٹھا ہوا ہوں۔ (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۱۳۴، ارواح ثلاثہ ص ۱۶۹)

بہشت کے چھپر مدرسہ دیوبند میں (نعوذ باللہ) خواب میں جنت میں چھپر دیکھے صبح کو وہی چھپر مدرسہ دیوبند میں دیکھے۔ (افاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیوی سے تعبیر کرنا (نعوذ باللہ) ایک آدمی کو کشف ہوا کہ حضرت عائشہ تھانوی کے گھر آنے والی ہیں۔ تھانوی سے کہا گیا تو تھانوی نے کہا مطلب یہ ہے کم سن عورت میرے ہاتھ آئے گی۔ (الامداد صفر ۱۳۳۵ھ، الخطوب المذیبہ ص ۱۵) یہی خواب میں دیکھا تو تھانوی صاحب یہی جواب دیتے ہیں۔ افاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۱۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تھانوی کی بیوی کی شکل میں خواب میں دیکھا۔ (حکیم الامت ص ۵۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھانوی کی اقتداء میں تراویح کیلئے آنا اور خود صفیں بچھانا (نعوذ باللہ) خواب دیکھا کہ حضرت عائشہ تھانوی کا قرآن پڑھنا سننے کے لئے تھانوی کے گھر آئی ہیں اور خود صف بچھانے کا انتظام کر رہی ہیں اور پردہ کا اہتمام بھی کر رہی ہیں۔ (اصدق الرؤیا ج ۷ ص ۵۰)

دیوبندی مولوی سید احمد کو حضرت علی نے غسل دیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں کپڑے پہنائے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سینے سے چمٹا لیا (نعوذ باللہ) حضرت نے خواب دیکھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سینے سے چمٹا لیا۔ (بیماری سے) اچھے ہوگئے۔ (افاضات الیومیہ ج ۸ ص ۴۸، قصص الاکابر ص ۴۷ مجالس حکیم الامت ص ۲۸۰، حسن العزیز ج ۲ ص ۷۷)

حضرت ابوبکر وعمر کی شکل میں شیطان (نعوذ باللہ) خواب میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شکل میں شیطان آ سکتا ہے۔ (افاضات الیومیہ ج ۸ ص ۱۹۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فریادی کی حیثیت سے دیوبندی مولوی کے دروازے پر (نعوذ باللہ) آج حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مفتی کفایت اللہ اور احمد سعید کے دروازے پر آئیں اور فرمایا ہم تمہاری مائیں ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں، ارے دیکھو وہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دروازے پر تو کھڑی نہیں۔ (عطاء اللہ شاہ بخاری ص ۱۹۹)

دیوبندی کلمہ: لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ (نعوذ باللہ)

دیوبندی درود: اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی (نعوذ باللہ)

تھانوی کا ایک مرید خواب میں درج بالا کلمہ پڑھتا ہے اور بیداری میں درج بالا درود پڑھتا ہے۔ بہانہ کرتا ہے کہ مجبور ہوں زبان قابو میں نہیں اور یہ کہ یہ سب کچھ محبت تھانوی کی وجہ سے ہے۔ تھانوی صاحب جواب دیتے ہیں کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ (الامداد صفر ۱۳۳۶ھ)

قارئین کرام! عبارت مذکور کا لفظ چیخ چیخ کر بتا رہا ہے کہ اے مرید تم نے درست کیا، وگرنہ اتنا ہی کہہ دیا ہوتا کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے تو یہ کرو۔

لمحہ فکریہ

انصاف کیجئے کیا کوئی مسلمان ایسے خواب لکھنا تو درکنار یہ سوچ بھی سکتا ہے ہرگز نہیں۔ دیوبندی حضرات کے لئے بھی لمحہ فکریہ ہے۔ پھر بڑی معصومیت سے پوچھا جاتا ہے کہ ہم نے کون سا جرم کیا۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو   اب تم مانو یا نہ مانو

اب آخر پر دیوبندی ذہنیت ملاحظہ کرنے کے لئے ان کے رشید احمد گنگوہی کا خواب سنئے گنگوہی صاحب کہتے ہیں کہ خواب دیکھا کہ میرا قاسم نانوتوی (مولوی) سے نکاح ہو گیا۔ انہیں مجھ سے اور مجھے ان سے وہ فائدہ پہنچا جو مرد کو بیوی اور بیوی کو مرد سے پہنچتا ہے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۸۹)

صادق ہوں اپنے قول پہ غالب خدا گواہ

کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

مزید تفصیل کے لیے راقم کی کتاب ''دیوبندیت کے بطلان'' کا انکشاف ملاحظہ کیجئے۔

شیعہ مذہب کے عقائد

حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو تیس سالہ نوجوان کی شکل میں دیکھا (نعوذ باللہ) ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم رای ربه فی صورة الشاب الموفق فی سن ابناء ثلاثین سنة و قلنا ...... انه اجوف الی السرة والبقیه لمد

ترجمہ: بے شک معراج کی رات حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو تیس سالہ نوجوان کی صورت میں دیکھا۔ بے شک اللہ کا ناف تک کا حصہ خالی تھا اور اس کے نیچے سخت ٹھوس۔

(اصول کافی ج ۱ ص ۱۸۳)

اللہ تعالیٰ کی جہالت کا اقرار کرنا عبادت ہے ہر نبی نے اس کا اقرار کیا (نعوذ باللہ)

لو علم الناس ما فی القول البداء من الاجر ما فتر داعن الکلام فیه

ترجمہ: اگر لوگ جان لیں کہ خدا کی جہالت کا اقرار کرنے میں کتنا ثواب ہے تو کبھی بھی اس عبادت سے غفلت نہ کریں۔ (اصول کافی ج ۱ ص ۲۰۴)

ما بعث اللہ نبیا قط الا بتحریم الخمر وان یقر للہ بالبداء

ترجمہ: اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے شراب کی حرمت نہ بیان کی ہو اور اللہ کے لئے جہالت کا اقرار نہ کیا ہو۔ (اصول کافی ج ۱ ص ۲۰۴، کتاب الروضہ ج ۸ ص ۱۶۵، انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۴۱)

اللہ نے جبریل کو حضرت علی کے پاس بھیجا وہ غلطی سے حضور کے پاس چلے گئے (نعوذ باللہ) خدا جبریل را بعلی فرستاد اور بغلط محمد رفت از آنکہ بجد بعلی غراب کہ بغراب ماند ترجمہ: اللہ نے جبریل کو حضرت علی کے پاس بھیجا وہ غلطی سے حضور علیہ السلام کے پاس چلے گئے کیونکہ حضرت محمد ﷺ اور حضرت علی ہم شکل تھے جیسا کہ ایک کوا دوسرے کوے کے ہم شکل۔ (تذکرۃ الآئمہ ص ۶۴، انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۳۷)

اللہ کی عبادت سے انکار

ما خدائیے را پرستش میکنیم و می شناسیم که کار هیش بر اساس عقل پائیدار و بخلاف گفته عقل پائیدار و بخلاف گفته عقل هیچ کارے نه کند نه آں خدا که بنائیے مرتفع از خدا پرستی و عدالت و دینداری بنا کند و خود بخرابی آں بگوشد و یزید و معاویه و عثمان از قبیل چپا ولچی هائیے

دیگر رامسرام امارت دید،

ترجمہ: ہم اس خدا کی عبادت اور اس کو جانتے ہیں جس کے کام مضبوط اور عقل پر مبنی ہوں اور وہ عقل کے فیصلے کے خلاف کچھ نہ کرے اور نہ ایسے خدا کو جو خدا پرستی اور انصاف اور دینداری کی عمارت بنوانے اور پھر خود ہی اسے برباد کرنے کی کوشش کرے اور یزید اور معاویہ اور عثمان جیسے بدقماشوں کو لوگوں کی سرداری دے۔ (کشف الاسرار ص ۱۰۷)

موجودہ قرآن مجید اصل نہیں اصلی قرآن امام مہدی لائیں گے

ہم اپنے امام کے حکم سے مجبور ہیں کہ جو (قرآن میں) تغیر یہ لوگ کر دیں تم اس کو اسی کے حال پر رہنے دو اور تغیر کرنے والے (صحابہ کرام) کا عذاب کم نہ کرو ہاں جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اصل حال سے مطلع کر دو قرآن مجید کو اس کی اصلی حالت پر لانا جناب صاحب العصر (امام مہدی) علیہ السلام کا حق ہے۔

(ترجمہ مقبول ص ۴۷۹، اصول کافی ج ۲ ص ۶۳۲، انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۳۶۴، تفسیر صافی ج ۱ ص ۲۵، تفسیر مرآۃ الانوار ص ۳۶، بصائر الدرجات ص ۲۱۳، فصل الخطاب ص ۲۳۷، احتجاج ج ۱ ص ۱۹۶، حق الیقین ج ۱ ص ۱۹۸)

خود نبی و علی نے قرآن بمطابق تنزیل جمع کیا تھا مگر (اصحاب) ثلاثہ (ابوبکر و عمر و عثمان) کی کرم نوازی سے اُمت مرحومہ اس کے دیدار سے آج تک محروم ہے اور نہ معلوم کب تک محروم رہے گی۔ (تجلیات صداقت ص ۲۰۹) اب شیعہ کتب کی عبارات بعض کا مفہوم درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ جو شخص قرآن کے مکمل جمع ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

(اصول کافی ج ۱ ص ۲۳۲، تفسیر البرہان ج ۱ ص ۱۵، فصل الخطاب ص ۴، تفسیر صافی ج ۱ ص ۱۱، مرآۃ الانوار ص ۳۷ بصائر الدرجات ص ۲۱۳)

۲۔ اصلی قرآن موجودہ قرآن سے تین گنا بڑا ہے۔

(اصول کافی ج ۴ ص ۴۴۶ مترجم فارسی، فصل الخطاب ص ۲۳۵)

۳۔ اصلی قرآن موجودہ قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔

(اصول کافی ج ۱ ص ۴۴۶، حق الیقین ج ۱ ص ۳۴، عین الحیوۃ ص ۱۱۳، بصائر الدرجات ص ۱۷۲)

۴۔ اصل قرآن حضرت علی نے جمع کیا جو لوگوں (صحابہ) کی برائیوں سے بھرا ہوا تھا۔

(تفسیر صافی ج ۱ ص ۲۷، احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۱۵۶، انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۳۶۴، تذکرۃ الآئمہ ص ۱۴ بصائر الدرجات ۲۱۳، چودہ ستارے ص ۸۶)

۵۔ حضرت علی کا جمع کیا ہوا قرآن موجودہ قرآن سے بڑا اردو بدل سے پاک ہے۔

(انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۳۶۰)

۶-اصل جامعہ (قرآن) ستر گز لمبا اور اُونٹ کی ران کے برابر موٹا۔

(اصولی کافی ج ا ص ۲۴۵، احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۳۷۲، انوار نعمانیہ ج ا ص ۳۴، بصائر الدرجات ص ۲۱۳، حق الیقین ج ا ص ۳۴، عین الحیوۃ ص ۱۱۲، مناقب آل ابی طالب ج ا ص ۲۵۳)

۷-موجودہ قرآن میں منافقین (صحابہ کرام) نے کفر کے ستون کھڑے کر دیئے۔

(تفسیر صافی ج ا ص ۲۰، احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۲۵۶، فصل الخطاب ص ۱۳۱)

۸-موجودہ قرآن کے غلط اور ردوبدل ہونے پر دو ہزار احادیث دلیل ہیں۔ (فصل الخطاب ص ۲۵۱)

۹-موجودہ قرآن کے غلط اور محرف ہونے کا اقرار ضروریات دین میں ہے۔

(مراۃ الانوار ص ۱۹، فصل الخطاب ص ۳۲)

خوف طوالت سے اب صرف ان شیعہ کتب کے نام درج کرتا ہوں جن میں موجودہ قرآن میں ردوبدل کا ذکر ہے۔

(تفسیر عیاشی ج ا ص ۱۳، لوامع التنزیل پ ۱۴، ص ۱۵، تفسیر قمی ج ا ص ۳۶، حیات القلوب ج ۳ ص ۱۲۴، مفتاح القرآن ص ۶، ہزار تمہاری دس ہماری ۵۵۲، تفسیر فرات کوفی ص ۳۷، شیعہ اور تحریف قرآن ص ۶۲، فتوحات شیعہ ص ۱۲۹، حلیۃ المتقین ص ۲۹)

حضرت آدم علیہ السلام میں کفر کے اصول تھے

اصول الکفر ثلاثۃ الحرص والاستکبار و الحسد فاما الحرص فان آدم علیہ السلام

ترجمہ: کفر کے تین اصول ہیں حرص تکبر اور حسد، حرص والا (کفر) حضرت آدم علیہ السلام میں بھی موجود تھا۔ (اصول کافی ج ۴ ص ۲۸۹)

حضرت آدم اور حضرت حوا نے اہل بیت سے حسد کیا تو جنت سے نکال دیئے گئے

حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کی طرف دیکھا تو اہل بیت حضور علیہ السلام حضرت علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین نظر آئے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے آدم ان کو حسد کی نظر سے نہ دیکھنا اور نہ ان کے مرتبے کی خواہش کرنا مگر آدم علیہ السلام اور حضرت حوا پر شیطان غالب آیا۔ انہوں نے ان اہل بیت کو حسد کی نظر سے دیکھا۔ پس اللہ نے ان کو جنت سے نکال دیا (مفہوم عبارت)

(حیات القلوب ج ا ص ۴۹، انوار نعمانیہ ص ۲۴۳، تفسیر صافی ج ا ص ۸۰، معانی الاخبار ص ۱۰۹، بحار الانوار ج ۶ ص ۳۶۲، عیون الاخبار ص ۲۲۹)

حضرت یونس علیہ السلام نے ولایت علی کا انکار کیا تو اللہ نے سزا کے طور پر مچھلی کے

پیٹ میں قید کیا

حضرت علی نے فرمایا کہ اللہ نے تمام انبیاء پر میری ولایت کو پیش کیا جس نے انکار کیا اس کو سزا ملی۔ حضرت یونس نے میری ولایت سے انکار کیا تو اللہ نے سزا کے طور پر ان کو مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ (مفہوم عبارت) (حیات القلوب ج ۱ ص ۴۵۹، تفسیر البرہان ج ۱ ص ۳۹)

حضرت ایوب کا مصیبت میں گرفتار ہونا حضرت علی کی ولایت میں شک کی وجہ سے، ان سبب ابتلاء ایوب علیہ السلام کا شک ولایت امیر المومنین (مراۃ الانوار ص ۷۰)

حضرت یوسف سے نور نبوت سلب کر لیا گیا،

(تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۵۶، حیات القلوب ج ۱ ص ۱۹۱ کتاب العلل الشرائع ج ۱ ص ۵۵، ترجمہ مقبول ص ۴۹۱)

مچھر سے مراد حضرت علی اور فما فوقہا اس سے گھٹیا سے مراد حضور علیہ السلام ہیں (قمی ج ۱ ص ۳۵)

اللہ نے حضور علیہ السلام کو دردناک عذاب کی دھمکی دی، **یـایها الرسول بلغ ما انزل الیك فی علـی فـان لم تفعل عذبك عذابًا الیما،** اے رسول پہنچا دیں آپ وہ حکم جو حضرت علی کے بارے میں ہوا اگر آپ نے نہ پہنچایا تو میں آپ کو سخت عذاب دوں گی۔

(فصل الخطاب ص ۲۱۲، مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۱۰۷)

اللہ نے حضور کو شیعانِ علی کی پیروی کا حکم دیا۔ (تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۱۰ تفسیر البرہان ج ۱ ص ۵۴۰)

حضرت علی تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ (انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۸، امامت نبوت سے برتر غ حیات ج ۳ ص ۳۱)

انبیاء اور مرغ ہم صفات ہیں، (کتاب الخصال ج ۱ ص ۴۹۹)

حضور اور حضرت علی ملتے جلتے کوے ہیں، (تذکرۃ الآئمہ ص ۶۴، انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۳۷)

امام مہدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زندہ کر کے حد لگائیں گے سزا دیں گے

(حیات القلوب ج ۲ ص ۶۱۱ حق الیقین ج ۲ ص ۲۵۴، انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۱۶۱، تفسیر صافی ج ۱ ص ۲۰۸)

کفر و نفاق کی اصل بنیاد حضرت عائشہ کی عداوت (انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۸)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حفصہ رضی اللہ عنہا پر خدا کی لعنت (حیات القلوب ج ۲ ص ۵۷۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضور کو زہر دے کر شہید کیا۔

(تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۲۰۰، تفسیر البرہان ج ۲ ص ۳۲۰، کلید مناظرہ ص ۳۱۹، ترجمہ مقبول ص ۱۳۴، تفسیر صافی ج ۱ ص ۳۰۵)

حضور کے وصال کے بعد حضرت علی نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی۔

(حلیۃ الابرار ج ۱ ص ۴۱۳، احتجاج ج ۱ ص ۳۸۴)

حضرت ابوبکر وعمر وعثمان فرعون ہامان قارون کی مثل تھے۔
(حق الیقین ج ۲ص ۲۵۳ حیات القلوب ج ۳ص ۱۷۳)

حضرت ابوبکر وعمر وعثمان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔
(حق الیقین ج ۲ص ۳۷۲، جلاء العیون ص ۱۴۷ عین الحیوۃ ص ۳۷۶، خلفاء ثلاثہ منافق تھے تجلیات صداقت ص ۱۷۲)

ابوبکر وعمر عثمان مرتد ہو گئے تھے۔
(حیات القلوب ج ۳ص ۱۸۸، تفسیر قمی ج ۲ص ۳۰۸، مراۃ الانوار ص ۱۵۸، اصول کافی ج ۲ص ۲۸۰ نور الثقلین ج ۵ص ۴۲)

ابوبکر وعمر شیطان سے زیادہ بدبخت (حق الیقین ج ۲ص ۳۷۶)

امام مہدی ابوبکر وعمر کو زندہ کر کے سولی پر لٹکائیں گے (انوار نعمانیہ، حق الیقین، مجمع المعارف ص ۴۷)

حضرت علی نے خلافت کی خاطر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گدھے پر سوار کر کے دربدر پھرایا۔
(حق الیقین ج ۱ص ۱۲۲، جلاء العیون ص ۱۴۱، احتجاج طبرسی ج ۱ص ۱۰۷، ناسخ التواریخ ج ۱ص ۵۹، بیت الاحزان ص ۷۸، انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۱۰۶، کتاب سلیم بن قیس ص ۸۳، تہذیب المتین ص ۲۶۷، منارہ الہدی ص ۱۰۴)

لوگ حضرت علی کو گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر بیعت کے لئے لے گئے،
(جلاء العیون ص ۱۴۲، حق الیقین ج ۱ص ۱۲۲، احتجاج طبرسی ج ۱ص ۸۳، عین الحیوۃ ص ۱۲۱، تجلیات صداقت ص ۴۴۶، رجال کشی ص ۱۴، حملہ حیدری ۲۸۲، چودہ ستارے ص ۸۱)

حضرت علی کی بزدلی پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سخت شرم دلائی۔
(حق الیقین ج ۱ص ۱۵۲، احتجاج ص ۱۰۷، ناسخ التواریخ ج ۳ص ۱۲۹)

حضرت علی کی خلافت کی آواز لوگوں کے آلۂ تناسل اور دبر سے آئی (آثار حیدری ص ۵۵۷)

حضرت علی کو گالی دینے سے نجات (الا انه سیا مرکم سببی و ابراه منی فاما السب فسبونی فانه لی زکوة ولکم نجاة حضرت علی نے فرمایا عنقریب وہ تم کو حکم دے گا کہ تم مجھے گالی دو اور مجھ سے بیزاری کا اعلان کرو تم مجھے گالی دینا میرے لئے زکوۃ تمہاری نجات ہوگی۔
(نہج البلاغہ ص ۲۹، اصول کافی ج ۳ص ۳۱۰، امالی ج ۱ص ۲۱۳، مناقب آل ابی طالب ج ۲ص ۲۷۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی کی پاک دامنی پر شک کیا۔
(جلاء العیون ص ۱۳۱، عین الحیوۃ ص ۵۲۶، انوار نعمانیہ ج ۱ص ۷۹)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا امام حسین کی پیدائش پر راضی نہ تھیں۔
(اصول کافی ج ۱ص ۴۶۴، تفسیر صافی ج ۲ص ۵۵۶، تفسیر قمی ج ۳ص ۲۹۷، حیات القلوب ج ۳ص ۷۶، جلاء العیون ص ۲۸۱، خلاصۃ المصائب ص ۳۷۸)

حضور نے حضرت علی کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخصوص کام اپنے آنے سے پہلے کرنے سے منع کر دیا

(جلاء العیون ص ۱۹۴، فارسی ص ۲۵۱ اردو)

شیعہ نے امام حسن کو زخمی کیا کافر کہا مذل المومنین اور مسود الوجوہ کہا
(جلاء العیون ص ۳۹۰، کشف الغمہ ج ۱ ص ۵۳۹، مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۳۲)

کوفی سب شیعہ تھے (امام حسین کے قاتل شیعہ) (مجالس المومنین ج ۱ ص ۵۶) امام حسین کو کوفہ کی دعوت دینے والے بھی شیعہ تھے۔ (جلاء العیون ص ۵۱۸)

امام جعفر صادق آلۂ تناسل پر پٹی لپیٹ کر دوسرے آدمی سے مالش کرواتے۔
(من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۶۵، فروع کافی ج ۶ ص ۵۰۱، وسائل الشیعہ ج ۱ ص ۳۷۸)

امام باقر آلۂ تناسل پر چونا لگا کر لوگوں کے سامنے آجاتے۔
(فروع کافی ج ۶ ص ۵۰۳ وسائل الشیعہ ج ۱ ص ۳۷۸

امام جعفر صادق کی باتیں لوگ سن لیں تو لوگوں کے عضو تناسل تن جائیں (رجال کشی ص ۱۲۳)

وطی فی الدبر جائز ہے۔
(الاستبصار ج ۳ ص ۲۳۲ تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۴، وسائل الشیعہ ص ۱۰۳، صافی ص ۱۹۲، نور الثقلین ص ۲۱۳)

عورت کی شرمگاہ چومنا جائز ہے۔ (فروع کافی ج ۵ ص ۴۹۷، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۳، حلیۃ المتقین ص ۶۷)

عورت کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر کھیلنا بڑا لذیذ ہے۔ (فروع کافی ص ۴۹۷، حلیۃ المتقین، تہذیب ص ۴۱۳)

عورت کی شرمگاہ ادھار دینا جائز ہے۔
(فروع کافی ج ۵ ص ۴۶۸، الاستبصار ج ۳ ص ۱۳۶، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۴۳

مرتے وقت آدمی (شیعہ) کے منہ یا آنکھ سے منی نکلتی ہے۔
(فروع کافی ج ۳ ص ۱۶۳، من لا یحضر، الفقیہ ص ۸۴)

ساس سے زنا کیا بیوی حرام نہیں۔
(فروع کافی ج ۵ ص ۴۱۶، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۳۴۰، الاستبصار ج ۳ ص ۱۶۷، من لا یحضرہ الفقیہ ص ۲۶۲

تھوک سے استنجاء جائز ہے
(فروع کافی ج ۱ ص ۲۰، من لا یحضر الفقہ ص ۴۱، وسائل الشیعہ ص ۲۰۱، تہذیب الاحکام ج ۱ ص ۱۰۱)

میت کی قبل اور دبر میں روئی اندر تک دبا دو۔ (فروع کافی ج ۳ ص ۱۴۷)

ماں، بہن، بیٹی سے لف حریر کی صورت میں جماع کی اجازت (ذخیرۃ المعاد ص ۹۵)

ایک دفعہ متعہ کرنے سے امام حسین جتنا درجہ دو دفعہ سے امام حسن اور تین دفعہ سے حضرت علی اور چار دفعہ سے حضور کا درجہ مل جاتا ہے۔ (تفسیر منہج الصادقین ج ۸ ص ۴۹۳، برہان المتعہ ص ۵۲)

غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں

اہلسنت و جماعت کا موقف ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے مگر وہابیہ بڑے زور وشور سے اس پر عامل ہیں بلکہ اگر یوں بھی کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ حاضر میت کے جنازہ سے زیادہ ان لوگوں کا جوش و خروش غائبانہ جنازہ کے لئے ہوتا ہے۔ آج کل عموماً شہروں میں جلوس کے اشتہارات کے ساتھ ساتھ وہابیہ غائبانہ جنازوں کے اشتہار بھی شائع کرتے ہیں۔ لاؤڈ سپیکروں پر اعلان کرتے پھرتے ہیں اس پر بڑے اہتمام کئے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے کوئی کام بھی سرور کائنات ﷺ سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ حضور ﷺ کی سنت نہیں ہے

حضور سرور کائنات ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جن کا انتقال مدینہ منورہ میں نہ ہوا مگر آپ ﷺ نے ان میں سے کسی ایک کی بھی نماز جنازہ غائبانہ نہ پڑھی۔ اتنے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور دراز علاقوں میں جنگوں میں شہید ہوئے مگر یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ان میں سے کسی ایک کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی ہو۔ بلکہ خود وہابیہ کے امام ابن قیم نے خود بھی یہ تسلیم کیا ہے۔

ولم یکن من ھدیہ و سنتہ علی کل میت غائب مقدمات خلق کثیر من السلمین وھم غیب فلم یصل علیھم

غائبانہ نماز جنازہ نہ آپ ﷺ کا ہدیہ ہے اور نہ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ، مسلمانوں میں بہت سے لوگ فوت ہوئے۔ اور وہ آپ ﷺ سے غائب بھی تھے۔ آپ ﷺ نے ان مین سے کسی کی بھی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہ فرمائی۔ (زاد المعاد ص ۱۶۳)

اسی بات کو امام زرقانی نے بھی نقل کیا ہے۔ (زرقانی شرح مؤطا ج ۲ ص ۵۹)

خلفائے راشدین اور غائبانہ نماز جنازہ

حضور سرور کائنات ﷺ نے اپنے خلفائے راشدین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین

تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۲، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹، سنن ابن ماجہ ص ۵، صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۶، ۱۶۵، مسند امام احمد ج ۴ ص ۱۶۰، متدرک ج ۱ ص ۱۹۸، سنن دارمی ج ۱ ص ۵۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۴، شعب الایمان للبیہقی ج ۶ ص ۶۷، الاعتقاد للبیہقی ص ۲۲۹، المسند المستخرج علی صحیح الامام المسلم ج ۱ ص ۳۵۰، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج ۵ ص ۲۲۰، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۸ ص ۲۴۵، مسند الشامیین ج ۱ ص ۲۵۴، کتاب الثقات لابن حبان ج ۱ ص ۴، السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۲۹، السنۃ للمروزی ص ۷، ۲۶، السنن الواردۃ فی الفتن ج ۲ ص ۲۷۴، الشریعۃ للاجری ص ۴۶، مشکوۃ المصابیح ص ۳۰)

آیئے غائبانہ نماز جنازہ پر خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے مبارک عمل کو دیکھ لیتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غائبانہ نماز جنازہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہزاروں مسلمان جن میں بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرأ اور حفاظ شامل تھے مسیلمہ کذاب کے خلاف کی گئی جنگ یمامہ میں شہید ہوئے مگر کسی ایک بھی مسلمان کا غائبانہ جنازہ پڑھنا آپ کا ثابت نہیں ہے اور نہ کسی اور نے ان میں سے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال باکمال ہوا تو آپ کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا کسی صحابی سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غائبانہ نماز جنازہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت ہے جسے اسلام کا سنہری دور بھی کہا جاتا ہے۔ اس دور میں اسلام کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں۔ مختلف محاذوں پر جہاد کرتے ہوئے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمان شہید ہوئے مگر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی اور صحابی نے ان شہداء میں سے کسی ایک کا بھی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا، خود سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظیم سانحہ تھی پر کسی صحابی سے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غائبانہ نماز جنازہ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کے بعد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت ہے۔ اس دور میں اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع سے وسیع تر ہونے لگیں۔ بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ سے باہر دور دراز ممالک میں کفار سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے مگر

ان میں سے کسی ایک کی غائبانہ نماز جنازہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ میں ادا نہ فرمائی اور نہ ہی کسی دوسرے صحابی نے کہیں ایسا کیا۔ خود حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلماً شہید ہوئے۔ ان کی شہادت تاریخ اسلام کا عظیم سانحہ ہے۔ آپ کی نماز جنازہ میں سپاہیوں نے صرف چند افراد کو شرکت کرنے دی۔ باقی بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین عظام اس جنازے میں شریک نہ ہو سکے مگر اس کے بعد کسی بھی صحابی سے آپ کا غائبانہ جنازہ پڑھنا ہرگز منقول نہیں ہے اگر غائبانہ نماز جنازہ جائز ہوتا یا سنت ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غائبانہ نماز جنازہ ضرور ادا کرتے مگر ایسا ہرگز نہ ہوا جو اس کی روشن دلیل ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غائبانہ نماز جنازہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت بھی اس بات کی واضح دلیل ہے آپ کے دور خلافت میں بے شمار مسلمان دور دراز علاقوں میں فوت ہوتے رہے یا شہید ہوتے رہے مگر ان میں سے کسی ایک کا بھی آپ نے غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی اور آپ کی شہادت کے بعد کسی صحابی کا آپ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا منقول نہیں ہے۔

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول مبارک

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کے بعد امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت ہے۔ آپ کے دور خلافت میں بھی کوفہ سے دور دراز علاقوں میں مسلمان فوت ہوتے رہے مگر کسی کا بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا آپ کا منقول ہرگز نہیں، پھر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی تو کسی بھی صحابی یا تابعی سے آپ کی غائبانہ جنازہ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور حکومت تاریخ اسلام کا سب سے زیادہ فتوحات والا دور ہے۔ آپ کے ۲۲ سالہ دور حکومت میں بھی کسی مسلمان کا غائبانہ جنازہ آپ نے نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی دوسرے صحابی تابعی نے غائبانہ جنازہ پڑھا۔

لمحہ فکریہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں کسی ایک بھی شہید کا غائبانہ جنازہ پڑھا جانا منقول

نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک دور میں کسی ایک بھی مسلمان کا غائبانہ جنازہ پڑھا جانا ثابت نہیں ہے۔

تابعین تبع تابعین کے دور مبارک میں بھی اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی بھی مسلمان کا غائبانہ جنازہ پڑھا گیا ہو۔

ان تینوں ادوار میں غائبانہ جنازہ نہ پڑھا جانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ جائز نہیں ہے وگرنہ خدالگتی کہے کہ یہ کہیں سنت ہے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین تبع تابعین ناواقف رہے حالانکہ اس مبارک دور کی عظمت خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے۔ارشاد فرمایا کہ

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر میرے بعد پھر اس کے بعد کے (تابعین، تبع تابعین)

(جامع ترمذی ج ۲ص ۴۶،مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۳،صحیح بخاری ج ا ص ۵۱۵،صحیح مسلم ج ۲ص ۳۰۹،مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ص ۵۴۹، مسند احمد ج ۲ص ۲۲۸ واللفظ الاول)

خیر القرون کے دور کے مسلمان تو اس سنت سے نابلد رہے مگر پندرہویں صدی میں انگریز کے نمک خوروں کو اس سنت کا علم ہو گیا۔

غور فرمائیے کہ یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں سے لاپرواہ تھے کیا ان میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کا اتنا بھی جذبہ نہیں تھا جتنا آج پندرہویں صدی کے وہابیوں میں ہے۔ (معاذ اللہ)

وہابیوں کی دھوکہ منڈی

وہابی مذہب میں شہید کا جنازہ ہی نہیں تو غائبانہ جنازہ شہیدوں کا کیوں پڑھتے ہیں

آج وہابی بڑے دھڑلے سے اپنے نام نہاد شہیدوں کا جنازہ پڑھتے ہیں اور اس کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔سپیکروں پر اعلان کرتے ہیں مگر یہ وہابیوں کی دھوکہ منڈی کو دیکھئے کہ وہابی مذہب میں شہید کا جنازہ ہی جائز نہیں خواہ وہ حاضر میت ہی کیوں نہ ہو چند ایک حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

وہابیہ کے حکیم صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ

حضور انور ﷺ نے شہیدوں کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا اور نہ ان پر نماز جنازہ پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔ (بخاری شریف) معلوم ہوا شہید کو بغیر غسل اور جنازہ پڑھنے کے دفن کرنا چاہیئے۔
(صلوٰۃ الرسول ص ۴۴۱)

وہابیہ کے محدث عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں کہ

شہید نے چونکہ اپنے عمل سے یہ درجہ پایا ہے اس لئے اس کی بزرگی اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس لئے اس کا جنازہ نہیں پڑھا جاتا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵ ص ۵۴، فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۱۱۵)

وہابی مولوی نور الحسن بھوپالی نے بھی یہی لکھا ہے کہ شہید کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ مزید لکھتے ہیں کہ شہداء پر نماز جنازہ کے اثبات میں متعدد اسناد کے ساتھ احادیث وارد ہیں لیکن ان تمام احادیث میں کلام ہے۔ (عرف الجادی ص ۵۴)

وہابیہ کے مولوی وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ

اہل حدیث کے نزدیک شہید پر نماز (جنازہ) نہ پڑھنا چاہیئے۔

(سنن ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۵۲۷، طبع لاہور)

وہابی عالم محی الدین لکھتے ہیں کہ

شہید کے جنازے کی نماز نہیں ہے (فقہ محمدیہ ج ۱ ص ۲۷، طبع سرگودھا)

وہابیہ کے ڈاکٹر شفیق الرحمٰن لکھتے ہیں کہ

نبی ﷺ نے شہداء کو خون سمیت دفنانے کا حکم دیا۔ ان پر نماز جنازہ پڑھی نہ ان کو غسل دیا۔

(نماز نبوی ص ۲۹۵)

وہابیہ کے امام قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ ولا یصل علی ...... الشھید، شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیئے۔ (الدرر البہیہ عربی ص ۹ مترجم ص ۱۴، طبع لاہور) جب ان کے ہاں شہید کا تو حاضر میت کا جنازہ ہی نہیں ہے۔ تو یہ اپنے نام نہاد شہیدوں کے غائبانہ جنازے پڑھ کر ڈرامہ کیوں کرتے ہیں۔ صرف اور صرف لوگوں سے پیسے بٹورنے کے لئے اور بس۔

وہابیہ کے دلائل اور ان کے منہ توڑ جوابات

دلیل اول

وہابیہ کے محدث زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غائبانہ جنازہ پڑھا تھا۔ (صحیح بخاری ۱۳۶۰ صحیح مسلم ۹۵۲، ماہنامہ الحدیث حضرو اکتوبر ۲۰۰۵ء ص ۴۰)

دیگر وہابی مولوی بھی یہی بیان کرتے ہیں۔

الجواب

اولاً: صحیح بخاری شریف میں متعدد جگہ یہ حدیث نجاشی موجود ہے۔ بخاری شریف کے کتاب الجنائز میں امام بخاری نے اس روایت کو اختلاف الفاظ کے ساتھ سات جگہ روایت کیا ہے مگر کسی ایک جگہ بھی حدیث میں غائب کا لفظ موجود نہیں۔ اس طرح مسلم شریف اور دیگر کتب حدیث میں بھی کہیں حدیث میں غائب کا لفظ موجود نہیں ہے۔ یہ وہابی محدث زبیر علی زئی اور دیگر وہابی مولویوں کا دن دیہاڑے سفید جھوٹ ہے کوئی وہابی مولوی جو بخاری و مسلم کی احادیث میں سے کہیں متن حدیث میں غائب یا غائبانہ کا لفظ دکھانے کی ذمہ داری لیتا ہے؟ مگر یاد رکھئے کہ صبح قیامت تک وہابی مولوی غائب کا لفظ متن حدیث میں نہیں دکھا سکتے۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔۔۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ثانیاً: ہوسکتا ہے کہ کوئی وہابی مولوی کہے کہ اگرچہ غائب کا لفظ حدیث میں موجود نہیں مگر حضرت نجاشی کی وفات حبشہ میں ہوئی۔ اور جنازہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں پڑھا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ جنازہ غائبانہ پڑھا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نجاشی کا وصال مدینہ شریف سے دور دراز علاقے سمندر پار ملک حبشہ میں ہوئی۔ اسی وقت ٹیلی فون، موبائل، ٹیلی ویژن، ریڈیو، انٹرنیٹ وغیرہ کوئی سہولت

موجود نہ تھی تو آپ ﷺ کو بغیر ظاہری واسطے وسیلے سے اس کا علم ہوا۔ اس کا جواب موافق ومخالف کے پاس یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے عمل ہوا تو جس قدرت خداوندی سے اس کا علم ہوا۔ اس قدرت خداوندی سے حضرت نجاشی کی میت آپ کے سامنے کر دی گئی اور آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی تو جنازہ غائبانہ نہ ہوا بلکہ جنازہ حاضر میت پر تھا۔

ثالثاً: طویل مسافت کی وجہ سے نماز جنازہ کو غائبانہ قرار دینا بر بنائے قیاس ہے اور وہابیوں کے نزدیک قیاس کرنے والا شیطان ہے اور قیاس کار شیطان ہے تو گویا وہابیہ کا اس روایت سے استدلال شیطانیت ہے اور اس روایت سے استدلال کرنے والا وہابی مولوی زبیر علی ترکی اور اس کے دیگر ہمنوا شیطان ہیں۔

رابعاً: پھر یہ جنازہ پڑھنے والے گواہی دیتے ہیں کہ یہ جنازہ غائبانہ ہرگز نہ تھا بلکہ سرور کائنات ﷺ کے سامنے میت موجود تھی چند ایک روایات درج کی جاتی ہیں۔

امام ابوحاتم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ

اخبرنا عبداللّٰہ بن محمد بن سلیم حدثنا عبدالرحمن بن ابراھیم حدثنا الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعی حدثنی یحییٰ بن ابی کثیر حدثنا ء ابوقلابہ عن عمه عن عمران بن حصین قال انبانا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان اخاکم النجاش رضی اللّٰه تعالیٰ عنه تو فی فقوموا فصلوا علیه فقام رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وصفوا خلقه و کبر اربعا وھم لا یظنون الارن جنازته بین یدیه

(بحذف اسناد) حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی تمہارے بھائی حضرت نجاشی کی وفات ہو گئی ہے اور اُٹھو اور اس کی نماز جنازہ پڑھو پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے صفیں باندھیں اور آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں (نماز جنازہ پڑھی) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں سمجھتے تھے مگر یہی کہ ان کا جنازہ آپ کے سامنے تھا۔

(صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۴۴ طبع سانگلہ ہل)

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ

ثناء عبدالصمد ثنا حرب بن یحییٰ ان ابا قلابة حدثه ان ابا المهلب حدثه ان عمران بن حصین رضی اللّٰہ تعالیٰ علیه حدثه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال ان افاکم النجاشی تو فی فصلوا علیه قال فصف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم و صففنا خلفه فصلی علیه وما نحسب الجنازه الاموضوعة بین یدیه

(بحذف اسناد) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بھائی حضرت نجاشی کی وفات ہوگئی پس ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صف بنائی اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بندی کی۔ پس آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ہم (صحابہ کرام) یہی سمجھتے تھے کہ میت آپ ﷺ کے سامنے رکھی ہوئی ہے۔ (مسند امام احمد ج ۴ ص ۵۱۷ طبع گوجرانوالہ)

الاستاذ مصطفی بن احمد الطوی مدیر دارالحدیث الحسینه اور الاستاذ محمد عبدالکبیر البکری وزارت شھوان الرباط لکھتے ہیں اس روایت (عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث) کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اس کی اسناد جید (عمدہ) ہے اور امام احمد نے بھی اسے روایت کیا ہے اور ان کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(تعلیقات علی التمہید علی المؤطا ج ۶ ص ۳۳۲ طبع لاہور)

وہابیہ کے محدث ناصر الدین البانی نے مسند امام احمد کی اس روایت بالا کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی اسناد صحیح اور متصل ہے۔ (ارواء الغلیل ج ۳ ص ۱۷۶ طبع بیروت)

امام ابن عبدالبر مالکی روایت کرتے ہیں کہ

حدثنا محمد بن عبداللہ قال حدثنا محمد بن معاویة قال حدثنا اسحاق بن ابی حسان قال حدثنا هشام بن عمار قال حدثنا عبدالحمید بن ابی العشرین قال حدثنا الاوزاعی قال حدثنی ابو المهاجر قال حدثنی عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ان افاکم النجاشی قدمات فصلوا علیه فقام رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و صففنا خلفه فکبر علیه اربعا و ما

نحسب الجنازة الابین یدیه

(بحذف اسناد) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا بھائی نجاشی وفات پا گیا ہے تو اس کا جنازہ پڑھو۔ پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بندی کی تو آپ ﷺ نے ان پر چار تکبیریں کہیں (نماز جنازہ پڑھی) اور ہم نہیں سمجھتے تھے میت کو مگر آپ ﷺ کے سامنے۔ (تمہید لابن عبدالبرج ۶ ص ۳۳۲ طبع لاہور)

امام ابوعوانہ نے روایت کی ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس روایت مذکورہ کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

فصلینا خلفه و نحن لاتری الارن الجنازة قدامنا

تو ہم نے آپ کے پیچھے جنازہ پڑھا اور ہم یہی دیکھتے تھے کہ میت ہمارے آگے ہے۔
(فتح الباری ج ۳ ص ۴۳۲، زرقانی علی المواہب ج ۸ ص ۸۷)

وہابیہ کے امام قاضی شوکانی نے صحیح ابن حبان اور ابی عوانہ کی مذکورہ بالا روایات کو نقل کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی گویا ان کو صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۵۴)

امام واحدی نے اپنی کتاب اسباب النزول میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرسلاً روایت کیا کہ

کشف للبنی صلی اللہ علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتیٰ راہ و صلی علیه

حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تخت (جس پر ان کی میت رکھی ہوئی تھی) نبی کریم ﷺ کے سامنے منکشف کر دیا گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ (زرقانی علی المواہب ج ۸ ص ۸۷، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۹، فتح الباری ج ۳ ص ۴۳۲)

اس روایت کو وہابیہ کے امام قاضی شوکانی نے بھی نقل کیا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۵۴)

معلوم ہوا اس جنازہ کے شرکاء کے نزدیک حضرت نجاشی کا یہ جنازہ غائبانہ تھا ہی نہیں بلکہ حاضر میت پر جنازہ پڑھا گیا۔

خامساً: حضرت نجاشی کے جنازے والی روایت جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ان کے عمل سے ہی بات متعین ہو جاتی ہے کہ یہ جنازہ غائبانہ نہ تھا بلکہ جنازہ حاضر میت پر پڑھا گیا۔ حضرت نجاشی

کے جنازے کا واقعہ ۹ ھ کو پیش آیا۔ اس حدیث کے پہلے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کا وصال با کمال ۵۹ ھ کو ہوا۔

معلوم ہوا کہ اس واقعہ کے ۵۰ سال بعد تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا میں تشریف فرما رہے۔ ان پچاس سالوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی ایک شخص کا بھی جنازہ غائبانہ نہیں پڑھا ہے۔ کوئی وہابی جو ثابت کرے، دوسرے راوی اس حدیث کے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کا وصال با کمال ۷۹ ھ میں ہوا۔

گویا وہ اس واقعہ کے ستر سال بعد تک زندہ رہے مگر اس ستر سال کے عرصے میں کسی ایک شخص کا بھی آپ نے غائبانہ جنازہ پڑھا ہونا آپ کا ثابت ہرگز نہیں ہے۔

اس حدیث کے تیسرے راوی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کا وصال با کمال ۵۲ ھ میں ہوا۔

گویا وہ اس واقعہ کے بعد ۴۳ سال زندہ رہے مگر ایک بھی واقعہ کتب حدیث و سیرت و تاریخ میں درج نہیں کہ آپ نے کسی ایک شخص کا بھی جنازہ غائبانہ پڑھا ہو۔

اگر یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس جنازہ کو غائبانہ تصور کرے اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت قرار دیتے تو کیا وجہ ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سنت کی ادائیگی سے محروم رہے۔ وہابیہ کے دعوؤں سے تو یہ عیاں ہو رہا ہے کہ خلفائے راشدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں سے بالکل لاپرواہ تھے۔ ان میں سنت پر عمل کا اتنا جذبہ بھی نہیں تھا جتنا پندرھویں صدی کے وہابیوں میں ہے۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت نجاشی کا جنازہ غائب سمجھ کر پڑھا ہی نہیں بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جنازہ سرور کائنات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہے۔

سادساً: امام بخاری علیہ الرحمتہ کتاب الجنائز میں حدیث نجاشی سات مرتبہ لائے۔ اس سے انہوں نے چار مسائل ثابت فرمائے۔

جنازے میں صف بندی

جنازہ میں امام کے پیچھے دو یا تین صفیں ہونا

جنازگاہ میں جنازہ پڑھنا

جنازے میں چار تکبیریں کہنا

پوری کتاب الجنائز میں انہوں نے ایک مرتبہ بھی اس سے غائبانہ جنازہ کا صراحۃً یا اشارۃً استدلال نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک اس روایت سے غائبانہ جنازہ کا استدلال درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ جنازہ حاضر میت پر تھا۔

سابعاً: وہابی اپنے طور پر شہید کا جنازہ غائبانہ پڑھتے ہیں جبکہ حضرت نجاشی کسی معرکہ میں شہید نہ ہوئے تھے لہٰذا وہابیہ کے دعویٰ و دلیل میں مطابقت نہیں ہے۔ وہابیوں کو چاہئے کہ کوئی ایسی حدیث مرفوع صحیح پیش کریں کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے کسی معرکہ میں شہید ہونے والے کا جنازہ غائبانہ پڑھا ہو۔

ثامناً: خود وہابی اکابر کو بھی تسلیم ہے کہ اس روایت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غائبانہ جنازہ پر استدلال درست نہیں ہے چنانچہ وہابیہ کے محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن لکھتے ہیں کہ:

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصہ سے دلیل لی جاتی ہے۔ یہ قصہ صحیح بخاری (۱۲۴۵، ۱۳۱۸، ۱۳۲۰، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۳۳ اور صحیح مسلم ۹۵۱) میں موجود ہے مگر اس سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔ (نماز نبوی ص ۲۹۶ طبع دار السلام لاہور)

وہابیہ کے محقق مولوی عبدالرؤف بن عبدالحنان بن حکیم اشرف سندھو لکھتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصے سے دلیل لی جاتی ہے۔ جو بخاری مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ میں مختلف صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے مگر اس سے مطلق غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔
(القول المقبول ص ۱۴۷)

دوسری دلیل: حضرت معاویہ بن معاویہ کا جنازہ غائبانہ حضور ﷺ نے پڑھا۔

الجواب

اولاً: ان روایات میں بھی غائبانہ کا اضافہ وہابیوں کی طرف سے من گھڑت ہے ورنہ کسی روایت میں بھی غائبانہ کا لفظ موجود نہیں ہے۔ وہابی مذہب چلتا ہی جھوٹ پر ہے۔ اس لئے کسی نے کہا ہے کہ جھوٹ اور وہابی برابر برابر رہتے ہیں۔

ثانیاً: یہ جنازہ بھی غائبانہ ہرگز نہ تھا بلکہ جنازہ حاضر فرضیت پر تھا۔ جب حضرت معاویہ بن معاویہ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ مقام تبوک پر تشریف فرما تھے اور حضرت معاویہ کا وصال مدینہ شریف میں ہوا تو جبریل امین نے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں

حضور کے لئے زمین لپیٹ دوں تا کہ حضوران پر نماز پڑھیں۔ جبریل امین نے اپنا پر زمین پر مارا۔ جنازہ حضور ﷺ کے سامنے آ گیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے ان پر نماز پڑھی۔ (سنن کبریٰ ج ۴ ص ۵۱)

اس مفہوم کی روایات مزید ان کتب میں بھی موجود ہیں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۸ ص ۱۱۶، المعجم الاوسط طبرانی ج ۴ ص ۵۱۹، البحرین ج ۲ ص ۴۲۸، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۸، الاصابہ ج ۳ ص ۴۳۷، مسند الشامیین ج ۲ ص ۱۳، عمل الیوم واللیلہ ص ۷۰)

توجنازہ کہاں غائب رہا وہابیہ کا اس سے غائبانہ جنازہ پر استدلال کرنا باطل ومردود ہے۔

ثالثاً: یہ روایات سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہیں۔ ضعیف ہے، پہلی روایت میں سند میں ایک راوی نوح بن عمر ہے امام ابن حبان نے اسے حدیث کا چور بتلایا یعنی سخت ضعیف کہا۔ امام ذہبی نے اس حدیث کو منکر بتلایا۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۷۸)

یہ حضرت انس سے روایت کرتا تھا۔ اس نے اسے چرا کر بقیہ کے سر باندھی۔

اس کی ایک سند میں راوی محبوب بن ہلال ہے۔ امام ذہبی نے کہا کہ یہ مجہول ہے اور اس کی حدیث منکر ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۴۲)

اس روایت کی ایک سند میں ایک راوی علاء بن یزید ثقفی ہے۔ امام علی بن مدینی نے کہا کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ امام ابوحاتم اور دارقطنی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ یہ حدیث بھی اس کی گڑھی وضع کی کی ہوئی ہے۔ یزید بن ہارون نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے ابوالولید نے کہا کہ کذاب ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۹۹، ج ۳ ص ۱۰۶)

امام بخاری نے اسے منکر الحدیث لکھا ہے۔ (تاریخ الکبیر ج ۶ ص ۵۶)

معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے قابل حجت ہرگز نہیں ہے۔

رابعاً: امام ذہبی نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۷۸)

امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس روایت کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۶۹)

امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ ان احادیث کی سندیں قوی نہیں ہیں اگر یہ احکام کے متعلق ہوتیں تو ان میں قابل حجت نہیں۔ (الاستیعاب ج ۳ ص ۳۰۵)

ابن کثیر اور ابن عبدالبر کے اقوال کو وہابی مولوی عبدالروف نے بھی نقل کیا ہے۔

(القول المقبول ص ۷۱۶)

جب احکام میں یہ روایات حجت ہی نہیں تو غائبانہ جنازہ بھی یقیناً احکام کے متعلق ہے تو اس میں یہ روایات کیسے قابل حجت ہیں۔

تیسری دلیل

غزوہ موتہ کے شہداء کی نماز جنازہ حضور ﷺ نے غائبانہ پڑھی ہے۔

الجواب

اولاً: یہاں بھی وہابیہ دھوکہ دہی سے باز نہیں آئے۔ کسی روایت میں غائبانہ نماز جنازہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ وہابیوں کی طرف سے ان کی خباثت کا اظہار ہے۔

ثانیاً: یہاں بھی غائبانہ جنازہ نہ ہوا بلکہ حاضر میت پر ہے۔ اس لئے کہ سرور کائنات ﷺ مدینہ شریف میں تشریف فرما ہو کر غزوہ موتہ کے حالات ملاحظہ فرما رہے تھے۔ تو غائبانہ کہاں رہا، حالات غزوہ موت کے ملاحظہ فرمانا۔ امام الانبیاء ﷺ کا متعدد کتب حدیث میں موجود ہے۔ دیکھئے۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۶۶، مسند امام احمد ج ۳ ص ۱۱۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۵۴، مستدرک ج ۳ ص ۲۲۴، نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۹۱، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۲۰، تاریخ الصغیر ج ا ص ۲۲، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۳۳)

ثالثاً: یہاں صلوۃ سے مراد نماز جنازہ ہی تو نہیں بلکہ مراد دعا بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس سے استدلال ہی وہابیوں کی حماقت ہے۔ جنازہ مراد ہو بھی تو ان کو فائدہ نہیں بلکہ جنازہ حاضر میت پر ہے۔ اس لئے کہ سرور کائنات ﷺ خود ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

غائبانہ نماز جنازہ وہابی اکابر کی نظر میں

قارئین کرام! احناف کے مؤقف کے دلائل اور وہابیہ کے دلائل خود ساختہ کے منہ توڑ جوابات آپ نے ملاحظہ فرما لئے۔ اب ہم اہل سنت احناف کے موقف کی مضبوطی خود وہابیہ کے اکابر سے پیش کر رہے ہیں۔

امام الوہابیہ ابن قیم

امام الوہابیہ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن قیم لکھتے ہیں کہ

اہل اسلام میں سے خلق کثیر کی وفات ہوئی مگر نبی کریم ﷺ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی اور نجاشی کی جو نماز جنازہ آپ نے ادا فرمائی۔ اس میں اختلاف ہے تین اقوال ...... امام ابوحنیفہ اور

امام مالک نے فرمایا کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اس لئے دوسروں کے لئے روا نہیں اور خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے کر دیا گیا ہو اور آپ نے حاضر میت کے طور پر نماز جنازہ پڑھی ہو۔ اس صورت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نہ دیکھنے کا عذر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ وہ نماز جنازہ میں آپ کے تابع تھے لہٰذا امام کا دیکھنا کافی تھا۔ اگرچہ انہوں نے نہ دیکھا ہو اور چونکہ کسی اور کے لئے اتنی مسافت سے ایسا مشاہدہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے وہ غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔ علاوہ ازیں نماز جنازہ غائبانہ نہ پڑھنے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نجاشی کے علاوہ دیگر غائبین کے لئے نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ حضرت نجاشی کے علاوہ حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی کی نماز جنازہ کی جو روایت پیش کی جاتی ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک صحیح مسئلہ اس طرح ہے کہ اگر کسی غائب کی کسی کفار کے علاقہ میں وفات ہوئی۔ اور وہاں اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی تو ایسی صورت میں (یقین ہونے کی وجہ سے) نماز جنازہ غائب جائز ہے لیکن جس کی وفات ایسی جگہ ہوئی ہو کہ وہاں اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی ہو تو اس پر غائبانہ جنازہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہاں کے پڑھنے والوں کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو گیا۔

(زادالمعاد ص ۶۲، ج ۱ طبع بیروت)

عبارت طویل ہونے کی وجہ سے ترجمہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

قارئین کرام! اس عبارت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ وہابیہ کے امام ابن تیمیہ اور ابن قیم کے نزدیک بھی نماز جنازہ غائبانہ بے ثبوت و بے دلیل عمل ہے ہاں ان کے نزدیک یہ ایک شرط سے مشروط اس کا جواز ہے۔ اتنا تو ضرور ثابت ہو گیا کہ احناف کا موقف دلائل کے اعتبار سے قوی و اولیٰ ہے اور موجودہ وہابیوں کے موقف باطل و مردود ہیں۔

عبداللہ روپڑی

وہابیہ کے محدث و مناظر عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں کہ

جنازہ غائب کی بابت بہت اختلاف ہے۔ حنفیہ وغیرہ کے علاوہ بہت اہلحدیث بھی اس کے قائل نہیں۔ نجاشی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بابت کہتے ہیں کہ وہ غیر ملک میں فوت ہوا۔ اس کے والی وارث کفار تھے۔ ظاہر یہی ہے کہ وہاں اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جنازہ مدینہ میں پڑھا۔ خطابی نے اس کو اختیار کیا ہے۔ رویانی نے بھی اس کو پسند کیا ہے۔ ابوداؤد نے اس پر باب باندھا

ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور محقق مقبلی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے ...... نجاشی کے واقعہ کے تین اور جواب بھی دیئے گئے ہیں۔

ایک یہ کہ آپ کے لئے زمین لپیٹی گئی۔ یہاں تک کہ میت آپ کے سامنے ہوگئی ...... دوسرا یہ جواب دیا گیا ہے کہ درمیان سے پردہ اٹھا دیا گیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو میت سامنے نظر آ گئی۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے شاید اس جواب کی بناء ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت پر ہو جو واحدی نے اسباب النزول میں بلا سند ذکر کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

كشف للنبي صلى الله عليه وسلم عن سرير النجاشي حتى راه و صلى عليه

یعنی نبی ﷺ کے لئے نجاشی کی چارپائی سے پردہ دور کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کو دیکھا اور جنازہ پڑھا۔

ابن حبان نے بھی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

فقاموا وصفوا خلفهٗ وهم لا يظنون الا ان جنازته بين يديه

یعنی صحابہ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صف باندھی اور وہ (صحابہ کرام) یہی گمان کرتے تھے کہ جنازہ آپ ﷺ کے سامنے ہے۔

اور ابی عوانہ نے بھی بطریق ایان وغیرہ سے اس نے یحیٰی سے اس قسم کی ایک روایت کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

فصلينا خلفه و نحن لا نرى الاان الجنازة قدامنا

یعنی ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جنازہ پڑھا اور ہم یہی دیکھتے تھے کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے۔

تیسرا جواب نجاشی کے واقعہ کا یہ دیا جاتا ہے کہ یہ نجاشی کا خاصہ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کا جنازہ (غائب) نہیں پڑھا حالانکہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف جگہ فوت ہوتے رہے۔ اگر جنازہ غائب عام طور پر جائز ہوتا تو کسی نہ کسی کا ضرور نقل ہوتا لیکن اس پر اعتراض پڑتا ہے کہ معاویہ بن معاویہ لیثی کا جنازہ غائب رسول اللہ ﷺ نے پڑھا ہے۔ وہ مدینہ میں فوت ہوا اور آپ اس وقت تبوک میں تھے۔ ابن عبدالبر نے استیاب میں اس کو ذکر کیا ہے نیز عبدالبر نے ابوامامہ

باہلی سے معاویہ بن مقرن کی بابت اور انس رضی اللہ عنہ سے معاویہ بن معاویہ مترنی کی بابت اس قسم کی روایتیں کی ہیں پھر کہا ہے کہ ان سب کی سندیں قوی نہیں ہیں اور حافظ ابن حجر نے بھی نجاشی کا خاصہ کہنے والوں پر اعتراض کیا ہے کہ معاویہ بن معاویہ لیثی کا جنازہ آپ نے پڑھا ہے...... اور ذہبی کہتے ہیں کہ صحابہ میں معاویہ بن معاویہ ہم کوئی شخص نہیں جانتے اور ابن قیم کہتے ہیں کہ معاویہ بن معاویہ کے جنازہ کی روایت صحیح نہیں۔ اس کی اسناد میں علاء بن یزید راوی ہے جس کی بابت ابن المدینی نے کہا کہ یہ کذاب ہے۔ غرض جنازہ غائب کی بابت اس قسم کے اختلافات ہیں۔ میری کسی طرف تسلی نہیں۔ اس لئے میں نہیں پڑھا کرتا۔ (نماز جنازہ غائب نہیں میں پڑھتا)

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۱۲۲،۳ طبع سرگودھا، تنظیم اہل حدیث ۱۱ جون ۱۹۶۵ء)

مولوی عبدالرؤف

وہابیہ کے محقق حکیم اشرف سندھو کے پوتے مولوی عبدالرؤف نے اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصے سے دلیل لی جاتی ہے جو بخاری و مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ میں مختلف صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے مگر اس سے مطلق غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام خطابی فرماتے ہیں کہ نجاشی ایک مسلمان آدمی تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا آپ کی نبوت کی تصدیق کی مگر وہ اپنا ایمان چھپاتا تھا اور جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو مسلمانوں پر اس کی نماز جنازہ ادا کرنا واجب ہوتی ہے۔ نجاشی چونکہ اہل کفر میں مقیم تھا اور وہاں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اس کی نماز جنازہ پڑھتا۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس کی نماز جنازہ ادا کرنا ضروری تھا کیونکہ آپ اس کے نبی تھے اور لوگوں کی نسبت اس کے زیادہ حق دار تھے۔ پس اس سبب نے واللہ اعلم آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی دعوت دی۔ اسی بناء پر جب کوئی مسلمان کسی ایسے شہر میں فوت ہو جائے جہاں اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی ہو تو دوسرے شہر میں اس کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے......

(معالم السنن ۱/۳۱۰،۳۱۱)

حافظ زیلعی اس قصہ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ضرورت کی بناء پر تھا کہ نجاشی ایسے علاقے میں فوت ہوا تھا جہاں اس کی کوئی نماز جنازہ پڑھنے والا نہ تھا۔ اس لئے اس کی نماز غائبانہ (بظاہر) ادا کرنی متعین تھی۔ جنازہ غائبانہ نہ پڑھنے کی دلیل اس سے بھی ملتی ہے کہ صحابہ کی کثیر تعداد جو

نبی ﷺ سے (بظاہر) غائب تھی، فوت ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان کی وفات کی خبریں بھی سنیں مگر ایک کے علاوہ کسی دوسرے کی نماز غائبانہ ادا نہیں کی۔ (نصب الرایہ ۲/۲۸۳،۲۸۴)

نجاشی کی اپنے ملک میں نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ (مسند طیالسی ۱/۱۶۲، مسند احمد ۴/۷۷، تاریخ کبیر للبخاری ۸/۲۳۲، ابن ماجہ ۱۵۳۷ طبرانی ۳/۱۲۸، ۱۲۹ اور تاریخ بغداد ۱۴/۲۴۵ میں حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس طرح مسند احمد ۳/۴۶۹) میں جابر رضی اللہ کی حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی وفات کی خبر دیتے ہوئے فرمایا **صلوا علی اخ لکم مات بغیر ارضکم** اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھو جو سرزمین غیر میں فوت ہوا ہے......

امام ابوداؤد نے نجاشی کے قصہ والی حدیث پر یوں باب باندھا ہے۔

باب فی الصلوة علی المسلم یموت فی بلاد الشرك (ابوداؤد ۲/۲۱۲)

یہ باب اس مسلمان پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں ہے جو بلاد شرک میں فوت ہو جائے۔ امام ابوداؤد کی اس تبویب سے ان کا جو مقصد ہے وہ واضح ہے ان کی اس تبویب سے بھی امام خطابی کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

نماز جنازہ غائبانہ پڑھنے پر معاویہ بن معاویہ قرنی یا لیثی کے قصے سے بھی حجت لی جاتی ہے...... مگر اس قصے سے درج ذیل دو وجوہ کی بناء پر حجت لینا مردود ہے۔

۱- یہ قصہ اسنادی اعتبار سے ثابت نہیں ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر اس کو ابومحمد ثقفی اور بلال بن محبوب کی سند سے ذکر کرنے اور ان دونوں سندوں پر جرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اس کی دوسری سندیں بھی ہیں جن کو ہم نے اختصار کے پیش نظر ترک کر دیا ہے اور وہ تمام سندیں ضعیف ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ۴/۲۰۸،۲۰۹) حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں۔ ان احادیث کی سندیں قوی نہیں ہیں اگر یہ احکام کے متعلق ہوتیں تو ان میں سے کوئی بھی قابل حجت نہ ہوتی۔ (استیعاب ۳/۳۰۵) قلت اس قصے سے نماز جنازہ غائبانہ کی مشروعیت پر استدلال کرنا ایک شرعی حکم ہے لہٰذا حافظ ابن عبدالبر کی تصریح کے مطابق یہ قصہ قابل حجت نہیں۔

۲- علی سبیل الجدل اگر اس قصے کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس سے حجت نہیں لی جا سکتی کیونکہ اس قصے کے مطابق معاویہ بن معاویہ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور رسول اللہ ﷺ اس

وقت تبوک میں تشریف فرما تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو محمد ثقفی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے زمین کو لپیٹ دیا گیا تھا اور آپ ﷺ مدینہ منورہ (بمع صحابہ) تشریف لے گئے۔ ان کی نماز جنازہ پڑھی پھر واپس لوٹے۔ حدیث ابوامامہ اس طرح مرسل معید بن میتب اور مرسل حسن بصری سے بھی یہی کچھ معلوم ہوتا ہے اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عطاء بن ابی میمونہ کی روایت میں ہے کہ معاویہ بن معاویہ کے جنازے کو جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا کھڑا کیا تو آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے معاویہ بن معاویہ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا نہیں کی لہٰذا اس قصے سے اس مسئلہ پر استدلال باطل ہوا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قد یحتج بہ من یجیزا الصلوٰۃ علی الغائب و یدفعہ ما ورد أنہ رفعت الحجب حتی شھد جنازتہ (اصابہ ۳/۴۱۷) اس سے غائبانہ نماز جنازہ کا قائل حجت لے سکتا ہے مگر اس کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ اس قصے میں ہے کہ نبی ﷺ کے لئے حجاب اٹھا دیئے گئے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ان کے جنازے میں شرکت کی۔ قلت حافظ صاحب کی اس صراحت کی بناء پر (فتح الباری ۳) میں مسئلہ غائبانہ نماز جنازہ کے ضمن میں ان کا اس قصے کو ذکر کرنا اور یہ کہنا طرق کی بناء پر قوی ہے۔ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ پر اس سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔ جیسا کہ اصابہ میں خود انہوں نے وضاحت کی ہے۔ قلت حافظ صاحب کے کہنے کے مطابق تھوڑی دیر کے لئے اس قصے کو اس کے طرق کی بناء پر صحیح تسلیم کر بھی لیں تو اس صورت میں یہ قصہ ہماری (مانعین غائبانہ جنازہ) کی دلیل ہوگا، نہ کہ ان کی اس لئے کہ اگر غائبانہ نماز جنازہ جائز ہوتی تو پھر رسول اللہ ﷺ کے لئے زمین سمیٹنے کی یا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کو حاضر کرنے کی کیا ضرورت تھی بلکہ ایسا کرنے سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں۔ لہٰذا یہ قصہ ہمارے لئے دلیل ہے۔ ان کے لئے نہیں ہذا بین لا یخفی حاصل کلام یہ ہے کہ یہی وہ دو واقعات ہیں جن سے اس مسئلے کے لئے استدلال کیا جاتا ہے جن میں معاویہ بن معاویہ والا قصہ تو ویسے ہی ثابت نہیں اگر یہ صحیح ثابت بھی ہو تب بھی اس سے دلیل لینا صحیح نہیں۔ جیسا کہ اوپر تفصیل سے ذکر ہوا۔ رہا نجاشی والا قصہ، تو اس کے بارے میں امام خطابی نے جو تفصیل ذکر کی ہے وہی قوی ہے کیونکہ اگر ہر غائب میت کی نماز غائبانہ مشروع ہوتی تو نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام نجاشی کے علاوہ کم از کم کسی ایک کی تو غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے جبکہ آپ سے ایسا قطعاً ثابت نہیں۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں اگر میت غائب پر نمازِ جنازہ جائز ہوتی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

اپنے صحابہ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے۔ شرق وغرب میں مسلمان خلفاء اربعہ اور دیگر لوگوں کی بھی یہ نماز پڑھتے لیکن ایسا کرنا کسی سے بھی منقول نہیں۔ نقلا من الجوہر النقی۔ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ ایسے بھی فوت ہوئے جو نبی ﷺ سے غائب تھے مگر آپ نے ان میں سے کسی کی بھی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں کی۔ اس مسئلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مذہب بھی خطابی والا مذہب ہے۔ حنبلی مذہب میں بھی صحیح ترین قول یہی ہے۔ (زاد المعاد ۱/ ۵۱۹، ۵۲۰) ابن الہادی نے تنقیح (التحقیق ۲/ ۳۲۰) میں مشہور سعودی عالم شیخ محمد معین نے اپنے فتاویٰ ۱/ ۴۰۳ میں اسی مذہب کو ترجیح دی ہے۔ اس کو ردیانی نے مستحسن کہا ہے اور محقق مقبلی نے (اسے) اختیار کیا ہے۔ (نیل الاوطار ۴/ ۵۰، احکام الجنائز ۹۴، ۹۵) میں البانی نے بھی اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ محققین کی ایک جماعت نے بھی یہی مذہب اختیار کیا ہے۔ (القول المقبول فی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول ۷۱۷ تا ۷۱۴)

ابوعبدالرحمٰن بشیر بن نور

وہابیہ کے شیخ الحدیث مولوی ابوعبدالرحمٰن بشیر بن نور لکھتے ہیں کہ:

''امام ابن قیم ...... نے (زاد المعاد ج ۱ ص ۲۰۵، ۲۰۶) میں فرمایا ہر غائب میت پر نماز جنازہ ادا کرنا، آپ ﷺ کے طریقے اور سنت میں نہیں ہے۔ کتنے ہی مسلمانوں نے آپ کی عدم موجودگی میں وفات پائی اور آپ ﷺ نے کسی کی (غائبانہ) نماز جنازہ ادا نہیں کی'' ...... (میں کہتا ہوں) اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے جب وفات پائی تو کسی مسلمان نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں کی اگر ایسا ہوتا تو ضرور احادیث میں تواتر سے نقل ہو جاتا۔ اس کا موازنہ مسلمانوں کے اس عمل سے بھی کر لیں کہ وہ ہر غائب کی نماز (جنازہ) ادا کر رہے ہیں۔ خاص طور پر اگر مرنے والا کسی شہرت کا حامل ہو خواہ صرف سیاسی شہرت ہی ہو اور وہ تقویٰ اور خدمت اسلام میں مشہور بھی نہ ہو، خواہ اس نے حدود مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور ایام حج میں ہزاروں مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ ادا کی ہو۔ امام الحدیث الشیخ ناصر الدین البانی نے اپنی اصل کتاب (احکام الجنائز ص ۹۱ تا ۹۳) میں اس بحث کو مزید تفصیل سے نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ امام مالک امام احمد بن حنبل شیخ الاسلام ابن تیمیہ امام خطابی امام الرویانی امام ابوداؤد شیخ صالح المقبلی ...... کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ صرف اس شکل میں جائز ہے جب میت پر کسی وجہ سے نماز جنازہ ادا نہ کی جا سکی

ہو۔ علمی اصولوں کے لحاظ سے یہی بات زیادہ صحیح ہے۔ (احکام الجنائز مترجم الالبانی حاشیہ ۱۳۹، ۱۴۰)

خودساختہ اہل حدیثوں کے خودساختہ شہیدوں کے خودساختہ غائبانہ نماز جنازے

وہابیوں نے آج کل جہاد کے نام پر لوگوں کو وہابی بنانے کی مہم چلا رکھی ہے۔ ان کی اس دھوکہ منڈی میں خودساختہ شہیدوں کے جنازے اور نہ جانے کیا کیا ڈرامے ہوتے ہیں۔ دو حوالہ جات حاضر خدمت ہیں۔

زندہ آدمی کو شہید قرار دینے کا ثبوت

اوکاڑہ، لشکر طیبہ کا شہید اپنی نماز جنازہ میں پہنچ گیا۔ لشکر طیبہ نے اپنے دو مجاہدین کی شہادت پر غائبانہ نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں چک ۳۳ میں پڑھانے کا اعلان کیا جسے امیر لشکر طیبہ حافظ سعید نے پڑھانا تھا۔ جنازے سے چند گھنٹے قبل ایک مجاہد ابوعثمان زندہ سلامت اپنے گھر پہنچ گیا۔ اس نے بتایا کہ ہماری شہادت کی غلط اطلاع تھی بلکہ دوسرا مجاہد زخمی ہونے کی بناء پر زیر علاج ہے اور عنقریب تندرست ہو کر گھر پہنچ جائے گا اور کہا کہ مقامی ذمہ داران نے تصدیق کئے بغیر ہی اشتہار دے دیا جس کی وجہ سے دور دور کے کارکنوں کو زحمت اٹھانا پڑی۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۱۶ ستمبر ۱۹۹۸ء)

۲۔ کوٹلہ ارب علی خان: موضع ساکنہ سندوعہ کا پاشا نامی مجاہد کشمیر میں لڑتے ہوئے شہید ہو گیا تھا۔ آٹھ ماہ قبل اس کے گھر والوں نے شہادت کی اطلاع ملنے پر غائبانہ نماز جنازہ اور دوسری رسومات بھی ادا کر دیں مگر وہ گزشتہ روز زندہ سلامت واپس لوٹ آیا۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۲۷ نومبر ۱۹۹۸ء)

قارئین کرام! وہابیوں کے خودساختہ غائبانہ جنازوں میں ان کے فراڈ کو ملاحظہ کیجئے۔ صرف ان کا مقصود لوگوں سے روپے لوٹنا ہے اور اس روپیہ سے اہل سنت اہل السلام کے خلاف اسلحہ استعمال کرتا ہے۔

وہابیوں کی ترجمان جماعت لشکر طیبہ کی دھوکہ منڈی

جہاد کے نام پر وہابیت پھیلانے کی تحریک وہابیوں نے لشکر طیبہ کی صورت میں چلا رکھی ہے۔ ان کے عقائد ونظریات وہابیت والے گستاخانہ ہیں۔ ان کا ترجمان رسالہ ''الدعوۃ'' انبیاء واولیاء کے خلاف طوفان بدتمیزی کئے رکھتا ہے۔ کفر وشرک کے فتوے تو ان کے لئے معمول کی بات ہے۔ کہیں رسول پاک ﷺ کو پکارنے کو ان لوگوں نے طاغوت سے جا ملایا ہے۔

مجلۃ الدعوۃ میں لکھا ہے کہ

آج کے مسلمان مشکل میں یا رسول اللہ یا علی یا غوث جیلانی پکارتے نظر آتے ہیں...... یا علی مدد یا رسول اللہ مدد یا عبدالقادر مدد اور ہر قسم کے طاغوت سے مدد مانگنا شرک ہے۔

(مجلۃ الدعوۃ لاہور ماہ اپریل ۱۹۹۷ء ص ۳۷)

قارئین کرام! غور فرمایئے کہاں طاغوت اور کہاں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مگر ان ظالموں نے رسول پاک ﷺ کو طاغوت شیطان سے جا ملایا ہے۔ نعوذ باللہ۔ ان کے بانی پروفیسر حافظ سعید کی ایک افسوسناک جسارت بھی ملاحظہ کیجئے۔

مذکورہ پروفیسر نے ساہیوال میں اپنے ایک بیان میں کہا کہ

مشرف واجپائی مذاکرات کامیاب ہوں یا ناکام، ہم غزوۂ احد کی طرح عارضی فتح کی نوید سن کر اپنے مورچے نہیں چھوڑیں گے۔ (روزنامہ کائنات اسلام آباد ۲۵ جون ۲۰۰۱ء)

اپنے اس بیان میں پروفیسر مذکور نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و طنز سے بڑی جسارت کا مظاہرہ کیا ہے اور اپنے آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ بہادر پر عزم مدبر اور حوصلہ مند ظاہر کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنی فوقیت ظاہر کرنے کی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے جس کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و جلالت شان کے ساتھ کوئی بھی مناسبت نہیں ہے۔ ان کی بے ادب ہونے کے لئے اور بھی کسی دلیل کی ضرورت ہے اور پھر ان کا تقویۃ الایمانی عقیدہ گستاخانہ ہے۔

بہر حال ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جہاد کے ساتھ ان کا کوئی بھی تعلق نہ ہے۔ پاکستان میں بدامنی اور دہشت گردی ان کا اصل مشن ہے۔ دین اسلام اور رسول پاک ﷺ سے ان کی وابستگی کا حال تو اس سے اندازہ لگایئے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی کا جشن ناجائز ہے مگر اپنے خود ساختہ شہیدوں کے خود ساختہ غائبانہ نماز جنازہ کے مواقع پر مبارک بادیں مٹھائیاں بانٹنا جائز ہے۔

الدعوۃ اپنے ایک خود ساختہ شہید کے مرنے پر اس طرح دھوم مچاتے ہیں۔ المبروک المبروک یا اہل القریۃ المبروک آج بہت مبارک گھڑی ہے۔ ایک شہید اسلام کی غائبانہ نماز جنازہ ہے۔ مبارک ہو بستی والو مبارک ہو۔ اے شہید کے والد محترم مبارک ہو۔ اے شہید کی والدہ تم نے ایک مجاہد جنا (ملخصاً)

ماہنامہ الدعوۃ لاہور جولائی ۱۹۹۷ء ص ۴۳

شہید کے بھائی حافظ محمد سلیم صاحب مہمانوں کے لئے مٹھائی اور دودھ لے کر آ گئے۔ تمام ساتھیوں

نے مل کر دودھ اور مٹھائی کھائی۔

ماہنامہ الدعوۃ لاہور جولائی ۱۹۹۷ء ص ۴۷

عبدالوکیل نے وصیت کی کہ میری شہادت کی خبر آئے تو مہمانوں کو دودھ اور مٹھائی کھلائیں۔ میرے قل وغیرہ کی رسم ادا نہ کی جائے۔ میں جنت کے دروازے پر آپ کا انتظار کروں گا۔

ماہنامہ الدعوۃ لاہور جولائی ۱۹۹۷ء ص ۴۸

مٹھائی اور چائے وغیرہ کی خبر دوسرے مقام پر بھی ہوئی۔

ماہنامہ الدعوۃ لاہور فروری ۱۹۹۷ء ص ۲۹

اولاً تو غائبانہ جنازہ کا عمل ہی سرکار دو عالم ﷺ کی پوری حیات طیبہ کے عمل مبارک کے خلاف سنت ہے اور پھر اس دھڑلے سے اس کا سرانجام دینا اس پر اس قدر اہتمام کرنا لاؤڈ سپیکروں پر اعلان وغیرہ یہ سب کام کیا اس موقع کے لئے رسول پاک ﷺ سے ثابت ہیں؟

اس قدر اہتمام تو یہ لوگ حاضر میت کے جنازے کی نماز کے لئے ہرگز نہیں کرتے جس قدر اہتمام یہ اپنے خودساختہ غائبانہ نماز جنازہ کے لئے کرتے ہیں۔

قارئین کرام! جھوٹ کے ساتھ ان لشکر خبیثہ کی اس قدر دوستی ہے کہ جھوٹ بولتے ہی نہیں بلکہ گھڑتے ہیں۔ ان کے جھوٹ کو دیکھ کر شیطان بھی اپنے آپ کو ان کا شاگرد تصور کرتا ہوگا۔ صرف ہم فی الحال ان کے دو جھوٹ کی نشاندہی کر رہے ہیں ورنہ اس پر مستقل کتاب ضخیم تیار ہو سکتی ہے۔

ماہنامہ الدعوۃ میں لکھا ہے کہ

ہندوستان کی بریلوی جماعت کے سربراہ شہزادہ مصطفیٰ رضا خان کی طرف سے گوہر شاہی کی حمایت میں جاری کردہ سرٹیفکیٹ

ماہنامہ الدعوۃ لاہور ماہ مئی ص ۳۵

قارئین کرام! گوہر شاہی تو آج کی بات ہے اور حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمتہ کا وصال ۱۹۸۱ء میں ہوگیا تھا۔ گوہر شاہی کی حمایت کا ان کی طرف سرٹیفکیٹ وہابیوں کی نری بکواس ہے۔ ایک وہابی مولوی ابن لعل دین نے امام سیوطی کی کتاب تیسیر المقال کا حوالہ دیا ہے۔

(میٹھی میٹھی سنتیں یا میٹھی میٹھی بدعتیں ص ۱۱۷)

حالانکہ اس نام کی امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ کی کوئی کتاب دنیا کے خطے میں موجود نہیں ہے

ہم صرف یہ ہی کہہ سکتے ہیں۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

وہابیوں کی دہشت گردی

وہابیوں کی نام نہاد جہادی تنظیم لشکر طیبہ دراصل دہشت گرد جماعت ہے۔ اس کے چند شواہد و دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ مصری سفارتخانے میں بم دھماکہ کے تین ملزم گرفتار، ایف آئی اے نے مرکز الدعوۃ والارشاد کے دفتر پر چھاپہ مار کر ملزموں کو گرفتار کر لیا اور وقوعہ میں جو گاڑی استعمال کی گئی وہ گاڑی بھی دفتر الدعوۃ سے پکڑی گئی۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳۰ جولائی ۱۹۹۶ء)

نام نہاد لشکر طیبہ خود وہابی اکابر و رسائل کی نظر میں

وہابیوں کی دہشت گردی اب ہم خود وہابیوں کے قلم سے پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ جماعت اہل حدیث کے رہنماؤں نے کہا ہے کہ اعجاز احمد اور اس کے ساتھیوں کو لشکر طیبہ الدعوۃ والوں نے قتل کیا ہے۔ ان کے قتل کی ساری ذمہ داری ان پر ہی ہے۔ جماعت اہل حدیث کے رابطہ سیکرٹری نے اپنی درخواست میں کہا ہے کہ آج سے دو سال قبل ان مرکز طیبہ الدعوۃ والوں نے مجھے بھی اغوا کر لیا تھا اور مجھ پر اپنے مرکز طیبہ میں زبردست تشدد کیا تھا اور قتل کی سازش کر رہے تھے۔

(روزنامہ صداقت لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۹۷ء، روزنامہ دن لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۹۷ء، روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۹۷ء)

ہفت روزہ اہلحدیث لاہور کی گواہی

۲۔ وہابیہ کا ترجمان لکھتا ہے کہ

علماء اہل حدیث کو یہ شکایت ہے کہ مرکز الدعوۃ مرید کے سے وابستگان ان کا ادب و احترام نہیں کرتے لیکن اب اس سے بڑھ کر کئی مقامات سے ہمیں اطلاعات موصول ہو رہی ہیں کہ وہاں مرکز الدعوۃ کے وابستگان اپنی اسلحہ تربیت کو علماء اہل حدیث کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔ کئی ایک مقامات پر باقاعدہ فائرنگ بھی کی ہے اور کئی علماء کو ڈرانے دھمکانے کی کوشش بھی کر چکے ہیں۔ گزشتہ دنوں تو حیدآباد میں مولانا محمد یوسف ارار پر وہاں کے مسئول (الدعوۃ) نے پستول تان لیا تھا۔ اسی طرح قاری عبدالحفیظ لاہور صدر میں گزشتہ ستمبر میں اور اب چند روز قبل منڈی وار برٹن میں بھی مسلح افراد حملہ آور

ہوئے ہیں ہم متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ قاری عبدالحفیظ صاحب یا کسی اور عالم کو نقصان ہوا تو اس کی تمام تر ذمہ داری مرکز الدعوۃ کے مرکزی عہدیداران خصوصاً حافظ محمد سعید پر ہوگی۔ (منجانب) ناظم دفتر مرکزی جمعیت اہلحدیث،

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۶ اکتوبر ۱۹۹۵ء، ص ۲۷)

محمد حسین شیخوپوری کے صاحبزادے کا الدعوۃ کے رد میں تفصیلی مضمون

اب ہم وہابیوں کے شیخ القرآن کے بیٹے کا تفصیلی مضمون مرکز الدعوۃ والوں کی تردید میں درج کر رہے ہیں تا کہ ہمارے دعویٰ کی حقانیت خود اکابر کے قلم سے آپ کے سامنے ظاہر ہو جائے۔

چند دن پہلے کی بات ہے میں نے مرکز الدعوۃ سے منسلک ایک مولوی صاحب سے پوچھا کیا بات ہے کہ آپ کے مرکز سے متعلق نوجوان ادب و احترام کی تمام حدیں توڑ کر اس قدر گستاخ اور بدتمیز ہو جاتے ہیں کہ انہیں والدین استاد یا کسی بزرگ کا کوئی خیال ہی نہیں رہتا؟ یہ سوال میں نے بائی دی وے نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی کیا تھا جس کے جواب میں مولانا صاحب مذکور نے بھی حقیقت بیان کر دی فرمانے لگے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہماری تربیت ہی اس انداز میں کی جاتی ہے کہ ہمارے نزدیک ہمارے اس "جہاد" سے اختلاف کرنے والا قطعاً قابل احترام نہیں ہے خواہ وہ ماں باپ ہو یا کوئی استاد!

ان کے اس جواب نے مجھے اپنی علمی کم مائیگی اور بے سروسامانی کے باوجود کچھ لکھنے کے لئے آمادہ کر لیا کیونکہ ہمارے جامعہ میں کئی ایسے واقعات ہو چکے ہیں کہ اچھا بھلا طالب علم دوران تعلیم سب کچھ چھوڑ کر بغیر کسی سے پوچھے اور اجازت لئے "جہاد" پر روانہ ہو گیا۔ والدین ہمارے پاس آئے ہمارا بچہ کہاں ہے؟ لاہور فون کیا پتہ چلا وہ تو افغانستان جہاد کے لئے جا چکا ہے۔ والدین روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ علاوہ ازیں کئی واقعات ایسے بھی ہیں کہ بوڑھے والدین نے بار بار شکایت کی کہ خدارا ہمارے بچے کو سمجھاؤ یہ تعلیم حاصل کرنے کا وقت ہے لیکن اس کی حالت یہ ہے کہ "اپنے اس جہاد" سے واپس آ کر وہ کسی کی بات سننا پسند نہیں کرتا ذرا سی بات پر لڑنا جھگڑنا اس کا معمول بن گیا ہے۔ ہمارے معمولی اظہار خفگی پر دوبارہ "جہاد" پر چلے جانے کی دھمکیاں دیتا ہے۔ بہت سے ایسے نوجوان ہیں جو ساری گھریلو ذمہ داریاں چھوڑ کر ان کا بوجھ بوڑھے والدین پر ڈال کر "جہاد" کے نام پر آوارگی اپنائے ہوئے ہیں۔ واقعتاً

یہ اس تربیت کی کرامات ہیں جس کا ذکر اس مولوی نے کیا ہے نہ جانے کتنے ایسے والدین ہیں جن کے نونہال انہی کے خلاف صف آراء ہیں جو ان بوڑھوں کا بڑھاپے میں سہارا بننے کی بجائے ان کی پریشانیوں میں اضافے کا سبب بن رہے ہیں جنہیں تکمیل تعلیم کے بعد مسند بخاری گوندلوی کو سنبھالا دینے کا فریضہ سرانجام دینا تھا وہ لمبے لمبے بال، ڈراؤنی شکل ہاتھ میں کلاشنکوف پر ہی اکتفا کر بیٹھے ہیں۔ افسوس ہے تیری اس تربیت پر تازہ دماغ کی سوچ کا دھارا بدل کر قرآن وسنت کی عملی قندیلیں گل کر کے اس نام نہاد جہاد سے کون سی خدمات بجا لا رہے ہو؟ اگر اسی رفتار سے دینی مدارس اور نظام تعلیم کے خلاف آپ کا جہاد جاری رہا تو مسلک کی بقاء کے لئے کل کو مبلغین، واعظین، مدرسین اور محدثین کہاں سے لاؤ گے۔ معاذ اللہ میری کسی سے مخالفت یا مخاصمت نہیں ہے۔ صرف چند ایک سوالات جو ایک عام اہلحدیث کی طرح میرے ذہن میں بھی گھوم رہے ہیں۔ مجھے ان کا جواب درکار ہے؟

کیا جہاد پر جانے کے لئے والدین کی اجازت ضروری ہے؟ یا نہیں۔

اس وقت جہاد فرض کفایہ ہے یا فرض عین؟ کیا پاکستان کے اندر بھی کسی جہاد کی ضرورت ہے؟ یا نہیں۔ اگر یقیناً ہے تو پھر اس مقامی جہاد کو چھوڑ کر کبھی افغانستان کبھی بوسنیا اور کشمیر میں ان جہادی سرگرمیوں کے پیچھے آخر کیا جذبات کارفرما ہیں؟

ان ارید الا الا صلاح ما استطعت و ما تو فیقی الا باللہ

آیئے صرف اصلاح احوال کے لئے ان سوالات پر غور کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک حدیث کو دو ابواب کے تحت ذکر کیا ہے۔ ایک کتاب الجہاد میں باب الجہاد باذن الوالدین اور دوسرے کتاب الاداب میں باب لا یجاہد الا باذن الا بوین حدیث اس طرح ہے۔ عبداللہ بن عصر بیان کرتے ہیں۔

جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاستاذنہ فی الجھاد فقال احی والدك (لك ابوان) قالہ نعم قال ففیھما فجاھد

یعنی ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے جہاد پر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں۔ اس نے کہا ہاں زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا تو ان کی خدمت ہی تیرا جہاد ہے۔

اس حدیث کے تحت امام ابن حجر رضی اللہ عنہ نے فتح الباری میں دیگر کتب سے کافی احادیث نقل کی ہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں

فقد روی النسائی واحمد من طریق معاویة بن جاهمة ان جاهمة جاء الی النبی فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم اردت الغزو وجئت لا ستبرك فقال هل لك من ام ؟ قال نعم قال الزمها

نسائی اور مسند احمد کی روایت کے مطابق وہ شخص جاہمہ السلمی تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے۔ کہنے لگا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی خدمت کر تیرا یہی جہاد ہے۔ اسی طرح کی روایات بیہقی، مسلم، ابوداؤد اور ابن حبان میں مروی ہیں۔ ابوداؤد اور ابن حبان میں ہے ...... **ارجع فاضحکهما کما ابکتهما** ...... مسلم شریف میں اس طرح کے الفاظ آئے ہیں۔

ارجع الی والدیك فاحسن صحبتهما ...... ابوداؤد میں ابوسعید کی یہ روایت زیادہ واضح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا...... **ارجع فاستاذ نهما فان اذنالك فجاهد والا فبرهما** ...... کہ جاؤ جا کر ان سے اجازت طلب کرو اور اگر اجازت دے دیں تو جہاد کے لئے چلے جاؤ ورنہ ان کی خدمت کو ہی اپنے لئے جہاد سمجھو۔

ابن ماجہ نے کہا "**باب الرجل یغزو وله ابوان**" کے تحت زیادہ تفصیل کے ساتھ احادیث نقل کی ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ جاہمہ السلمی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں۔ **اتبغی بذالك وجه الله والدار الآخرة** آپ ﷺ نے فرمایا **ویحك احیة امك** کیا تیری ماں زندہ ہے۔ میں نے کہا ہاں زندہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جا اور اس کی خدمت کر جاہمہ کہتے ہیں میں نے دوسری جانب سے حاضر ہو کر پھر اسی طرح کا سوال کیا آپ نے پھر یہی جواب دیا۔ بالآخر میں نے آپ کے چہرے اقدس کے بالکل سامنے ہو کر پوچھا تو آپ نے فرمایا **الزم رجلها فثم الجنة** جاؤ اس کے پاؤں پکڑ لو وہیں جنت ہے...... ابن ماجہ ہی کی ایک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ نبی ﷺ سے جہاد کی اجازت طلب کرتے وقت اس شخص کے الفاظ یہ تھے۔

ولقد اتیت وان والدی لیبکیان قال فارجع الیهما فاضحکهما کما ابکتیهما

آقا! میں اس حالت میں جہاد کے لئے حاضر ہوا کہ میرے والدین رو رہے تھے اور میں انہیں روتے ہوئے چھوڑ آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا واپس جاؤ جس طرح انہیں رلایا ہے اسی طرح ان کی

خدمت کر کے انہیں ہنساؤ۔ مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں ان طلبہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو اپنے والدین اور اساتذہ کی اجازت کے بغیر اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر اپنے منہ بولے جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

اس کے بعد ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

قال جمہور العلماء ...... یحرم الجهاد اذا منع الا بوبن او احدهما بشرط ان یکونا مسلمین لان برهما فرض عین و الجهاد فرض كفاية جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان والدین یا ان میں سے ایک اگر جہاد سے منع کریں تو جہاد کے لئے جانا حرام ہے کیونکہ ان کی خدمت فرض عین اور جہاد فرض کفایہ ہے البتہ جب جہاد فرض عین ہوگا تو ماں باپ کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

فرض عین اور فرض کفایہ

ابن قدامہ نے المغنی میں لکھا ہے کہ تین مواقع پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

۱۔ جب دو لشکر آپس میں آمنے سامنے صف آراء ہو جائیں تو اسلامی لشکر میں شامل تمام افراد پر جہاد فرض عین ہوگا اور اس سے پیچھے پھرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہوگا۔

۲۔ جب کسی ملک یا شہر پر کفار حملہ آور ہوں تو اس کے باسیوں پر قتال اور دفاع فرض عین ہوگا۔

۳۔ جب حاکم وقت امیر المومنین جہاد کا حکم دے دے تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

ان صورتوں کے علاوہ جہاد فرض کفایہ ہے جس کے لئے والدین کی اجازت فرض عین ہے اور بغیر اجازت جہاد پر جانا حرام ہے۔ مرکز الدعوۃ والے سوچیں نوجوان نسل کی کس جانب رہنمائی و تربیت کر رہے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ جہاد

احادیث اور سیرت کی کتابیں اس بات پر گواہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی علاقہ پر فوج کشی سے پہلے دو تین باتوں کا خصوصی خیال فرماتے۔

۱۔ سب سے پہلے اس علاقہ کے لوگوں کو دعوت اسلام دیتے اور خود ہی ان کے سامنے کوئی ایسا نکتہ پیش فرماتے جس پر اتحاد ممکن ہوتا چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے۔

باب دعوة اليهود و النصاری و علی ما يقاتلون عليه ؟ وما كتب النبی صلی الله عليه وسلم الی كسری و قيصر و الدعوة قبل القتال

نبی رحمت ﷺ جہاد سے پہلے یہود و نصاریٰ کو بھی دعوت اسلام واتحاد دیتے وفود بھیج بھیج کر اتحاد کو ممکن بنانے کی کوشش فرماتے لیکن کیا ہی بابرکت جہاد ہے۔ مرکز دعوۃ والوں کا...... ماشاء اللہ جب سے جنم لیا اپنی ہی جماعت اور اپنے ہی ہم مسلک افراد کو ایک دوسرے سے ایسا متنفر کیا ہے کہ شاید ہی اتحاد کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر ہو۔ ''مجاہدین'' نے چار چار، پانچ پانچ سال جن مدارس سے تعلیم حاصل کی پہلی ہی تربیت سے ان مدارس کے اساتذہ و ناظمین کی طرف اس طرح گھورتے ہیں جیسے انہوں نے ان کا باپ مارا ہو۔

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھیں دھڑکنیں
وہ بولنے لگے تو ہمیں پہ برس پڑے

یہ سب تربیتی کنونشن اور تربیتی اجتماعات کی کرم فرمائیاں ہیں۔

اس ضمن میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایک تاریخی خط ملاحظہ فرمائیں۔

''اے رستم ومہران، ایران کے حکمرانو! پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام قبول کرلو اگر یہ نہیں تو ذلیل ہو کر جزیہ ادا کرو اگر یہ شرط بھی قبول نہیں تو لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ میرے ساتھ ایک ایسی قوم ہے جو موت سے اس طرح پیار کرتی ہے جس طرح ایرانی شراب سے محبت کرتے ہیں۔

۲۔ لشکر کشی سے پہلے اس بات کا خصوصی خیال کیا جاتا کہ اس علاقہ میں مسلمان آباد ہیں یا نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے حملے سے ان مسلمانوں کو کسی بھی طور پر کوئی تکلیف پہنچی ہو۔ چنانچہ ہجرت کے بعد مکہ مکرمہ میں مسلمان جس کسمپرسی کی زندگی گزارتے تھے خود رب العزت نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

و مالكم لا تقاتلون فی سبيل الله والمستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين يقولون ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهلها ...... الخ

چنانچہ دعوۃ والے اس آیت کو بڑی ہوشیاری سے کشمیریوں کے مظلوموں پر فٹ کرتے ہیں لیکن یہ خیال نہیں کرتے۔

کیا رسول اللہ نے ان مظلومین مکہ کی مدد اس طرح کی تھی جس طرح آج کل آپ کشمیریوں کی مدد کر رہے ہیں اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ بھی ان کی مدد کے لئے دس بیس مجاہد بھیج کر رات کے اندھیرے

میں اکادکا سردار مکہ کو قتل کروا دیتے جس کا ردعمل ان مسلمانوں پر ظاہر ہوتا لیکن پیغمبر رحمت نے قطعاً ایسا نہیں کیا یہ دانائی تو دعوہ والے کشمیریوں کے ساتھ کر رہے ہیں کہ کوئی دو چار (مجاہد) چھپ چھپا کر مقبوضہ کشمیر پہنچ جاتے ہیں۔ رات کے اندھیرے میں بغیر کسی تمیز کے کہ اس علاقے میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب کیا ہے۔ فائر کیا بم پھینکا کوئی ہندو مر گیا تو گیا جہنم نہیں تو نہ سہی۔ خود جہاد کا مزہ لوٹے واپس دوڑ آئے۔ صبح اس علاقے پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے ہندو بنیے اس علاقے کے مسلمانوں پر جو ظلم ڈھاتے ہیں پھر وہ عصمتیں لٹتی ہیں اور خون مسلم کی جو ارزانی ہوتی ہے۔ اس کی خبریں شہ سرخیوں سے اخبارات میں چھپتی ہیں پھر ان مسلمان بچیوں کی عصمت دری اور نونہالوں کی تڑپتی لاشوں پر یار لوگوں کے ڈالر اور دینار چھپتے ہیں۔ الفرار من الزحف کبیرہ کے اس مرتکب کے لئے نئی ایئر کنڈیشنڈ کار خریدی جاتی ہے۔ اس غازی کے وارے نیارے الدعوۃ اس کی تعریف میں کئی صفحات سیاہ کر دیتا ہے خدارا! کوئی انہیں سمجھائے یہ کیا کر رہے ہو۔

۳- کاش مرکز الدعوہ کے ان ''مجاہدین'' نے بخاری شریف کی یہ روایت پڑھی ہوتی ''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو رات حملہ آور نہ ہوتے صبح اگر اذان کی آواز سن لیتے تو رک جاتے اگر آواز نہ سنتے تو حملہ کرتے چنانچہ ہم رات ہی خیبر پہنچ گئے تھے لیکن حملہ صبح کیا گیا۔

مرکز الدعوۃ والو! کبھی آپ نے اپنے نعرہ پر بھی غور کیا ہے۔ ''اہلحدیث کا منہج دعوت و جہاد'' دعوت کس کو دیتے ہو کسی سعودی یا کویتی کو تو ضرور دعوت دیتے ہوں گے کیونکہ ان مہمانوں کا حق ہے کہ انہیں ''دعوت'' دیں کیا آپ نے کبھی ''دعوت اتحاد'' کی بھی زحمت گوارا کی ہے۔ دوسرے لوگوں کو چھوڑ و کم از کم اپنے مسلک کے لوگوں کو ہی ''دعوت اتحاد'' دی ہوتی۔ باقی رہا جہاد کا مسئلہ خدانخواستہ میں یا مرکزی جمعیت کا کوئی فرد جہاد کا منکر نہیں ہے۔ الجهاد ماض الى يوم القيامة اسلام اسلام کے ذروۃ السنام کی فرضیت کا کون مسلمان قائل نہیں ہے۔ ہمیں اگر انکار ہے تو آپ کے اس جہاد سے ایک دو دن میں چھپ چھپا کر مسلمانوں کے علاقہ میں واردات کر کے گھر بھاگ آنا اور ان مسلمان بھائیوں کو مصیبت میں مبتلا کر دینا ہم ایسے جہاد کو قطعاً نہیں مانتے چنانچہ ہم عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ''کام'' کافی بن گیا ہے اب کشمیریوں کو معاف کر دو۔

اگر طبع نازک پر ناراضگی کے کچھ آثار نمودار نہ ہوں تو فرمائیں افغانستان میں اہلحدیث کی حکومت

قائم کرلی ہے؟ سینکڑوں عربی نوجوان لاکھوں مسلمانوں کے قتل اور اربوں کے ضیاع کا ذمہ دار کون ہے؟ لیکن آپ کو یہ سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہے جتنے زیادہ مریں گے آپ کے اتنے زیادہ کھرے ہوں گے۔شاباش Very Good۔

میری ان گزارشات کا ایک حصہ باقی رہ گیا ہے سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان میں جہاد کی ضرورت ہے یا نہیں؟ تو دوسرے ممالک کا رخ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اس نکتہ پر غور کریں کہ کیا پاکستان میں اسلام نافذ ہے؟ پاکستان میں شرک تو بالکل نہیں ہوتا یہاں تو پورے سکون سے صرف ایک اللہ کی عبادت ہورہی ہے۔کبھی کوئی مظلوم قتل نہیں ہوا کبھی کسی کی بہو بیٹی کی عصمت نہیں لٹی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بڑا احترام ہے۔امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی عصمتیں محفوظ ہیں تو نبی کی نبوت بھی محفوظ ہے اور پھر ان مال بٹورو مجاہدین کی قوت سامعہ کے کیا کہنے۔

ایک بچی کی آبرو کشمیر یا بوسنیا میں لٹتی ہے وہ چیختی چلاتی ہے اس کی آواز مجاہدین کے کانوں سے ٹکراتی ہے کتابیں اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہیں۔فوراً کلاشنکوف تھام لیتا ہے میں آرہا ہوں۔

خدال بن ولید بن کر

محمد بن قاسم بن کر

طارق بن زیاد بن کر

صلاح الدین ایوبی بن کر

میں آرہا ہوں

میں آرہا ہوں

کے نعرے لگاتا بے تابانہ یہ ''مجاہد'' کشمیر کی طرف بھاگ اٹھتا ہے مگر شیخوپورہ کے قریب بھدرو مینارہ میں محمد امجد مظلوم قتل کردیا جاتا ہے۔اس کے والدین اور بہن بھائیوں کی سسکیوں کی آواز کسی مجاہد کے کان سے نہیں ٹکراتی وہاں پاسبان والے لشکر کشی کرکے ''نمبر بنانے کی کوشش'' کرتے ہیں لیکن یہ مجاہدین وردیاں سجائے صرف کشمیر ہی جاسکتے ہیں کیونکہ وہ جنت نظیر ہے اور یہ شیخوپورہ ہے۔

یہ لوگ ہیں جو اپنے سینوں میں اسلاف کے قلب وجگر چھپائے ہوئے ہیں لیکن یہ ماڈرن مجاہد کی نظر میں ان میں سے کوئی بھی مجاہد یا غازی نہیں ہے۔ان مجاہدین کو نہ عورت کی حکمرانی میں کوئی قباحت نظر آتی ہے۔انہیں کسی بھی مظلوم و بے سہارا مقتول کے ورثاء کی آہ وفغان اور سسکیاں سنائی نہیں دیتیں۔

شاید پاکستان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی توہین کرنے والا بھی ان کے نزدیک قابل مواخذہ نہیں ہے۔ پاکستان ترکستان بن جائے ان کی بلا سے کسی کی بہو بیٹی بے آبرو ہو جائے للہ انہیں کیا؟ صرف بوسنیا اور کشمیر سے ہی آواز اٹھے تو ان کے کان تک پہنچتی ہے کیوں؟ اس آواز کے پیچھے ڈالروں اور دیناروں کا کھڑاک ہوتا ہے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

ہفت روزہ اہل حدیث لاہور

ہمارے اہل حدیثوں میں بھی مرکز الدعوۃ تحریک اٹھی، یہ لوگ علماء اہلحدیث کی ماضی کی تاریخ پڑھ لیتے۔ اہل حدیث علماء کرام پر نہ برستے۔ ان کو کافر قرار نہ دیتے لیکن وہ تو خود جاہل ہیں کیا سمجھتے ہو۔ پروفیسر حافظ سعید عالم دین ہے؟ کس کو یہ غلط فہمی ہے کہ وہ عالم دین ہے؟ یہ (عنایت اللہ) مشرقی جیسے لوگ تھوڑے دماغ کے مالک ہیں۔ گھٹیا دماغ رکھتے ہیں۔ ان کو دین حاصل نہیں ہے۔ علوم پر عبور حاصل نہیں ہے۔ شریعت کے ڈھنڈورچی اہلحدیثوں کی تاریخ سے واقف ہوتے تو اپنے ہی بھائیوں پر تلوار نہ سونتتے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۹۵ء)

وہابیہ کے ترجمان نے مرکز الدعوۃ لشکر طیبہ مریدکے کے وہابیوں کے ۲۹ روزہ اور اعتکاف تڑوانے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

لو جی ایک نیا چن چڑھ گیا من پسند شریعت کے ڈھنڈورچیوں نے روزوں کے ساتھ بھی ہاتھ کر دیا بلکہ عید کے احکامات میں بھی اس طرح ترمیم کر دی جس طرح امارت اور نماز کے معاملات میں کمی کی تھی۔ آپ نے بھی اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ کس طرح ان لوگوں نے اہلحدیث جماعت کو مذاق کا نشانہ بنوایا اور چاند مہینہ اٹھائیس کا کر دکھایا۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ چاند مہینہ انتیس کا ہوتا ہے یا تیس کا مگر ان بوالعجبیوں نے اس کو اٹھائیس کا کر دیا ہے۔ من پسند شریعت کے ڈھنڈورچیوں کو چاند نظر آیا ہو یا نہ آیا ہو مگر یہ بات پکی ہے کہ انہوں نے ایک اور چن چڑھا دیا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۲۴ مارچ ۱۹۹۵ء)

اس وہابیہ کے ترجمان نے لشکر طیبہ نام نہاد کے ساتویں سالانہ اجتماع کے موقع پر لکھا کہ

اب جبکہ اجتماع کے نام پر ایک اور موقع پیدا کیا گیا جماعت میں انتشار کو مستحکم کرنے کا اور موحدین کو کافر و مشرک بنانے کا...... جہاد کے نام پر اہل حدیث عوام کو ورغلانے کا کشمیری مجاہدین کے خلاف لڑنے کا......صرف یہی نہیں بلکہ امیر الدعوۃ امیر حمزہ جن کے بیان کردہ شہید گھروں کو زندہ ہو کر جاتے ہیں نے کفرستان سے نوبستان تک نامی کتاب میں شیخ جمیل الرحمٰن کے متعلق لکھا۔ سلفیت کے روپ میں

سلفیت کا بھیانک دشمن، سوال یہ ہے کہ حافظ امیر محمدی صاحب سے وہ کون سا کفر واقع ہوا ہے کہ حافظ سعید اینڈ کمپنی نے ان کی شرعی امارت چھوڑی ہے اور خود کو امیر لکھنے لگے ہیں۔ امیر محمدی اب بھی امیر ہیں پھر حافظ سعید بتلائیں گے کہ ایک امیر کے ہوتے ہوئے امیر بننے کا شرعی حکم کیا ہے۔ کیا امیر کے ہوتے ہوئے دوسرا امیر بننے والا واجب القتل نہیں ہے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۴ء)

اہل حدیث جانباز فورس

کی طرف سے ایک پمفلٹ لشکر طیبہ اور دوسری جہادی وہابی جماعتوں سے ۵۰ سوال پر مشتمل ہے۔ وہ بھی من وعن پیش خدمت ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

اور اللہ کے راستے میں اس طرح جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے

شعور جہاد

قرآن وسنت کے مطابق

حقیقی جہاد کی ایک جھلک اور نام نہاد جہاد کا پوسٹ مارٹم

☆ جہاد کے موضوع پر قائد جانباز مولانا اختر محمدی کی تقریر کا اقتباس

☆ ۵۰ سوالات پر مبنی جہادی سوالنامہ، جو نام نہاد جہادی گروہوں کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے؟

☆ کوئی جہادی گروہ قرآن سنت کی روشنی میں ان سوالات کے جوابات نہیں دے سکا

دور بین، دور اندیش حصولِ منزل کے لئے پر عزم قرآن وسنت کے شیدائیوں کی ملک گیر تنظیم

اہل حدیث جانباز فورس پاکستان

فی الوقت جماعت اہلحدیث میں تنظیم سازی کرنا سب سے بڑا جہاد ہے

مولانا اختر محمدی کا دعویٰ

جو کشمیر کے مظلوموں کی دادرسی کرنا چاہتا ہو، بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کی خبر گیری کرنا چاہتا ہو وہ آئے ہمارے ساتھ سب سے پہلے جماعت اہلحدیث کو منظم کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

کراچی میں جہاد فی سبیل اللہ کے موضوع پر مجلس مذاکرہ میں کی گئی تقریر سے اقتباس

''میں کہتا ہوں جو جہاد کا منکر ہے وہ کافر ہے۔شہادت کی تمنا جس دل میں نہیں وہ دل نفاق سے خالی نہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ نماز شیعہ بھی پڑھتے ہیں اور بریلوی بھی لیکن ہم ان کی نماز کے طریقہ کار سے اختلاف کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ان کی نماز سنت کے مطابق نہیں ہے ہم اپنی نماز کو قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم سے ثابت کرتے ہیں۔ صحاح ستہ سے ثابت کرتے ہیں لیکن اگر ہماری اس تنقید کو وہ یہ کہیں کہ اہلحدیث نماز کے منکر ہو گئے ہیں تو یہ ناانصافی ہوگی۔ کسی نماز کے طریقہ کار سے اختلاف اس کا انکار نہیں ہے۔

میرے ساتھیوں نے مختلف مجالس میں ثابت کیا، اہلحدیث جانباز فورس الحمد للہ سب سے بڑھ کر جہاد کی حامی ہے اور ہم سب سے بڑھ کر جہاد کر رہے ہیں۔ میں اکابر علماء کی مجلس میں بیٹھ کر یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ فی الوقت جماعت اہلحدیث میں تنظیم سازی کرنا سب سے بڑا جہاد ہے۔ جماعت اہلحدیث کو منظم کرنا سب سے بڑا جہاد ہے اور...... جماعت کس انداز میں منظم ہو سکتی ہے۔ اہلحدیث جانباز فورس اس کے لئے لائحہ عمل رکھتی ہے۔ اسے جہاد کے مراحل کا شعور ہے آپ ماہنامہ صراط مستقیم بھی پڑھتے ہیں۔ لائحہ عمل کے مختلف پہلو لٹریچر کی شکل میں بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ ''اہل حدیث جانباز فورس'' کا ہر سینئر کارکن آپ کو بتانے کے لئے تیار ہے۔

آپ لوگوں سے میری دردمندانہ درخواست ہے کہ آپ ضرور پڑھئے

جماعت حقہ کو کس طرح منظم و مضبوط کیا جا سکتا ہے؟ دور حاضر میں باطل قوتوں کا طریقہ واردات کیا ہے؟ اس طریقہ واردات سے کس طرح نمٹا جا سکتا ہے؟ آج دشمن کس کس انداز میں ہمارے گھروں میں، ہمارے معاشرے میں، ہماری سیاست میں، ہماری صحافت میں، ہماری معیشت اور معاشرت میں داخل ہو چکا ہے۔

''اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ آئیے!''

جسے جہاد کی تمنا ہو، جسے مسلک اہلحدیث سے واقعی ہمدردی ہو، جس کو قرآن وسنت کے نفاذ سے دلچسپی ہو، جو حق و باطل کے معرکے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہتا ہو، جو بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کی خبر گیری کرنا چاہتا ہو، جو فلسطینی مسلمانوں کے زخموں پر مرہم رکھنا چاہتا ہو، جو کشمیر کے مظلوموں کی دادرسی کرنا چاہتا ہو، وہ آئے ہمارے ساتھ سب سے پہلے جماعت اہلحدیث کو منظم کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔ ہم جماعت اہلحدیث کو منظم کرنے کا لائحہ عمل چیلنج کے انداز میں پیش کرتے ہیں۔

50 سوالات پر مبنی جہادی سوالنامہ

آنکھیں بند کر کے کسی کے پیچھے چل پڑنا تقلیدی ذہنیت کی علامت ہے جبکہ اہلحدیث کسی کا مقلد نہیں ہوتا۔ وہ قرآن وسنت کے دلائل و براہین کی روشنی میں قدم آگے بڑھاتا ہے وہ اس معاملے میں حد درجے حساس ہوتا ہے کہ وہ نیک نیتی کے ساتھ جو عبادات انجام دے رہا ہے اس کا طریقہ کار بھی وہی ہو جو ان عبادات کی ادائیگی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیا تھا۔ اسی لئے ایک اہلحدیث کے پیش نظر صرف وہ آیات اور احادیث نہیں ہوتیں جو ضرورت وفرضیت نماز سے متعلق ہوں بلکہ وہ ان آیات و احادیث کو بھی خاص اہمیت دیتا ہے جو نماز کے طریقہ کار سے متعلق ہوں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر نماز پڑھی لیکن سنت طریقے سے نہ پڑھی تو ایسی نماز کا اللہ کے ہاں قبولیت کا درجہ حاصل کرنا یقینی نہیں ہوگا۔

جو لوگ مقلد نہیں ہیں اور واقعی اہلحدیث ہیں انہیں جہادی گروہوں کی جاری کردہ جہاد میں شمولیت ان کے طریقہ کار اور ان کی پالیسیوں کو کتاب وسنت کی روشنی میں پرکھنا چاہئے۔ جس جہاد کو لوگ جہاد فی سبیل اللہ سمجھ کر اس میں شمولیت کو باعث اجر وثواب سمجھ رہے ہیں کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ جہاد قرآن و سنت کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے اللہ کے ہاں مقبول نہ ہو؟ یہ محض کوئی قیاس نہیں ہے بلکہ حقیقت پر مبنی موقف ہے اگر آپ کو یقین نہیں ہے تو درجہ ذیل سوالات کا مطالعہ کریں اور پھر کسی بھی عالم دین یا مفتی سے ان سوالات کے قرآن و حدیث سے جوابات حاصل کریں پھر آپ سمجھ لیں گے کہ جن سرگرمیوں کو جہاد ظاہر کیا جا رہا ہے وہ اسلامی جہاد سے کس قدر مختلف ہے اور پھر نام نہاد جہادی لیڈروں کا کردار بھی آپ پر واضح ہو جائے گا جو محض اپنے مفادات کے لئے سادہ لوح معصوم عوام کو جہاد کے مقدس نام پر بے وقوف بنا رہے ہیں۔

(۱) جہاد کے اصطلاحی اور لغوی معنوں کی وضاحت کریں؟

(۲) قتال فی سبیل اللہ کے معنی کیا ہیں اصطلاحی اور لغوی وضاحت فرمائیں؟

(۳) قتال جہاد کا حصہ ہے یا کہ جہاد قتال کا حصہ؟

(۴) مکہ میں جہاد فرض ہوا تھا یا کہ نہیں؟

(۵) اگر مکے میں جہاد فرض تھا تو آیا جہاد کیا گیا یا کہ نہیں؟

(۶) اگر جہاد سے مراد صرف قتال ہی ہے تو کیا مکہ میں قتال ہوا؟

(۷)اگر جہاد سے مراد قتال ہے تو سورہ الفرقان آیت نمبر ۵۲ میں جہاد کبیر کا کیا مطلب ہے؟ جبکہ یہ مکی سورہ ہے۔

(۸)اگر مذکورہ آیت سے مراد قتال ہے تو اس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے جانباز صحابہ رضی اللہ عنہم نے مکی دور میں عمل کیا یا نہیں؟

(۹)روزہ، قتال اور قصاص کے حکم کے لئے قرآن مجید میں ایک تین حرف پر مشتمل لفظ کتب استعمال ہوا ہے جیسے کتب علیکم الصیام (تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں) کتب علیکم القتال (تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے) کتب علیکم القصاص (تم پر قصاص فرض کر دیا گیا ہے) ان احکامات میں سے کچھ پر اپنی مرضی سے عمل اور کچھ کو چھوڑ دینا کیسا ہے؟

(۱۰)اگر آپ کہیں کہ قصاص لینا تو اسلامی حکومت پر فرض ہے تو جناب قتال بھی تو کسی فرد پر نہیں بلکہ اسلامی حکومت پر فرض ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

(۱۱)اگر آپ کے نزدیک اسلامی حکومت کے قیام سے بغیر قتال ہو سکتا ہے تو پھر قصاص کیوں نہیں لیا جا سکتا؟

(۱۲)قتال کرنے والے قصاص والی آیت پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

(۱۳)قرآن میں قتال، فتنے کا خاتمہ اور دین کا اللہ کے لئے خالص ہو جانا ایک ہی آیت میں مذکور ہے ترجمہ: اور ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے خالص ہو جائے (القرآن) قتال کا دعویٰ کرنے والے اس آیت کے ایک حصے پر عمل کرتے ہیں یعنی قتال کرتے ہیں لیکن دو حصوں کو اپنی مرضی سے چھوڑ دیتے ہیں نہ فتنے کا خاتمہ کرتے ہیں اور نہ دین اللہ کے لئے خالص کرتے ہیں۔ افغانستان کی مثال سامنے ہے۔ ایسا قرآن و حدیث کے کن دلائل کی روشنی میں کرتے ہیں؟

(۱۴)اپنی مرضی سے ۱/۳ حصے پر عمل کرنے والوں پر کیا قرآن کی یہ آیت صادق نہیں آتی کہ "کیا تم بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کو چھوڑ دیتے ہو۔" اگر ایسا ہے تو پھر آپ کا عمل کیا معنی رکھتا ہے۔

(۱۵)قتال کا مقصد فتنے کا خاتمہ ہے کیا افغانستان میں فتنے کا خاتمہ ہو گیا؟ اگر نہیں تو پھر افغانستان کے جہاد کو ادھورا چھوڑ کر کشمیر کی جانب رخ کیوں کیا؟ اور اگر ہو گیا تو اس کی دلیل کیا ہے؟

(۱۶)قتال کا مقصد دین اللہ کے لئے خالص کرنا یعنی دین کا غلبہ ہے کیا افغانستان میں دین کا غلبہ ہو گیا؟

اگر نہیں تو پھر کشمیر کی طرف رخ کیوں؟

(۱۷) افغانستان میں خانہ جنگی جاری ہے۔ مجاہدین کے گروپس آپس میں لڑ رہے ہیں اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو اسلام ان کے بارے میں کیا حکم دیتا ہے؟

(۱۸) اگر آپ کہیں کہ صلح کا حکم دیتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

ترجمہ: اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔ (سورہ الحجرت)

کیا قتال کے دعویداروں نے ان لڑائی کرنے والے مجاہدین کے گروپوں کے درمیان صلح کرا دی ہے؟

(۱۹) اگر کرا دی ہے تو دلیل دیں اگر نہیں تو کیوں نہیں کرائی کیا قرآن کے اس حکم پر عمل کرنا جہادی لوگوں کا کام نہیں ہے۔

(۲۰) اگر آپ کہیں کہ صلح کراتے ہیں لیکن وہ باز نہیں آتے تو جناب پھر قرآن ایسی صورتحال میں کیا حکم دیتا ہے کہ جب کوئی فریق زیادتی پر کمربستہ ہو؟

(۲۱) زیادتی کرنے والے فریق کے خلاف قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ قتال کا حکم دیتا ہے جیسا کہ مذکورہ آیت کے اگلے حصے میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔''

قرآن کا یہ حکم ہے تو زیادتی کرنے والوں کے خلاف قتال کیوں نہیں کیا؟ وضاحت فرمائیں؟

(۲۲) اگر جمہوریت کفر ہے اور انتخابات کفریہ عمل ہے تو آپ شیخ جمیل الرحمٰن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اس عمل پر کون سا فتویٰ عائد کریں گے کہ شیخ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے صوبہ کنٹر کے انتخابات میں حصہ لیا اور اکثریت کے ووٹ حاصل کر کے ایک جمہوری نظام کے ذریعے ایک اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لائے۔

ان کا یہ عمل شرعی تھا یا غیر شرعی؟

(۲۳) اگر شرعی نہیں تھا تو اس جمہوری اور غیر شرعی عمل سے اسلام کا نفاذ کیسے شرعی ہو گیا؟ اور اگر شریعت میں جمہوری انتخاب میں شرکت کی ممانعت نہیں تھی تو پھر آپ کے دعوے کے مطابق جمہوریت کفر کیسے ہے؟

(۲۴) آپ کے نزدیک بھی یہ بات مسلمہ ہے کہ شیخ جمیل الرحمٰن شہید رحمۃ اللہ علیہ کی صوبہ کنٹر میں امارت اسلامی خالصتاً اسلامی حکومت تھی۔ جب اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو اس کی حفاظت کرنا کن پر

فرض ہے؟

(۲۵) اگر آپ کہیں کہ اہلحدیث مجاہدین پر تو جب امارت اسلامی صوبہ کنٹر کو پامال کیا جارہا تھا تو اس وقت شیخ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعاون کیوں نہ کیا اور اسلامی حکومت کی بقاء کی اس جنگ کو فتنہ وفساد قرار دے کر پہلو کیوں بچایا۔

(۲۶) کیا اس وقت صوبہ کنٹر کے اہلحدیث مظلوم نہ تھے جب ان کی جان مال وعزت وآبرو کو پامال کیا جا رہا تھا کیا اس وقت قتال کا حکم اور مظلوموں کی امداد کا حکم معطل ہو گیا تھا؟

(۲۷) جس جگہ اسلامی حکومت قائم ہو اور اسے ختم کر دیا جائے تو وہاں دوبارہ اسلامی حکومت قائم کرنے کی جدوجہد کرنا قتال کرنے والوں کی ذمہ داری نہیں تھی۔ اس ذمہ داری کو نظر انداز کر کے کشمیر کی طرف رخ کس کے کہنے پر کیا؟

(۲۸) اگر آپ کہیں کہ کشمیر میں ظلم وستم ہو رہا ہے اس لئے ادھر کا رخ کیا ہے تو کیا اسلامی حکومت ختم کرنا آپ کے نزدیک کوئی ظلم وستم نہیں ہے؟ کیا خانہ جنگی میں سینکڑوں مسلمانوں کا مارا جانا کوئی ظلم نہیں ہے؟

(۲۹) کشمیر کی جنگ آزادی کی جنگ ہے یا نفاذ اسلام کے لئے لڑی جانے والی جنگ ہے؟

(۳۰) اگر آزادی کی جنگ ہے تو کیا شریعت محض آزادی کے لئے قتال کی اجازت دیتی ہے؟ اور اگر یہ جنگ نفاذ اسلام کے لئے لڑی جارہی ہے تو نفاذ اسلام کے لئے تو سب سے پہلے اپنے ملک یعنی پاکستان کو ضرورت ہے یہاں نفاذ اسلام کے لئے جہاد کیوں نہیں؟

(۳۱) اگر کشمیر میں آپ نظام اسلام کے قیام کے لئے لڑ رہے ہیں تو اس سوال کا آپ کے پاس کیا جواب ہے کہ جس نظام کے مطابق آپ خود اپنے ملک میں زندگی نہیں گزارتے کشمیر میں اس نظام کے نفاذ کی جدوجہد کیوں کر رہے ہیں کہیں مفادات کا مسئلہ تو نہیں؟

(۳۲) اگر آپ یہ کہیں کہ کشمیر میں قتال اس لئے شروع کر دیا کہ وہاں مسلح کارروائیاں ہو رہی تھیں اور اس لئے بھی کہ نہتے کشمیریوں کے خلاف عسکری قوت استعمال کی جا رہی تھی تو جناب پاکستان میں دیر اور مالاکنڈ کے علاقے میں بھی تو نفاذ اسلام کے لئے مسلح کارروائیاں ہوئیں۔ ایئرپورٹ پر قبضہ بھی ہوا اور حکومت نے نفاذ اسلام کی تحریک کو عسکری قوت استعمال کر کے کچل ڈالا اور ٹینک، بکتر بند گاڑیاں استعمال کی گئیں فضائی بمباری کر کے کئی گاؤں تہس نہس کر دیئے گئے۔ کیا قرآن

مجید نے ان کی امداد کرنے سے منع کیا تھا؟ کیا وہ مظلوم نہ تھے؟ اگر قرآن نے حکم دیا تھا تو ان کی مدد کیوں نہ کی گئی یا آپ کسی اور کے حکم کے غلام تھے؟

(۳۳) اگر آپ یہ کہیں کہ خالص اہلحدیثوں کی تحریک نہ تھی اس لئے ساتھ نہیں دیا تو پھر بتایئے کیا کشمیر میں خالص اہلحدیثوں کی تحریک ہے یا افغانستان میں خالص اہلحدیثوں کی تحریک تھی؟

(۳۴) اگر کشمیر میں جہاد کا جواز یہ آیت ہے کہ

ترجمہ: اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا۔ (سورۃ النساء)

کیا افغانستان اور مالا کنڈ میں جہاد کے لئے اللہ کا یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا۔ کیا پاکستان کی غریب اور مظلوم عوام بھی اس ظالم نظام اور اس کے مرہون منت ظالم حکمرانوں سے تنگ آ کر اللہ کے حضور یہی فریاد نہیں کر رہے۔ ان کے لئے جہاد کیوں نہیں کیا جاتا؟

(۳۵) اگر آپ یہ جواب دیں کہ مالا کنڈ کے مظلوموں کے لئے اس وجہ سے نہیں لڑے کہ ہمارے پاس طاقت نہیں تھی تو بتایئے کہ اپنے علاقے کے بھائیوں کی امداد کرنا جس کے بس میں نہ ہو تو دوسروں کے علاقے میں جا کر امداد کرنے کی طاقت اس میں کہاں سے آ گئی۔

(۳۶) حدیبیہ کے مقام پر ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دوران صلح آن پہنچے تو اس وقت انہیں واپس مشرکین کے حوالے کیوں کر دیا گیا؟ کیا ان پر ظلم نہیں ہو رہا تھا؟ کیا اس وقت فرضیت قتال والی آیت نازل نہیں ہوتی تھی؟

(۳۷) جابر سلطان کے سامنے خواہ، وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے یا نہیں؟

(۳۸) اگر جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے تو ان کے خلاف لڑنا افضل جہاد ہو گا کہ نہیں؟

(۳۹) کیا موجودہ حکومت ظالم، جابر، اسلام دشمن، غیروں کی آلہ کار اور آپ کے نزدیک نظام کفر کی علمبردار نہیں ہے؟ کیا ایسی حکومت کے خلاف جہاد افضل جہاد نہیں ہو گا۔

(۴۰) اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر ہے تو ان کے خلاف جہاد کے چیمپئن علم جہاد بلند کیوں نہیں کرتے؟

(۴۱) حدیث کے مطابق ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کی جانی چاہئے۔ ہمارے حکمران اور حکومت ظالم ہے یہ شرک جو قرآن کی نظر میں بھاری ظلم ہے کی سرپرستی کرتے ہیں۔ غریب عوام کا خون نچوڑتے

ہیں، ان ظالموں کی مدد کا اسلام میں کیا طریقہ بتایا گیا ہے؟

(۴۲) اگر ظالم کی مدد اس کو ظلم سے روکنا ہے تو جہاد کے چمپئن اپنے ملک کے ظالموں کو ظلم سے روک کر اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

(۴۳) پاکستان اسلام کے لئے بنا تھا پاکستان پر اسلام کا حق ہے۔ پاکستان میں اسلام کو نافذ کرنے کے لئے کیا لائحہ عمل آپ کے پاس موجود ہے اور اس سلسلے میں کس قدر پیش رفت ہو چکی ہے؟

(۴۴) اگر آپ کہتے ہیں کہ کشمیر پر بھی تو پاکستان کا حق ہے تو پھر بتایئے کہ پاکستان پر جو اسلام کا حق ہے۔ اسلام کو حق دلانا افضل ہوگا یا علاقے پر علاقے کا حق دلانا افضل ہوگا؟

(۴۵) اگر آپ کہیں کہ اسلام کو حق دلانا افضل ہے تو آپ افضل کو چھوڑ کر دوسری طرف کس کے کہنے پر منہ موڑے ہوئے ہیں؟

(۴۶) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ بہت محبوب ہیں جو اس کے راستے میں اتنے منظم انداز سے صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔ (سورۃ الصف)

اللہ تعالیٰ کی اس ترغیب کے ہوتے ہوئے منتشر انداز میں جہاد کرنا اللہ کو ناراض کرنے کے مترادف نہیں ہے۔ کشمیر میں نہ صرف مختلف مکاتب فکر کی علیحدہ علیحدہ جہادی گروہ ہیں بلکہ مسلک اہلحدیث کی بھی ایک سے زائد جہادی جماعتیں وہاں برسر پیکار ہیں۔

(۴۷) سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے کفر و اسلام کے معرکے میں کامیابی کے لئے طاقت کا تناسب بیان فرمایا ہے کہ

ترجمہ: ''پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے۔'' کیا کشمیر میں قتال کرنے والے گروہ انڈیا کی طاقت کے مقابلے میں آدھی طاقت حاصل کر چکے ہیں؟ کشمیر میں اس وقت چھ لاکھ سے زائد جدید ترین اسلحہ سے لیس منظم انڈین آرمی موجود ہے جبکہ مجاہدین کے پاس نہ تو جدید ترین اسلحہ ہے نہ وہ سب منظم ہیں اور نہ ہی ان کی افرادی قوت قابل ذکر ہے۔ ایسی صورت میں قتال شروع کر دینا خلاف سنت نہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے مکی دور میں جبکہ دشمن کے مقابلے میں قابل ذکر قوت حاصل نہیں ہوئی تھی یکطرفہ طور پر تمام تر

زیادتیوں کے باوجود صبر و برداشت کا مظاہرہ کیا اور اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر جبکہ کفار کی جمعیت دوگنی سے زائد تھی آپ ﷺ نے خندقیں کھودنے کی حکمت عملی اپنائی اور قتال سے بچنے میں کامیاب ہو گئے۔

(۴۸) رسول اللہ ﷺ نے تیئس سال میں دین کو غالب کیا اور اس جہاد کے دوران صرف ۲۵۹ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور ۷۵۹ کفار ہلاک ہوئے جبکہ کشمیر و افغانستان میں ہزاروں مسلمان مارے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود دین کے غلبے کے کوئی امکانات بھی نظر نہیں آ رہے کیا یہ حقیقت اس بات کا مظہر نہیں کہ یہ دونوں جہاد سنت نبوی کے مطابق نہیں تھے؟

(۴۹) کیا ایسی اسلامی ریاست سے بغیر جہاد اسلام نافذ و قائم ہو شریعت قتال کی اجازت دیتی ہے؟ اگر دیتی ہے تو رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے کوئی مثال دیں اور اگر نہیں دیتی تو آپ نے قتال کیوں شروع کیا ہے؟

(۵۰) کشمیر میں جہاد کے لئے جو طریقہ کار اپنایا گیا ہے اسے گوریلا کارروائیوں کا نام دیا جاتا ہے۔ مجاہدین رات کی تاریکی میں کسی فوجی چھاؤنی پر یا آرمی کے کسی قافلے یا فوجی ٹھکانے پر حملہ کرتے ہیں۔ اسے نقصان پہنچاتے ہیں اور پھر محفوظ مقام پر چھپ جاتے ہیں ردعمل کے طور پر انڈین آرمی ان علاقوں کا محاصرہ کرتی ہے جس کے نتیجے میں نہتے نوجوانوں کی گرفتاریاں ہوتی ہیں۔ اجتماعی آبروریزی کے اور مکانات کی توڑ پھوڑ اور جلانے وغیرہ کے واقعات پیش آتے ہیں جس وقت انڈین آرمی بے گناہ کشمیریوں کو ظلم کا نشانہ بنا رہی ہوتی ہے اس وقت یہ بہادر اور جیالے مجاہدین چھپے ہوتے ہیں۔ کیا نبی مکرم ﷺ کی زندگی سے کوئی ایسی گوریلا کارروائی ثابت ہے جب کارروائی کے بعد مظلوم مسلمانوں کو ظالم کافروں کے نرغے میں چھوڑ دیا گیا ہو کہ جس طرح چاہیں ان پر ظلم کریں؟

قارئین کرام! یہ پچاس سوال خود ان سرگرمیوں کی حقیقت کو واضح کر رہے ہیں جو جہاد کے نام سے جاری ہیں۔ یہ سرگرمیاں کتاب و سنت سے متصادم ہیں اور کلی طور پر اُسوۂ حسنہ کے خلاف ہیں۔ آپ از خود ان سوالات کے جوابات قرآن و حدیث کے مطالعے سے حاصل کریں یا کسی مستند عالم دین کی خدمات حاصل کریں اور پھر قرآن و حدیث کی رہنمائی میں جہاد کے نام سے جاری ان سرگرمیوں سے متعلق فیصلہ کیجئے کہ کیا واقعی یہ جہاد نبوی منہج کے مطابق ہے اور کیا واقعی یہ وہی جہاد ہے جس کی ترغیب

قرآن وحدیث میں دلائی گئی یا یہ جہاد کے نام پر بدترین دھوکہ ہے۔ ایک خونی کھیل ہے جو قابل مذمت ہے اور جس میں شمولیت ظلم اور غیر شرعی کام میں شمولیت کے مترادف ہے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں ان سوالات کے جوابات اگر جہادی گروہوں کی پالیسیاں درست ثابت کر رہے ہیں تو ٹھیک وگرنہ سوچیں کہ قرآن وحدیث کے منافی چلنے والوں کی تائید کرنے کا انجام کیا ہو گا؟

جہادی سوالنامہ جہادی گروہوں کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے تاحال کسی جہادی گروہ کی جانب سے پچاس سوالات کے جوابات موصول نہیں ہوئے اب وہ وقت قریب آ رہا ہے جب جہادی جھوٹ کو اہلحدیث جماعت میں کہیں جائے پناہ نہیں ملے گی

ماہنامہ صراط مستقیم کے جہاد فی سبیل نمبر کا دوسرا حصہ جو اکتوبر ۱۹۹۶ء کو منظر عام پر آیا تھا جہادی سوالنامہ شائع کیا گیا تھا جس میں جہادی گروہوں سے قرآن وحدیث کی روشنی میں پچاس سوالات کے جوابات مانگے گئے تھے۔ پانچ ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود تاحال ہمیں کسی بھی جہادی گروہ کی جانب سے ان سوالات کے جوابات موصول نہیں ہوئے ہیں۔ صراط مستقیم کی اطلاعات کے مطابق جب عوام اہلحدیث وہ سوالات جہادی گروہوں کے سامنے رکھتے ہیں تو یا تو وہ انہیں گول کر جاتے ہیں یا ایک دو سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی اطمینان بخش نہیں ہوتے اور اگر کوئی زیادہ ان سوالات کی تکرار کرتا ہے تو ان کے پاس آخری جواب یہ ہوتا ہے کہ اگر ہمارا جہاد غیر شرعی ہے قرآن و سنت کے خلاف ہے تو اس جہاد میں ہمارے لئے اللہ کی مدد کیوں اتر رہی ہے اور جب ان سے کہا جائے کہ یہ مدد یہ قصے کہانیاں تو بریلوی اور دیوبندی کے جہادی گروہ بھی سناتے ہیں تو کیا شرک کرنے والوں کے لئے بھی اللہ کی مدد اترتی ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی اللہ کی مدد نہیں اترتی۔ اللہ کی مدد تو صرف مواحدین کے لئے ہوتی ہے۔ پھر کہنے والا کہتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں تو آپ کی بات کیسے سچ مانی جائے جبکہ آپ کے جھوٹ تو ریکارڈ پر موجود ہیں۔ قاری عبدالحفیظ فیصل آبادی صاحب کے صاحبزادے کے بارے میں آپ نے لکھا کہ وہ کمیونسٹ کی گولی لگ کر شہید ہوا جو کہ سراسر جھوٹ تھا جن کی ایک وجہ شہرت ہی جھوٹ بولنا ہو ان کی جانب سے مدد کے دعوؤں پر کیسے یقین کیا جائے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تمہیں ہوا میں اڑ کر بھی دکھائے تو اسے ولی نہ کہو کیونکہ ولی وہ ہے جس کا عمل قرآن وسنت کے مطابق ہو چنانچہ جو جہاد ہو ہی قرآن وسنت کے خلاف رہا

ہے تو اس میں اللہ کی مدد کہاں آسکتی ہے۔ ایسی مدد کا دعویٰ کرنے والے جھوٹ بول رہے ہیں۔ محض قصے کہانیوں کی تلوار سے قرآن وحدیث کے دلائل کو کاٹا نہیں جاسکتا اگر ایسا ہوسکتا تو بیچارے بریلویوں کا کیا قصور ہے جو اپنے شرکیہ عقائد کی تائید میں اپنے اولیاء اللہ کی کرامتیں بیان کرتے ہیں۔

جہادی سوالنامہ جہادی گروہوں کے لئے اب بھی اسی طرح چیلنج بنا ہوا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں پچاس سوالات کے جوابات اب بھی جہادی گروہوں پر قرض ہیں عوام اہلحدیث اب جہادی ڈرامے کو سمجھ رہے ہیں۔ جھوٹی بات ویسے بھی بے بنیاد ہوتی ہے اب وہ وقت قریب آرہا ہے جب اس جھوٹ کو اہلحدیث جماعت میں کہیں جائے پناہ نہیں ملے گی اور ماہنامہ صراط مستقیم کی قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی کو ہر جگہ پذیرائی حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ

جماعت الدعوۃ لشکر طیبہ کی دہشت گردی وہابی مولوی عبدالحفیظ کے لڑکے کا قتل

قارئین کرام! جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ لشکر طیبہ کا منصوبہ صرف وہابیت کا فروغ اور ملک میں دہشت گردی ہے اور وہ پورا پورا اس پر کاربند ہیں جس کے بعض شواہد و دلائل ہم درج کر چکے ہیں۔ ان میں ایک وہابی مولوی عبدالحفیظ فیصل آبادی کے لڑکے کا قتل بھی ہے۔ وہ حقیقت حال یہ ہے کہ مولوی عبدالحفیظ فیصل آبادی کے لڑکے کو ان الدعوۃ لشکر طیبہ والوں نے خود ہی قتل کیا پھر اس کی شہادت کا رسالہ الدعوۃ میں شائع کر دیا۔ مولوی عبدالحفیظ کو باوثوق ذرائع سے حقیقت حال کا علم ہوا تو وہ اس پر سراپا احتجاج بن گیا۔ فقیر راقم الحروف کے پاس اس کے خطاب کی دو کیسٹیں موجود ہیں جن میں ایک کیسٹ کا عنوان ہی الجہاد والفساد ہے جس میں الدعوۃ والوں کے فراڈ اور دھوکہ دہی کی خوب نشاندہی کی گئی ہے۔ دوسری کیسٹ فتح مکہ کے عنوان پر ہے۔ اس میں جزوی طور پر ان کا رد کیا ہے۔ واضح طور پر دنیا کا سب سے بڑا کافر خبیث الدعوۃ والوں بالخصوص ان کے بانی پروفیسر حافظ سعید کو قرار دیا ہے اور ان کے ذلیل ہونے کی دعا کی ہے۔ سامعین نے اس دعا پر آمین کہا۔ تیسری کیسٹ دعا کی اہمیت کے عنوان سے ہے۔ اس میں بوقت دعا الدعوۃ کے بانی پروفیسر حافظ محمد سعید کو کافر خبیث کنجر ڈوم مراثی وغیرہ کہا۔ یہ تینوں کیسٹیں فقیر کے پاس موجود و محفوظ ہیں اگر کسی سنی کو ان کی ضرورت پڑے تو وہ حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ قاری عبدالحفیظ وہابی کے دو خطوط اس متعلق بھی فقیر کے پاس موجود ہیں اور وہابیہ کے رسالہ صراط مستقیم کراچی میں اس کا انٹرویو بھی شائع ہوا۔ وہ سب کی نقل ہم درج کر رہے ہیں تاکہ عوام الناس حقیقت حال کو جان سکیں۔

نام نہاد الدعوۃ والارشاد کے "مرکز طیبہ کی دہشت گردی کے خلاف" اہلحدیث عالم کا احتجاج

(ماہنامہ صراط مستقیم سے قاری عبدالحفیظ کے انٹرویو کا اقتباس)

سوال: قاری عبدالحفیظ صاحب، آپ عوامی اجتماعات میں سخت اور نامناسب الفاظ میں ضیاء الحفیظ شہید کے قتل کا ذمہ داری مرکز الدعوۃ اور اس کی قیادت کو ٹھہراتے رہے ہیں۔ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟

جواب: میں پوری ذمہ داری اور اعتماد کے ساتھ اس سوال کا جواب دے رہا ہوں۔ آپ اگر شائع کردیں گے تو میں سمجھوں گا۔ آپ میرے دکھ میں شریک ہیں اور میں آپ کے اس دعوے پر یقین بھی کروں گا کہ آپ اہلحدیث جماعت کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو بے نقاب کریں گے۔

سوال: قاری صاحب آپ جواب دیں ہماری کوشش ہوگی کہ ہم من وعن شائع کریں۔

جواب: اصل واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ اگست ۱۹۹۱ء کو ان لوگوں نے میرے بیٹے ضیاء الحفیظ کو قتل کیا جس جگہ ان لوگوں نے اپنا معسکر بنایا ہے اور جہاں یہ لوگ رہ رہے ہیں۔ وہاں کسی مخالف سے دوبدو جھڑپ کا کوئی خدشہ نہیں۔ دھوکہ ہے دھوکہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکی جارہی ہے۔ کاروباری مقاصد کے لئے کی جانے والی جدوجہد کو جہاد کا نام دیا جارہا ہے۔ ناول نگاری اور افسانہ نگاری کی طرز پر جھوٹی ٹیبل سٹوریاں اپنے رسالے میں شائع کرتے ہیں۔ قطعاً کوئی دشمن کی گولی لگ کر شہید نہیں ہوتا۔ یہ دھوکہ دیتے ہیں۔ عطاء اللہ نامی لڑکے کو دریا میں اٹھا کر لے گئے اور اسے بیچ منجدھار میں لے جاکر چھوڑ دیا اور لکھ دیا کہ تقریباً شہید ہوا۔ مولانا عبدالرشید راشد کے بچے عبدالرؤف جانباز کو اس طرح مارا کہ وہ کتاب پڑھتے ہوئے جارہا تھا۔ ان کی اپنی ایک چھوٹی سی توپ ہے۔ اس میں سے چھوٹا سا گولا نکلتا ہے۔ اس کے لگتے ہی وہ دریا میں گر جاتا ہے۔ اس طرح مولانا عبدالرفیق سلفی کے بچے و دیگر بچوں کو یہ مارتے رہے ہیں۔

سوال: اگر آپ کی بات صحیح بھی مان لیں تو ان بچوں کے قتل سے ان کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے۔

جواب: یہ وسائل گاڑیاں ایئر کنڈیشن دفاتر، دولت یہ سب انہی شہداء کے قتل کی قیمت ہی تو ہے جو انہوں نے عربوں اور پاکستان کے سادہ لوح "اہلحدیثوں" سے وصول کی ہے۔ یہی فائدہ ہے بچوں کے قتل مسقط بحرین، کویت اور دیگر بیرون ممالک ان کے بینک بیلنس موجود ہیں۔

حقیقت یہ تھی کہ احمد مسعود نامی انہی کے ایک لڑکے کی فائرنگ سے میرا بچہ شہید ہوا۔ اس نے دو فائر کئے آپ بھی سمجھتے ہیں کہ اگر ایک فائر ہو تو اسے قتل خطا کہا جاتا ہے لیکن دو فائر سے تو قتل خطا والی بات نہیں رہتی۔

سوال: آپ کو کس ذریعے سے پتہ لگا کہ آپ کا بیٹا احمد مسعود نامی لڑکے کی فائرنگ سے ہلاک ہوا ہے۔

جواب: بعد میں ''الدعوۃ'' کے ہی کچھ افراد کے بڑے لیڈروں کے کرتوت دیکھ کر ان سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ ان میں معسکر طیبہ کے امیر یاسین اثری اور معسکر اقصٰی کے امیر محمد اشتیاق اور ایک دو اور افراد شامل تھے۔ انہوں نے مجھے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ یہ لوگ وہیں ہوتے تھے جہاں میرا بیٹا شہید ہوا ہے۔ یہ ساری صورتحال سے واقف تھے لیکن جب مجھے حقیقت حال کا علم ہوا تو میرے دل کو شدید دھچکا لگا۔ میں نے پروفیسر سعید صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ کہنے لگے قاری صاحب وہ بچہ بڑا نیک ہے جس کے ہاتھ سے سہواً فائر ہو گیا جو ضیاء الحفیظ کو لگ گیا وہ کہتا ہے مجھے نہیں پتہ کس طرح مجھ سے فائر ہو گیا۔

سوال: حافظ سعید صاحب نے آپ کے سامنے اس بات کا اعتراف کیا کہ ضیاء الحفیظ کمیونسٹ کی گولی سے نہیں مرکز الدعوۃ ہی کے کسی لڑکے کے فائر سے شہید ہوا جو غلطی سے چل گیا تھا؟

جواب: ہاں بالکل پروفیسر سعید صاحب نے اس بات کا اقرار کیا اور جس لڑکے سے گولی لگی اس کا نام بتایا۔ براہ مہربانی آپ اس طرح لکھیں جس طرح میں کہہ رہا ہوں۔ میں پوری ذمہ داری سے بات کہہ رہا ہوں اگر قوم کا ایک بچہ بھی ظلم و بربریت سے بچ جاتا ہے تو آپ کا بہت بڑا احسان ہوگا۔

سوال: کیا ابتداء میں مرکز الدعوۃ والوں کو بھی واقعہ کا صحیح علم نہیں تھا جس کی وجہ سے انہوں نے مجلّہ الدعوۃ میں حقیقت کے برعکس رپورٹ شائع کی؟

جواب: پتہ کیوں نہیں تھا جناب سب پتہ تھا۔ مجلّہ الدعوۃ میں جان بوجھ کر جھوٹی رپورٹ بڑی مہارت سے بنا کر چھاپی گئی۔ یہ مجلّہ الدعوۃ والوں کی عادت ہے۔ وہ عوام کو کیش کرانے کے لئے جھوٹے اور من گھڑت شہادتوں کے واقعات بالکل افسانوی انداز میں لکھ کر چھاپتا ہے۔ یہاں آپ مجلّہ الدعوۃ میں چھپنے والی رپورٹوں کی صحت کا اندازہ کر سکتے ہیں جب وہ ایک عالم دین کے بیٹے سے متعلق جھوٹی اور من گھڑت رپورٹ شائع کر سکتے ہیں تو عام اہلحدیث خاندان تو کیا حیثیت رکھتے۔

سوال: اس بات میں کہاں تک صداقت ہے کہ مرکز الدعوۃ نے آپ کو بطور دیت کچھ رقم ادا کر دی ہے؟

جواب: یہ جھوٹ ہے۔ انتہا کر دی ہے چالبازی کی۔ انہوں نے چالیس ہزار روپے کا ڈرافٹ چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں پنجاب اور کراچی میں بھی تقسیم کیے ہیں۔ مجھے بتائیں ایسا دنیا میں کون سا بینک ہے جو پیسے مجھے دے دے اور چیک ان کے حوالے کر دے۔ کتنا بڑا مذاق ہے اس شخص کے ساتھ جس کا کلیجہ چھیدا گیا ہے۔ ضیاء الحفیظ کی والدہ اس غم میں پاگل ہو گئی ہے۔

سوال: الدعوۃ والوں کی شرعی عدالت میں بھی مسئلے کو اٹھایا گیا؟

جواب: ایسی شرعی عدالت جس کے جج مفتی عبدالرحمٰن صاحب تھے جو ان کے اپنے آدمی تھے جن کو میں قتل میں ملوث کہتا ہوں۔ ان کا کھا کر ان کا پی کر ان سے تنخواہ لے کر ان کے اے سی کمروں میں بیٹھ کر فیصلہ کریں۔ ہم مقتولوں کا کہاں کا انصاف ہے؟ مفتی عبدالرحمٰن (صاحب) نے راولپنڈی میں یہ جھوٹ بولا کہ میں نے قاری عبدالحفیظ کو (پانچ لاکھ یا غالباً دس لاکھ کہا تھا) دس لاکھ روپے دیئے ہیں۔ اسی طرح مرکز الدعوۃ کے ہی آدمی عبدالغفار اعوان (صاحب) نے میرے داماد کو کہا کہ اگر ہم نے اسے مارا ہے تو اس کی قیمت بھی ادا کر دی ہے۔

سوال: شرعی اصطلاح میں لفظ جہاد کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: جدوجہد کے معنوں میں کوشش کے معنی میں ہاتھ سے تلوار سے زبان سے قلم سے کی جانے والی ہر وہ کوشش جس کا مقصد اللہ کے دین کی سربلندی ہو جہاد ہے۔ جہاد کے مفہوم کو ایک خالص مقصد کے تحت محدود کیا جا رہا ہے۔ وہ خالص مقصد دولت اکٹھی کرنا ہے۔ مرکز الدعوۃ اور اس کے لیڈر خود اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں جہاد وہاد نہیں ہے بلکہ یہ ان کا کاروبار ہے اگر یہ جہاد کشمیر کو واقعی جہاد سمجھتے تو ان میں سے کسی کا بچہ وہاں شہید ہوا ہوتا کوئی زخمی ہوا ہوتا لیکن اپنے بچوں کو بچا کر رکھتے ہیں۔ دوسروں کے بچوں کو مرواتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود اس کام میں مخلص نہیں ہیں۔ عوام اہلحدیث بڑی سادہ لوح ہے۔ انہوں نے گہرائی میں جا کر نہیں دیکھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ کوئی لمبی داڑھی رکھ لے اور شلوار ٹخنوں سے اوپر کر لے بس اس پر اعتماد کر لیں گے باقی خواہ وہ لڑکیاں بیچتا رہے یا پوری جماعت کو بیچ کر کھا جائے اس کو کچھ نہیں کہیں گے۔

سوال: قرآن ہمیں کس کی مخالفت میں حد سے آگے نکلنے سے منع کرتا ہے۔ آپ عوامی اجتماعات

میں ان کے خلاف بڑی سخت زبان استعمال کرتے ہیں۔ ایسا کیوں کرتے ہیں۔

جواب: میرے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ میرا حق ہے کہ جن لوگوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ ان کے خلاف آواز بلند کروں۔ یہ میرا وہ حق ہے جو مجھے قرآن نے دیا ہے۔ (ترجمہ) اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو اعلانیہ برا کہے مگر وہ جو مظلوم ہوا اگر میں عوامی اجتماعات میں علانیہ مخالفت کرتا ہوں تو میرا یہ عمل قرآن کے عین مطابق ہے...... ان لوگوں نے اپنی شلواریں پنڈلیوں تک لوگوں کو دکھانے کے لئے کی ہیں۔ ان کے نزدیک بس سارا تقویٰ اس میں ہے۔ (ماہنامہ صراط مستقیم کراچی ماہ اکتوبر ۱۹۹۴ء)

وہابی مولوی عبدالحفیظ کے دو عدد خطوط الدعوہ کی نقاب کشائی

وہابی عالم قاری عبدالحفیظ نے ملک مجتبیٰ حسن کے نام اپنے ایک خط میں الدعوہ والوں کی نقاب کشائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

۱۔ میرا بیٹا عبدالحفیظ ظلماً شہید کر دیا گیا۔ اسلام کے نام پر میرا بچہ نکلا مگر سفاک درندہ پروفیسر سعید مرکز الدعوہ کے امیر نے ذبح کرا دیا اور قتل دیا گیا۔ مجھے انصاف دلاؤ میں مظلوم ہوں۔

۲۔ اپنے دوسرے خط میں یہی وہابی مولوی لشکر الدعوہ والوں کے مکروفریب سے آگاہ کرتے ہوئے کسی اپنے شاہ صاحب کے نام خط میں لکھتے ہیں کہ

مکروفریب دجل کی پٹی سعید (پروفیسر) کے چہرہ سے اتر چکی ہے۔ سیاہ چہرہ مکروہ خدوخال راہ عام سے عوام کے سامنے آرہی ہے۔ کذاب ترین ابوجہل سے بدتر پروفیسر سعید ہر جگہ جھوٹ بولتا ہے (ملخصاً)

ان خطوط کی فوٹو کاپی فقیر کے پاس موجود ہیں۔

اس کے علاوہ ایک پمفلٹ شائع ہوا۔ قاری عبدالحفیظ کی فریاد اس میں وہابی قاری عبدالحفیظ کے خطبہ جمعہ ۸ اپریل ۱۹۹۴ء بمقام جامع مسجد ابوبکر اہلحدیث شیخوپورہ روڈ گوجرانوالہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ موصوف نے اپنے مذکورہ خطبہ میں کہا کہ

جب تک میری جماعت کے ہاتھوں قاتل نہیں آجاتا۔ میری جماعت اس دجال پروفیسر سعید کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں...... سب مل کر قرارداد پیش کرو جب تک ہمارے قاتل پیش نہیں کیے جاتے۔ اس وقت تک اس کافر بے ایمان پروفیسر سعید اور اس کے ساتھیوں پر لعنت پڑتی رہے گی...... میں ثابت کرتا ہوں کہ اس ظالم (پروفیسر سعید) نے جماعت کے بزرگ مولانا رفیق سلفی گوجرانوالہ کے بیٹے مولانا عبدالرشید گوجرانوالہ کے بیٹے سمیت اور دیگر کئی علماء کے بیٹے ذبح کیے ہیں...... جتنی گولیاں

برسائی ہیں ان ظالموں جعل سازوں نے خود (ان پر) برسائی ہیں ...... پروفیسر سعید حسن لو ظفر اقبال، امیر حمزہ، بے ایمان کافر دجال تم سارے سن لو جب تک ہمارا انتقام پورا نہیں ہو جاتا تم سب تڑپتے رہو گے کتے کی موت مرو گے۔

مزید کہا کہ الدعوہ والے اپنے رسالہ میں خود ساختہ کہانیاں چھپاتے ہیں۔ اس پمفلٹ کے نیچے لکھا ہے۔ (منجانب ضیاء الحفیظ ایکشن کمیٹی پنجاب)

کھڑے راہزن بشکل راہبر: سلفیہ اہل حدیث رائزنگ پاکستان

اس عنوان سے سلفیہ اہلحدیث رائزنگ پاکستان کی جانب سے اشفاق گوندل کی تحریر بشکل پمفلٹ شائع ہوئی ہے۔ اس میں سے بعض اقتباسات ہم نقل کر رہے ہیں۔ غور فرمایئے اس کو وہابی رسالہ صراط مستقیم نے بھی شائع کیا ہے۔ مرکز الدعوۃ والارشاد کے نام سے اہلحدیثوں میں ایک تحریک اٹھی ہے جو کہ بظاہر بہت نیک صالح مجاہد اور توحید پرست لوگوں پر مشتمل ہے۔ میں خود بھی اس تحریک سے بڑا متاثر رہا ہوں لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور نکلے۔ اس تحریک کے پیچھے میں نے اسلام دشمن بڑے بڑے ہاتھوں کو دیکھا۔ کسی بھی اسلامی تحریک کے راستے میں روڑے اٹکانے یا ناجائز تنقید کرنے کو میں جرم عظیم سمجھتا ہوں لیکن میں جب اس تحریک میں صالح مخلص راسخ العقیدہ لیکن تمام حالات سے بے خبر نوجوانوں کو اپنی زندگیاں ضائع کرتے دیکھتا ہوں تو میرا دل بھر آتا ہے اور میرا فرض ہو جاتا ہے کہ میں شوق شہادت کے ان متوالوں کو اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھانے والے بشکل راہبر راہزنوں کی تصویر کا دوسرا رخ اور دشمنی کے خطرناک عزائم سے آگاہ کروں۔ شہادت بلاشبہ ایک اعزاز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے لیکن مومن کی قیمتی جان کو بلاوجہ ضائع ہوتے دیکھ کر انہیں ان لوگوں سے بچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ جمہوریت کے یہ دشمن جانتے ہیں کہ کشمیر کا فیصلہ واشنگٹن میں بیٹھ کر بے نظیر کلنٹن پطروس غالی نے کرنا ہے۔ انہیں یہ معلوم ہے کہ آپس میں نااتفاقی اور آپس کی گہری دشمنی کی وجہ سے یہاں اسلام کا نفاذ ناممکن ہے۔ جمہوریت کی بحالی کشمیر کا مقدر ہے تو پھر قوم کے معصوم مخلص اور نیک لوگوں کو بھڑکا کر قتل کروانے کے پیچھے کون سے عوامل ہیں ...... کروڑوں روپے کی جائیدادیں کہاں سے بنیں۔ شیخ عبدالعزیز کن ہاتھوں میں کھیل کر الدعوہ والوں کو استعمال کر رہا ہے۔ ان لمبی لمبی داڑھیوں بڑے اور بکھرے ہوئے گرد آلود بالوں اور ننگی پنڈلیوں کے تقویٰ کے پیچھے کیا چھپا ہے۔ قارئین! خدا کے لئے اس مضمون کو تعصب سے بالاتر ہو کر پڑھیں اور سوچیں کہ یہ لوگ ہمیں کہاں دھکیلنا

چاہتے ہیں ...... جب ان (الدعوہ والوں) کا پول کھلا کہ جہاد تو مقبوضہ وادی میں گوریلا کارروائیوں کے ذریعے ہو رہا ہے۔ یہاں نہ تو محاذ جنگ ہیں اور نہ فتوحات کا سلسلہ تو بریلویوں کی ایک تنظیم البرق کے ذریعے مقبوضہ وادی میں چند ساتھی پہنچائے گئے اور البرق والوں کو کہا گیا کہ ہمیں ان کی شہادت کی خبر جلد از جلد ملنی چاہئے تاکہ ہم مجلّہ الدعوۃ میں چھاپ کر لوگوں کو بتائیں کہ ہم کشمیر کے اندر بھی جہاد کر رہے ہیں ...... پاکستان میں آکر مجلّہ الدعوہ دیکھا تو اس میں ان کی کارروائیوں کی وہ سٹوریاں رقم تھیں جن کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ دوسرا جھوٹ: ایک طرف جہاں انہوں (الدعوہ والوں) نے اپنے آپ کو جہاد کا سب سے بڑا ٹھیکیدار کہہ کر جھوٹا پراپیگنڈا کیا وہاں دوسری طرف اپنے آپ کو مجاہدین کا پشتیبان کہہ کر ان کے نام پر چندہ جمع کرنے کی مہم کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا مثلاً مجلّہ الدعوہ فروری ۱۹۹۰ء کے شمارہ میں امیر حمزہ صاحب لکھتے ہیں "ایک ہزار مہاجرین کا قافلہ مزید آزاد کشمیر پہنچ گیا ہے اور یوں مکمل تعداد 1500 ہوگئی ہے۔ اب سے سات ماہ قبل پچاس ہزار تھی اور اب ایک ہزار کے آنے کے بعد بھی صرف ۱۵۰۰ ہے الامان الحذر

جھوٹ ہی جھوٹ:

مجلّہ الدعوۃ میں غازیوں اور شہیدوں کی جھوٹی کہانیاں اس قدر مبالغہ آرائی کے ساتھ لکھی جاتی ہیں کہ کشمیری مجاہدین یا کشمیر کے حالات جاننے والے لوگ یہ پڑھ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں کہ ان مجاہدین کی رہنمائی کبھی بلی کر رہی ہے۔ کبھی ریچھ کبھی سانپ پہرہ دے رہا ہوتا ہے کبھی ریچھ کے پاخانے پر نمازیں ادا کی جا رہی ہیں اور کبھی تمام کپڑے گولیوں سے چھلنی ہو جاتے ہیں۔ کپڑوں میں سوراخ ہو جاتے ہیں اور جسم پر خراش تک نہیں آتی۔ کبھی ایک مکے سے بیسیوں بھارتی فوجیوں کو ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے اور کبھی ان کے خنجر ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کے رخ بدل دیتے ہیں۔ کبھی ان کا نام سنتے ہی دشمن کانپ کر بھاگ اٹھتے ہیں۔ کبھی ریچھ ان کی میزبانی کر رہا ہے اور کبھی بندر، کبھی ہزاروں فٹ بلند پہاڑوں سے گرتے ہیں۔ کپڑے تار تار ہو جاتے ہیں۔ خود بھی خوف سے بے ہوش ہو جاتے ہیں لیکن جسم پر خراش تک نہیں آتی اور کئی ایک شہیدوں کے تو معرکے پڑھ کر ہم تھک جاتے ہیں اور چند دن کے بعد ان سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ جب وہ زندہ واپس لوٹ آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ آخر اہل حدیث عوام کو کب تک دھوکہ میں رکھیں گے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم کراچی مئی ۱۹۹۶ء ص ۲۲ تا ص ۲۴)

دعوت غور وفکر

قارئین کرام، ہم نے تفصیلاً خود وہابی علماء سے ان کی جماعت الدعوہ کی دہشت گردی، دھوکہ دہی فراڈ کا ذکر کر دیا ہے۔ انصاف سے غور فرمائیے۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی اور ہم یوں بھی کہیں تو بھی مبالغہ نہ ہو گا۔

نہ تم خباثت یوں کرتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز تمہارے نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

پروفیسر طالب الرحمٰن پنڈوی

گزشتہ صفحات میں آپ نے خود وہابی علماء کی زبانی وہابی ترجمان جماعت الدعوۃ والارشاد لشکر طیبہ کی دھوکہ دہی فراڈ کی داستان ملاحظہ فرمائی ہے۔ اس دھوکہ دہی کو مشہور وہابی مناظر پروفیسر طالب الرحمٰن آف راولپنڈی نے بھی بیان کیا ہے۔

وہابی مناظر پروفیسر طالب الرحمٰن نے جماعت الدعوۃ لشکر طیبہ کے باطل نظریات اور ان کی دھوکہ دہی کی نقاب کشائی میں ایک مستقل کتاب بارود لکھی ہے جسے مرکزی جمعیت اہلحدیث سرکلر روڈ راولپنڈی نے شائع کیا ہے یہ کتاب بھی فقیر کے پاس موجود ہے۔

اختصار مانع ہے وگرنہ اس میں سے بھی اقتباسات نقل کر دیتا۔

الدعوہ والوں کے شہیدوں کے غائبانہ جنازوں پر وہابی مفتی کا تبصرہ

وہابیہ کے مفتی ثناء اللہ مدنی لکھتے ہیں کہ

شہید معرکہ کے بارے نماز جنازہ اگرچہ اختلافی مسئلہ ہے لیکن اس بارے میں راجح رائے یہی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے شہید معرکہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ خلافت راشدہ اور بعد کے ادوار میں شہدائے معرکہ کی نماز جنازہ کا رواج نہیں ہوا۔ کجا یہ کہ غائبانہ جنازہ ہو......

غائبانہ جنازہ آج کل بعض جماعتیں اپنے مخصوص گروہی مقاصد کے لئے کشمیر وغیرہ میں شہید ہونے والوں کی غائبانہ نماز جنازہ کے لئے وہ تمام اشتہاری وسائل اختیار کرتی ہیں جو سیاست دان انتخابی سیاست میں استعمال کرتے ہیں حالانکہ کسی کی موت پر یہ انداز اعلان اس جاہلیت کی مذموم رسم (موت کا

اشتہار دینا) میں شامل ہے جس کی ممانعت احادیث میں صراحتاً آئی ہے۔ حضرت حذیفہ اسی احتیاط کے پیش نظر موت کی اطلاع اقرباء تک کو بھی نہ دیتے تھے کہ کہیں نعی نہ بن جائے۔ کسی کی موت کی خبر کو حد تک اس کے رشتہ داروں اور قریبی احباب کو اطلاع دینے کا جواز تو موجود ہے لیکن اس طرح کی اشتہار بازی شریعت میں سخت ناپسندیدہ ہے۔ ان کی مذکورہ بالا صورت دیکھی جائے تو ایسے غائبانہ نماز جنازہ کی بھی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے ...... انسان کی موت برحق ہے اور شہادت ایک اعزاز بھی ہے تاہم رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی شہادت پر کبھی خوشی نہیں منائی بلکہ جعفر طیار کے حادثہ کے بعد ایک عرصہ تک آپ کے چہرے پر غمی کے آثار نمایاں رہے جو لوگ شہداء کی موت پر خوشیاں مناتے ہیں انہیں غور کرنا چاہئے کہ اگر آج کسی دوسرے کا بھائی بیٹا شہید ہوا تو کل یہی واقعہ ان کے ساتھ بھی پیش آ سکتا ہے۔ ان کا ایمان نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کے ایمان سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ موت کا صدمہ ایک فطری امر ہے ...... مذکورہ نکات کی روشنی میں ہمارا طرز عمل درست سمت نہیں جا رہا۔ اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(ماہنامہ محدث لاہور جنوری ۱۹۹۷ء ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۴ جنوری ۱۹۹۷ء)

دیو بندی مذہب کی کتب

کتاب	مصنف
براہین قاطعہ	خلیل احمد سہارنپوری مصدقہ رشید گنگوہی
آب حیات	قاسم نانوتوی
تحذیر الناس	ایضاً
جمال قاسمی	ایضاً
تصفیۃ العقائد	ایضاً
جمال الاولیاء	اشرف علی تھانوی
الکلام الحسن	ایضاً
افاضات الیومیہ	ایضاً
قصص الاکابر	ایضاً
ارواح ثلاثہ	ایضاً
اشرف اللطائف	ایضاً
اعمال قرآنی	ایضاً
بوادر النوادر	ایضاً
امداد الفتاویٰ	ایضاً
حفظ الایمان	ایضاً
مزید المجید	ایضاً
الامداد صفر ۱۳۳۶ھ	ایضاً
اصدق الرداياء	ایضاً
حسن العزیز	ایضاً

معارف القرآن	مفتی محمد شفیع
ندائے حسن	محمد حسین نیلوی
اقامۃ البرہان	سجاد بخاری
فتح الملہم	شبیر احمد عثمانی
شہاب ثاقب	حسین احمد ٹانڈوی
فیض الباری	انور شاہ کشمیری
باغ جنت	عنایت علی شاہ
فضائل حج	محمد زکریا سہارنپوری
فضائل صدقات	ایضاً
فتاویٰ رشیدیہ	رشید احمد گنگوہی
بدعت کی اقسام	اسماعیل دہلوی
تذکرۃ الخلیل	عاشق الٰہی میرٹھی
تذکرہ الرشید	ایضاً
الجہد المقل	محمود الحسن
ترجمہ قرآن پاک	ایضاً
بلغۃ الحیران	حسین علی واں بھچروی
اشرف السوانح	عزیز الحسن مجذوب
سوانح قاسمی	مناظر احسن گیلانی
تذکرہ مشائخ دیوبند	عزیز الرحمٰن
مبشرات	ایضاً
ترجمہ قرآن	احمد علی لاہوری
ایضاً	فتح محمد جالندھری
سوانح عمری	ایضاً

ہفت روزہ خدام الدین 15 اپریل 1966ء

وہابی مذہب کی کتب

زادالمعاد	ابن قیم
یک روزہ فارسی	اسماعیل دہلوی
صراطِ مستقیم	ایضاً
صراطِ مستقیم (اُردو)	ایضاً
ایضاح الحق الصریح	ایضاً
فتاویٰ نذیریہ	نذیر حسین دہلوی
فتاویٰ ثنائیہ	ثناء اللہ امرتسری
فتاویٰ ستاریہ	عبدالستار دہلوی
فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ	شفاء اللہ مدنی
فتاویٰ علمائے حدیث	علی محمد سعیدی
فتاویٰ اہل حدیث	عبداللہ روپڑی
تیسیر الباری	وحید الزماں حیدر آبادی
نزل الابرار	ایضاً
ہدیۃ المہدی	ایضاً
کنز الحقائق	ایضاً
مترجم موطا امام مالک	ایضاً
لغات الحدیث	ایضاً
تفسیر فتح البیان	نواب صدیق حسن بھوپالی

الدین الخالص	ایضاً
الشمامة العنبریہ	ایضاً
تکریم المؤمنین	ایضاً
حصول المامول	ایضاً
سراج الوہاج	ایضاً
الداء والدواء	ایضاً
مسلک الختام	ایضاً
بدور الاہلۃ	نواب صدیق حسن بھوپالی
دلیل الطالب	ایضاً
التاج المکلل	ایضاً
الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ	ایضاً
عرف الجادی	نور الحسن بھوپالی
صحیح ترمذی	ناصر الدین البانی
صحیح نسائی	ایضاً
صحیح ابوداؤد	ایضاً
صحیح ابن ماجہ	ایضاً
ضعیف ابوداؤد	ایضاً
ضعیف ترمذی	ایضاً
ضعیف نسائی	ایضاً
ضعیف ابن ماجہ	ایضاً
تحقیق مشکوٰۃ	ایضاً
ارواہ الغلیل	ایضاً
سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ	ایضاً
سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ	ایضاً

صفہ صلوٰۃ النبی	ایضاً
نماز نبوی مترجم	ایضاً
احکام الجنائز	ایضاً
احکام الجنائز مترجم	ایضاً
تفسیر فتح القدیر	قاضی شوکانی
نیل الاوطار	ایضاً
ارشاد الفحول	ایضاً
حاشیہ تحقیق مسند امام احمد	احمد شاکر
تحفۃ الاحوذی	عبدالرحمٰن سہارنپوری
کتاب الجنائز	ایضاً
مشرفیہ بر فتاویٰ ثنائیہ	ابوسعید شرف الدین دہلوی
روئیداد مناظرہ تعویذ	مناظرہ طالب الرحمٰن
زینت الاسلام	حافظ محمد لکھوی
سبل السلام	امیر یمانی
توضیح الافکار	ایضاً
محمدی زیور	محی الدین
صلوٰۃ الرسول	صادق سیالکوٹی
نماز جنازہ	ایضاً
دستور المتقی	یونس دہلوی
جنازے کی کتاب	حافظ عمران ایوب
فتاوی اصحاب الحدیث	عبدالستار حماد
المحلی بالآثار	ابن حزم
الاحکام فی رسول الاحکام	ایضاً
ظفر المبین	محی الدین

احکام تمنی الموت	محمد بن عبدالوہاب نجدی
قبروں کے حالات	ایضاً
کشف الشبہات	ایضاً
کتاب التوحید	ایضاً
فضائل الشیخین	یوسف سقت پوری
طی الفراسخ	ذوالفقار
صلوٰۃ النبی	خالد گرجاکی
سیرت البخاری	عبدالسلام بستوی
تحقیق الغایہ	ثناءاللہ زاہدی
تعلیقات السلفیہ	عطاءاللہ حنیف
التحقیق الراسخ	حافظ محمد گوندلوی
توضیح الکلام	ارشاد الحسن ......
مسئلہ رفع یدین	عبدالمنان نور پوری
احکام وسائل	ایضاً
عون المعبود	شمس الحق عظیم آبادی
تحریک آزادی فکر	اسماعیل سلفی
رسول اکرم کی نماز	ایضاً
داؤد غزنوی	ابوبکر غزنوی
نماز نبوی	عبدالتواب ملتانی
صلوٰۃ محمدی	ایضاً
بلوغ الآمانی	عبدالرحمٰن الساعاتی
فقہ السنۃ	سید سابق
القول المقبول	عبدالرؤف
نماز نبوی	شفیق الرحمٰن

آپ کے مسائل	مبشر ربانی
صلوۃ المسلمین	مسعود احمد بی ایس سی
احکام الجنائز	محمد عبدہ فیروز پوری
تفسیر ستاری	عبدالستار دہلوی
کمال نماز	عبدالوہاب دہلوی
تعلیق المغنی	شمس الحق عظیم آبادی
حقیقۃ الفقہ	یوسف جے پوری
طریق محمدی	محمد جونا گڑھی
تاریخ اہل حدیث	محمد ابراہیم سیالکوٹی
تسہیل الوصول	زبیر علی زئی
فتاوی ابن تیمیہ	ابن تیمیہ
کتاب الوسیلہ	ایضاً
اختلاف امت کا المیہ	فیض عالم صدیقی
حی علی الصلوۃ	خواجہ قاسم
ماتم اور کربلا	محمد اعظم
قصیدہ نونیہ	ابن قیم
المنهلة الحجازیہ	قاضی عبدالاحد خانپوری
فقہ محمدیہ کلاں	محی الدین
ترجمہ قرآن پاک	ڈپٹی نذیر احمد
خط ملحقہ تقویۃ الایمان	اسماعیل دہلوی
البریلویہ	احسان الٰہی ظہیر
تحفہ وہابیہ	اسماعیل غزنوی
صلاح عقائد	شفیق پسروری
دیوی	عبداللہ روپڑی

سماع موت	ایضاً
مسئلہ زیارت......	ایضاً
عیون زمزم	عنایت اللہ اشرف
العطر البلیغ	ایضاً
شرح الصدور	سعودیہ
فتح المجید	عبدالرحمٰن نجدی
میٹھی میٹھی سنتیں یا میٹھی میٹھی بدعتیں	ابن لعل دین نجدی
ماہنامہ محدث لاہور	جنوری ۱۹۹۷ء
ماہنامہ صراط مستقیم کراچی	اکتوبر ۱۹۹۴ء
ایضاً	مئی ۱۹۹۶ء
شعور جہاد	اہل حدیث جانباز فورس
تفسیر السلف	فقیر اللہ مدراسی
بارود	پروفیسر طالب الرحمٰن
ہفت روزہ اہل حدیث لاہور	۲۴ مارچ ۱۹۹۵ء
ایضاً	۱۱۶ اکتوبر ۱۹۹۴ء
ایضاً	۱۶ اکتوبر ۱۹۹۵ء
ایضاً	۱۱۲ اکتوبر ۱۹۹۵ء
ایضاً	۳ مئی ۱۹۹۱ء
ایضاً	۱۴ جولائی ۱۹۹۵ء
ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر	۲۱ اپریل ۱۹۴۴ء
ایضاً	۲۳ نومبر ۱۹۲۸ء
ہفت روزہ الاعتصام لاہور	۲۴ جنوری ۱۹۹۷ء
ایضاً	۹۶ جنوری ۱۹۹۶ء
ایضاً	۱۹ مارچ ۱۹۵۴ء

ایضاً	۳۰ دسمبر ۱۹۵۵
	ج ۲۰ ش ۱۹
ماہنامہ الدعوۃ لاہور	جولائی ۱۹۹۷ء
ایضاً	استمبر ۱۹۹۷
ایضاً	فروری ۱۹۹۷ء
ایضاً	مئی
ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور	۱۱ جون ۱۹۶۵ء
ماہنامہ الحدیث حضرو	جنوری ۲۰۰۶ء
ایضاً	جولائی ۲۰۰۶ء
ایضاً	ستمبر ۲۰۰۶ء
ایضاً	دسمبر ۲۰۰۶ء
ایضاً	اکتوبر ۲۰۰۵ء

اخبارات

روزنامہ کائنات اسلام آباد ۲۵ جون ۲۰۰۱ء

روزنامہ جنگ لاہور ۱۶ ستمبر ۱۹۹۸ء

ایضاً ۲۷ نومبر ۱۹۹۸ء

ایضاً ۲۷ فروری ۱۹۸۷ء

روزنامہ صداقت لاہور ۱۴ دسمبر ۱۹۹۷ء

روزنامہ دن لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۹۷ء

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۹۷

روزنامہ نوائے وقت پنڈی ۲۱ مئی ۱۹۸۰ء

ہفت روزہ افق کراچی ۱۰ جون ۱۹۷۹

مآخذ ومراجع

۱- قرآن مجید
۲- تفسیر کبیر
۳- تفسیر درمنثور
۴- تفسیر ابن کثیر
۵- تفسیر قرطبی
۶- تفسیر معالم التنزیل
۷- صحیح بخاری
۸- صحیح مسلم
۹- جامع ترمذی
۱۰- سنن ابوداؤد
۱۱- سنن نسائی
۱۲- سنن ابن ماجہ
۱۳- مشکوٰۃ المصابیح
۱۴- مسند امام احمد
۱۵- صحیح ابن حبان
۱۶- موارد الظمآن
۱۷- مصنف ابن ابی شیبہ
۱۸- شرح الصدور
۱۹- المستدرک علی الصحیحین
۲۰- التعلیقات الحسان
۲۱- سنن کبریٰ للبیہقی
۲۲- مسند ابی یعلی
۲۳- المعجم الکبیر للطبرانی
۲۴- المعجم الاوسط للطبرانی
۲۵- المعجم الصغیر للطبرانی
۲۶- مسند الشامیین للطبرانی
۲۷- کتاب الدعاء للطبرانی
۲۸- حلیۃ الاولیاء لابی نعیم
۲۹- مسند حمیدی
۳۰- سنن کبریٰ للنسائی
۳۱- سنن دارمی
۳۲- مسند ابی داؤد طیالسی
۳۳- شرح السنۃ
۳۴- تحفۃ الاشراف
۳۵- مؤطا امام مالک
۳۶- ابن مندہ
۳۷- مصنف عبدالرزاق
۳۸- سنن سعید بن منصور
۳۹- مصابیح السنۃ
۴۰- الادب المفرد للبخاری
۴۱- مجمع الزوائد
۴۲- الترغیب والترہیب للمنذری

۴۳- الترغیب والترہیب للاصبہانی
۴۴- کنز العمال
۴۵- تلخیص الحبیر
۴۶- تجرید التمہید
۴۷- جامع صغیر للسیوطی
۴۸- اتحاف السادۃ المتقین
۴۹- کامل ابن عدی
۵۰- کشف الخفا للعجلونی
۵۱- جمع الجوامع
۵۲- مشکل الآثار للطحاوی
۵۳- شعب الایمان للبیہقی
۵۴- صحیح ابن خزیمہ
۵۵- التمہید
۵۶- سنن دار قطنی
۵۷- عمل الیوم واللیلہ ......
۵۸- کتاب الاسماء والصفات للبیہقی
۵۹- الطب النبوی للذہبی
۶۰- کتاب الآداب للبیہقی
۶۱- عمل الیوم واللیلہ للنسائی
۶۲- مختصر ابو داؤد للمنذری
۶۳- تلخیص المستدرک للذہبی
۶۴- خلق افعال العباد للبخاری
۶۵- نصب الرایہ للزیلعی
۶۶- کتاب الاذکار للنووی
۶۷- الاحکام النبویہ للکحال
۶۸- المغنی للعراقی
۶۹- المنتخب سعید بن حمید
۷۰- الشریعۃ للاجری
۷۱- الضعفاء الکبیر للبیہقی
۷۲- السنۃ لابن ابی عاصم
۷۳- المجالسۃ لدینوری
۷۴- تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر
۷۵- ذیل تاریخ بغداد لابن النجار
۷۶- الطبقات الکبریٰ لابن سعد
۷۷- البدایہ والنہایہ
۷۸- تاریخ الخمیس
۷۸- فضائل الصحابہ للنسائی
۸۰- کتاب الوفاۃ للنسائی
۸۱- مسند اسحٰق بن راہویہ
۸۲- فضائل الصحابہ للامام احمد
۸۳- اسد الغابہ
۸۴- الآماد والمثانی
۸۵- صفۃ الصفوہ
۸۶- الذریعۃ الطاہرہ
۸۷- معجم المحدثین للذہبی
۸۸- عمل الحدیث
۸۹- جزء الحسن عن عرضۃ العیدی
۹۰- المتقی للذہبی
۹۱- مسند ابی عوانہ
۹۲ مطالب العالیہ
۹۳- کتاب الآثار للامام محمد
۹۴- تاریخ ابن جریر

۹۵- التبصیر فی الدین
۹۶- مختصر قیام اللیل
۹۷- کتاب العاقبہ
۹۸- سنن الصغیر للبیہقی
۹۹- بلوغ المرام
۱۰۰- التذکرہ للقرطبی
۱۰۱- اخبار اصبحان
۱۰۲- مناقب الامام احمد
۱۰۳- مسند امام زید
۱۰۴- الدرایہ فی تخریج احادیث البدایہ
۱۰۵- المسند العقیلی
۱۰۶- المنتقی لابن الجارود
۱۰۷- المدخل لابن الحاج
۱۰۸- تہذیب تاریخ مدینہ دمشق
۱۰۹- مسند ابن الجعد
۱۱۰- مسند بزار
۱۱۱- کتاب العظمۃ
۱۱۲- الدار الحسان
۱۱۳- دقائق الاخبار
۱۱۴- جامع الاصول
۱۱۵- لطائف المنن
۱۱۶- بشری الکیب
۱۱۷- کشف النور
۱۱۸- نزہۃ المجالس
۱۱۹- جامع کرامات الاولیاء
۱۲۰- تاریخ الخلفاء
۱۲۱- الحادی للفتاوی
۱۲۲- زوائد فضائل صحابہ
۱۲۳- الاستیعاب
۱۲۴- تاریخ بغداد
۱۲۵- کتاب المنامات
۱۲۶- ریاض الصالحین
۱۲۷- الزواجر
۱۲۸- کتاب الکبائر
۱۲۹- کیمیائے سعادت
۱۳۰- تذکرۃ الموتی والقبور
۱۳۱- مسند ربیع بن حبیب
۱۳۲- مسند ابی حنیفہ
۱۳۳- جامع المسانید
۱۳۴- مسند شافعی
۱۳۵- اخبار اصفہان
۱۳۶- احیاء العلوم
۱۳۷- منہاج القاصدین
۱۳۸- مسند الفردوس
۱۳۹- الفقیہ والمتفقہ للخطیب
۱۴۰- معرفۃ الصحابۃ
۱۴۱- تاریخ المدینہ المنورہ لابن شبہ
۱۴۲- تذکرہ للمقدس
۱۴۳- الجواہر النقی
۱۴۴- جامع الاخلاق
۱۴۵- الکوثر النبی
۱۴۶- زرقانی شرح مؤطا

۱۴۷- زرقانی شرح مواہب اللدنیہ
۱۴۸- تاریخ اسلام للذہبی
۱۴۹- النساب الاشراف
۱۵۰- تہذیب الاسماء واللغات
۱۵۱- الناہیہ
۱۵۲- الاصابہ
۱۵۳- فتاویٰ کبریٰ لابن حجر مکی
۱۵۴- نوادر الاصول للحکیم ترمذی
۱۵۵- مؤطا امام محمد
۱۵۶- شرح معانی آلا ثار
۱۵۷- حاشیہ مؤطا امام محمد
۱۵۸- زوائد مسند امام احمد
۱۵۹- کنوز الحقائق
۱۶۰- طبقات المحدثین لابی الشیخ
۱۶۱- تاریخ جرجان
۱۶۲- العلل والمتناہیہ
۱۶۳- الدر المنثرہ للحلبی
۱۶۴- اللائی المصنوع للسیوطی
۱۶۵- الکنی والاسماء للدولابی
۱۶۶- مجمع البحرین
۱۶۷- کتاب الموضوعات لابن جوزی
۱۶۸- التحقیق فی احادیث الخلاف
۱۶۹- منتخب کنز العمال
۱۷۰- الاوسط لابن المنذر
۱۷۱- مسائل ابی داؤد
۱۷۲- الاسئلۃ والاجوبۃ
۱۷۳- القول البدیع
۱۷۴- سعادت الدارین
۱۷۵- مسند امام اعظم
۱۷۶- مختصر خلافیات للبیہقی
۱۷۷- اطراف الغرائب والافراد للدارقطنی
۱۷۸- تقریب البغیۃ
۱۷۹- اتحاف الخیرۃ المھرہ
۱۸۰- الناسخ والمنسوخ
۱۸۱- جامع المسانید والسنن
۱۸۲- معجم الشیوخ لابن الاعرابی
۱۸۳- منحۃ المعبود
۱۸۴- تخریج احادیث احیاء العلوم الدین
۱۸۵- کشف الغمہ
۱۸۶- وفاء الوفاء
۱۸۷- الحاوی فی سیرۃ الطحاوی
۱۸۸- اللباب فی تہذیب الانساب
۱۸۹- طبقات الحفاظ
۱۹۰- الفوائد البہیہ
۱۹۱- جزء رفع یدین
۱۹۲- علل ترمذی
۱۹۳- المسند المستخرج علی صحیح اعلم
۱۹۴- السنۃ للمرودی
۱۹۵- السنن ابوارده فی الفتن
۱۹۶- امام الکلام
۱۹۷- خصائص کبریٰ
۱۹۸- مدارج النبوت

۱۹۹- کتاب الشفاء
۲۰۰- دلائل النبوت للبیہقی
۲۰۱- سیرت النبویۃ لابن کثیر
۲۰۲- سیرت ابن ہشام
۲۰۳- دلائل النبوت لابی نعیم
۲۰۴- شمائل ترمذی
۲۰۵- سیرت حلبیہ
۲۰۶- معارج النبوت
۲۰۷- شمائل محمدیہ
۲۰۸- مواہب اللدنیہ
۲۰۹- انوار محمدیہ
۲۱۰- شواہد النبوت
۲۱۱- تاریخ کبیر للبخاری
۲۱۲- فتح الباری
۲۱۳- عمدۃ القاری
۲۱۴- شرح مسلم
۲۱۵- اکمال کمال المعلم
۲۱۶- شرح مشکل الآثار
۲۱۷- حاشیہ بخاری
۲۱۸- مرقاۃ المفاتیح
۲۱۹- اشعۃ اللمعات
۲۲۰- کرمانی شرح بخاری
۲۲۱- معالم السنن
۲۲۲- التعلیق التعلیق
۲۲۳- شرح شفا
۲۲۴- البنایہ شرح ہدایہ
۲۲۵- جد الستار
۲۲۶- تدریب الراوی
۲۲۷- فتح المغیث
۲۲۸- علم رجال الحدیث
۲۲۹- البقرہ والتذکرہ
۲۳۰- النکت علی مقدمہ ابن صلاح
۲۳۱- الرسالہ للامام شافعی
۲۳۲- الباعث الحثیث
۲۳۳- المنخول من تعلیقات الاصول
۲۳۴- شرح......
۲۳۵- مقدمہ ابن صلاح
۲۳۶- توجیہ النظر
۲۳۷- سیر اعلام النبلاء
۲۳۸- تہذیب الکمال
۲۳۹- تہذیب التہذیب
۲۴۰- میزان الاعتدال
۲۴۱- تقریب التہذیب
۲۴۲- تذکرہ الحفاظ
۲۴۳- کتاب الثقات لابن حبان
۲۴۴- کتاب الضعفاء للبخاری
۲۴۵- جامع التحصیل
۲۴۶- کتاب المجروحین
۲۴۷- شرح العلل ترمذی
۲۴۸- الجرح والتعدیل
۲۴۹- لسان المیزان
۲۵۰- المغنی فی الضعفاء

۲۵۱- معرفۃ الرواۃ
۲۵۲- التجریح والتعدیل لمن خرجہ البخاری
۲۵۳- صعفاء صغیر للنسائی
۲۵۴- بدائع الصنائع
۲۵۵- الفقہ الاسلامی وادلتہ
۲۵۶- الجوہرۃ السیرۃ
۲۵۷- فتاویٰ عالمگیری
۲۵۸- درمختار
۲۵۹- ردالمحتار
۲۶۰- مسبوط للامام محمد
۲۶۱- غنیۃ المستملی
۲۶۲- فتاویٰ قاضی خان
۲۶۳- ہدایہ شریف
۲۶۴- فتاویٰ بزازیہ
۲۶۵- شرح نقایہ
۲۶۶- المغنی ابن قدامہ
۲۶۷- بدایۃ المجتہد
۲۶۸- الشرح الکبیر
۲۶۹- فتح اللہ المعین
۲۷۰- تنویر الابصار
۲۷۱- فتح القدیر
۲۷۲- الجامع الصغیر للامام محمد
۲۷۳- شرح نقایہ للبرجندی
۲۷۴- الاشباہ والنظائر
۲۷۵- غنیۃ ذوی الاحکام
۲۷۶- خلاصۃ الفتاویٰ
۲۷۷- بحر الرائق
۲۷۸- النھایہ لابن اثیر
۲۷۹- المنجد
۲۸۰- مجمع البحار
۲۸۱- مصباح اللغات
۲۸۲- فتاویٰ رضویہ
۲۸۳- بہار شریعت
۲۸۴- فتاویٰ امجدیہ
۲۸۵- فتاویٰ فیض الرسول
۲۸۶- فتاویٰ نوریہ
۲۸۷- احکام شریعت
۲۸۸- تحفۂ اثناء عشریہ فارسی
۲۸۹- تحفہ اثناء عشریہ مترجم
۲۹۰- قرۃ العین
۲۹۱- حدائق بخشش
۲۹۲- ذوق نعت
۲۹۳- کیا جشن میلاد النبی غلو فی الدین ہے؟
۲۹۴- ملفوظات اعلیٰ حضرت
۲۹۵- جشن میلاد النبی ناجائز کیوں

شیعہ مذہب کی کتاب

۲۹۶- فلک النجاۃ
۲۹۷- درہ نجفیہ
۲۹۸- شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید
۲۹۹- حیات القلوب فارسی
۳۰۰- حیات القلوب مترجم اُردو

۳۰۱-ارشادمفید

۳۰۲-اعلام الوریٰ

۳۰۳-تفسیر منہج الصادقین

۳۰۴-تاریخ روضۃ الصفاء

۳۰۵-تاریخ یعقوبی

۳۰۶-اصول کافی

۳۰۷-مناقب آل ابی طالب

۳۰۸-امالی للطوسی

۳۰۹-الصافی شرح اصول کافی

۳۱۰-الاحتجاج

۳۱۱-جلاء العیون فارسی

۳۱۲-جلاء العیون مترجم اُردو

۳۱۳-اخبار ماتم

۳۱۴-کتاب سلیم بن قیس

۳۱۵-تہذیب المتین

۳۱۶-کشف الغمہ

۳۱۷-فروع کافی

۳۱۸-کتاب الروضہ

۳۱۹-العلل الشرائع

۳۲۰-من لایحضرہ الفقیہ

۳۲۱-وسائل الشیعہ

۳۲۲-حلیۃ المتقین

۳۲۳-بحار الانوار

۳۲۴-تفسیر قمی

۳۲۵-نہج البلاغۃ

۳۲۶-ذبح عظیم

۳۲۷-جامع الاخبار

۳۲۸-خصال لابن بابویہ

۳۲۹-مجمع المعارف

۳۳۰-منتہی الامال

۳۳۱-عیون الاخبار

۳۳۲-انوار نعمانیہ

۳۳۳-السیوط

۳۳۴-تحفۃ العوام

۳۳۵-تہذیب الاحکام

۳۳۶-تحریر الوسیلہ

۳۳۷-الفقہ علی المذاہب الخمسہ

۳۳۸-کیا ناجی مسلمان ہیں

۳۳۹-ناسخ التواریخ

۳۴۰-تذکرہ الآئمہ

۳۴۱-کشف الاسرار

۳۴۲-ترجمہ مقبول

۳۴۳-تفسیر صافی

۳۴۴-تفسیر مرأۃ الانوار

۳۴۵-بصائر الدرجات

۳۴۶-فصل الخطاب

۳۴۷-حق الیقین

۳۴۸-تجلیات صداقت

۳۴۹-تفسیر البرہان

۳۵۰-عین الحیوۃ

۳۵۱-چودہ ستارے

۳۵۲-لوامع التنزیل

۳۵۳-تفسیر عیاشی

۳۵۴-مفتاح القرآن

۳۵۵-ہزار تمہاری دس ہماری

۳۵۶-تفسیر قرأت کوفی

۳۵۷-شیعہ اور تحریف قرآن

۳۵۸-فتوحات شیعہ

۳۵۹-خلاصۃ المصائب

۳۶۰-مجالس المؤمنین

۳۶۱-معانی الاخبار

۳۶۲-حلیۃ الابرار

۳۶۳-نور الثقلین

۳۶۴-بیت الاحزان

۳۶۵-ستارہ الہدیٰ

۳۶۶-رجال کشی

۳۶۷-محلّہ حیدری

۳۶۸-آثار حیدری

۳۶۹-ذخیرۃ المعاد

۳۷۰-برہان المتعہ